

اسلام اور تربیت اولاد مکمل

تالیف
شیخ عبد اللہ ناصر علوان رحمۃ اللہ علیہ

مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مخار شہید

مجلس المدینۃ العلمیۃ وال تحقیق الاسلامی
سابق رئیس
وزیر اعلیٰ محکمہ اعلیٰ تعلیم برصغیر

ناشر

مکتبۃ المصیب

بنوری ٹاؤن کتبہ مارکیٹ کراچی فون ۰۳۳۳-۳۴۲۲۷۰۳

اسلام اور تربیتِ اولاد

جلد ثانی

تالیف

شیخ عبد اللہ ناصح علوانؒ

ترجمہ

حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ

رئیس

مجلس الدعوة والتحقیق الاسلامی - کراچی

رئیس

جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی ۵ پاکستان

ناشر

مکتبۃ الحبیب

گلب مارکیٹ، علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

موبائل: 0333-3422703

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۳	بچوں اور چھوٹوں کی اصلاح کا اسلامی طریقہ و نتیجہ	۱۰	قسم ثالث
	{ بچوں کو اچھی باتوں کا عادی بنانے کے سلسلے میں	۱۱	فصل اول
۵۳	مریضوں کے لیے بعض مثالیں	۱۱	بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل
۵۸	۳۵) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا	۱۲	۱) اسوہ حسنہ کے ذریعہ تربیت
	قرآن کریم کے مختلف انداز کی متنوع دعوتوں	۱۳	رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدی و پیشوا ہیں
۶۲	اور پیغمبروں کے بعض نمونے	۱۵	عبادت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقتدی ہونا
	۱۔ تسلی بخش و مطمئن کرنے کا انداز جس میں نرمی و کلمہ	۱۶	اخلاق فاضلہ
۶۲	و دونوں شامل ہوں۔	۱۶	جود و کرم
۶۲	بچوں کے لیے اعلان	۱۸	زہد و ورع
۶۳	عورتوں کے لیے اعلان	۱۹	تواضع
۶۳	قوموں کے لیے اعلان	۲۰	علم و بردباری
۶۴	مؤمنین کے لیے اعلان	۲۱	جسمانی قوت
۶۵	تمام لوگوں کے لیے اعلان	۲۲	بہادری و شجاعت
۶۶	۲۔ قصص و واقعات کے انداز میں عبرت و نصیحت	۲۳	حسن تدبیر و سیاست
۶۹	۳۔ مواعظ و نصیحت کے ساتھ قرآنی رہنمائی	۲۴	اصول و موقف پر ثابت قدمی
	و وعظ و نصیحت اور دعوت دین کے سلسلہ میں		مرئی کو اچھا نمونہ پیش کرنے کے سلسلہ میں نبی کریم
۷۷	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ:	۳۱	علیہ الصلاۃ والسلام کی تنبیہ کے چند نمونے
۷۸	الف۔ قصہ کے انداز کو اختیار کرنا	۳۳	بچوں کے ساتھ محبت و رحمت نبوی کے چند نمونے
۷۸	۱۔ برص کے مریض گنجنے اور نابینا شخص کا قہقہہ	۴۰	۲) اچھی عادت کے ذریعہ تربیت

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۱۵	نفسیاتی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال	۸۱	۲۔ ایک عجیب و لکڑی کا قصہ
۱۱۶	معاشرتی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال	۸۲	۳۔ حضرت حاجرہ و اسمیل علیہما السلام کا واقعہ
۱۱۷	روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال	۸۷	ب۔ سوال و جواب کے انداز کو اختیار کرنا
۱۲۲	⑤ عقوبت و سزا کے ذریعہ تربیت	۸۸	ج۔ وعظ و نصیحت کو قسم کھا کر شروع کرنا
۱۲۲	۱۔ مرتد ہونے کی سزا	۸۸	د۔ وعظ کو دل لگی کے ساتھ ملادینا
۱۲۳	۲۔ کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا	۸۹	۷۔ وعظ و نصیحت میں دریا ز روی اور توسط کو اختیار کرنا
۱۲۳	۳۔ چوری کی سزا	۸۹	و۔ وعظ کی قوت و تاثیر کے ذریعہ حاضریں پر چھابانا
۱۲۳	۴۔ حد قذف	۹۱	ز۔ ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا
۱۲۳	۵۔ حد زنا	۹۱	ح۔ ہاتھ کے اشارے سے وعظ و نصیحت
۱۲۴	۶۔ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا	۹۲	ط۔ نقشہ وغیرہ کے ذریعہ وضاحت اور نصیحت
۱۲۴	۷۔ شراب نوشی کی سزا	۹۳	ی۔ عمل کے ذریعہ سے نصیحت
۱۲۵	تعمیر و مرمت	۹۳	ک۔ موقع و مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وعظ و نصیحت
۱۲۸	بچوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اسلام کے بتلائے ہوئے طریقے:	۹۵	ل۔ اہم چیز کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کرنا
۱۲۸	۱۔ اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے۔	۹۵	م۔ جس حرام چیز سے روکنا ہو اسے سامنے پیش کر کے وعظ و نصیحت کرنا
۱۲۹	۲۔ غلط کار بچے کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت رکھنا	۱۰۱	⑥ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت
۱۳۰	۳۔ سزا دینے میں تدبیر سے کام لینا چاہیے	۱۰۳	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال و جانچ پڑتال کے چند نمونے
۱۳۱	وہ طریقے جو مسلم اول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمائے ہیں:	۱۰۸	بچے کے ایمانی پہلو کی دیکھ بھال
۱۳۱	۱۔ رہنمائی اور صحیح بات بتانے کے ذریعہ غلطی کی اصلاح کرنا	۱۰۹	بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی
۱۳۲	۲۔ نرمی و ملامت سے غلطی پر متنبہ کرنا	۱۱۱	عقلی و عملی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال
۱۳۲	۳۔ غلطی کی جانب اشارہ متوجہ کرنا	۱۱۳	جسمانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۱۲۲	ج۔ یہودیت اور ماسونیت کے منصوبے اور سازشیں	۱۳۲	۴۔ ڈانٹ کر غلطی پر متنبہ کرنا
۷۰	۵۔ استعماری منصوبے اور سازشیں	۱۳۳	۵۔ قطع تعلق کے ذریعہ غلطی پر متنبہ کرنا
۷۵	بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد	۱۳۴	۶۔ مارپیٹ کر غلطی پر متنبہ کرنا
۷۵	①۔ ارتباط اور ربط و تعلق کا اصول	۱۳۴	۷۔ مؤثر ترین سزا کے ذریعہ غلطی پر متنبہ کرنا
۱۷۶	۱۔ اعتقادی رابطہ	۱۳۶	مارپیٹ کے لیے شروط
۱۷۷	۲۔ روحانی ارتباط	۱۳۶	مرہی صاحبان!
۱۷۷	الف۔ بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا	۱۴۴	فصل ثانی
۱۷۸	ب۔ بچے کا قرآن کریم سے ربط پیدا کرنا	۱۴۴	تربیت کے بنیادی اصول و قواعد
۸۰	ج۔ بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط کرنا	۱۴۵	مرہی کی بنیادی صفات و اوصاف
۸۲	۵۔ بچے کا اللہ کے ذکر سے رابطہ پیدا کرنا	۱۴۵	۱۔ اخلاص
۸۷	۷۔ نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا	۱۴۶	۲۔ تقویٰ
۸۷	الف۔ نفل نمازیں :	۱۴۸	۳۔ علم
۱۸۷	۱۔ چاشت کی نماز	۱۵۰	۴۔ حلم و بردباری
۱۸۸	۲۔ نمازِ اذان	۱۵۲	۵۔ مسئولیت کا احساس
۱۸۸	۳۔ تحیۃ المسجد	۱۵۳	سازشی منصوبے واقعات و تاریخ کے ساتھ :
۱۸۸	۴۔ وضو کے بعد کی دو رکعتیں	۱۵۳	الف۔ شیوعی سازشیں
۱۸۸	۵۔ تہجد	۱۶۰	ب۔ صلیبی سازشیں
۱۸۹	۶۔ نمازِ تراویح	اَوَّلًا = دولت عثمانیہ کی شکل میں موجود خلافت اسلامیہ کو تباہ کر کے حکومت اسلامیہ کو ختم کرنا	
۱۸۹	۷۔ نمازِ استخارہ	۱۶۰	
۱۹۰	۸۔ نمازِ حاجت	۱۶۱	ثانیاً = قرآن کریم کو ختم اور نیست و نابود کرنا
۱۹۰	ب۔ نفل روزے :	۱۶۱	ثالثاً = مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور
۱۹۱	۱۔ عرفہ کا روزہ	۱۶۲	خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کر دینا
۱۹۱	۲۔ عاشوراء اور نوح مر کا روزہ	۱۶۳	والبعاء مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا
۱۹۱	۳۔ شوال کے چھ روزے	۱۶۴	خاصاً مسلمان عورت کو بگاڑنا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۲۳۲	۳۔ حسن نیت و اخلاص کا پید کرنا	۱۹۱	۴۔ ایام بیس کے تین روزے
۲۳۵	② متنبہ و چونکا کرنے کا قاعدہ	۱۹۱	۵۔ پیر اور جمعرات کا روزہ
۲۳۹	اہم تنبیہات :	۱۹۲	۶۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا
۲۳۹	۱۔ روت سے ڈرنا اور اس پر تنبیہ	۱۹۲	۷۔ بچے کا اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مراقبہ سے ربط پیدا کرنا
۲۳۹	ارتداد کے مظاہر		
۲۵۸	۲۔ الحاد سے ڈرنا	۱۹۶	۳۔ فکری ربط و ارتباط :
۲۶۲	ملاحظہ و مرتدین کے سلسلہ میں اسلام کی مقرر کردہ سخت و شدید منازکے اسباب	۱۹۶	بچوں کی فکری ذہن سازی کے سلسلہ میں بعض تفرات
	③ سہرام کھیل کود سے بچانا	۲۰۲	۴۔ معاشرتی ربط و ارتباط :
۲۶۳	۱۔ نزد سے کھیلنا	۲۰۳	۱۔ بچے کا پیر و مرشد سے ربط و تعلق
۲۶۴	۲۔ گانے بجانے اور موسیقی کا سننا	۲۰۶	ربانی مرشدین کے بارے میں علماء کے اقوال
۲۶۵	گانے بجانے کے آلات کا استعمال کرنا اور ان کا سننا حرام ہے	۲۱۵	۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا
۲۶۸	ان چیزوں کو حرام قرار دینے کی حکمت	۲۲۲	۳۔ بچے کا دعوت دین اور دین کی دعوت دینے والوں سے ارتباط پیدا کرنا
۲۶۸	۳۔ سینما تھیٹر اور ٹیلیوژن کا دیکھنا		دعوت و تبلیغ کے سلسلہ میں بچے کے تیار کرنے کے مراحل :
۲۶۰	حرم و گناہ ہونے میں ٹیلیوژن کے ساتھ سینما گھروں فحش پروگراموں اور بے حیائی کی جگہوں میں جانا بھی شامل ہے	۲۲۵	۱۔ نفسیاتی تیاری
۲۶۳	ایک اعتراض اور اس کا جواب	۲۲۶	۲۔ ضرب الاشال کا بیان کرنا
۲۶۶	۴۔ قمار بازی و جوا	۲۲۹	۳۔ دعوت الی اللہ کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرنا
۲۶۶	اس کے حرام قرار دینے کی حکمت	۲۳۰	۴۔ دعوت و تبلیغ کے رہنما اصول کا بیان
۲۶۶	حرام و ناجائز قمار و جوائے کے بعض اقسام	۲۳۲	۵۔ رہنمائی و توجیہ سے عمل تطبیق تک
۲۶۹	کھیل کود کے وہ اقسام و انواع جنہیں اسلام نے جائز قرار دیا ہے :	۲۳۶	۵۔ ورزش و ریاضت :
	الف۔ بھاگنے دوڑنے میں مقابلہ	۲۳۹	ورزش و ریاضت کا طریقہ اور اس کی حدود :
۲۶۹		۲۳۹	۱۔ توازن پیدا کرنا
۲۶۹		۲۴۰	۲۔ اللہ کی مقرر کردہ حدود کا خیال رکھنا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۱	۴۔ شراب اور دوسری منشیات کا استعمال	۲۸۰	ب۔ کشتی
۳۰۲	ب۔ لباس پوشاک اور زیب و زینت اور شکل و صورت میں حرام اشیاء :	۲۸۰	ج۔ تیراندازی
۳۰۴	۱۔ مردوں پر سونا و ریشم کا حرام قرار دینا	۲۸۱	د۔ نیزہ بازی
	۲۔ عورت کے لیے مرد کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور مرد کے لیے عورت کی شبیہ و صورت بنانے کا حرام ہونا	۲۸۱	۴۔ شہ سواری
۳۰۸	۳۔ ریا کاری، دکھاوے اور تکبر کے لیے کپڑے پہننے کی حرمت	۲۸۱	و۔ شکار
۳۰۹	۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنے کا حرام ہونا	۲۸۲	شکار سے متعلق عمومی احکامات
۳۰۹	۵۔ دائرہ مومنڈنے کا حرام ہونا	۲۸۳	ز۔ شطرنج کھیلنا
۳۱۰	دائرہ کے بارے میں چاروں اماموں کی آراء	۲۸۵	۱۷) اندھی تقلید سے بچنا
۳۱۲	۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا	۲۸۵	اس کی وجوہات
۳۱۲	۷۔ تصویروں و صورتوں کی حرمت	۲۸۶	اس سلسلہ کی بعض اہم نصوص
۳۱۵	ج۔ زمانہ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے :	۲۸۸	ہماری عورتوں میں اندھی تقلید کے خاص خاص مظاہر
۳۱۶	۱۔ کابھوں کی تصدیق کا ناجائز و حرام ہونا	۲۹۰	۵) برے ساتھیوں سے بچنا
۳۱۶	۲۔ تیروں سے فال نکلانے کی حرمت	۲۹۱	۶) برے اخلاق سے بچنا
۳۱۷	۳۔ سحر و جادو کی حرمت	۲۹۲	۷) حرام سے بچنا
۳۱۸	۴۔ غیر اللہ کے نام کے تعویذ گندوں کی حرمت	۲۹۴	اہم اہم محرمات :
۳۲۰	۵۔ پرشگوئی کی حرمت	۲۹۴	الف۔ کھانے پینے کی چیزوں میں حرام اشیاء
۳۲۱	د۔ کمائی و روزگار میں حرام چیزیں :	۲۹۷	مردار کی اقسام و انواع :
۳۲۱	۱۔ حرام چیزوں کی فروخت	۲۹۷	۱۔ بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور
۳۲۲	۲۔ دھوکہ والی بیع	۲۹۷	۲۔ شہری گدھوں اور بھارت کھانے والے درندوں اور بھجوں سے بھاڑنے والے درندوں کے گوشت کی حرمت
۳۲۲	۳۔ غبن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت	۲۹۷	۳۔ غیر شرعی طریقے سے ذبح کیا گیا جانور اور مردہ
		۲۹۹	مجموعی بابت پرست کے ہاتھ سے ذبح کیے جانور کا حرام ہونا

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
	آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور صحابہ رضی اللہ	۲۲۳	۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت
۳۵۹	عنہم اجمعین کے ساتھ ملاطفت و نرمی کا پہلو	۳۲۴	۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا
۳۶۴	۶۔ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا	۳۲۵	۶۔ چوری و ڈاکہ کے مال کا خریدنا و بیچنا
۳۶۴	الف۔ صبح کے وقت مربی کو کون سا نظام اپنانا چاہیے؟	۳۲۵	۷۔ سود اور بھجئے کے راستے سے کمانا
۳۶۴	جاگنے کی دعا	۳۲۶	اسلام نے کن امور کی وجہ سے سود کو حرام قرار دیا
۳۶۴	بیت الخلاء کے آداب		سود سے بچنے کے لیے اسلام نے کچھ راستے متعین
۳۶۶	وضوء کے آداب	۳۲۶	کیے اور بعض طریقے بتلائے ہیں
۳۶۷	نماز تہجد	۳۲۸	۸۔ جاہلی دور کی ناجائز و حرام عادات:
۳۶۹	فجر کی نماز مسجد میں پڑھنا	۳۲۸	۱۔ عصیت کی بنیاد پر مدد کرنا
۳۷۱	صبح کے وقت کے اذکار و دعائیں	۳۲۹	۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا
۳۷۲	جنا ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت کرنا	۳۳۰	۳۔ مرنے والوں پر نوہ کرنا
۳۷۳	ریاضت اور ورزش	۳۳۰	نوحہ کے سلسلہ میں بعض امور پر تنبیہ
۳۷۴	ثقافتی مطالعہ	۳۳۳	۴۔ وہ عادات جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا
۳۷۵	نماز پاشت	۳۳۹	تیسری فصل
۳۷۵	ناشتہ کے آداب	۳۳۹	۳۔ تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز:
۳۷۵	گھر سے نکلنے کے آداب	۳۴۰	۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا
۳۷۶	راتے کے آداب		اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی چند نصوص اور
۳۷۸	ساتھی کے حقوق	۳۴۲	نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث
۳۷۸	استاذ کے حقوق		بے کار اور کام کاج میں مشغول نہ رہنے والوں کے
۳۷۸	ب۔ شام کو مربی کس نظام کی اتباع کرے؟	۳۴۳	بارے میں سلف صالحین کے اقوال
۳۷۸	۱۔ مشائخ کی نماز مسجد میں ادا کرنا	۳۴۶	۲۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا
۳۸	۲۔ سرے کے کاغذ کو پورا کرنا	۳۴۹	۳۔ بچے کو کھیل کود و تفریح کا موقع دینا
۳۸۲	بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات کہتے رہنا	۳۵۳	۴۔ گھر، مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا
۳۸۲	۱۔ سب سے زیادہ نیک مثال	۳۵۷	۵۔ مربی اور بچے کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنا

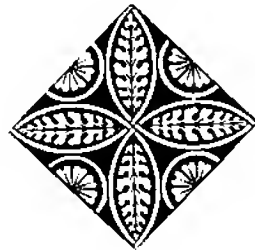
صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۳۰۴	یہ شوق کن نقاط میں منحصر ہے؟	۳۸۲	۱۔ اسرار و معراج کا واقعہ ایک یادگار و ابدی معجزہ ہے
۳۰۸	۹۔ بچے کو اسلام کی دینی ذمہ داریاں محسوس کرنا	۳۸۳	۲۔ اسرار و معراج کے معنی کیا ہیں؟
۳۱۳	۱۰۔ بچے میں جہاد کی روح کو جاگزیں کرنا		۳۔ اس سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مناظر
۳۱۳	اس سلسلہ میں مفید نقاط:	۳۸۳	دیکھے ان میں سے اہم اہم مناظر کیا تھے؟
	۱۔ بچے کو یہ احساس دلانا کہ اسلامی شان و شوکت	۳۸۵	۴۔ مسجد حرام کا مسجد اقصیٰ سے کیا تعلق ہے؟
	جہاد اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے کوشش کیے بغیر	۳۸۶	۵۔ فلسطین اور مقدونہ مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں کا فریضہ
۳۱۳	متحقق نہیں ہو سکتی	۳۸۸	گھر کا ماحول خوشگوار بنانا
	۲۔ بچے کو یہ بات یاد رکھانا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مطلق	۳۹۲	اس سلسلہ میں کن امور کا خیال رکھنا ضروری ہے
۳۱۴	قسمیں ہیں:	۳۹۴	۷۔ نفع بخش علم و ثقافت کے اسباب و وسائل مہیا کرنا:
۳۱۴	مالی جہاد	۳۹۴	۱۔ بچوں کے لیے ایک الگ کتب خانہ مرتب کرنا
۳۱۴	تبلیغی جہاد	۳۹۹	۲۔ ہفتہ داری یا ماہواری رسالوں کا خریدار بننا
۳۱۵	تعلیمی جہاد	۳۹۹	۳۔ تاریخی فلموں کے ذریعہ فائدہ اٹھانا
۳۱۶	سیاسی جہاد	۴۰۱	۴۔ وضاحت کرنے والے وسائل سے استفادہ کرنا
۳۱۶	جنگی جہاد	۴۰۱	۵۔ وقتاً فوقتاً عجائب گھروں کا معائنہ
۳۲۱	خاتمہ	۴۰۲	۶۔ جب بھی فرصت ملے عمومی کتب خانوں کا معائنہ کرنا
۳۲۶	اہم مراجع و مصادر	۴۰۳	۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قسم ثالث

تین فصلوں پر مشتمل ہے

- ۱۔ بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل
- ۲۔ بچے کی تربیت کے بنیادی اصول و قواعد
- ۳۔ تربیت سے متعلق ضروری و لازمی تجاویز



بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فصل اول

① بچے کی تربیت میں مؤثر وسائل

بیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں محترم قارئین کے سامنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں مربیوں پر عائد ہونے والی جو بڑی بڑی ذمہ داریاں ذکر کی جا چکی ہیں، وہ ذمہ داریاں خواہ ایمانی ہوں یا اخلاقی، عقلی ہوں یا جسمانی، نفسیاتی ہوں یا معاشرتی، اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ذمہ داریاں جن پر گزشتہ صفحات میں کلام ہو چکا ہے اور ان پر تفصیلی بحث کی جا چکی ہے، وہ تربیت کے میدان اور بچے کی شخصیت سازی کے سلسلہ میں عظیم ترین ذمہ داریاں ہیں، اور مستقبل میں جب والدین و مربی اپنی ان کوششوں اور جدوجہد کا ثمرہ حاصل کریں گے، اور اپنے لگائے ہوئے باغ کے شاندار سایہ میں بیٹھیں گے تو وہ اس وقت کتنے خوش نصیب اور خوش و خرم ہوں گے۔

اور ان کی نفوس اس وقت کتنی مطمئن اور آنکھیں کتنی ٹھنڈی ہوں گی جب وہ اپنے جگر گوشوں کو مقدس فرشتوں کی طرح زمین پر چلتا ہوا دیکھیں گے، اور اپنے دل کے محو دلوں کو لوگوں میں متحرک قرآن کی طرح رواں دواں دیکھیں گے۔ لیکن کیا مربی کے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ وہ ان ذمہ داریوں کو پورا کرے اور ان فرائض کو عمدگی سے ادا کرے یہ سمجھ لے کہ وہ بری الذمہ ہو گیا، اور اس نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی، اور اپنی پوری قوت صرف کر دی؛ یا یہ کہ اس کو مزید وسائل بھی اختیار کرنا چاہیے، اور ہمیشہ اعلیٰ و افضل اور اکمل ترین کی تلاش میں رہنا چاہیے؟

بلاشبہ منصف سمجھار مربی ہمیشہ مفید ترین وسائل کی ٹوہ میں لگا رہے گا، اور تربیت سے متعلق ایسے قواعد و ضوابط تلاش کرتا رہے گا جو عقیدہ و اخلاقی لحاظ سے بچے کی تربیت کرنے میں مؤثر اور بنیاد کی حیثیت رکھتے ہوں، اور جن سے بچے کی نفسیاتی و معاشرتی اور عملی تیاری ہو سکے، تاکہ بچہ کمال کی چوٹی، اور بنگلی کی بلندی کو پہنچ سکے، اور عقل و سمجھداری اور تحمل و بردباری کے بہترین مظاہر سے آراستہ ہو۔

لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ تربیت کے مفید وسائل اور بچے کی شخصیت سازی اور اس کے بہترین فرد بنانے کے

منفید و مؤثر ترین قواعد و اصول کیا ہیں :

میرے اندازے کے مطابق وہ پانچ امور میں مجتمع ہیں :

۱۔ اسوہ حسنہ کے ذریعے تربیت ۔

۲۔ اچھی عادات کے ذریعے تربیت ۔

۳۔ وعظ و نصیحت کے ذریعے تربیت ۔

۴۔ دیکھ بھال کے ذریعے تربیت ۔

۵۔ سزا دینے کے ذریعے تربیت ۔

① اسوہ حسنہ کے ذریعے تربیت

تربیت کے باب میں بچے کی اخلاقی، نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی میں پیشوا اور مقتدی نہایت مؤثر کن وسائل میں سے ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ بچے کی نظر میں مربی ایک عظیم نمونہ اور بہترین مقتدی ہوا کرتا ہے، بچہ۔ پناں چلن میں اپنے مقتدی کی پیروی کرتا ہے، اور شعوری و غیر شعوری طور پر اخلاقی طور سے اس کی نقل اتارتا ہے، بلکہ اس کی نفس و شعور میں مربی کی قوی و فعلی اور حسی و معنوی صورت منقش ہو جاتی ہے چاہے اسے پتہ چلے یا پتہ نہ چلے۔

سی لیے پیشوا اور اسوہ حسنہ کے بچے کی اصلاح یا فساد میں ایک بڑا عامل بنتا ہے، چنانچہ اگر مربی سچا اور امانت دار اور بااخلاق شریف و بہادر اور پاکدامن ہے تو بچہ بھی سچائی، امانت، اخلاق، شرافت، بہادری و پاکدامنی پر نشوونما پائے گا، اور اگر مربی معمولاً، خائن، آزاد، بخیل، بزدل اور خسیس ہے تو بچہ بھی جھوٹ، خیانت، آزادی، بزدلی، بخل اور خساست میں بڑھے پلے گا۔

بچے میں خیر کی خواہ کتنی زبردست صلاحیت کیوں نہ ہو اور اس کی فطرت خواہ کتنی ہی سلیم و صاف ستھری کیوں نہ ہو تب بھی خیر کی بنیادی باتوں اور بہترین تربیت کے اصولوں پر وہ اس وقت تک لبیک نہیں کہے گا جب تک مربی کو خلاق کی چوٹی اور اچھائیوں کی بلندی اور اسوہ و نمونہ کی معراج پر نہ دیکھے۔ مربی کے لیے یہ نہایت آسان ہے کہ تربیت کے طریقوں میں سے کوئی طریقہ بچے کو سمجھا دے لیکن یہ نہایت ہی مشکل کام ہے کہ بچہ اس طریقے کو اپنائے جب کہ وہ اپنے تربیت کرنے والے اور مربی کو اس طریقہ کو اپناتے ہوئے اور اس کی بنیادی باتوں اور اصولوں پر عمل پیرا نہ دیکھے۔

اسی لیے عربی شاعر کا اس معلم کے بارے میں درج ذیل اشعار کہنا سخت تنبیہ ہے جس کا فعل اس کے قول

کے خلاف ہو وہ کہتا ہے :

هَلْ لِنَفْسِكَ كَانِذَا التَّعْلِيمِ
یہ تعلیم خود تمہارے اپنے لیے کیوں نہیں ہے
كَيْمَا يَصِحُّ بِهِ وَأَنْتَ سَقِيمٌ
تاکہ وہ شفا یاب ہو جائے لیکن تم خود بیمار ہو
فَإِذَا انْتَهَمْتَ عَنْهُ فَأَنْتَ حَكِيمٌ
اگر تمہاری نفس اس سے رگ گئی تو پھر تم واقعی حکیم ہو گئے
بِالْعِلْمِ مِنْكَ وَيَنْفَعُ التَّعْلِيمِ
کی پیروی کی جائے گی اور تعلیم دینا بھی فائدہ مند ہوگا

يَا أَيُّهَا الرَّجُلُ الْمَعْلَمُ غَيْرُ
اے دوسروں کو تعلیم دینے والے معلم
تَصِفُ الدَّوَاءَ لِذِي السَّقَامِ وَذِي الضُّعْفِ
تم بیماروں و لاغروں کے لیے تو دوا و نسخہ لکھتے ہو
أَبْدَأُ بِنَفْسِكَ فَإِنَّهَا عَنْ غَيْثِهَا
پہلے خود اپنی نفس سے ابتدا کر کے اسے گمراہی سے روک
فَهَنَّاكَ يَقْبَلُ مَا وَعْظْتَ وَيَقْتَدِي
پھر تمہارے وعظ کو قبول کیا جائے گا اور تمہارے علم

اللہ جل شانہ جب اپنے بندوں کے لیے معجز کن آسمانی نظام مقرر فرما رہے تھے تو اس وقت سے اس بات کو
طے فرمایا تھا کہ وہ رسول و پیغمبر جسے وہ اپنی طرف سے کسی قوم و ملت تک آسمانی پیغام پہنچانے کے لیے مبعوث
فرمائیں گے اسے اعلیٰ ترین نفسانی اخلاقی و عقلی کمالات سے متصف ہونا چاہیے تاکہ لوگ اس سے اخذ کریں، اور اس
کی اقتدا کریں، اور اس سے سیکھیں، اور اس کی بات پر لبیک کہیں، اور اچھائیوں، مکارم اخلاق اور فضائل میں اس کے
طریقے کو اپنائیں۔

اسی لیے نبوت اکسائی چیز نہیں جسے انسان اپنی جدوجہد اور محنت سے حاصل کر سکے بلکہ وہ امور تکلیفیہ میں سے
ہے جو انسان کو خدا کی طرف سے عطا کی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ کسے رسول بنائیں اور اللہ ہی
کو اس کا زیادہ علم ہے کہ انسانوں میں سے کس کو منتخب کرنا چاہیے تاکہ وہ ڈرانے اور بشارت دینے والے رسول و پیغمبر بنیں۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مقتدی و پیشوا ہیں :

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تاکہ آپ ہمیشہ ہمیشہ مسلمانوں کے لیے
بہترین نمونہ و اسوہ بنیں، اور تمام انسانیت کے لیے ہر جگہ اور ہمیشہ ہمیشہ سنے لیے روشنی کا مینار و پر سکون چاند ہوں :
(لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ) (الاحزاب: ۲۱) تمہارے لیے رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے۔

نیز فرمایا :

بے شک ہم نے آپ کو بھیجا ہے بطور گواہ اور بشارت دینے
والے اور فائدے والے کے۔ اور اللہ کی طرف اس کے حکم سے

(يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ إِنَّا أَرْسَلْنَاكَ شَاهِدًا وَمُبَشِّرًا
وَنَذِيرًا إِلَىٰ دَاعِيَا إِلَى اللَّهِ بِآذَانِهِ وَسِرَاجًا

مَنْبِیًّا ۱۱۰

الاحزاب - ۴۶ و ۴۵

بتلانے والے کے، اور بطور ایک روشن چرخ کے۔

اور اللہ تعالیٰ جل شانہ نے حضرت محمد مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت میں اسلامی نظام و طریقے کی کامل و مکمل تصویر رکھ دی ہے، تاکہ آئندہ آنے والے لوگوں اور قوموں کے لیے آپ اپنے کمال اخلاق اور عظمت کردار میں زندہ و تابندہ نمونہ رہیں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ: آپ کا اخلاق قرآن کریم ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ جواب نہایت مختصر اور دقیق و جامع جواب ہے جس نے قرآن کریم کے محیط منہج اور عمدہ ترین اخلاق کے بنیادی اصولوں کو یکجا کر لیا ہے، واقعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کریم کے بیان کردہ محاسن و فضائل کے لیے ایک زندہ ترجمان، اور اس کی زندہ و تابندہ توجیہات و رہنمایوں کی ایک متحرک تصویر تھے، بتلائے کوئی ایسا شخص ہے جو اس کے ارد گرد بیکر لگا سکے یا یہ کہ اس کے عظیم ترین سمندر کے کسی نقطہ تک پہنچ سکے۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شرف و ابدیت اور فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ خود اپنے بارے میں یہ اعلان فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے اپنی نگرانی میں آپ کی نشو و نما فرمائی اور آپ کو تربیت دی ہے اور خوب تربیت دی تاکہ آپ ہمیشہ ہمیشہ جہنوں کے لیے عافیت، اور عالم کے لیے سورج کی مانند، اور سمندر کی تاریکیوں میں روشن و چمکدار چاند کی طرح ہوں۔

عسکری اور ابن السعائی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((أدبني ربي فأحسن تأديبي)) میرے رب نے مجھے تربیت دی اور خوب تربیت دی۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو تربیت دینے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اللہ تعالیٰ کی خاص توجہ کا مرکز ہونے کی دلیل آپ کا نبوت سے قبل اور اس کے بعد نبوت کی اساسی صفات کے ساتھ متصف ہونا ہے۔

یہ بات یقینی طور پر معلوم ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے گناہوں و معاصی میں سے کسی گناہ کا ارتکاب نہیں کیا بلکہ آپ طہارت و پاکدامنی میں مشہور و معروف تھے۔

رہا آپ کا سچا صادق و امین ہونا، تو اس زمانے کے لوگ آپ کو صادق و امین کے لقب سے پکارا کرتے تھے، اور یہی بات انہوں نے آپ سے لوگوں کے ایک عظیم مجمع میں کہی تھی کہ ہم نے آپ کو کبھی بھی جھوٹ بولنے والا نہ پایا۔

رہا آپ کا ذکی و سمجھدار ہونا تو اس میں تو کوئی آپ کا مقابلہ نہیں کر سکتا، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے فخر و شرافت اور ہمیشہ ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ آپ نے اپنی حسن تدبیر اور حکمت کے ذریعہ اپنی قوم کے لیے

۱۱۰ اس حدیث کی سند میں اگرچہ ضعف ہے لیکن اس کے معنی بالکل صحیح ہیں۔

حجرِ اسود لگانے کے وقت ایک مناسب تدبیر پیش کر کے قوم کو ایک ایسی تباہ کن جنگ سے بچالیا جس کے انجام کو خدا کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔

دعوت و تبلیغ کے اعتبار سے آپ کی حالت یہ تھی کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام کو نیند اس وقت تک اچھی معلوم نہ ہوئی اور نہ زندگی میں مزایا اور نہ آپ کو سکون نصیب ہوا جب تک آپ نے امت کو دعوتِ اسلام پر لبیک کہتے اور اللہ کے دین میں داخل ہوتے نہ دیکھ لیا، قرآنِ کریم کی کتنی ہی آیات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس لیے نازل ہوئیں کہ آپ اپنے غم اور حزن و ملال میں تخفیف کر دیں، اور اپنی دینی جدوجہد اور تبلیغ و دعوت میں سکون و نرمی سے کام لیں تاکہ مسرت و ملال کی بنا پر آپ اپنے کو ہلاک نہ کر بیٹھیں، اور آپ کا جسم امراض کا شکار نہ ہو جائے۔ ان آیات میں سے بعض یہ ہیں :

سکھیں آپ گھونٹ لیں گے اپنی جان کو پتہ پہنچا کر ان کے پیچھے اگر وہ نہ جائیں گے اس بات کو۔

((فَلَعَلَّكَ يَاجَعُ نَفْسُكَ عَلَىٰ أَثَارِهِمْ إِنْ لَمْ يُؤْمِنُوا بِهَذَا الْحَدِيثِ أَسَفًا)) الکہف - ۶
اور فرمایا :

جس کو آپ چاہیں ہدایت نہیں کر سکتے البتہ اللہ ہدایت دیتا ہے اسے جس کے لیے اس کی مشیت ہوئی ہے۔

((إِنَّكَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ يَهْدِي مَنْ يَشَاءُ)) القصص - ۵۶
نیز فرمایا :

سوان پر افسوس کر کر کے کہیں آپ کی جان نہ جاتی رہی۔

((فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسْرَاتٍ)) فاطر - ۸

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پیغامِ الہی کی دعوت و تبلیغ اور اس میں ثبات و ثبات قدمی، صبر و استقلال اور اس سلسلہ میں مصائب و آفات کے برداشت کرنے اور مجاہدے میں ضربِ اشل تھے، اسی طرح اولو العزم پیغمبر اس وقت تک برابر جدوجہد اور مجاہدہ و جہاد کیا کرتے تھے جب تک کہ وہ اپنی قوم کو اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوتا ہوا نہ دیکھ لیں۔



رہا وہ اسوہ اور نمونہ جو عبادت اور اخلاق کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے لیے پیش کیا تھا تو وہ اپنے مراتب کی بلندیوں اور کمال کی انتہا کو پہنچا ہوا تھا، اور جتنا جتنا زمانہ گزرتا جاگلے گا اور صدیاں بیتیں جائیں گی لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت اور عظیم الشان اخلاق کو اپنے لیے کامل نمونہ اور بہترین اسوہ اور ہدایت کن منارہ پائیں گے۔

عبادت کے سلسلہ میں آپ کے اسوہ و نمونہ ہونے کے سلسلہ میں امام بخاری و مسلم حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رات کو اتنا طویل قیام فرماتے کہ آپ کے پاؤں مبارک پر ورم آ جاتا، اور جب

آپ سے عرض کیا گیا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف نہیں فرما دیے ہیں؟ تو آپ ارشاد فرماتے: پھر کیا میں شکر گزار بندہ نہ ہوں؟!

اور امام بخاری و مسلم حضرت علقمہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا: کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعض دنوں میں کچھ خصوصی عبادت کیا کرتے تھے؟ (یعنی اور دنوں سے زیادہ ان دنوں عبادت کرتے ہوں) تو انہوں نے فرمایا: جی نہیں! آپ کا ہر عمل دائمی تھا یعنی ہمیشہ عبادت میں لگے رہتے تھے، اور تم میں سے کون شخص ہے جو اتنی طاقت رکھتا ہو جتنی طاقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔

اور اس طرح سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب اطہر اللہ جل شانہ کی محبت سے سرشار اور عبادت و اپنے رب سے سرگوشی میں مگن تھا چنانچہ آپ راتوں کو کھڑے رہتے، اور دن کا ایک حصہ بھی اسی مناجات باری میں صرف فرماتے تھے اور آپ کو نمازیں لذت محسوس ہوتی تھی، اور عبادت میں آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک تھی، اور آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو ان چیزوں میں اپنے پیروی سے روکتے تھے جن چیزوں میں وہ آپ کی پیروی کی طاقت نہیں رکھتے تھے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بسا اوقات ایک کام کرنا چاہتے تھے لیکن پھر اس خوف سے اس کو چھوڑ دیا کرتے تھے کہ لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کو کرتا دیکھ کر خود بھی کرنے لگیں اور پھر ان پر وہ فرض کر دیا جائے۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ مسلسل روزے رکھے، دن رات میں کچھ نہ کھایا، دو یا تین دن مسلسل ایسا ہی کیا۔ یہ رمضان کے اخیر کا واقعہ ہے۔ آپ کو دیکھ کر دوسرے حضرات نے بھی کھانے پینے بغیر مسلسل روزے رکھنا شروع کر دیے، جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر ہمارے لیے یہ مہینہ دراز کر دیا جاتا تو ہم اس طرح سے سلسل روزہ رکھتے کہ مبالغہ و تعمق کرنے والے اپنے غلو کو چھوڑ بیٹھتے، میں تم لوگوں کی طرح نہیں ہوں مجھے تو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے یعنی میری مدد فرماتا ہے اور طاقت و قوت دیتا ہے۔

اور بھلا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم عبادت کے اس اعلیٰ ترین مرتبہ پر کیوں فائز ہوں، اس لیے کہ آپ ہی تو اللہ تعالیٰ کے ان تمام احکامات کو نافذ کرنے والے تھے جن کا اللہ تعالیٰ نے آپ کو حکم دیا تھا مثلاً تہجد و عبادت شب و روز اور تسبیح و ذکر و دعا وغیرہ:

اے کپڑوں میں لپٹے والے رات کو (نماز میں) کھڑے
رہا کیسے محرم ہاں تھوڑی رات یعنی آدھی رات یا اس سے
کچھ کم رکھیے یا اس سے کچھ بڑھا دیجیے، اور قرآن خوب

((يَا أَيُّهَا الْمَرْءُ الَّذِي فِيهِ الْبَيْتُ إِلَّا قَلِيلًا ۖ
يَتَصَفَّهٖ أَوْ انْقُصَ مِنْهُ قَلِيلًا ۖ أَوْ زِدَ
عَلَيْهِ ۖ وَمَا يَلِ الْقُرْآنَ تَرْبِيلًا ۖ إِنَّا سَأَلْنَا

صاف صاف پڑھیے ہم آپ پر مغرب ایک بھائی کا
ڈالنے کو ہیں، بے شک رات کے وقت اٹھنے میں دل
و زبان کا خوب میل رہتا ہے اور بات خوب ٹھیک بھلتی ہے۔

عَلَيْكَ قَوْلًا ثَقِيلًا ۝ إِنَّ نَاشِئَةَ اللَّيْلِ هِيَ
أَشَدُّ وَطْأً وَأَقْوَمُ قِيلًا ۝
الزلزلہ: ۱۰۱

اور فرمایا:

«وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسَىٰ أَنْ
يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ۝»
بنی اسرائیل: ۱۷۹

میز فرمایا:

«وَاذْكُرْ اسْمَ رَبِّكَ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۖ وَمِنَ
الَّيْلِ فَاسْجُدْ لَهُ وَاسْتَبِحْهُ لِيُنَافِلَ أَطْوِيلًا ۝»

الدھرہ: ۲۵۲۵

اور اپنے پروردگار کا نام صبح دم شام لیتے رہیے، اور
رات کے بھی کسی حصہ میں اسے سجدہ کیا کیجیے، اور اس کی
تسبیح رات کے بڑے حصے میں کیا کیجیے۔

رہا اخلاقِ فاضلہ کے سلسلہ میں آپ کا مقتدی واسوہ ہونا تو اس سلسلہ میں میرے لیے صرف اتنا کافی ہے کہ میں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاقِ شریفہ اور آپ کی عمومی عظمت کے گوشوں سے متعلق ایک ایک نمونہ آپ کے سامنے پیش کر دوں
خواہ اس کا تعلق کرم و زہ سے ہو، یا اس کا ربط تواضع و علم و بردباری سے ہو، یا قوت و شجاعت سے متعلق ہو، یا حسنِ سیاست
اور اصول پر ثابت قدم رہنے سے متعلق ہو۔

رہا کرم و زہ میں آپ کا واسوہ و نمونہ ہونا تو اس سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اس شخص کی طرح دیا کرتے
تھے جسے فقر و فاقہ کا قطعاً اندیشہ نہ ہو، اور آپ تیز رفتار ہوا سے زیادہ سخی تھے، اور آپ سب سے زیادہ سخی رمضان المبارک
کے مہینے میں ہوا کرتے تھے۔

حافظ ابوالشیخ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مسلمان ہونے کے لیے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا مگر یہ کہ آپ نے وہ ضرور عطا فرمائی، ایک صاحب نے آپ
سے دو پہاڑیوں کے درمیان جگہ بھر کر بجریاں مانگیں، آپ نے انہیں وہ عطا فرمادیں، تو وہ اپنی قوم کے پاس گئے اور ان سے
کہا کہ لوگو مسلمان ہو جاؤ اس لیے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اس شخص کی طرح دل کھول کر دیتے ہیں جسے فقیر کا قطعاً
خوف نہ ہو۔

اور حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی کبھی کسی چیز کا سوال نہیں کیا گیا اور پھر یہ

ہے اخلاق میں مقتدی ہونے کی بحث کا اکثر حصہ ہماری کتاب "حق یعلم الشباب" سے کچھ تصرف کے ساتھ منقول ہے۔

ہوا ہو کہ آپ نے اس کے جواب میں: نہیں فرمایا ہو (یعنی آپ سے جو چیز مانگی جاتی تھی آپ وہ عطا فرما دیتے تھے)۔
 رہا زہد و ورع میں آپ کا اسوہ و مقتدی ہونا تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ چٹائی پر تشریف فرما تھے، اور اس کے نشانات آپ کے پہلو پر پڑ گئے
 تھے، میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اگر ہم آپ کے لیے کوئی ایسا گدا بنوالیں جو آپ چٹائی پر بچایا کریں جس کی وجہ سے
 آپ چٹائی (کی سختی) سے محفوظ رہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: میرا دنیا سے کیا واسطہ میری اور دنیا کی مثال تو بالکل ایسی ہے
 جیسے کوئی سوار کسی درخت کے سلیے میں بیٹھ جائے اور پھر اسے چھوڑ کر وہاں سے چلا جائے، اور آپ ہی وہ ذات ہیں جنہوں
 نے اللہ سے یہ درخواست کی کہ اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر ضرورت مقرر کر دیجیے۔

اور ابن جریر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سے
 مدینہ منورہ تشریف لائے اس وقت سے وفات تک آپ نے مسلسل تین دن بھی پیٹ بھر کر گھبوں کی روٹی تناول نہیں فرمائی
 اور امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی کریم صلی اللہ
 علیہ وسلم کو جوگی روٹی کا ایک ٹکڑا دیا تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا: یہ وہ پہلی خوراک ہے جو تمہارے والد نے تین
 دن میں کھائی ہے۔

اور صحابہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زہد و دنیا سے بے رغبتی کے اعلیٰ مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں اس لیے کہ آپ ہی تو اس حکم کو نافذ
 کرنے والے ہیں جو اللہ نے آپ سے نافذ کرنا چاہا تھا اور وہ حکم اللہ کا آپ سے یہ فرمان مبارک ہے:

((وَلَا تَسْتَلِزَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ
 أَزْوَاجًا مِنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ
 لِنَفْثَنَّهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَآبَقَىٰ ۝))

اور ہرگز آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھے ان چیزوں کی طرف جن
 سے ہم نے ان کے گردوں کو متع کر رکھا ہے۔ ان کی آزمائش
 کے لیے، کہ وہ محض دنیوی زندگی کی رفیق ہے، اور آپ کے

ظہر - ۱۳۱
 پر فردگار کا صلیب کہیں بہترین اور دیر پا ہے۔

ہمیں یہ بات خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو زہد اختیار فرمایا تھا یہ فقر و فاقہ ہاتھ
 کی ٹنگی یا کھانے پینے کی اشیاء کی کمی کی وجہ سے نہیں تھا، اور اگر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی راحت کی چیزیں پسند کرتے
 اور دنیا کی نعمتوں کی فراوانی چاہتے، اور دنیا کی آسائشوں سے مستفید ہونا چاہتے، تو دنیا اور اس کی تمام چیزیں منہی خوشی ذلیل و
 رسوا ہو کر آپ کے قدموں میں ہوتیں، لیکن بات یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اختیار پر فقر و زہد میں بعض مصلحتیں اور
 بہت سی حکمتیں تھیں، جن میں سے اہم اور ظاہر حکمتیں درج ذیل ہیں:

✽ آپ یہ چاہتے تھے کہ مسلمان قوموں کو اپنے اس زہد سے تعاون، ایثار اور مال کے خرچ کرنے کے مفہوم کو سمجھا دیں
 امام بیہقی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

مسلل تین دن پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا، اور اگر ہم چاہتے تو خوب پیٹ بھر کر کھا سکتے تھے لیکن آپ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیا کرتے اور ایثار فرماتے تھے، اور اس سے قبل ہم یہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس شخص کی طرح دل کھول کر دیتے تھے جسے فقر کا خوف نہ ہو۔

✽ آپ نے یہ چاہا کہ آنے والی مسلم برادریوں کو قحط پسند ضرورت پر اکتفا کرنے والی زندگی نمونہ کے طور پر دکھلا دیں، تاکہ وہ دنیا کی زیب و زینت اور شرسامانیوں میں بھنس کر اپنے فریضہ دعوت و ارشاد و اعلاہ کلمۃ اللہ سے محروم نہ ہو جائیں، اور ایسا نہ ہو کہ ان ہر دنیا کی خوب بہتات ہو جائے اور پھر دنیا ان کو اسی طرح ہلاک کر دے جیسے ان سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں کو تباہ و برباد کیا۔

✽ آپ نے یہ چاہا کہ وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے یعنی منافقین و کفار اور اعداء اسلام ان پر واضح کر دیں کہ آپ جس دین و دعوت کو لے کر آئے ہیں اور لوگوں کو جس طرف بلا رہے ہیں اس سے آپ کا مقصد نہ مال کا جمع کرنا ہے اور نہ دنیا کی فانی زیب و زینت اور دنیا کی ختم نہ ہونے والی لذت کی چیزیں، اور نہ اس کی نعمتیں و آسائشیں، اور نہ آپ دین کے نام سے دنیا کا لٹا چلتے ہیں، بلکہ آپ کا مقصد وحید اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کا حاصل کرنا ہے، اور آپ یہ چاہتے ہیں کہ جب آپ اللہ کے دربار میں حاضر ہوں تو دنیا کی فانی چیزوں میں سے آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہو، اور آپ کا شعرا بھی وہی تھا جو آپ سے قبل دوسرے تمام انبیاء کرام علیہم السلام کا تھا:

((وَيَقُولُ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَا إِنْ أَحْبَبْتُ)) اور اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ مال نہیں مانگتا۔

نہیں میری مزدوری مگر اللہ پر۔

ہود - ۲۱

إِنَّا عَلَى اللَّهِ ۝۱۱

رہا تواضع میں آپ کا مقتدی واسوہ ہونا تو جو لوگ آپ کے زمانے میں تھے اور جو آپ کے ساتھ کبھی بھی ملے اور اکٹھا ہوئے ہیں ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے، اور وہ سب یک زبان ہو کر بتلاتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کو سلام کرنے میں خود پہل کیا کرتے تھے، اور جس سے آپ بات کرتے خواہ وہ چھوٹا ہو یا بڑا اس کی طرف آپ پورے متوجہ ہو جایا کرتے تھے، اور جب کسی سے مصافحہ کرتے تو جب تک وہ خود اپنا ہاتھ نہ کھینچے آپ اپنا ہاتھ نہیں کھینچتے تھے، اور جب اپنے صحابہ کے پاس جاتے تو مجلس میں جہاں جگہ ہوتی تھی وہیں بیٹھ جایا کرتے تھے، اور آپ خود بازار جاتے تھے، اور سامان خود اٹھایا کرتے تھے اور یہ فرمایا کرتے تھے کہ میں اس کے اٹھانے کا زیادہ مقدار ہوں، اور مزدور و کارگریوں والا کام کرنے سے بھی آپ نے کبھی ناک بھول نہیں پر مٹھائی چاہی مسجد کی تعمیر ہو یا خندق کا کھودنا، اور آپ آزاد لوگوں کی دعوت بھی قبول فرماتے تھے اور غلام و باندیوں کی بھی، اور اگر کوئی عذر پیش کرے تو آپ اسے قبول فرمایا کرتے تھے، اور آپ اپنے کپڑوں میں خود پیوند لگاتے تھے، خود جوتے گانٹتے تھے اور گھر کے کام کاج کیا کرتے تھے، اور اپنے اونٹ کو خود باندھا کرتے تھے، اور خادم کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھاتے تھے، اور ضرورت مندوں، کمزوروں اور فقراء کی حاجت روائی فرماتے تھے، اور زمین پر بیٹھ جایا کرتے تھے۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام تواضع کی اس معراج پر کیوں نہ ہوتے جب کہ خود اللہ جل شانہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنا یہ پیغام نازل فرمایا ہے :

«وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝»
الشعر - ۲۱۵

اور جو مسلمانوں میں داخل ہو کر آپ کی راہ میں چلے تو آپ اس کے ساتھ (شفقار) فروتنی سے پیش آئیے۔

علم و بردباری میں آپ کا مقتدی و نمونہ ہونا، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام علم و بردباری کی آخری منزل کو پہنچے ہوئے تھے خواہ آپ کی بردباری اس وقت ہو جب بد و اعزابی آپ کے ساتھ درشتی اور بدسلوکی سے پیش آتے تھے، یا اس وقت جب فتح و کامیابی نے آپ کے قدم چومے تو اس وقت آپ نے دشمنوں کی خود سری اور تکبر کے بدلے میں مسلم و بردباری سے کام لیا۔

اعراب و بدوؤں و دیہاتیوں کی بدسلوکی پر آپ کے علم و بردباری کے سلسلہ میں میرے لیے صرف اتنی بات کافی ہے کہ میں سیرت کی کتابوں میں مذکور بہت سی مثالوں میں سے درج ذیل مثال پیش کر دوں چنانچہ لکھا ہے کہ ابا بخاری و مسلم جہاں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چل رہا تھا، آپ نے موٹی بخاری والی بخاری چادر اوڑھی ہوئی تھی، ایک اعزابی بدو آپ کے پاس آئے اور آپ کی چادر کچڑ کر زور سے آپ کو کھینچ لیا، میں نے دیکھا کہ اس اعزابی کے زور سے چادر کھینچنے کی وجہ سے آپ کے کاندھے پر چادر کے کنارے کا نشان بن گیا تھا، یہ حرکت کرنے کے بعد اس بدو نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ کے پاس اللہ کا دیا ہوا جو مال ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دے دیجیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے مسکرائے اور اس کو عطیہ دینے کا حکم دے دیا۔

دشمنوں پر فتح و نصرت حاصل کرنے کے بعد آپ نے جس علم و بردباری سے کام لیا، اس کے جاننے کے لیے ہمیں آپ کا ان اہل مکہ کے ساتھ برتاؤ دیکھنا چاہیے جنہوں نے آپ کو خوب ایذا پیش دی، اور خوب تنگ کیا، اور آپ کے شہر سے آپ کو نکال دیا، اور آپ کو قتل کرنے کی سازش کی، اور آپ پر ہر طرح کے جھوٹے الزامات و اتہامات لگائے لیکن ایسے سرکشوں کے ساتھ آپ نے کیا معاملہ کیا؟ وہ ہم آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں تاکہ ہر آنکھیں دیکھنے والے کو آپ کی شریف ذات، آپ کے عفو و درگزر اور علم و بردباری کے آئینہ میں صاف نظر آجائے (ذرا دیکھیے تو آپ ایک فاتح کی حیثیت سے ایک ایسے عظیم الشان لشکر کے ساتھ جس کی نظیر ہمزیرہ عرب والوں نے اس سے قبل نہ دیکھی ہوگی، ایسے لشکر کو آپ مکہ کی سرزمین پر لے کر داخل ہو رہے ہیں ان کے گھوڑے اس زمین پر قدم رکھ رہے ہیں۔ آپ کو دیکھیے کہ پورا ملک آپ کے رحم و کرم پر ہے۔ آپ سب سے عفو و درگزر کرتے ہیں، وہ سزار و لیڈر جو زمین میں فساد پھیلانے میں پیش پیش تھے اور انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طرح طرح حرکتیں کی تھیں، ان سب کو اچھائی اور احسان کا بدلہ دیا جا رہا ہے، اور ان کے

ساتھ غفور و درگزر اور معافی کا معاملہ کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ ایسے موقعہ پر دوسرے حکام تو ایسے مفسدوں و سرکشوں کا علاج سوائے گردن ڈانے کے اور کوئی نہیں کرتے (لیکن نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے ساتھ سوائے اس کے اور کچھ نہ کیا کہ انہیں یکجا جمع کیا، انہیں امید دلائی اور امان دیا، اور ان سے اپنا یادگار حبلہ فرمایا: بتلاؤ تمہارا کیا خیال ہے میں تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کروں گا؟ انہوں نے عرض کیا کہ آپ شریف بھائی ہیں، اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں، آپ نے ارشاد فرمایا: جاؤ تم سب کے سب آزاد ہو۔ سب کو معاف کیا جاتا ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علم و بردباری کے اس بلند ترین مرتبہ میں کیوں نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ آپ پر یہ آیت نازل فرما چکے ہیں:

«اَحْذِ الْعَفْوَ وَاْمُرْ بِالْعُرْفِ وَاَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِيْنَ»۔ اعراف - ۱۹۹

درگزر کی عادت کیجیے اور نیک کام کرنے کا حکم کیجیے اور جاہلوں سے کنارہ کیجیے۔

«فَاَصْفَحْ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ»۔ الحجر - ۸۵

سونا رہ کیجیے اچھی طرح کنارہ کرنا۔

رہا جہانی طاقت میں آپ کا مقتدی ہونا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کشتی کرنے والے پہلوانوں اور اولوالعزم لوگوں کے لیے قوت، گرفت، اور قوت نافذہ میں اعلیٰ ترین مثال پیش کر کے دکھائی۔

اور یہ بات کیوں نہ ہو جب کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پہلوانوں کے سردار رکانہ کو تین مرتبہ پچھاڑ دیا تھا، اور تیسری مرتبہ پچھڑنے کے بعد رکانہ نے آپ سے عرض کیا: میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ آپ وہ ذات ہیں جس نے جنگِ احد میں ابی بن خلف کے سینے پر نیزہ مارا تو وہ درد سے بڑھال ہو کر اپنے گھوڑے سے نیچے گر پڑا اور کہنے لگا: اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے اوپر صرف تھوک ہی دیتے تو مجھے آپ مجھے قتل کر دیتے، اور ایسا کیوں نہ ہو اس لیے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم خندق کھودتے ہوئے جب ایک چٹان پر پہنچے تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ ایک ایسی سخت چٹان کو آپ ریزہ ریزہ کر دیں جس پر قوت بازو اور کدالیں اثر نہ کر سکیں۔

اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ صورتِ حال ہی یہ تھی کہ آپ کی قوت جہانی اور دل کی مضبوطی اور اعصاب کی طاقت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پناہ میں آجایا کرتے تھے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوت و طاقت کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر کیوں نہ فائز ہوں جب کہ آپ خود یہ ارشاد فرماتے ہیں: طاقتور مومن بہتر اور اللہ تعالیٰ کو نڈیا وہ محبوب ہے کہ زور و ضعیف مومن سے ملاحظہ ہو نبیجہ وسلم۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عزم کی پختگی اور جسم کی قوت میں خود کو دوسروں کے لیے مقتدی و نمونہ بنا کر کیوں نہ پیش کریں جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر درج ذیل آیت مرحمت سے نازل فرمائی ہے:

((وَأَعِزُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَغْنَوْهُمْ مِنْ قُوَّةٍ))

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو

وقت سے۔

الانفال۔ ۶۰

رہا بہادری و شجاعت میں آپ کا مقتدی ہونا تو اس باب میں آپ کا ہم سر کوئی تھا ہی نہیں (لیجیے آپ کو دو واقعات ایسے بتلا دیتا ہوں جو کسی بہادر کی بہادری کے لیے اعلیٰ ترین نمونہ ہیں:

الف۔ ایک رات اہل مدینہ کی خوفناک چیز سے دہشت زدہ ہو گئے، جس طرف سے آواز آئی تھی اس جانب کچھ لوگ چل دیے راستہ میں انہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس طرف سے واپس آتے ہوئے ملے، آپ ان سے پہلے ہی اس جانب ہلکے تھے اور حضرت ابو طلحہ کے ایک بے زین کے گھوڑے پر سوار ہو کر اس خبر کی تحقیق کر چکے تھے، تلوار آپ کی گردن میں تنگی ہوئی تھی اور آپ یہ فرما رہے تھے کہ گھبراؤ نہیں ڈرو مت۔

ب۔ جنگ خنین کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خچر پر کھڑے ہو گئے، لوگ اس وقت ادھر ادھر بھاگ رہے تھے، آپ نے فرمایا:

أَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمَطْلَبِ

أَنَا النَّبِيُّ لَا كَذِبَ

میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں

اس روز آپ سے زیادہ ثابت قدم اور دشمن میں گھسنے والا اور کوئی شخص نہ تھا۔

طویل تاریخ میں سے میں نے صرف ان دو واقعات کا انتخاب اس لیے کیا ہے کہ ان میں سے پہلا واقعہ وہ ہے جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطرے کی جگہ کی جانب اور لوگوں سے پہلے چلے گئے، اور دوسرے واقعے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انتہائی نازک و خطرناک موقع پر ایک ایسے وقت جب کہ آپ کے ساتھی آپ کے پاس سے بھاگ چکے ہوں پھر بھی آپ ثابت قدم رہے، جن لوگوں کو جنگ کے علم و فن سے تعلق ہے وہ جانتے ہیں کہ ان دو واقعات سے بہادری کا امتحان لیا جاتا ہے، اور بہادری کو پہچانا جاتا ہے، اس لیے کہ جب خوف غالب آچکا ہو اور رعب طاری ہو گیا ہو اس وقت خطرناک جگہ کا رخ کرنا اور ہلاکت کی جگہ ڈٹے رہنا نفس پر بڑا شاق و تکلیف دہ ہوتا ہے (۱)۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطرناک مواقع پر بہادر و آگے بڑھنے والے کیوں نہ ہوں جب کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنا یہ ارشاد نازل فرمایا ہے:

سَوْأَآپِ الشَّهِيدِ رَاهٍ مِّنْ لَّيْطِيَةِ آفِ ذَمِّهِ وَنَهِيَةِ عِزِّهِ

((فَقَاتِلْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا تُكَلِّفُ إِلَّا نَفْسَكَ

جان کے اور تاکید کیجیے مسلمانوں کو

النساء۔ ۸۴

وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِينَ ۱۱۰))

نیز فرمایا:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بہادری و شجاعت کے ان دونوں واقعوں کو شیخ عزام کی کتاب ظل الانفال سے لیا گیا ہے۔

کیا ان سے ڈرتے ہو تم کو اللہ کا ڈر زیادہ چاہیے اگر تم
ایمان رکھتے ہو۔

﴿ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۖ قَالَهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْا
اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۱۳۰﴾ التوبہ۔ ۱۳۰

حسن تدبیر و سیاست میں آپ کا مقتدی ہونا، اس باب میں آپ تمام لوگوں کے لیے ضرب المثل تھے چاہے وہ چھوٹے
ہوں یا بڑے، مؤمن ہوں یا کافر، عوام ہوں یا خواص، اور ہر موقع پر کامیابی آپ کے قدم چومتی تھی، اس لیے کہ فطری طور سے آپ
میں عمدہ اخلاق رکھ دیے گئے تھے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حسن تدبیر و حسن سیاست اور تمام امور کو ان کی جگہ پر رکھنے کا
خاص ملکہ دیا گیا تھا۔

تاریخ نے جن بے شمار مثالوں کو اپنے نثرانے میں محفوظ کر رکھا ہے ان میں سے ایک عظیم نمونہ آپ کے سامنے پیش
کیا جاتا ہے تاکہ آپ کو وہ حکیمانہ سیاست معلوم ہو جائے جو آپ کی سمجھداری و عظیم اخلاق سے وجود میں آ رہی تھی۔

غزوہ خینک کے بعد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب قریش و دیگر عرب قبیلوں کو انعامات دیے اور انصار کو کچھ
دیا تو اس سلسلہ میں انصار میں کھسر پھسر ہونے لگی، حتیٰ کہ بعض نے کہا: بخدا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تو اپنی قوم سے مل گئے ہیں
اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو جمع کیا اور فرمایا: اے انصار کی جماعت یہ کیا بات ہے جو مجھے تمہاری طرف
سے پہنچی ہے؟ اور یہ کیا چیز ہے جو تمہاری نفوس میں پیدا ہو رہی ہے؟ بتلاؤ کیا تم گمراہ نہ تھے اور اللہ نے تمہیں ہدایت دی،
کیا تم فقرا نہ تھے اللہ نے تمہیں غنی بنایا، کیا تم ایک دوسرے کے دشمن نہ تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کی؟
انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر بہت بڑا فضل و احسان ہے۔ پھر آپ نے فرمایا: اے انصار کی جماعت
تم لوگ بتلاتے کیوں نہیں ہو؟ انہوں نے عرض کیا: ہم کیا بتلائیں؟ اللہ اور اس کے رسول کا ہم پر فضل و احسان ہے، آپ
نے ارشاد فرمایا: بخدا اگر تم لوگ چاہتے تو یہ کہہ سکتے تھے اور سچ کہتے اور اس بات میں تمہاری تصدیق بھی کی جاتی کہ تم مجھ سے
یہ کہتے: آپ جب ہمارے پاس آئے تو اس وقت اور لوگوں نے آپ کو جھٹلایا تھا اور ہم نے آپ کی تصدیق کی، لوگوں نے
آپ کو تنہا چھوڑ دیا تھا ہم نے آپ کی نصرت کی، لوگوں نے آپ کو شہر بدر کر دیا تھا ہم نے آپ کو جگہ دی، آپ غریب تھے
ہم نے آپ سے غم خواری کی، اے انصار کی جماعت کیا تم دنیا کے اس تھوڑے سے مال و دولت کی وجہ سے ناراض ہو ہو
میں نے بعض قوموں کو اس لیے دیا ہے تاکہ ان کی تالیفِ قلب ہو اور وہ مسلمان ہو جائیں، اور مجھے تمہارے اسلام پر
اعتماد و بھروسہ تھا، کیا تم اس سے خوش نہیں ہو کہ اور لوگ تو اونٹ و دنبے بھیڑ لے کر جائیں اور تم اپنے گھر اللہ کے رسول
کو لے کر جاؤ؟ قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار میں کا ایک
فرد ہوتا، اور اگر دوسرے اور تمام لوگ ایک گھاٹی میں چلیں اور انصار دوسری گھاٹی میں تو میں انصار کی گھاٹی میں چلوں گا،
اے اللہ انصار پر رحم فرما اور ان کی اولاد پر اور انصار کی اولاد کی اولاد پر بھی رحم فرما یہ سن کر وہ حضرات اس قدر رونے
کہ ان کی داڑھیاں آنسوؤں سے تر ہو گئیں۔ اور انہوں نے عرض کیا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم اور اپنے

حصہ پر راضی و خوش ہیں۔

یہ اخلاص سے پُر وہ سچے کلمات ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک سے نکلے، اور آپ کی زبان نے ان کی ترجمانی کی اور یہ کلمات انصار کے دلوں میں گھر کر گئے، جنہوں نے ان کی نفوس کو فرشتوں کی صف میں کھڑا کر دیا، اور فتنہ کو اس کی موت مار دیا، اور انصار کی نفوس کو حق کے پیچانے اور حکمت کے سمجھنے کے لیے بیدار کر دیا، یہ کلمات ہمیں بتلا رہے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی بڑی مصلحت و فائدے اور اسلام کی نصرت و غلبہ اور تالیفِ قلب کے لیے کس طرح لوگوں کو یکجا جمع کیا کرتے تھے تاکہ مسلمانوں کو توحید کے سارے تیلے اسلام کے جھنڈے کے نیچے عظیم وحدت حاصل ہو جائے۔

اور اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان عظیم صفات سے متصف نہ ہوتے، اور اللہ تعالیٰ آپ کو یہ سمجھ و ذکاوت اور ایسی سیاسی سوجھ بوجھ نہ دیتے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہرگز بھی مدینہ منورہ میں اسلامی حکومت قائم نہ کر سکتے تھے، اور تمام جسرِ یہاں عرب آپ کی محبت سے سرشار اور دوستی کا گرویدہ نہ ہوتا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حسن سیاست اور اچھے معاملے میں مقتدی و نمونہ کیوں کر نہ ہوں جب کہ آپ اس سیاست میں اپنے رب کے اس امر کے پیوستے ہو اس نے آپ کو اس سیاست اور اس ممتاز معاملہ کے اختیار کرنے کے سلسلہ میں دیا تھا، ملاحظہ فرمائیے اللہ جل شانہ نے اس سلسلہ میں آپ کو کس طرح خطاب فرمایا، اور کس طرح نصیحت فرمائی ارشاد ہے:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لَبِثْتُ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتُ قَظًا عَلِيْظًا لَّفَلَّطَ الْقَلْبَ لَا تَفْقَضُوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوْهُمْ فِي الْأُمُورِ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ يُجِيبُ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝﴾

سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے کہ آپ ان کو نرم دل مل گئے اور اگر آپ تند و سخت دل ہوتے تو متفرق ہو جاتے آپ کے پاس سے سو آپ ان کو معاف کیجیے اور ان کے کیے کھینچیں مانگیے اور کام میں ان سے مشورہ لیجیے، پھر جب آپ اس کام کا قصد کر چکیں تو اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ کو توکل والوں

سے محبت ہے۔

آل عمران - ۱۵۹

رہا اپنے موقف پر ثابت قدم رہنے کے سلسلہ میں آپ کا مقتدی ہونا، تو یہ بات آپ کی صفات میں سے نہایت نمایاں صفت تھی، اور آپ کی عادات میں سے فطری عادت تھی، اور اس موضوع پر دلیل پیش کرنے کے لیے ہمارے لیے اتنی بات کافی ہے کہ ہم آپ کا وہ عظیم موقف پیش کر دیں جو آپ نے اپنے چچا کے ساتھ اس وقت اختیار کیا تھا جب آپ کو یہ گمان ہوا تھا کہ شاید آپ کے چچا آپ کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے اور آپ کے تعاون سے کنارہ کش ہو جائیں گے، اور مدد سے ہاتھ کھینچ لیں گے، ایسے موقع پر ہم ایک لحظہ کے لیے ٹھہر جاتے ہیں، تاکہ حق ایمان اور موقف پر ڈٹ جانے سے متعلق ان کلمات کو سن لیں

جو دائمی وابدی دین اسلام کے پیغامبر کی زبان مبارک سے نکلتے ہیں، تاکہ دنیا کے سامنے اعلان کر دیں کہ دیکھو یقین و ثابت قدمی کیسی ہوتی ہے، اور قربانی اور جان نثاری کیا ہے، اور اللہ کے دین کی دعوت دینے والوں کو کیا ہونا چاہیئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اے میرے چچا بخدا اگر یہ لوگ سورج کو میرے دائیں ہاتھ میں اور چاند کو بائیں ہاتھ میں اس لیے رکھ دیں کہ میں اس دین کی دعوت کو چھوڑ دوں تو میں اے اس وقت تک ہرگز نہیں چھوڑ سکتا جب تک کہ اللہ تعالیٰ اے غلبہ عطا نہ کرے یا پھر میں اس کے لیے اپنی جان قربان نہ کر دوں، اور پھر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام وہاں سے کھڑے ہوئے اور رونے لگے، جب آپ کے چچانے آپ کے اس عزم صادق کو دیکھا اور یہ سمجھ لیا کہ آپ اس دین کی دعوت میں ثابت قدم رہیں گے اور کسی شخص یا انسان کی پرواہ کیے بغیر اس دعوت کے راستے پر گامزن رہیں گے، تو انہوں نے آپ کو آواز دی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: اے میرے بھتیجے جاؤ جو چاہے کہ وہاں میں تمہیں کبھی بھی کسی کے حوالے نہیں کر دوں گا، اور پھر انہوں نے درج ذیل اشعار پڑھے:

حتى أوسد في التراب دينا

جب تک کہ میں سٹی میں مدفون نہ ہو جاؤں

و ابشر بذلك وقر منه عيونا

اور آپ یقین کر خوش ہو جائیں اور آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوا چاہیں

ولقد صدقت وكنت ثم أمين

آپ نے بالکل سچ کہا اور آپ بالکل امین ہیں

من خير أديان البرية دينا

مخلوق کے دینوں میں سب سے بہترین دین ہے

لوجدتني سمعاً بذلك مبيناً

آپ مجھے اس کا قبول کرنے اور اس کا بیان کرنے والے پاتے

والله لن يصلوا اليك بجمعهم

خدا وہ سب مل کر بھی آپ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے

فاصدع بأمرك ما عليك غضاظه

آپ اپنا کام کرتے رہیں آپ کے لیے کوئی ذلت نہیں ہے

ودعوتهم و نزعمت أنك ناصحى

آپ مجھے دعوت دی اور آپ نے یہ کہا کہ آپ میری خبر خواہی کر رہے ہیں

وعرضت ديناً لا محالة أنه

اور آپ نے ایک دین پیش کیا جو بلاشبہ

لولا الملامة أو حذار مسبة

اگر ملامت کا خوف یا کالم گلوچ کا ڈر نہ ہوتا تو

اپنے اصول و موقف پر ثابت قدمی کی اس سے بڑھ سے اور کوئی مثال ہو سکتی ہے؛ اور اس امتحان

سے بڑھ کر ایمان کا اور کون سا بڑا امتحان ہو سکتا ہے؛ اگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس موقف کے علاوہ اور کوئی بھی

موقف نہ ہوتا تو صرف یہی موقف قیامت تک ہمیشہ ہمیشہ کے لیے فخر و شرافت و دوام کے لیے کافی و کافی تھا۔

اور اپنے موقف پر ڈٹ جانے اور ثابت قدمی کی اس تمنا و نمایاں صفت کے ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کیوں نہ

متصف ہوں جبکہ اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی درج ذیل آیات کریمہ نازل فرما چکے ہیں:

آپ صبر کیجیے جیسا کہ بہت دالے عیبروں نے صبر کیا تھا۔

«فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ أُولُو الْعَرْشِ مِنَ الرِّسْلِ» (الاحقاف: ۲۵)
اور فرمایا:

کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں پہلے جاؤ گے حالانکہ تم پر ان لوگوں جیسے حالات نہیں گزرے جو تم سے پہلے گزر چکے کہ ان کو سختی اور تکلیف پہنچی اور بھڑ بھڑائے گئے یہاں تک کہ رسول اور جو ان کے ساتھ ایمان لائے وہ کہنے لگے کہ اللہ کی مدد کو آپ آئے گی سن جھوٹا اللہ کی مدد قریب ہے۔

«أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُدْخِلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَأْتِكُمْ مَثَلُ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسْتَهْزِئَةً الْبَاسَ! وَالضُّرَّاءُ وَزُلْزِلُوا حَتَّى يَقُولَ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ مَتَى نَصْرُ اللَّهِ؟» (البقرہ: ۲۱۷)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالی اخلاق و صفات کا جو حصہ ہم نے پیش کیا ہے درحقیقت یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و بڑائی کے ذخیرے میں سے ایک معمولی سا ٹکڑا ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کے سمندر میں سے ایک چلو ہے، کیا کوئی شخص اس عظیم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل کو شمار کر سکتا ہے یا ان کے شاندار امتیازات و اوصاف کا احاطہ کر سکتا ہے۔ جب کہ خود اللہ تعالیٰ سبحانہ ان کا وصف نہایت عجیب صفت سے بیان فرما رہے ہیں۔ اور اس یادگار ابدی صفت سے مخصوص فرماتے ہیں:

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

«وَإِنَّكَ لَعَلَى خُلُقٍ عَظِيمٍ» (القلم: ۴)

اللہ تعالیٰ بوسیہ پر رحم فرمائے انہوں نے خوب کہا ہے

واحکم ما شئت مدحاً فيه واحکم اور آپ کی مدح میں اور جو چاہیں کہیں اور فیصد کریں
وانسب إلى قدره ما شئت من عظم
اور آپ کے مرتبہ کی طرف جس بڑائی کو چاہیے منسوب کر دیجیے
حد فيعرب عنه نالطق بفهم
کوئی مد نہیں ہے کہ جس کو کوئی انجان زبان سے بیان کر سکے
وانه خير خلق الله کلهم
اور آپ اللہ کی تمام مخلوق میں سب سے بہتر ہیں

دع ما ادعته النصارى في نبیہم
وہ دعویٰ تو چھوڑ دیں جو نصاریٰ نے اپنے نبی اکہ بارے میں کیا
وانسب إلى ذاته ما شئت من شرف
آپ کی ذات کی جانب جس شرف کی چاہیے نسبت کر دیجیے
فان فضل رسول الله ليس له
اس لیے کہ اللہ کے رسول کے فضل و کمال کی
فنبلغ العلم فيه انه بشر
آپ کے بارے میں منہ بے علم یہ ہے کہ آپ ایک بشر ہیں

اور جب اللہ جل شانہ نے خود ہی اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس عظیم اخلاق سے مالا مال کیا تھا، اور اس اسوہ حسنہ کے ساتھ امتیاز عطا فرمایا تھا تو پھر فطری بات ہے کہ لوگوں کے دل آپ کی طرف کھینچیں، اور لوگ آپ کی اقتدا کریں، اور لوگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت میں اپنے لیے کامل نمونہ اور اپنی دینی و دنیوی اور معاشرتی زندگی سے تعلق رکھنے والی ہر چیز میں اعلیٰ ترین مثال و نمونہ پائیں، بلکہ وہ لوگ جنہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا نماز دیکھا ہے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اکٹھا جمع ہوئے ہیں وہ آپ پر ایمان و محبت میں اور زیادہ آپ کے گردیدہ تھے، بلکہ وہ حضرات جب تک آپ کا چہرہ و انور نہ دیکھ لیتے تھے اس وقت تک انہیں صبر نہیں ہوتا تھا، اور ان کی طبیعت اس وقت تک خوش نہیں ہوتی تھی جب تک ان کی آنکھیں آپ کی زیارت باسعادت سے بہرہ ور نہ ہو جائیں، اس لیے کہ ان کو آپ سے بے پناہ محبت اور بے انتہا تعلق تھا۔ امام بنوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت کیا کرتے تھے اور آپ کی دوری ان کے لیے ناقابل برداشت تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ وہ ایک روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کا رنگ متغیر تھا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہارا رنگ کیوں متغیر ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول مجھے نہ کوئی بیماری ہے اور نہ کوئی اور تکلیف، البتہ بات صرف اتنی ہے کہ میں اگر آپ سے ملاقات نہ کروں تو جب تک آپ کا دیدار نہ کر لوں مجھ پر عجیب قسم کی وحشت طاری رہتی ہے، پھر جب میں آخرت کو یاد کرتا ہوں تو مجھے یہ خوف ہوتا ہے کہ میں شاید آپ کو وہاں نہ دیکھ سکوں، اس لیے کہ آپ تو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بلند و بالا مراتب میں ہوں گے، اور میں اگر جنت میں داخل بھی ہو گیا تو میں آپ سے تو کمتر درجہ میں ہی ہوں گا، اور اگر بالفرض جنت میں داخل نہ ملا تو سمجھ کبھی بھی آپ کا دیدار نہ کر سکوں گا، اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ آیت کریمہ نازل فرمائی:

«وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا» (سند ۶۹)

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں، اور اچھی ہے انکی ملاقات۔

مخلصانہ قلبی محبت ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ ان حضرات نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو اپنی جانوں کی محبت پر فوقیت دی اس سلسلہ کا واقعہ حضرت زید بن الدثنہ رضی اللہ عنہ کا ہے جیسا کہ اس کو بھیقی حضرت عروہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جب مشرکین نے حضرت زید بن الدثنہ کو مقام تنعیم میں قتل کرنے کے لیے حرم سے باہر نکالا تو راستے میں ان کی ملاقات حضرت ضعیب بن عدی انصاری رضی اللہ عنہ سے ہوئی، دونوں نے ایک دوسرے کو مصائب و تکالیف پر صبر و ثابت قدمی کی وصیت کی، ابوسفیان جو اس وقت تک مشرک تھے انہوں نے زید بن الدثنہ سے کہا: اے زید میں تمہیں خدا کی قسم دیتا ہوں بلاؤ کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اس وقت تمہاری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے پاس ہوں اور ان کی گردن اڑادی جائے اور تم اپنے بیوی بچوں کے ساتھ مزے کرو؟ حضرت زید نے فرمایا: بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ اس وقت جس جگہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وہاں انہیں ایک کاٹا بھی لگے اور میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوں، ابوسفیان نے کہا: میں نے کسی کو بھی کسی سے ایسی

محبت کرتے ہیں دیکھا جو محبت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کرتے ہیں۔

حضرت زید رضی اللہ عنہ نے اپنے قتل ہونے کو اس پر ترجیح دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ذرا سی بھی ایذا و تکلیف پہنچے حافظ زرقانی لکھتے ہیں: ایک روایت میں آتا ہے کہ ان (کفار نے) حضرت عُبَیْب رضی اللہ عنہ کو قسم دی، تو انہوں نے فرمایا: بخدا مجھے تو یہ بھی پسند نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے بدلہ میں اپنے پاؤں میں ایک کانٹا لگا کر فدیہ دیں۔ اسی قبیل سے وہ واقعہ بھی ہے جو بیہقی وابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت کے باپ، بھائی اور شوہر کو جنگِ احد میں شہید کر دیا گیا جب ان کو اس حادثہ کی خبر ملی تو انہوں نے پوچھا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے؟ لوگوں نے بتلایا: الحمد للہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا آپ چاہتی ہیں، بخیریت ہیں، انہوں نے عرض کیا: مجھے دکھلاؤ تاکہ میں آپ کا دیدار کر لوں، اور پھر جب انہوں نے آپ کو دیکھ لیا تو کہنے لگیں: آپ کے بعد ہر مصیبت آسان ہے یعنی آپ زندہ سلامت ہیں تو کوئی پریشانی کی بات نہیں ہے۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے محبت، فانییت و تعلق کے اس وجدانی جذبہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کی تھی، اس لیے کہ انہیں آپ کی ذات میں ایک اعلیٰ ترین مثال و نمونہ مل گیا تھا۔ عبادت میں بھی اور اخلاق میں بھی اور ملاطفت میں بھی اور معاملات میں بھی، دیکھ لیجیے نمونہ و مقتدی نفوس پر اس طرح اثر کیا کرتا ہے، اور تربیت اور شخصیت سازی میں اتنا اچھا اثر ڈالتا ہے۔

جو شخص یہ چاہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جو اقتدار کی تھی اس کا کچھ حصہ جان لے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان کی نفوس پر جو اثر تھا اور آپ نے ان کی زندگیوں میں جو انقلاب برپا کر دیا تھا اسے پہچان لے تو اسے تاریخ کا مطالعہ کرنا چاہیے، تاکہ ان کے شاندار کارناموں اور اعلیٰ فضائل پر مطلع ہو (کیا دنیا نے ان سے زیادہ شریف، مقدس، جمل شفیق، برتر و بالا اور زیادہ ترقی یافتہ و علم والا دیکھا ہے؟

ان کی شرافت اور فخر اور ان کا نام ہمیشہ زندہ رہنے کے لیے یہ کافی ہے کہ قرآن کریم ان کے بارے میں یوں

گویا ہے:

((مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ

عَلَى الْكَافِرِ زُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ)) الفتح - ۲۹

اور ارشاد باری ہے:

((كَانُوا قَلِيلًا مِّنَ الْآيِلِ مَا يَهْجَعُونَ : وَ

يَا لَأَنحَارِهِمْ يَسْتَغْفِرُونَ)) الزاریات - ۱۸ و ۱۹

اور فرمایا:

محمد اللہ کے پیغمبر ہیں، اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں

وہ تیز ہیں کافروں کے مقابلہ میں (اور) مہربان ہیں پسین۔

رات کو بہت کم سوتے تھے اور اخیر شب میں ہفتا۔

کیا کرتے تھے۔

تو انہیں دیکھنے کا (اے مخاطب) کہ کبھی اذکوار کر رہے ہیں
(کبھی) سجدہ کر رہے ہیں، اللہ کے فضل اور رضاء مندی کی
جستجو میں لگے ہوئے ہیں، ان کے آثار سجدہ کی تاثیر سے ان
کے چہروں پر نمایاں ہیں۔

«تَرَاهُمْ رُكْعًا سَجْدًا تَلْبَتُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ
وَرِضْوَانًا يَسْبِيحُهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنَ الثَّرَى
التَّحْوِيلُ»۔

الفتح۔ ۲۹

نیز فرمایا:

اور ان لوگوں کا (بھی حق ہے) جو دارالاسلام و ایمان میں ان
کے قبل سے قرار پجڑے ہوئے ہیں، محبت کرتے ہیں اس سے
جو ان کے پاس ہجرت کر کے آتا ہے، اور اپنے دلوں میں
کوئی رشک نہیں پاتے اس سے جو کچھ انہیں ملتا ہے، اپنے
سے مقدم رکھتے ہیں اگرچہ خود خالق میں ہی ہوں۔

«وَالَّذِينَ تَبَوَّءُوا الدَّارَ وَالْإِيمَانَ مِن قَبْلِهِمْ
يُحِبُّونَ مَن هَاجَرَ إِلَيْهِمْ وَلَا يَجِدُونَ فِي
صُدُوقِهِمْ حَاجَةً مِّمَّا أُوتُوا وَيُؤْثِرُونَ عَلَى
نَفْسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ»۔

الحشر۔ ۹

اور فرمایا:

اہل ایمان میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد
کیا تھا اس میں سچے اترے، سوان میں سے کچھ ایسے بھی
ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے اور کچھ ان میں سے راستہ دیکھ
رہے ہیں۔

«مِنَ الْمُؤْمِنِينَ رِجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا
اللَّهَ عَلَيْهِمْ فَمِنْهُمْ مَّن قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّن
يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَلُوا تَبْدِيلًا»۔

الاحزاب۔ ۲۳

یہ ان کے مکالم و مآثر اور تعریفِ ربانی کے سمندر بے پایاں کنارے چند قطرات ہیں، اور ان حضرات کی بدولت ایک
ایسا نفلِ معاشرہ حقیقت کے روپ میں وجود میں لانا آسان ہو گیا جو ایک زمانے سے مفکرین کا خواب اور فلاسفہ کی تئنا و آرزو
تھا، اور مجاہد ایسا کیوں نہ ہو جب کہ ان کے یہاں دو دو سال تک قاضی اپنی مجلس لگاتا تھا لیکن اس کے پاس کوئی مقدمہ پیش نہیں
ہوتا تھا، اور وہ کیوں کر جھگڑیں جبکہ قرآن کریم ان کے پاس ہے؟ اور وہ آپس میں کیوں جھگڑیں جبکہ وہ اپنے بھائیوں کے لیے
بھی وہی پسند کرتے تھے جو وہ خود اپنے لیے پسند کیا کرتے تھے، اور وہ آپس میں ایک دوسرے سے کیونکر نفرت رکھیں جبکہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم انہیں محبت و بھائی چارگی کا درس دیتے تھے اور ایثار و محبت کا نغمہ دیا کرتے تھے۔

ان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم آج بھی کے محاسن و فضائل کے شمار کرتے ہوئے اور ان کے افعال حمیدہ اور اخلاقِ کریمہ
کی پیروی کے وجوب کو بیان کرتے ہوئے جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جو کچھ فرمایا وہ آپ کے
سامنے پیش کیا جاتا ہے:

جو شخص بھی کسی کی اقتدا کرنا چاہتا ہو تو اسے چاہیے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی پیروی کرے:

اس لیے کہ وہ حضرات دلوں کے اعتبار سے اس امت کے نیک ترین لوگ تھے، اور علم کے اعتبار سے بہت گہرے علم والے تھے۔ اور تکلفات سے بہت دور تھے۔ اور سیرت کے اعتبار سے نہایت اعلیٰ اور حالت کے اعتبار سے بہترین تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لیے منتخب فرمایا تھا، لہذا ان کے فضل و مرتبہ کو پہچانو، اور ان کے طریقے کی پیروی کرو اس لیے کہ وہ صحیح و سیدھے راستے پر قائم تھے۔

اور مسلمان ہر جگہ اور ہر زمانے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو عبادت و اخلاق، شجاعت و ثبات قدمی، عزم و اقدام، محبت و ایثار و جہاد اور شہادت کے حصول کے شوق میں بہترین نمونہ سمجھتے رہے ہیں، اور مسلمان فوجوان ہر زمانے میں ان کے فضائل کے چشموں سے سیراب ہوتے رہے، اور ان کے مکارم کے نور سے روشنی حاصل کرتے رہے، اور تربیت میں ان کے طریقے پر چلتے رہے اور مجد و شرافت کے محل کی تعمیر میں ان کے راستے پر چلتے رہے ہیں، اس لیے کہ وہ سیرت کے اعتبار سے خیر القرون اور اسوہ و مقتدی کے اعتبار سے زمانوں میں سے بہترین زمانہ تھے۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سچ فرمایا ہے:

«أصحابي كالنعم فبايهم اقتديتم
میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی
اقتدا کرو گے ہدایت پاؤ گے ﷺ
اھتدیتم»۔ بیہقی و دہلوی

یہ صالح اور عمدہ نمونہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور ان کی پیروی کرنے والوں میں مجسمہ موجود تھا اس کے ذریعے سے اسلام بہت سے دور دراز کے ملکوں اور مشرق و مغرب کے وسیع علاقوں میں پھیل گیا۔ اور تاریخ بڑے تعجب اور فخر سے لکھتی ہے کہ اسلام جنوب ہندو سیلون اور محیط ہندی کے کدیرپ اور مالدیپ نامی جزائر اور تبت اور چین کے سواحل اور فلپائن اور انڈونیشیا اور ملائیا کے جزائر میں پھیل گیا، اور افریقہ کے وسط و شمال تا بحیرہ صومال، تنزانیہ، مدغاسکر اور زنجبار وغیرہ شہروں اور ملکوں تک پہنچ گیا۔

اسلام ان تمام قوموں تک مسلمان تاجروں اور ان سچے دعاۃ کے ذریعے سے پہنچا جنہوں نے اپنی سیرت و کردار، امانت و دیانت اور سچائی اور وفاء عہد کے ذریعے سے اسلام کی سچی تصویر پیش کی، اور پھر اس کے ساتھ کلمہ طیبہ اور موعظہ سنہ نے اپنا کام دکھلایا اور لوگ دین اسلام میں فوج در فوج داخل ہونے لگے، اور اس نئے مذہب پر کامل اعتماد و یقین کیساتھ خوش خوشی ایمان لانے لگے، اور اگر یہ دلائل تاجرا اپنے اخلاق کے ذریعے سے ممتاز نہ ہوتے اور دوسری قوموں میں اپنی سچائی

ﷺ یہ مضمون تربیۃ الاولاد فی الاسلام کی قسم اول کے مقدمہ سے کچھ تصرف کے ساتھ لیا گیا ہے۔

تہ یہ حدیث اگرچہ سنہ کچھ ضعیف ہے مگر جس کے معنی بالکل صحیح ہیں، اس لیے کہ علماء کے اتفاق و اجماع کے مطابق صحابہ سب کے سب عادل ہیں اور مسلمان ان میں سے جس کی بھی پیروی کرے گا ہدایت پائے گا۔

وامانت داری کا نمونہ پیش نہ کرتے۔ اور اجنبیوں میں اپنی نرمی، لطف و مہربانی اور حسن معاملہ کے ذریعہ معروف نہ ہوتے تو لاکھوں انسان اسلام کو قبول نہ کرتے اور اس کی رحمت و ہدایت کو نہ اپناتے۔

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ ایسا ممتاز اخلاقی نمونہ جو عمدہ و صالح مقتدا کی شکل میں وجود میں آیا وہ دلوں اور نفوس پر اثر کرنے والے بڑے غوال میں سے ہے۔ اور اسلام کے دور دراز شہروں اور دنیا کے اطراف میں پھیلنے اور انسانوں کی ایمان اور اسلام کی طرف ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کے بڑے اسباب میں سے ہے۔

اس لیے آج کا مسلم معاشرہ مردوں یا عورت، جوان ہوں یا بوڑھے، چھوٹے ہوں یا بڑے سب کو چاہیے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں اور دوسروں کے لیے اپنے عمدہ اخلاق اور اچھی شہرت اور بہترین معاملہ اور عظیم اسلامی صفات کا شاندار و بہترین نمونہ پیش کریں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے تمام عالم میں ہدایت کے چاند اور اصلاح کے سورج، اور خیر و حق کے داعی اور اسلام کے ابدی پیغام کے پھیلانے اور نشر کرنے کا سبب بنے رہیں!۔

اس لیے تربیت کی کامیابی اور افکار کے پھیلانے کے لیے صالح نمونہ کا وجود بہت ضروری ہے، اور ایسے شاندار داعی کو درکار پایا جانا ضروری ہے۔ جس کی طرف نگاہیں اٹھیں اور اس کے جمال کی وجہ سے نفوس اس کی طرف کھینچیں۔ اور ایسے فاضل اخلاق کا پایا جانا بھی ضروری ہے جن سے معاشرہ خیر کو حاصل کرے اور جو لوگوں میں بہترین اثر پھوڑ سکیں۔

اسی لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بہت خیال رکھتے تھے کہ مہربانی دوسروں کے سامنے ہر چیز میں نہایت بہترین نمونہ پیش کرے تاکہ بچہ شروع ہی سے اچھائی اور خیر میں نشو و نما پائے، اور شروع ہی سے شاندار اچھی صفات پر پرواز پائے اور یہ چیزیں اس کی گھٹی میں پڑ جائیں۔

مہربانی کو اچھا نمونہ پیش کرنے کے سلسلہ میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تنبیہ کی جو عادت تھی اس کے چند نمونے درج ذیل ہیں :

✽ ابو داؤد و بیہقی حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا، اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں موجود تھے میری والدہ نے کہا: اے عبداللہ آؤ تاکہ میں تمہیں دسے دوں، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے دریافت فرمایا کہ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا: میں اس کو کھجور دینا چاہتی ہوں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سن لو اگر تم اسے کچھ نہ دیتیں تو یہ تمہارے لیے ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مروی ہے جسے امام احمد وغیرہ نے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا جو شخص کسی بچے سے یہ کہے کہ اؤ لے لو اور پھر اسے ذمے تو یہ بھی جھوٹ شمار ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ ہدایت کیا اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہشمند تھے کہ مرنے والے لوگوں کے سامنے سچا و صادق بن کر پیش ہو جن کی تربیت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے تاکہ وہ ان کے لیے اسوہ و مثال بن سکے۔

✽ اور امام بخاری و مسلم حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا: میں نے اپنے اس بیٹے کو اپنا ایک غلام ہدیہ دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے اپنے سب بچوں کو اس جیسا ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا جی نہیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پھر تو اس غلام کو واپس لے لو۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کے ساتھ ایسا ہی کیا ہے؟ انہوں نے کہا جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و انصاف کرو، چنانچہ میرے والد نے وہ ہدیہ واپس لے لیا۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے بشیر! اس بچے کے علاوہ تمہاری اور اولاد بھی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ان سب کو اسی جیسا ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: پھر تو مجھے اس پر گواہ بناؤ، اس لیے کہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔ اور ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے علاوہ کسی اور کو اس پر گواہ بناؤ، پھر آپ نے فرمایا کیا تمہیں یہ اچھا معلوم ہوگا کہ وہ سب تمہارے ساتھ برابر حسن سلوک کریں؟ انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر ایسا نہ کرو۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کردار اور سیرت اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ مرنے والے لوگوں کے سامنے جن کی تربیت اس کے ذمہ ہے عدل و انصاف کا پیکر بن کر پیش ہوتا کہ ان کے لیے مثال و نمونہ بنے۔

✽ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بیٹے حسن و حسین کو چومایا کیا آپ کے پاس اس وقت اقرع بن ماسی بیٹھے ہوئے تھے۔ انہوں نے یہ دیکھ کر کہا: میرے دس بیٹے ہیں میں نے ان میں سے کسی کو بھی کبھی نہیں چوما، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف دیکھا اور فرمایا: جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر رحم نہیں کیا جائے گا۔

بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک اعرابی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں ہم تو ان کو نہیں چومتے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر اللہ نے تمہارے دل سے رحم کا مادہ نکال دیا ہو تو پھر میں کیا کر سکتا ہوں؟

سیما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ طریقہ اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے بہت ترسیدار تھے کہ مربی ان لوگوں کے سامنے رحمت کا پیکر بن کر ظاہر ہو جن کی تربیت اس کے ذمہ ہے تاکہ وہ ان کے لیے مثال و نمونہ بنے۔

اور اگر مربی کے دل سے رحم کا مادہ نکال لیا گیا ہو تو پھر کیا تربیت بچے کو فائدہ پہنچا سکے گی؟ اور کیا ایسی صورت میں تربیت کے مؤثر طریقے نفع بخش ہوں گے؟ اور کیا بچہ ایسی صورت حال میں نصیحت پر کان دھرے گا اور کیا مکارم اخلاق اس میں پیدا ہوں گے؟ یقینی طور سے جواب نفی میں ہی ہوگا۔

اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کے ساتھ رحم کا معاملہ کریں اور محبت سے پیش آئیں، اور ان کی روزانہ کی زندگی میں اسے ثابت کر کے دکھائیں، اپنے دعوت و تربیت کے فریضہ میں اس کو نمایاں رکھیں تاکہ بچے میں بھی یہ اخلاق پیدا ہوں اور اچھائیاں اس کی فطرت بن جائیں، اور بہادری و شرافت اس کی گھٹی میں پڑ جائے۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بچوں پر رحم کرنے کی عادت ڈالنے کا جو اہتمام رکھا اس نے مسلمان قوموں کو ہر زمانے و ہر جگہ ایک مثال و نمونہ عطا کر دیا ہے تاکہ دعوت دینے والے اور والدین و مربی ہر جگہ اور ہر زمانے میں اس کی پیروی کریں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے ساتھ جس طرح محبت و رحمت سے پیش آیا کرتے تھے اس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

الف۔ امام ترمذی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن یزید نے اپنے والد حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے دیکھا، اسی اثنا میں حضرت حسن و حسین آگئے، انہوں نے لال رنگ کی قمیص پہنی ہوئی تھی، وہ چل رہے تھے اور چلتے میں گرتے بھی جا رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر سے اترے اور ان دونوں کو اٹھا کر اپنے سامنے بٹھالیا، پھر فرمایا: تمہارے مال و اولاد آزمائش و ابتلا ہیں، میں نے ان دونوں بچوں کو دیکھا کہ وہ چل رہے ہیں اور گر رہے ہیں تو مجھ سے صبر نہ ہوا اور میں نے بات درمیان میں ادھوری چھوڑ دی اور ان دونوں کو اٹھا لیا۔

ب۔ نسائی و حاکم روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ

کے پاس حضرت حسین آگئے ، آپ سجدہ میں تھے ، وہ آپ کی گردن پر سوار ہو گئے ، آپ نے سجدہ طویل کر دیا حتیٰ کہ لوگ یہ گمان کرنے لگے کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے۔ چنانچہ جب آپ اپنی نماز پوری کر چکے تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ نے سجدہ اتنا طویل کر دیا کہ ہمیں یہ گمان ہونے لگا کہ شاید کوئی بات پیش آگئی ہے۔ آپ نے فرمایا: میرا بیٹا میرے اوپر سوار ہو گیا تھا یعنی میری پیٹھ پر سواری کی طرح چڑھ کر بیٹھ گیا تھا اس لیے میں نے یہ پسند نہ کیا کہ جلدی سے کھڑا ہو جاؤں اور وہ اپنا دل خوش نہ کر سکے۔

ج۔ کتاب "الاصابہ" میں لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن و حسین کے ساتھ دل لگی کیا کرتے تھے اور آپ اپنے ہاتھوں اور پاؤں کے بل چلتے تھے اور وہ دونوں دونوں طرف سے آپ سے لپٹ جاتے اور آپ ان دونوں کو اٹھائے اٹھائے چلتے اور یہ فرماتے: بہترین اونٹ تمہارا اونٹ ہے اور بہترین سوار تم دونوں سوار ہو۔

۵۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نماز شروع کر دیتا ہوں اور میرا ارادہ نماز طویل کرنے کا ہوتا ہے لیکن میں کسی بچے کے رونے کی آواز سن کر اس نماز کو اس لیے مختصر کر دیتا ہوں کہ مجھے معلوم ہے کہ اس بچے کے رونے کا اس کی ماں پر کیا اثر ہوگا۔

۸۔ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ چند بچوں کے پاس سے گزرے اور انہیں سلام کیا اور فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا کیا کرتے تھے۔

۹۔ امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ لوگ جب پہلا پھل دیکھتے تو اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہفت میں لے کر حاضر ہوتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب اسے اپنے دست مبارک میں تھامتے تو یہ دعا فرماتے: اے اللہ تجھے لیے ہمارے پھلوں میں برکت دے دیکھے اور ہمارے لیے ہمارے شہر میں برکت دے دیکھے اور ہمارے لیے ہمارے لیے ہمارے صاع (ناپنے کا پیمانہ ہے) میں برکت دے دیکھے اور ہمارے لیے ہمارے مُد (یہ بھی پیمانہ ہے) میں برکت دے دیکھے، پھر وہاں موجود سب سے چھوٹے بچے کو اپنے پاس بلا کر وہ پھل اس کو دے دیا کرتے تھے۔

✽ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے فرمایا تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں سے تین آدمی سفر بھر نکلتے، رات کو ایک غار کے پاس پہنچے اور اس میں داخل ہو گئے، پہاڑ سے ایک چٹان گری جس نے غار کا منہ بالکل بند کر دیا۔ انہوں نے آپس میں کہا کہ اس چٹان سے نجات صرف اسی طرح ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مقبول و نیک عمل کے طفیل اللہ سے دعا مانگیں۔

ان میں سے ایک صاحب نے کہا: اے اللہ میرے ماں باپ بوڑھے و عمر رسیدہ تھے، میری عادت یہ تھی کہ ان کو دودھ پلانے سے قبل میں اپنے بیوی بچوں میں سے کسی کو دودھ نہیں دیا کرتا تھا، ایک روز درخت کی تلاش میں میں کافی دُور نکل گیا، جب شام کو ان کے پاس حاضر ہوا تو وہ سو چکے تھے، میں نے ان کو بیدار کرنا مناسب نہ سمجھا اور یہ بھی اچھا نہ سمجھا کہ ان

سے پہلے بیوی بچوں وغیرہ کو دودھ پلاؤں میں پیالہ ہاتھ میں پھڑے پھڑے ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہتا تھا کہ صبح ہوگئی، میرے بچے میرے پاس پڑے ہوئے۔ بھوک سے بلبلارہے تھے، لیکن میں نے کسی کی پرواہ نہ کی، پھر جب میرے والدین جاگ گئے تو انہوں نے دودھ پی لیا۔

اے اللہ اگر میں نے یہ سب کچھ آپ کی رضامندی کے لیے کیا ہو تو یہ چٹان جس کی وجہ سے ہم پریشانی میں گرفتار ہو گئے ہیں اس کو دور فرما دیجیے، چنانچہ چٹان اتنی ہٹ گئی جس سے وہ روشنی حاصل کر سکیں لیکن باہر پھر بھی نہ نکل سکیں یہ کیا یہ سیرت نبوی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس خواہش پر دلالت نہیں کرتی کہ مرنے والے لوگوں کے سامنے جن کی تربیت کا وہ مسئول ہے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور نیکی کرنے والے کی شکل میں پیش ہو۔ تاکہ ان لوگوں کے لیے مثال و نمونہ بن سکے۔ دیکھیے جو فرمایا کہ پیالہ ان صاحب کے ہاتھ میں تھا اور بچے بلبلارہے تھے کیا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ والد اپنے بچوں کے سامنے اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا نمونہ و مثال بنے؟

✽ امام مسلم حضرت مہمل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی مشروب لایا گیا، آپ نے اسے نوش فرمایا، اس وقت آپ کی دائیں جانب ایک نوجوان اور بائیں جانب کچھ معمر حضرات بیٹھے تھے آپ نے ان نوجوان سے فرمایا کیا تم مجھے یہ اجازت دو گے کہ میں (اپنا باقی ماندہ مشروب) ان (عمر رسیدہ) لوگوں کو دے دوں؟ ان صاحب زاوے نے کہا: بخدا میں ایسا نہیں کر سکتا، میں آپ سے چاہتا ہوں کہ آپ اپنے حصہ پر کسی اور کو ترجیح نہیں دے سکتا۔

کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ کردار اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے عمل سے بچوں کے ساتھ نرمی و ملاحظت اور پینے کے اسلامی آداب کا نمونہ پیش کیا کرتے تھے تاکہ مسلمان قوم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق و اعمال کی پیروی کرے اور آپ کے طریقہ کے مطابق عمل کرے۔

اور اس طریقے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کے لیے ہر چیز میں ایک بہترین نمونہ پیش کیا کرتے تھے جن پر تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے تاکہ وہ آپ سے سیکھیں اور اس کے مطابق عمل کریں، اور بچے ان کے اچھے افعال اور ان کے مؤثر وعظ اور اچھی تنبیہات اور حکیمانہ تربیت سے متاثر ہوں۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کی نظر میں تربیت کے وسائل میں سے سب سے بڑا اور مؤثر

سے دوسرا شخص وہ تھا جو نہ اسے دور رہا تھا، اور تیسرا آدمی مزدوری کی مسزوری کھانے سے دور رہا تھا، لہذا ان تین آدمیوں کے اعمال صالحہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس غار کے منہ سے اس چٹان کو ہٹا دیا اور وہ اس غار سے باہر نکل آئے یہ پوری حدیث ریاض الصالحین کے باب خلاصہ احسان اللہ میں موجود ہے۔

کن وسیلہ مقتدی واسوہ ہے۔

چنانچہ بچہ جب اپنے والدین و مربی میں ہر چیز کا بہترین نمونہ واسوہ پائے گا تو ظاہر ہے کہ اچھائیاں اس کی گٹھی میں بیڑیں گی اور اسلامی اخلاق اس کی فطرت بن جائیں گے۔

اگر والدین یہ چاہتے ہوں کہ ان کا بچہ سچائی، امانت، پاکدامنی اور رحم جیسے اچھے اوصاف کا مالک ہو اور باطل اور برائی سے دُور رہے تو انہیں چاہیے کہ وہ خود اپنی ذات سے، ان کے سامنے اچھائی کے کرنے، اور برائی سے دُور رہنے اور فضائل سے آراستہ ہونے، اور برے کاموں سے بچنے، اور حق کے اتباع، اور باطل سے دور رہنے میں بہترین نمونہ پیش کریں، اور اچھے کاموں کا اقدام کرنے اور نیس کاموں سے بچنے میں ان کے لیے اپنے آپ کو مثال ثابت کریں۔

جو بچہ اپنے والدین کو جھوٹ بولتا ہو دیکھے گا وہ ہرگز سچ نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین کو دھوکہ دیتے اور خیانت کرتے ہوئے دیکھے گا وہ ہرگز امانت دار نہیں بن سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین میں اخلاق باختلکی اور آوارگی مشاہد کرے گا وہ شرافت نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین سے کفریہ کلمات اور کالم گلوچ سنے گا وہ شیریں زبانی ہرگز نہیں سیکھ سکتا، اور جو بچہ اپنے والدین میں غصہ، عصبیت اور ذرا سی بات سے متاثر ہونے کو دیکھے گا وہ سنجیدگی اور وقار کا نمونہ نہیں بن سکتا، جو بچہ اپنے والدین میں سخت دلی اور بد مزاجی پائے گا وہ رحمت و مودت نہیں سیکھ سکتا۔

بچہ اچھائی اور خیر کے اوصاف اسی وقت سیکھتا ہے اور اخلاق و شرافت کا پیکر اسی وقت بنتا ہے جب وہ اپنے والدین میں بہترین اسوہ اور نمونہ پائے۔ ورنہ وہ مری صورت میں اگر والدین اس کے سامنے برا نمونہ اور خراب اسوہ پیش کریں گے تو لازمی طور سے بچہ تدریجاً انحراف کی طرف رخ اختیار کرے گا اور کفر و فسق اور نافرمانی کے راستے پر چلے گا۔

وہل یرجی لأطفال کمال إذا ما تضرعوا بشدی الناقصات

اور کیا ایسے بچوں سے کمال کی امید رکھی جاسکتی ہے جنہیں ناقص غورقوں کے سینے سے دودھ پلایا گیا ہو

اور صرف اتنی بات کافی نہیں ہے کہ والدین خود اپنی ذات ہی سے بچے کے لیے بہترین اسوہ و نمونہ پیش کر کے یہ سمجھ بیٹھیں کہ انہوں نے اپنے فریضہ کو ادا کر دیا اور اپنی ذمہ داری پوری کر دی، بلکہ یہ ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا تعلق و رابطہ اصل مقتدی واسوہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قائم کریں، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگوں اور آپ کی شاندار معطر سیرت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دیں تاکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس قول پر عمل ہو جائے جسے طبرانی نے روایت کیا ہے:

اپنے بچوں کو تین باتوں کی تعلیم دو جن میں سے تمہارے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت سے

محبت کرنا بھی ہے۔

((أدبوا أولادکم علی ثلاث خصال:

منہا: حب نبیکم وحب آل

بیتہ ...))۔

حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم اپنے بچوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و جنگوں کے واقعات کی اسی طرح تعلیم دیا کرتے تھے جس طرح ہم انہیں قرآن کریم کی سورت کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ بچے میں فطری طور سے اچھائیاں و محاسن پیدا ہوں، اور شجاعت و جرأت اس کی گتھی میں پڑ جائے۔ تاکہ وہ جب بڑا ہو اور مسجد اری کی عمر کو پہنچے تو وہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی اور کو مستند، قدوہ و نمونہ، سربراہ اور اعلیٰ ترین مثال نہ سمجھے۔

والدین کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے بچوں کا تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلے رفقاء صحابہ کرم رضی اللہ عنہم اور تابعین و سلف صالحین رحمہم اللہ تعالیٰ سے بھی قائم کریں تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے اس حکم پر عمل ہو: ﴿أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَىٰ اللَّهُ فَبِهُدَاهُمُ اقْتَدِ﴾۔
یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت دی ہے لہذا آپ ان کے طریقے کی پیروی کریں۔
انعام ۹۰۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد مبارک پر بھی عمل ہو جائے جسے یہی قدیمی و دہلیبی روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا:

«أَصْحَابُ كَالنَّبُومِ فَبِأَيِّهِمْ أَتَدِيتُمْ
اھتدیتم»۔

اور ہم اس سے قبل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ بھی ذکر کر چکے ہیں کہ تم میں سے جو شخص کسی کی پیروی کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضی اللہ عنہم کی اقتداء کرے۔
تاکہ بچے میں ان منتخب پسندیدہ افراد کے اخلاق پیدا ہوں جو اس امت میں دل کے اعتبار سے سب سے نیک اور علم کے اعتبار سے سب سے وسیع علم والے اور تکلفات میں کم تکلف والے تھے، اور صحیح و اچھے کردار والے اور عمدہ حالات والے تھے، اور بچہ ان کے درجہ و مکانت کو پہچان لے اور ان کے نقش قدم پر چلے اور ان کی محبت اس کے دل میں جاگزیں ہو جائے۔

والدین پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ اپنے بچے کے لیے اچھے مدرسے اور نیک ساتھیوں اور اچھی جماعت کا انتخاب کریں تاکہ بچہ ایمانی تربیت، اخلاقی تربیت، جسمانی تربیت، نفسیاتی تربیت، اور عقلی تربیت حاصل کر سکے اس لیے کہ اگر بچہ ایسی اچھی اور نیک فضا میں ہوگا تو یہ بات عقل میں نہیں آسکتی کہ وہ عقیدہ کے لحاظ سے مخوف یا اخلاقی لحاظ سے آزاد اور نفسیاتی لحاظ سے الجھاؤ کا شکار ہو جائے یا جسمانی لحاظ سے کمزور ہو۔ اور علمی اور ثقافتی لحاظ سے پیچھے رہ جائے۔ بلکہ وہ عقیدہ میں روشن، اخلاق میں بندی، اعصاب کی مضبوطی، بدن کی قوت اور عقل و علم کی بھنگی میں کمال کو پہنچا ہوا ہوگا۔

ہم اس بات میں تو باپ کے ہم خیال ہیں کہ معاشرہ فاسد ہے، ماحول جاہلیت والا ہے، ایسے حالات میں بچے کے

لیے اچھی فضا دوسانہ گار۔ ماحول کا پیدا کرنا بہت مشکل ہے۔ یہ بات یہ بالکل درست ہے۔ لیکن اگر باپ اپنی پوری کوشش صرف کرے اور بچے کی ایمانی و اخلاقی طور پر شخصیت سازی کے پورے اسباب اختیار کرے اور اس کو فکری نفسیاتی اور معاشرتی طور پر کامل و مکمل بنانے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کرے تو پھر بلاشبہ ایسے حالات میں اگر بچہ جکڑ جائے اور فسق و فجور اور گمراہی کے راستے پر چل پڑے تو باپ اللہ کے یہاں بالکل معذور سمجھا جائے گا۔

میرے اندازے کے مطابق نمونہ واسوہ کے ذریعہ تربیت دینا، والدین کا نمونہ واسوہ، اچھے ساتھیوں کا نمونہ، استاذ کا ہ، بڑے بھائی کا اسوہ یہ سب کے سب بچے کی اصلاح و ہدایت اور اس کو معاشرے اور زندگی کا ایک فرد بنانے کے باب میں سے مؤثر ترین سبب ہے۔ والدین یہ تمام چیزیں بچے کے لیے بآسانی پیدا کر سکتے ہیں۔ اسی طرح والدین اگر یہ حائیں کہ ان کا جگر گوشہ صحیح بن جائے اور وہ اس بات کا پختہ ارادہ کر لیں کہ ان کا بیٹا زمین پر چلنے والے فرشتے کی مانند ہو تو ایسا نا والدین کے لیے اس طرح سے آسان ہو جائے گا کہ وہ اس کے لیے اچھی فضا مہیا کر دیں۔

والدین کے ذہن میں یہ بات بھی رہنا چاہیے کہ بڑے بیٹے کی اصلاح پر توجہ کرنا باقی اولاد کی اصلاح کے مؤثر ترین سبب میں سے ہے۔ اس لیے کہ چھوٹا بچہ بڑے کی نقل اتارتا ہے، بلکہ ہر معاملے میں اس کی طرف یہ سمجھ کر دیکھتا ہے کہ وہ علی ترین نمونہ ہے، اور اس کے اخلاقی اوصاف اور معاشرتی عادات میں سے بہت کچھ حاصل کر لیتا ہے۔ اور پھر اس وقت بڑی مصیبت آپڑتی ہے جب اس کو اپنے سے بڑا بھائی ایسا مل جائے جو آزادی و بے راہ روی کا شکار ہو، اور جب بچہ یہ دیکھتا ہے کہ اس سے بڑا بھائی برا اخلاقی اور برائیوں میں گرفتار ہے تو پھر لازمی طور سے اس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ چھوٹے بچے اس سے متاثر ہوتے ہیں اور انہی کے نقش قدم پر چلتے اور انہیں کی عادات و اطوار کو سیکھتے ہیں۔

اس لیے والدین پر لازم ہے کہ وہ بڑے بچے پر پوری محنت و توجہ کریں، پھر اس پر جو اس سے چھوٹا ہوتا کہ وہ بعد والوں کے لیے نمونہ و مثال بنیں، اللہ تعالیٰ صالحین و نیک عمل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اس بحث کے خاتمے پر ہم وہ آیات پیش کرتے ہیں جن میں ان لوگوں پر تحذیر کی گئی ہے جن کا فعل ان کے قول کے خلاف ہے، اور اس میں باپ مال اور تمام امربنی اور وہ افراد داخل ہیں جن کے ذمہ دوسروں کی تربیت کا فریضہ عائد ہوتا ہے :

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو
اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات
کہو جو کرو نہیں۔

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا
تَفْعَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا
مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝»

الصف - ۳۰۲

اور فرمایا :

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے

«أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ

وَأَنْتُمْ تَنْتَلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿۱۰﴾ (البقرہ: ۴۴) آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں نہیں سوچتے ہو۔

کیا آپ نے قرآن کریم کی آیات میں کہیں پر اس سے بھی زیادہ سخت نکیر و نبیہ دیکھی ہے؟ اور یہ نبیہ و نکیر کس پر ہے؟ ان لوگوں پر ہے جو دوسروں کے لیے برا نمونہ و مثال قائم کرتے ہیں۔

((حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب اپنے گھر والوں کو جمع کر کے مندرجہ ذیل جملے فرمایا کرتے تھے تو اس وقت ان کا یہ وقت کتنا عظیم ہوتا تھا،

حمد و صلاۃ کے بعد یاد رکھو میں لوگوں کو فلاں فلاں چیز کی دعوت دینے والا ہوں اور فلاں فلاں کام سے ان کو منع کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں اور میں خدائے برتر و بالا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے اگر تم سے کسی کو بھی وہ کام کرتے دیکھ لیا جس سے میں نے روکا ہے یا اگر تم میں سے کسی نے بھی اس حکم کی تعمیل نہ کی جس کا میں نے حکم دیا ہے تو میں اس کو سخت ترین سزا دوں گا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے چلے جاتے اور لوگوں کو بھلائی و اچھی باتوں کا حکم دیتے تو کوئی شخص بھی اطاعت و فرمانبرداری سے پیچھے نہیں رہتا تھا، اس لیے کہ ان حضرات نے لوگوں کے لیے خود اپنے قول سے پہلے اپنے فعل سے اس کی مثال و نمونہ قائم کر دیا تھا۔

اسی لیے ایسے شخص کو قیامت میں بہت سخت اور دردناک سزا دی جائے گی جو دوسروں کو اچھے کام کا حکم دے لیکن خود نہ کرے۔ اس لیے تمام لوگوں کے سامنے جہنم کی یہ رسوائی نہایت رسوا کن ہوگی۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا کہ: قیامت کے روز ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا، اس کی آنتیں پیٹ سے باہر نکل آئیں گی، وہ ان کو لے کر اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا چلی کو لے کر گھومتا ہے، دوزخی اس کے پاس جمع ہو کر اس سے کہیں گے فلاں نے تمہیں کیا ہو گیا تم اچھی باتوں کا حکم نہ دیا کرتے تھے اور بری باتوں سے نہیں روکتے تھے! وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو اچھی بات کا حکم دیا کرتا تھا لیکن خود نہیں کرتا تھا، اور میں تمہیں بری باتوں سے روک کرتا تھا لیکن خود برے کام کیا کرتا تھا۔

راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ جس رات مجھے اسراء و معراج پر لے جایا گیا اس رات میرا گزر ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جن کے ہونٹ آگ کی فینچی سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو ایسی باتیں کہا کرتے تھے جن پر خود ان کا عمل نہیں تھا۔

رہی سب لوگوں کے سامنے رسوائی تو امام احمد و بیہقی منصور بن زاذان سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ بعض وہ لوگ جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا ان کی بدولت دوزخیوں کو بھی ایذا ہوگی، تو اس سے

کہا جائے گا: تیرے لیے ہلاکت ہو بتلا تو کیا کرتا تھا؟ ہم جس عذاب و تکلیف میں گرفتار ہیں کیا وہ ہمارے لیے کافی زنجیر تیری اور تیری بدلو کے عذاب میں بھی مبتلا کر دیا گیا؟ وہ کہے گا: میں عالم تھا لیکن میں نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا۔

اس لیے والدین ماذن اور تمام مربیوں کو یہ بات ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ اچھے اسوہ و نمونہ کے ذریعہ تربیت کرنا بچے کی کجی کو درست کرنے کے لیے ستون ہے، بلکہ یہ بچے کے اچھی باتوں اور فضائل و حسنات اور عمدہ معاشرتی آداب میں ترقی کے لیے بنیاد کی حیثیت رکھتا ہے۔

اس اسوہ و نمونہ کے بغیر آپ کی اولاد کو نہ تو ادب سکھانا فائدہ پہنچائے گا اور نہ ان پر کسی وعظ و نصیحت کا اثر ہوگا۔ اس لیے اسے مربیو اپنے بچوں کے بارے میں اللہ سے ڈرا کر دے، اور ان کے ساتھ اپنی مسئولیت کے معیار پر پورے اترو تاکہ آپ لوگ اپنے جگر گوشوں کو اصلاح کا سورج اور ہدایت کا دمکتا ہوا ایسا چاند دیکھیں جن کے نور سے معاشرے کے افراد منور ہوں اور جن کے اخلاق کی وہ پیروی کریں، اور ان کے آداب کے پیشے سے سیراب ہوں، اور ان پر اللہ تبارک و تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک صادق آئے:

((أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمُ افْتَدَيْنَا ۖ))

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو آپ چلیے

انعام - ۹۱

ان کے طریقے پر۔

اور آپ ان سے کہہ دیجیے کہ تم لوگ عمل کرتے رہو، اللہ اور اس کا رسول اور مومن تمہارے عمل کو دیکھ لیں گے۔

② اچھی عادت کے ذریعہ تربیت

شرعیات اسلام میں طے شدہ امور میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ فطرۃ ہی خالص توحید اور دینِ قیم اور ایمان باللہ پر پیدا کیا گیا ہے، لہذا اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک میں وارد ہوا ہے:

((فَضَرَبَ اللَّهُ الْبَنِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَىٰ حَنِينِهِ ۖ))

اللہ کی اس فطرت کا اتباع کرو جس پر اس نے انسان کو

لا تَبْدِيلَ لِمَخْلَقِ اللَّهِ ذَٰلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ ۚ

پیدا کیا ہے، اللہ کی بنائی فطرت میں کوئی تبدیلی نہیں،

وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ۖ

یہی ہے سیدہ عادیں لیکن اکثر لوگ (اس حقیقت کا) بھی علم

نہیں رکھتے۔

الروم - ۳۰

ورنہ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے مطابق جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے:

((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَىٰ الْفِطْرَةِ ۖ))

ہر بچہ فطرت (اسلام) پر پیدا ہوتا ہے۔

نہ ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حق یعلم الشباب" کی بحث "اخلاق میں ممتاز ہونا" ص ۱۱۰ و ۱۱۱۔

یعنی توحید و ایمان باللہ کی فطرت پر پیدا کیا جاتا ہے۔

یہاں سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بچے کی ابتدائی عمر اور بچپن ہی سے اسے تلقین و تادیب اور عادت کے ذریعہ توحیدِ خالص اور مکامِ اخلاق اور نفسیاتی فضائل اور شریعت کے شاندار آداب کا عادی بنانا چاہیے۔
کوئی بھی دو آدمی اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ اگر دو عامل بچے کے لیے میسر آجائیں ایک شاندار اسلامی تربیت کا اور دوسرا نیک و اچھا ماحول، تو بلاشبہ بچہ شروع ہی سے ذاتِ باری پر ایمان اور اسلامی اخلاق سے آراستہ ہوگا اور نفسیاتی فضائل اور ذاتی مکام کی چوٹی پر پہنچ جائے گا۔
رہا شاندار اسلامی تربیت کا عامل تو اس کی تاکید رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سی احادیث میں فرمائی ہے ارشاد فرمایا:

انسان اپنے بیٹے کو ادب سکھائے یہ اس سے بہتر ہے
کہ ایک صاع صدقہ کرے۔

((لَا يُوَدُّ رَجُلٌ وَلَدَهُ خَيْرَ مَنْ أَنْ
يَتَصَدَّقَ بِصَاعٍ))۔ ترمذی

اور فرمایا:

کسی والد نے اپنے بیٹے کو اچھے ادب کے عطیہ سے بہتر
عطیہ نہیں دیا۔

((مَا نَحَلَ وَالِدٌ وَلَدًا أَفْضَلَ مِنْ
أَدَبٍ حَسَنٍ))۔ ترمذی

اور فرمایا:

اپنی اولاد اور بیوی بچوں کو خیر کی باتیں سکھاؤ اور
ادب کی تعلیم دو۔

((عَلِّمُوا أَوْلَادَكُمْ وَأَهْلِيَكُمْ الْخَيْرَ
وَأَدَّبُوهُمْ))۔ عبد الرزاق وسعيد بن منصور

اور فرمایا:

اپنی اولاد کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ: اپنی نبی صلی اللہ
علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت، اور
قرآنِ کریم کی تلاوت۔

((أَدَّبُوا أَوْلَادَكُمْ عَلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ:
حُبِّ نَبِيِّكُمْ، وَحُبِّ آلِ بَيْتِهِ،
وَتِلَاوَةِ الْقُرْآنِ))۔ طبرانی

رہا اچھے ماحول کا عامل تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی جانب بہت سے مواقع پر رہنمائی فرمائی ہے فرمایا:
ہر بچہ فطرتاً اسلام پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے
والدین اسے یا یہودی بناتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی۔

((كُلُّ مَوْلُودٍ يُولَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَأَبْوَاهُ
يَهُودِيَّةً أَوْ نَصْرَانِيَّةً أَوْ مَجْسِيَانِيَّةً))۔ بخاری

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر بچے کو نیک صالح ماں باپ میسر آجائیں اور وہ اس کو ایمان و اسلام کی
بنیادی باتیں سکھلا دیں تو بچہ ایمان و اسلام کے عقیدہ پر نشوونما پائے گا، اور اس کا مطلب ہے گھر کا ماحول کا عامل۔

((المرأ علی دین خلیلہ فلینظر أحدکم
من یخال)) جامع ترمذی

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لیے تم
میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی
کر رہا ہے۔

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کسی شخص کا دوست نیک صالح و متقی ہو تو وہ اس سے نیکی و تقویٰ کا وصف حاصل
کرے گا۔ اور اس کا مطلب ہے معاشرتی ماحول کا عامل چاہے وہ مدرسہ کا ماحول ہو یا علاقہ کا۔
اچھے ماحول کا مسلمان کے صلاح و تقویٰ کی صفت پیدا کرنے میں بڑا عامل ہونے اور ایمان و عقیدہ اور اخلاق
فاضلہ پر نشوونما پانے میں بڑا موثر ذریعہ ہونے کی تاکید اس شخص کی حدیث سے ہوتی ہے جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر دیا
تھا جیسا کہ اسے بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں، پوری حدیث مبارک درج ذیل ہے :

حضرت ابو سعید سعد بن مالک بن سنان خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
فرمایا : تم سے پہلے گزرے ہوئے لوگوں میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے آدمیوں کو قتل کر رکھا تھا اس نے اس زمانے
کے بڑے عالم کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا۔ لوگوں نے اس کی رہنمائی ایک راہب کی جانب کی، وہ شخص
اس راہب کے پاس گیا اور اس سے کہا : میں نے ننانوے آدمی قتل کر رکھے ہیں، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے ؟ اس نے
کہا : نہیں ، اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا اور اس نے اس طرح سو کی تعداد پوری کر لی، اس کے بعد اس نے پھر
دوئے زمین پر بڑے عالم کے بارے میں دریافت کیا تو اس کی رہنمائی ایک عالم کی جانب کی گئی، وہ اس کے پاس گیا اور
اس کو بتلایا کہ اس نے سو آدمیوں کو قتل کر رکھا ہے کیا اس کی توبہ قبول ہونے کا کوئی راستہ ہے ؟ اس عالم نے کہا : جی ہاں اللہ
اور توبہ کے درمیان کون حائل ہو سکتا ہے ؟ فلاں فلاں سرزمین کی جانب جاؤ وہاں اللہ کی عبادت کرتے ہوئے چند
لوگ ملیں گے تم بھی ان کے ساتھ مل کر اللہ کی عبادت کرنے لگنا، لیکن اپنی قوم کی سرزمین کی جانب لوٹ کر مت جانا اس
لیے کہ وہ بری جگہ ہے، چنانچہ وہ شخص وہاں سے روانہ ہوا اور جب آدھے راستہ پر پہنچا تو اس کا انتقال ہو گیا اور اس کے
بارے میں رحمت کے فرشتوں اور عذاب کے فرشتوں میں جھگڑا ہونے لگا۔

رحمت کے فرشتوں نے کہا کہ وہ توبہ کر کے ہمساری اور اللہ کی طرف رجوع کر کے آ رہا تھا، اور عذاب کے فرشتوں
نے کہا کہ اس نے کبھی بھی کوئی اچھائی نہیں کی، اسی دوران ان کے پاس ایک فرشتہ انسان کی شکل میں آیا، انہوں نے
اس کو اپنے درمیان حکم بنالیا، تو اس نے کہا کہ دونوں جانب کی زمین کو ناپ لو، جس طرف کی زمین کے زیادہ قریب ہو
طرف کا شمار ہوگا، چنانچہ زمین ناپی گئی تو وہ اس سرزمین کے زیادہ قریب پایا گیا جس کی طرف وہ توبہ کر کے جا رہا تھا، چنانچہ
رحمت کے فرشتوں نے اسے اپنے قبضہ میں لے لیا۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین سے کہا کہ دور ہو جاؤ اور اس سرزمین سے کہا کہ تم قریب

ہو جاؤ اور فرمایا: دونوں کے درمیان کے فاصلہ کو ناپو، چنانچہ انہوں نے اسے دوسری زمین سے ایک بالشت زیادہ قریب پایا اور اس کی مغفرت کر دی گئی۔

یہ نصوص جنہیں ہم ذکر کر چکے ہیں ان سے نتیجہ نکلتا ہے کہ اگر بچے کو نیک والدین اور مخلص اساتذہ کی جانب سے اچھی تربیت میسر آجائے، اور اس کو نیک ساتھیوں اور مؤمن مخلص رفقاء سے اچھا ماحول مل جائے، تو ایسی صورت میں بچہ بلا شک و شبہ تقویٰ، ایمان و اخلاق فاضلہ کی تربیت پائے گا اور ہر اچھے کام اور بہترین اخلاق و اچھی عادت کا عادی بنے گا۔

ان ہی بنیادوں اور ان ہی بنیادی امور کے مطابق سلف صالحین اپنے بچوں کے لیے مرنی منتخب کیا کرتے تھے، اور ان کو اچھی باتیں سکھانے اور اعلیٰ اخلاق سے آراستہ کرنے اور بہترین صفات کا عادی بنانے کے لیے اچھی فضاء مہیا کیا کرتے تھے۔
 ✽ جاحظ روایت کرتے ہیں کہ جب عقبہ بن ابی سفیان نے اپنے بیٹے کو استاذ کے حوالے کیا تو ان سے کہا: میرے بچوں کی اصلاح کے لیے سب سے پہلا کام آپ یہ کریں کہ خود اپنی اصلاح کریں، اس لیے کہ ان کی نگاہیں آپ کی نگاہ کے ساتھ بندھی ہوئی، جسے آپ اچھا سمجھیں گے اسے وہ بھی اچھا سمجھیں گے اور جسے آپ برا سمجھیں گے اسے وہ بھی برا سمجھیں گے۔ ان کو حکماء کے حالات و واقعات اور ارباب کے اخلاق و عادات کی تعلیم دیں، اور ان کو مجھ سے ڈراتے رہیں اور میری غیر موجودگی میں ان کو سزا دیں، اور آپ ان کیلئے اس طبیب و معالج کی مانند بن جائیے جو بیماری کے پہچاننے سے قبل دوا پیش میں جلدی نہیں کرتا، اور آپ میری جانب سے کسی غدر پر بھروسہ نہ کریں اس لیے کہ میں نے آپ کی قابلیت و صلاحیت پر اعتماد کر رکھا ہے۔

✽ راغب اصفہانی لکھتے ہیں کہ خلیفہ منصور نے بنو امیہ کے مقید لوگوں کے پاس یہ پیغام بھیجا اور ان سے پوچھا کہ قید کے ایام میں سب سے زیادہ تکلیف آپ لوگوں کو کس چیز سے ہوئی؟ انہوں نے کہا: اس سے کہ ہم اپنے بچوں کی تربیت کرنے سے محروم رہ گئے۔

✽ بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں ابن سینا کی وصیت یہ ہے کہ بچے کے ساتھ مکتب میں ایسے بچے ہونا چاہیے جو اچھے آداب و اخلاق کے مالک ہوں، جن کی عادات پسندیدہ و محمود ہوں، اس لیے کہ بچہ بچے کو دیکھ کر ہی سیکھتا اور اسی سے لیتا اور اس سے مانوس ہوتا ہے۔

سلف صالحین کے اپنے بچوں کی تربیت اور ان کیلئے اچھی سازگار فضاء مہیا کرنے کے سلسلہ میں جو شخص مزید شواہد چاہتا ہو اسے چاہیے کہ تربیت اولاد کی قسم ثانی کی تمہید میں ہم نے جو مثالیں اور واقعات ذکر کیے ہیں ان کی طرف رجوع کرے۔ انشاء اللہ تشفی ہو جائے گی اور کسی اور کتاب کی ضرورت نہ پڑے گی۔

بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ لوگ یا تو فطرۃً اچھے اور نیک ہوتے ہیں یا برے اور بدتر، جیسے کہ بھیڑ خاموش

وسیدھے سادھے بچے کو اور چیتا پھاڑ کھانے والے کو ہی جہنم دیتا ہے، اور یہ کہ انسان میں جو پویشیدہ برائی ہے اس کا بدلنا ممکن ہے جیسے کہ انسان میں جو فطری خیر ہے اس کو بدنا دشوار ہے۔ یہ خیال خام اور بہت بڑی غلطی ہے۔
یہ باطل دعویٰ شریعت کے بھی خلاف ہے اور عقل اور تجربہ کے بھی، شریعت کے خلاف اس لیے ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فرمان :

((وَهَدَيْنَاكَ الْبَحْثَيْنِ)) البلد - ۱۰ اور ہم ہی نے اسے دونوں راستے بتلا دیے۔

کے خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے انسان کو خیر و شر کے راستے بتلا دیے ہیں۔
اسی طرح درج ذیل فرمانِ مبارک کے بھی خلاف ہے :

((وَأَنْفُسٌ وَأَمْسُونَهَا ۖ قَالَ هَمَّهَا فُجُورُهَا وَتَقْوَاهَا ۖ قَدْ أَفْلَحَ مَنْ زَكَّهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّهَا ۖ))
اور جان کی اور اس کی جس نے اسے درست بنایا پھر
اس کی پرکرداری اور اس کی پرہیزگاری (دونوں کا اسے
القا کیا، کہ وہ یقیناً بامراد ہو گیا جس نے اپنی جان کو پاک
کر لیا اور وہ یقیناً بامراد ہو گیا جس نے اس کو بدایا۔
نفس - ۱۰ تا ۱۱

اور فرمانِ الہی ذیل کے بھی مخالف ہے :

((إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا ۖ))
ہم ہی نے اس کو راستہ بتایا (دھیر یا تو وہ شکر گزار رہا،
اور یا کافر ہو گیا)۔
الدرہ - ۳

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمانِ مبارک کی وجہ سے بھی جس کا ابھی کچھ پہلے ذکر ہو چکا ہے کہ :

((كل مولود يولد على الفطرة، فأبواه يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه ۖ))
ہر بچہ فطرتِ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین
اسے یا یہودی بنا دیتے ہیں یا عیسائی یا مجوسی۔

یہ رائے عقل کے خلاف اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جب کتابوں کو نازل فرمایا اور رسولوں کو بھیجا تو آخر کیوں اور کس
کے لیے؟ کیا یہ سب کچھ انسان کی اصلاح اور دین و دنیا کی کامیابی و سعادت کے حصول کے لیے نہیں ہے؟ اور پھر
حکومتیں مختلف قوانین اور نظام وضع کرنے کا کیوں اہتمام کرتی ہیں؟ اور مدارس بچاؤ اور جامعات کی نگرانی و سرپرستی کیوں کرتی
ہیں؟ اور علماء تربیت و علماء اخلاق اور ماہر تعلیم کو مقرر کرنے کا اہتمام کیوں کرتی ہیں؟ کیا یہ سب تعلیم اور ادب و اخلاق
سکھانے اور برائیوں کی بیخ کنی اور اچھے معاشرہ کے قائم کرنے اور کجی کی اصلاح کے لیے نہیں ہے؟ ورنہ پھر یہ کتابوں کا
نازل کرنا اور رسولوں کا بھیجنا کس لیے ہے؟ اور پھر مختلف قوانین اور شریعتیں کیوں مقرر کی گئیں؟ اور پھر مرہیوں اور علماء

یہ مغربی فلسفی شوبینھا، سینوز اور فرانسیسی فلسفی بریل کی رائے ہے لیکن مشرق و مغرب سے تعلق رکھنے والے اکثر ماہرین فلسفہ اخلاق
اس رائے کی تردید کرتے ہیں اور اس رائے کو شدید دقت سے تعبیر کرتے ہیں۔

داسائدہ کامل کیوں اور کس لیے تھا اور آئندہ کس لیے ہوگا؟ کیا یہ سب محنت و مشقت بلا فائدہ کی تکلیف نہ ہوگی؟ کیا اخلاقیات کا درس دینا لغو و عبث نہ ہوگا؟

ان سوالات اور عقلی محاکمات کے بعد ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ انسان کو اس طرح پیدا کیا گیا ہے کہ اس میں خیر و شر دونوں کی استعداد رکھی گئی ہے۔ پھر اگر اس کے لیے اچھی تربیت مہیا ہو جائے، اور اسے اچھا ماحول مل جائے تو وہ ایمانِ خالص اور اخلاقِ فاضلہ اور اچھائی و خیر سے محبت کرنے میں بہترین نشوونما پائے گا اور وہ معاشرہ میں مومن، شریف اور بااخلاق انسان بن جائے گا۔

اس رائے کا تجربہ و مشاہدہ کے خلاف ہونا مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے ہے:

۱۔ عالمِ دنیا میں یہ بات مشاہدہ کی گئی ہے کہ جو انسان بھی کسی فاسد و گندے و آزاد ماحول میں ایک طویل عرصے رہا ہو، اور حرم و شرفاء اس میں انتہا کو پہنچ گئی ہو، اور اس نے معاشرہ کو اپنے شر و فساد و مجرمانہ زندگی سے خوب نقصانات پہنچائے ہوں، اور وہ خود اپنی مجرمانہ زندگی و شقاوت کی وجہ سے تنگ و پریشان ہو گیا ہو اور پھر اچانک جب اس کی کسی نیک ساتھی یا پُر تاثیر مربی یا مخلص داعی سے ملاقات ہو جائے جو اسے بدبختی کے گڑھے سے سعادت و نیک بختی کے باغ میں پہنچا دے، اور مجرمانہ زندگی سے شریفانہ و پاکیزہ ماحول میں لے جائے تو پھر وہ اس طویل بدبختی اور مجرمانہ زندگی سے نکل کر بڑا متقی و صالح بن جاتا ہے اور نیکیوں اور صالحین میں سے ہو جاتا ہے۔

ایسا بکثرت ہوتا ہے اور ہمارے آج کے اس ماحول میں بھی ایسا بہت کثرت سے ہوتا ہے جس میں فتنے ٹھاٹھیں مار رہے ہیں، اور گناہوں کا جھوم ہے اور فسق و فجور میں لوگ مست ہیں، اس کا انکار صرف وہی شخص کر سکتا ہے جو بہت دھرم ہو یا اس کی آنکھوں پر پرے پڑے ہوں۔

۲۔ عالمِ حیوانات میں بھی یہ بات مشاہدہ ہے کہ انسان ہر دور میں حیوانوں کو ان کی فطری وحشت و بدکنے سے مانوس بنانے اور ساتھ رہنے کی صلاحیت پیدا کرنے کی طاقت رکھتا ہے، اور حیوانات کو نعمتی اور اڑیل پنے کے بجائے فرمانبرداری و اطاعت شعار می سکھا دیتا ہے۔ اور چال میں بے ڈھنگے پن اور لڑکھڑاہٹ کے بجائے اعتدال و صحیح طریقے سے چلنا سکھا دیتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان گھوڑے سے قفس کرواتا اور پرندوں سے کھیل کود کرتا اور درندوں کو تربیت یافتہ بنا دیتا ہے، تو جب بے زبانوں کی فطرت اور طبیعت کی یہ حالت اور کیفیت ہے تو پھر اس انسانی مزاج و طبیعت کا کیا حال ہوگا جس کے بارے میں تعابلی علمِ نفس نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسانی طبیعت بہت زیادہ فرمانبردار اور تنوع و مختلف المزاج ہونے کی وجہ سے بہت جلدی تربیت حاصل کرنے والی اور اصلاح و درستگی اور میل جول کو قبول کرنے والی ہے۔

۳۔ عالمِ نباتات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ جب کاشتکار بیج کو سرسبز جگہ میں بوتا ہے اور کھاد اور پانی وغیرہ دیتا رہتا

سے اور کیڑے مکوڑوں اور حشرات الارض سے اس کو بچاتا ہے اور پھر اس کے کانٹوں کو چھانٹتا اور ٹہنیوں کو درست کرتا رہتا ہے تو پھر ربیع اللہ کے حکم سے پھل دیتا ہے، اور انسان اس کے پھل سے فائدہ اٹھاتا اور اس کے سائے میں آرام کرتا ہے۔ اور ہمیشہ ہمیشہ اس سے منتفع ہوتا رہتا ہے۔

لیکن اگر اس بیج کی قسمت میں اس کے ساتھ کوتاہی اور لاپرواہی لکھ دی گئی ہو تو نہ اسے مٹی سے غذا ملے گی اور نہ پانی ہی اس کی آبیاری کرے گا، اور نہ وہاں سے کانٹے ہٹائے جائیں گے، نہ اس کی ٹہنیاں درست کی جائیں، تو پھر نہ وہ پھل دے گا نہ پھول، اور نہ کوئی اور قابل منفعت چیز، بلکہ بہت جلد ہی وہ ریزہ ریزہ ہو کر ہواؤں کی نذر ہو جائے گا۔ اور آندھیاں اسے ادھر سے ادھر پھینکتی رہیں گی۔

یہی صورت حال انسانی نفس اور اس میں جو قابلیت و استعداد اور طبیعت و عادت رکھی گئی ہے اس کی ہے کہ جب اس کی اچھے اخلاق کے ساتھ دیکھ بھال کی جاتی ہے، اور علوم و معارف کے پانی سے اس کی آبیاری ہوتی ہے، اور عمل صالح اس کی عادت کرے اور اسے سہارا دے تو وہ اچھائی و خیر میں نشوونما پاتا ہے اور کمال کے مدارج طے کرتا ہے اور پھر ایسا شخص انسانوں میں چلنے والے فرشتے کی مانند بن جاتا ہے۔

لیکن اگر اسے مہل چھوڑ دیا جائے اور حوادثِ زمانہ کی نذر کر دیا جائے حتیٰ کہ اس پر جہالت کا زنگ چڑھ جائے، اور بے ساتھیوں کی عادات اس پر اثر انداز ہو جائیں اور بری عادتوں کا اس پر غلبہ ہو جائے تو بلاشبہ وہ شر و فساد میں نشوونما پائے گا، اور آزادی دے دے راہ روی کے جوہر میں ہاتھ پاؤں مارے گا، اور پھر شیخ شخص اس وحشی درندے کی مانند ہو گا جو انسانوں کے درمیان چلتا پھرتا ہو اور اپنے آپ کو اچھے لوگوں میں شمار کرتا ہو۔

ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ انسانی فطرت و طبیعت خواہ خیر کی ہو یا شر کی اس کو تبدیل کرنا ناممکن ہے اور نہ ہی اس کی اصلاح ہو سکتی ہے یہ ایک ایسا باطل دعویٰ ہے جو شریعت، عقل، تجربہ و مشاہدہ سب کے خلاف ہے، اور علماء نفس و تربیت و اخلاق کی اکثریت بھی اس کو باطل قرار دیتی ہے۔

اس موقع پر ہم امام غزالی کی اس تحریر پر اکتفا کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی کتاب "احیاء العلوم" میں بچے کو اس کی قابلیت و صلاحیت اور فطرت کے اعتبار سے اچھی خصلتوں یا بری عادتوں کا عادی بنانے کے سلسلہ میں لکھی ہے وہ فرماتے ہیں کہ بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت ہوتا ہے، بچے کا پاک دل ایک نفیس جوہر ہے۔ اس لیے اگر اسے برائی کا عادی بنا دیا گیا اور اسے حیوانات کی طرح آزاد و شتر بے مہار چھوڑ دیا گیا تو وہ بد بخت بنے گا اور ہلاک ہو جائے گا۔ اس کی حفاظت کا طریقہ یہ ہے کہ اسے ادب سکھایا جائے اس کی تربیت کی جائے اور اسے اچھے اخلاق سکھائے جائیں۔ علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب "مقدمہ ابن خلدون" میں بچے کی قابلیت و استعداد اور اس کے خراب ہونے کے

بد اس کی اصلاح کے ممکن ہونے کے سلسلہ میں امام غزالی کے مذہب کو اختیار کیا ہے، بلکہ مغرب و مشرق کے بہت سے فلاسفہ بھی اس رائے کے قائل ہیں اور یہی قول پسند کرتے ہیں۔

وَرَلَّہُ تَعَالٰی رَحْمَہٗ فَرَمَیْ اِس شاعرِ چرس نے درج ذیل اشعار کہے ہیں :

وینشأ نأشی الفتيان فينا	علی ما کان عودہ آبوہ
ہمارے بچے و نوجوان انہی خصلتوں میں نشوونما پاتے ہیں	جن کا ان کے والدین نے ان کو عادی بنایا ہے
ومادان الفتی بحجج ولكن	يعودہ التدين اقربوہ
کوئی نوجوان اپنی عقل سے دین قبول نہیں کرتا بلکہ	دینہ اری کا عادی اس کو اس کے رشتہ دار بناتے ہیں

مرئی کو چاہیے کہ فرد کی اصلاح کرنے اور اس کی کجی دور کرنے میں لوگوں کی عمر کے درمیان امتیاز کرے اور چھائی کا عادی بننے اور تربیت میں عمر کے فرق کا خیال رکھے، بڑوں کے لیے ان کے مناسب مال طرہٴ اپنانے اور بچوں کے لیے وہ طرہٴ واسلوب اپنانے جو ان کے مناسب ہو۔ بڑوں (یعنی وہ لوگ جو بالغ ہو چکے ہوں ان) کی اصلاح کے لیے اسلام کے نظام تربیت میں تین بنیادی امور پر اعتماد کیا گیا،

۱۔ عقیدہ سے ربط و تعلق۔

۲۔ برائی اور شر کو کھول کر بیان کر دینا۔

۳۔ ماحول کا بدلنا۔

عقیدہ سے ربط و تعلق ایک مؤمن کے اللہ کو حاضر و ناظر جاننے۔ اس کے مراقبہ، اور ہر حالت اور ہر موقعہ پر اس کی عظمت کا خیال رکھنے اس کے خوف کو سامنے رکھنے کے لیے ایک عظیم ترین اساس ہے۔ اور اس کا اثر یہ ہو گا کہ قوت نفسانی اور شخصی ارادہ طاقت و رجحان چنانچہ پھر وہ نہ شہوت کا غلام بنے گا اور نہ اپنی خواہشات و آرزوؤں کا قیدی ہو گا، بلکہ کلی طور پر بلا کسی تردد اور پس پیش کے وہ ربانی نظام کو اس طرح نافذ کرنے کی جانب متوجہ ہو گا جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اس کی وحی بھیجی ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا شعار اللہ تبارک و تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک ہو گا :

اور کون اللہ سے بہتر حکم کرنے والا ہے یقین کرنے

والوں کے واسطے۔

«وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ

الائمہ - ۵۰

يُوقِنُونَ ﴿٦﴾»

اور اس سلسلہ میں اس کی میزان و ترازو یہ آیت ہوگی :

((وَمَا أَلَيْسَ لَكُمُ الرَّسُولُ فَخْرًا ۚ وَمَا نَحْنُ بِعَبِيدِهِ ۚ))
 تو رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو اور جس سے
 وہ تمہیں روک دیں رک جایا کرو۔ الحشر۔ ۷

اس لیے کہ اس ایمان کا تقاضہ ہی یہ ہے کہ بلا کسی تکلیف محسوس کیے شریعت پر عمل پیرا ہو اور اسلامی تعلیمات کے
 سامنے مکمل طور سے سر جھکا دے :

((فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
 فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيْٓ أَنفُسِهِمْ
 حَاجًّا مِّمَّا فَصَّلْتَ وَیَسِّرْنَا تَسْلِيْمًا))
 سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مومن
 نہ ہوں گے جب تک کہ آپ کو ہی منصف نہ جانیں اس
 جگہ مے میں جو ان میں اٹھے پھر پائیں آپ کے فیصلہ
 سے اپنے جی میں ٹنگی اور خوشی سے قبول کریں۔
 النسا۔ ۶۵

بلاشبہ تمام عبادات اور سارے اذکار و اورداد ، قرآن کریم کی تلاوت ، اس کی آیات پر رات کی گھڑیوں اور دن
 کے حصوں میں غور و فکر کرنا ، تمام حالات و ظروف میں اللہ کی عظمت کا احساس کرنا، اور موت اور اس کے بعد پیش آنے
 والی چیزوں پر یقین رکھنا۔ اور عذاب قبر اور منکر و نکیر کے سوال پر ایمان لانا اور عالم آخرت اور قیامت کی ہولناک چیزوں کا
 اعتقاد رکھنا۔ یہ تمام چیزیں مومن میں اللہ جل شانہ کے مراقبہ کی کیفیت کو پیدا کرتی ہیں۔ اور اس کو ایک ایسا مستقیم متوازن
 انسان بنا دیتی ہیں جو روح اور جسم کے مطالب و ضروریات کے درمیان دنیاوی زندگی میں توازن قائم رکھتا ہے۔ اور دنیا
 کے لیے کام کاج، اور آخرت کے لیے عمل کرنے میں توازن کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑتا، چنانچہ وہ بلا کسی کمی و کوتاہی کے
 ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرتا ہے، اور اس سلسلہ میں اس کا شعار نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک
 ہوتا ہے :

((إِنَّ لِلَّهِ عَلَيْكَ حَقًّا، وَلِنَفْسِكَ عَلَيْهِ
 حَقًّا. وَلَا هَلَكَ عَلَيْكَ حَقًّا... فَأَعْطِ
 كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ))
 تم پر اللہ کا بھی حق ہے۔ اور تمہاری نفس کا بھی تم پر حق ہے
 اور تمہارے اہل و عیال کا بھی حق ہے... اس لیے ہر
 صاحب حق کو اس کا حق ادا کرو۔

مسلم شدہ امور میں سے ہے کہ جب ایک مومن اپنے اندر اللہ کے مراقبہ کے پہلو کو قوی کر لیتا ہے۔ اور جب
 اس میں نفس امارہ اور خواہشات نفس پر غالب ہونے کا ذاتی ارادہ و خواہش پیدا ہو جائے تو ایسی صورت میں ایسا انسان اندر
 سے درست و ٹھیک ہو جاتا ہے، اور اپنے تمام معاملات کے لیے اپنے عقیدہ و غمیر کی ایک ترازو مقرر کرتا ہے، اور پھر
 نہ وہ راہ راست سے جھکتا ہے ، زندقہ و فجور میں گرفتار ہوتا ہے۔ نہ اس میں انحراف پیدا ہوتا ہے۔ اور نہ وہ بدبختی کے دم
 میں گرفتار ہوتا ہے، اس لیے کہ اسے اس بات کا پکا یقین ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں، اور اس کے باطن و

ظاہر کے جاے دے دیے ہیں، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کی پوشیدہ باتوں پر مطلع اور خبردار ہیں۔ یہی راز تھا اس عظیم موقف میں جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس وقت اختیار کیا تھا جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا۔ تو ان سب نے بیک آواز کہا: اے ہمارے رب اب ہم اس سے رک گئے ہیں، اور پھر اس قول کے ساتھ فعل سے بھی یہ کر دکھایا اور شراب کے منکے و مشکیزے مدینہ منورہ کی گلی کو پتوں میں بہا دیے۔

اور یہی راز تھا اسلامی معاشرے کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک ٹھیک اور صحیح ہو جانے کا۔ اور نوبت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں قاضی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ دو سال تک فیصلوں کے لیے قاضی کی مسند پر بیٹھے رہے لیکن کوئی دو آدمی بھی ان کے پاس کوئی قضیہ و معاملہ نہ آئے، چنانچہ لکھا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ وقت حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور اس منصب سے استعفیٰ کی درخواست ان کو پیش کی، اس لیے کہ وہ ان سالوں میں بغیر کسی مقدمہ کے فیصلہ اور کام کاج کے کئی سال گزار چکے تھے۔ بلاشبہ اس کا راز یہ تھا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین — اپنے تمام معاملات و حالات میں اللہ تعالیٰ کو جانہ و ناظر سمجھتے تھے، اور جب صورت حال یہ ہو تو ان میں جھگڑا کیوں کر ہوا اور جب کہ منہج ربانی اور خدائی نظام ان کے پاس موجود ہو؟ اور بھلا ایسی صورت میں ان میں اختلاف کیوں کر ہو جب کہ اللہ کا خوف و خشیت ان کے دلوں اور اعضا میں رچ بس گیا ہو؟ اور ان میں انحراف کیوں کر پیدا ہو جبکہ وہ ہر صاحب حق کو زندگی میں اس کا حق ادا کر دیا کرتے تھے؟ — اس لیے اس سے آنکھوں والوں کو عبرت حاصل کر لینا چاہیے۔

ربا شر و برائی کو کھول کر بیان کر دینا، تو یہ بھی بڑوں کو مطمئن کرنے اور برائی کے چھوڑنے اور گناہ و فساد سے نفرت دلانے کے لیے بہت اہم طریقہ اور عظیم وسیلہ ہے۔

شر کی برائی کو کھول کر بیان کرنا، اور باطل کو ننگا کر دینا یہ وہ طریقہ ہے جسے قرآن کریم نے زمانہ جاہلیت کے لوگوں کو ان کی غلط عادات و طور طریقوں کے چھوڑنے اور گناہوں اور برائیوں سے بچانے کے لیے اختیار کیا تھا، اور ہم اس کو ایک مثال سے سمجھائے دیتے ہیں،

اسلام نے جب شراب کو حرام قرار دیا تو حرمت کا حکم قرآن کریم کی آیات میں وقت فوقتاً نازل ہوتا رہا، ان آیات میں کہیں شراب کی برائیوں اور مفسدات اور ان برے اثرات کو بیان کیا گیا جو ان پر پڑتے ہیں، اور کہیں اخلاقی، معاشرتی و دینی نقصانات کو بیان کیا گیا، چنانچہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک نازل ہوا:

اور کھور اور انگور کے سب سے بنا تے ہونٹ اور روزی

فاحی، اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو

سمجھتے ہیں۔

((وَمِنْ ثَمَرَاتِ التَّخْيِيلِ وَالْأَعْنَابِ تَتَّخِذُونَ

مِنْهُ سَكْرًا وَرُزْقًا حَسَنًا إِنَّ فِي ذَلِكَ

لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ))۔ النمل۔ ۶۷

اس آیت میں نشہ اور اچھے رزق کے درمیان مقابلہ کیا گیا ہے تاکہ سمجھدار لوگ یہ سمجھ لیں کہ شراب اور چیز ہے اور رزق حسن اور چیز ہے۔ تاکہ بعد میں جب شراب کی حرمت کا حکم نازل ہو تو لوگوں کو یہ محسوس ہو جائے۔ اس کے بعد درج ذیل آیت نازل ہوئی،

«يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا» .

آپ سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے ہیں، آپ کہہ دیجیے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں کیلئے فائدہ بھی ہیں۔ اور ان کا گناہ ان کے فائدہ سے بہت بڑا ہے۔

البقرہ - ۲۱۹

اس آیت میں تجارتی فائدہ پر گناہ کے پہلو کو راجح قرار دیا گیا، تاکہ شراب کی وہ محبت و انس جو ان کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا وہ دور ہو اور اس کی عادت ختم ہو جائے۔ پھر یہ آیت نازل ہوئی:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَى حَتَّى تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ» (النسارہ ۴۳)

اے ایمان والو! نزدیک نہ ہو جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشے میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے ہو۔

چنانچہ اس آیت کے ذریعہ شراب کے اس برے اثر کو ذکر کیا گیا جو عقل پر پڑتا ہے۔ اور شراب کے استعمال کے روکنے اور نماز کے اوقات میں اس کے استعمال سے بچنے سے قبل اس کے ان نقصانات کو بتلایا گیا جو تشویش و اختلاط کی شکل میں پیش آتے ہیں:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجُسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ» (النسارہ ۵)

اے ایمان والو! یہ جو ہے شراب اور جوئے اور بت اور پانے سب شیطان کے گندے کام ہیں۔ سو ان سے بچتے رہو، تاکہ تم نجات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں دشمنی اور ہیر پڑالے بذریعہ شراب اور جوئے کے، اور تم کو روکے اللہ کی یاد سے اور نماز سے سوا بھی تم باز آؤ گے۔

بتلایے اس کا مطلب کیا ہے کہ قرآن کریم نے شراب کو بتوں اور جوئے و قمار کے ساتھ شامل کر دیا اور پھر یہ بتلایا کہ شراب گندی چیز ہے، پھر اس پر متنبہ فرمایا کہ شراب شیطان کے کاموں میں سے ہے، پھر اس کے اخلاقی نقصانات بتلائے کہ یہ لوگوں میں عداوت و بغض کا بیج بو دیتی ہے، اور پھر اس کے دینی نقصانات بتلائے کہ یہ شراب اللہ کے ذکر و نماز سے روک دیتی ہے؛ بتلایے اس سب کا کیا مطلب ہے؛ کیا اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ شراب اپنی اصلی حقیقت پر کھل کر سامنے آگئی اور ارباب عقل

دو اش کے سامنے اس کے نقصانات برائیاں و مفاسد ظاہر ہو گئے؛ کیا اس وضاحت اور کھول کر بیان کرنے کے بعد بھی کوئی شخص اس کے حرام ہونے یا اس سے دور ہونے میں کوئی ناک بھول چڑھائے گا؟ بلاشبہ ایک عقلمند منصف مومن تو یہی کہے گا کہ اسے رب آپ نے اتنی تفصیل و توضیح کے ساتھ جو بیان فرمایا اور حرمت نازل کی اس کے بعد میں بھلا اس سے کیوں زرک جاؤں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے سامنے جب شراب کی حقیقت کھل کر سامنے آگئی اور حرمت شراب کی آیت نازل ہوئی تو انہوں نے بالکل یہی کیا۔

اسی پر آپ قرآن کریم کے حرام کردہ عام جاہلی عقائد اور معاشرتی برائیوں کو قیاس کر لیجیے جیسے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک گردانا، زنا، حواء، سود، قتل، لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا، اور یتیم کے مال کو کھانا، کہ ان چیزوں کو قرآن کریم نے اس وقت تک حرام قرار نہیں دیا جب تک ان کی حقیقت کھول کھول کر نہ بیان کر دی۔ اور اس کی بہت سی برائیوں کا تذکرہ نہیں کر دیا، اور سمجھدار عقلمندوں کو اس سے متغیر نہ کرایا، اور انہیں اس سے دور رہنے کا حکم نہ دیا، اس لیے کہ یہ چیزیں فرد اور معاشرہ دونوں کو بدترین نتائج اور خطرناک حالات تک پہنچانے والی ہیں۔

رہا ماحول کا بدلنا تو یہی فرد کی اصلاح اور اس کی رہنمائی اور تربیت و شخصیت سازی میں دوسری اور بنیادی چیزوں سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتا بلکہ یہ بھی بہت اہم دنیاوی چیز ہے۔

ورنہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینہ منورہ ہجرت کرنے کی اجازت کیوں کر دی؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو ہجرت کا حکم کیوں کر دیا؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ ایسے اچھے ماحول میں افراد کو تیار کیا جائے جس کی مجالس میں منکرات و بے حیائی کی باتیں عام نہ ہوں اور اس کی سرزمین پر گناہوں اور محرمات کا ارتکاب نہ کیا جاتا ہو؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ نازل شدہ آسمانی قانون کے سایے اور ایک عظیم و محیط حدت کے جھنڈے تلے ایک حکومت کو قائم کیا جائے؟

کیا اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ مسلم فرد کی اصلاح ایک ایسے معاشرہ میں کی جائے جس میں اسلام کی حکومت ہو اور جس پر قرآن نازل ہو رہا ہو؟

ہم اس سے قبل اس شخص کی حدیث بھی بیان کر چکے ہیں جس نے سو آدمیوں کو قتل کر دیا تھا، اور پھر روئے زمین کے سب سے بڑے عالم کے بارے میں پوچھا کہ اس سے یہ دریافت کرے کہ کیا اس کی بھی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ تو اس نے اس سائل کے جواب میں کہا تھا کہ فلاں فلاں جگہ چلے جاؤ وہاں کچھ لوگ اللہ کی عبادت کرتے ہوئے ملیں گے، تم بھی ان کے ساتھ وہاں اللہ کی عبادت کرنا اور اپنی قوم کی سرزمین کی طرف ہرگز نہ جانا اس لیے کہ وہ بدترین جگہ ہے۔

کیا یہ حدیث اس بات پر دلالت نہیں کرتی کہ فرد کی اصلاح اور اس کی کجی دور کرنے اور اس کو بری عادتوں سے

بچلنے اور گندے اوصاف سے کجیات دلانے میں اچھے ماحول کا بہت بڑا دخل واثر ہوتا ہے؟
اس سے قبل ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ حدیث مبارک اس باب میں ذکر کر چکے ہیں کہ صحبت کا ساتھ دہنے والے
ساتھی پر اچھا یا برا اثر پڑتا ہے اس لیے کہ انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ اور اس لیے کہ صحبت کا اصلاح و
فساد میں بہت بڑا اثر ہوا کرتا ہے۔

یہاں سے ہمیں یہ بات بھی معلوم ہوتی ہے کہ فرد (خواہ وہ بڑا کیوں نہ ہو) اس کی اصلاح کا نقطہ اساسی اس خراب ماحول
و معاشرہ کو بدلنا ہے جو بے لگام، آزادی پرست، گندے ساتھیوں اور جاہل دوستوں پر مشتمل ہو۔

اب تک ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ بڑوں کی اصلاح میں اسلام نے جس طریقے کو اپنایا ہے
اس کی بنیاد تین ایسی اساسی چیزوں پر ہے جن کا اخلاق کے درست کرنے اور کجی کو دور کرنے میں بڑا اثر دخل ہے:
چنانچہ جب عقیدہ سے ارتباط ہوگا تو آدمی میں مراقبہ آلہیہ کا شعور اور ظاہر و باطن میں اللہ سے خشیت و خوف پیدا
ہوگا۔ اور اس کی وجہ سے اس میں ایسی قوت ارادی پیدا ہوگی جو اسے محرمات سے روکے گی اور وہ اعلیٰ ترین اخلاق اور بہترین
صفات سے متصف ہو جائے گا۔

اور جب برائی اور شرکمل کر سامنے آجائے گا تو انسان برائیوں کو چھوڑ دے گا اور تمام برائیوں سے بچنے کا پورا عزم
کرے گا بلکہ ہر گناہ و برائی کے چھوڑنے میں اسے قلبی و نفسی سکون و طمانینت حاصل ہوگی۔
اور معاشرتی ماحول کے بدلنے سے انسان کے لیے خیر و بھلائی کا اختیار کرنا آسان اور اس کے لیے فضا ساز کار ہوگی
اور عزت و شرف کی زندگی مہیا ہوگی۔ بلکہ اس کے حالات و وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ درست ہوتے جائیں گے
اور مرد و یرایم کے ساتھ اس کے افعال و اخلاق سنوڑتے جائیں گے۔

اس لیے معاشرہ کی اصلاح کے خیر خواہوں اور مربیوں کو چاہیے کہ اگر وہ امرت کے افراد کے لیے بھلائی و خیر اور امن
و معاشرہ کے افراد و ابناء کے لیے سلامتی و استحکام چاہتے ہیں تو بڑوں کی اصلاح کے لیے اس راستے و طریقے کو اختیار
ریں جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔

آپ کہہ دیجیے کہ یہ میری راہ ہے۔ بتاتا ہوں اللہ کی
طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے۔ اور
اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بتانے والوں میں۔

«قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى
بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَنَ اللَّهُ
وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ» (یوسف - ۱۰۸)



اسلام نے بچوں اور چھوٹوں کی اصلاح کے لیے جو طریقہ دیا ہے
اختیار کیا ہے اس کا مدار دو بنیادی چیزوں پر ہے:

۱۔ تلقین۔

۲۔ عادت ڈلوانا۔

تلقین سے ہماری مراد ہے اصلاح و تربیت کا نظری پہلو۔

اور عادت ڈلوانے سے مراد ہے اس کے بنانے اور تیار کرنے کا عملی پہلو۔

چونکہ بچے میں اخذ و سیکھنے کی عادت و صلاحیت اور عمر و زندگی کے دیگر مراحل میں سب سے زیادہ ہوتی ہے، اس لیے والدین، معلمین و مربیوں پر لازم ہے کہ بچے کو اچھی باتیں سکھائیں۔ اور خیر کی تلقین کریں، اور جب سے وہ شعور کی عمر کو پہنچے اور زندگی کی حقیقت کو سمجھنے لگے اسی وقت سے اسے ان امور کا عادی بنائیں۔

اس سے قبل ہم امام غزالی کا وہ قول نقل کر چکے ہیں کہ بچہ اپنے والدین کے پاس ایک امانت خداوندی ہوتا ہے، اور پاک صاف دل ایک نفیس موتی ہے لہذا اگر اسے خیر کا عادی بنایا جائے اور اچھی باتیں سکھائی جائیں تو وہ انہی میں نشو و نما پائے گا اور دنیا و آخرت میں سعید و نیک بخت بنے گا۔

اس موقع پر میرا خیال ہے کہ میں مربیوں کے لیے بچوں کو تلقین اور اچھی باتوں کے عادی بنانے کے سلسلے میں بعض مثالیں پیش کر دوں تاکہ وہ ان کے لیے بصیرت کا سامان اور چراغِ راہ بن جائیں:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مربیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو کلمہ لا الہ الا اللہ سکھائیں چنانچہ حاکم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: اپنے بچوں کو سب سے پہلے کلمہ لا الہ الا اللہ سکھاؤ۔ یہ تو نظری پہلو ہے۔

اس تلقین کا عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو اس بات کا عادی بنایا جائے اور اسے اس بات کے لیے تیار کیا جائے کہ وہ دل کی گہرائیوں اور اپنے وجدان کی ترسے اس بات پر یقین و ایمان رکھے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی خالق ہے نہ معبود نہ ایجاد کرنے اور بنانے والا، اور یہ ان نشانیوں اور چیزوں کے ذریعے سے ہوگا جن کا مشاہدہ بچہ اپنی آنکھوں سے کرتا ہے مثلاً پھول، آسمان، زمین، سمندر اور انسان وغیرہ تمام مخلوقات، تاکہ وہ یہ نتیجہ نکالے اور عقلی طور سے استدلال کرے کہ درحقیقت مؤثر ذات

اللہ جل شانہ ہی کی ہے۔

مرئی کو بچنے کے سامنے جو حقیقت بیان کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ یہ سارا عالم تمام ان اشیاء سے بھرا ہوا ہے جو انسان کے سننے دیکھنے کے دائرہ میں آتی ہیں اور یہ تمام اشیاء خود بخود وجود میں نہیں آسکتیں اس لیے کہ یہ جامد ہیں، اور ان میں عقل و تدبیر کا ملکہ نہیں ہے، اور ان میں علم اور ارادہ کی قوت ہے، اس لیے ان کا کوئی موجد و بنانے والا ضرور ہونا چاہیے، اور وہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ہی ہیں۔

اسی طرح سے آسمانوں و زمینوں کے بنانے میں غور و فکر اور تامل کے ذریعہ مرئی بچے کو اس اللہ جل شانہ کی ذات پر ایمان لانے تک پہنچا سکتا ہے جو وحدہ لا شریک لہ ہے، اس کا کوئی شریک ہے نہ ساتھی، اور وہی اس سب کا پیدا کرنے والا ہے اس سلسلہ میں تدبیری طور سے کام لینا چاہیے پہلے محسوس اشیاء سے، پھر جو عقل کے دائرے میں آتی ہیں ان سے، اور جزئی سے کلی، اور بسیط سے مرکب کی طرف ترقی کرنا چاہیے تاکہ بچہ وجدانی اور عقلی طور سے حجت و دلیل اور اطمینان قلب کے ساتھ اللہ جل شانہ پر ایمان لے آئے۔

✽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مزیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو سات سال کی عمر ہی میں نماز کی تلقین کریں، چنانچہ حاکم و ابوداؤد و حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب کہ وہ سات سال کے ہوں، اور نماز کے لیے ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں، اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو نماز کے احکام، اس کی رکعات کی تعداد، اور اس کا طریقہ سکھایا جائے، اور باز پرس و زحرائی کے ذریعہ اسے نماز کا عادی بنایا جائے، اور مسجد میں جماعت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے تاکہ نماز اس کی عادت و طبیعت بن جائے۔

✽ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزیوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو حلال و حرام کے احکام سکھائیں، اس لیے کہ ابن جریر و ابن المنذر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو احکام و اوامر کے بجالانے اور ممنوع و حرام چیزوں سے بچنے کا حکم دو، یہ تمہارے اور ان کے لیے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ بچے کو اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے اور ان پر عمل کرنے اور حرم چیزوں سے روکا گیا ہے ان سے رکنے کی عادت ڈلوائی جائے اور اس کی مشق کرائی جائے، اور اگر مرئی یہ دیکھے کہ بچے نے کوئی برا کام کیا ہے

لے اس سے قبل ہم تربیۃ الاولاد فی الاسلام کی قسم ثانی میں ایمانی تربیت کی ذمہ داری کی بحث کے ضمن میں اللہ جل شانہ پر ایمان کے مسائل کے بارے میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں لہذا اس کا مطالعہ کیجیے۔

یا گناہ کا ارتکاب کیا ہے مثلاً چوری یا کالم گلوچ تو اسے اس سے ڈرانے اور یہ بتلانے کہ یہ برا اور حرام و ناجائز کام ہے۔ اور اگر مرنے پر دیکھے کہ بچہ اچھا کام کر رہا ہے یا نیکی میں مشغول ہے، یا صدقہ و خیرات یا کسی کی امداد میں لگا ہوا ہے، تو اسے مزید ترغیب دے، اور اس سے یہ بتلانے کہ یہ بہت اچھا اور جائز کام ہے، اور اس طرح سے اس کی نگرانی و دیکھ بھال رکھے تاکہ خیر و بھلائی اس کی فطرت و عادت بن جائے۔

✽ رسول انور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مریضوں کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اولاد کو اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اہل بیت و صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے محبت اور قرآن کریم کی تلاوت کی تلقین کریں، اس لیے کہ طبرانی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنی اولاد کو تین باتیں سکھاؤ: اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت، یہ نظری پہلو ہے۔

عملی پہلو یہ ہے کہ مرنے والی اپنی اولاد کو جمع کر کے ان کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات و جنگیں اور آپ کے اہل بیت و صحابہ رضی اللہ عنہم کی سیرت و حالات اور بڑے مسلمانوں و قائدین کی شخصیات کے تاریخی احوال سنائے، اور انہیں تلاوت قرآن کریم کی تعلیم دے، تاکہ بچے ان حضرات کے شاندار بہادری کے کارناموں اور جہاد کی اقتدا کریں، اور وجدان و شعور کے اعتبار سے تاریخ اسلامی سے مربوط رہیں، اور دستور اور منہج کے لحاظ سے قرآن کریم سے ان کا تعلق مضبوطی سے قائم ہو۔

اس سے پہلے ہم وہ واقعہ نقل کر چکے ہیں جسے ادب و تاریخ کی کتابوں نے نقل کیا ہے کہ مفضل بن زید نے ایک مرتبہ ایک دیہاتی عورت کے لڑکے کو دیکھا اور انہیں وہ بہت خوش منظر معلوم ہوا، انہوں نے اس عورت سے اس بچے کے بارے میں دریافت کیا، تو اس نے کہا کہ: جب وہ پانچ سال کا ہو گیا تو میں نے اسے اساذ کے حوالے کر دیا، چنانچہ اس نے قرآن کریم حفظ کیا اور قاری بن گیا، اور اس کو اس کے اساذ نے اشعار یاد کرائے اور سکھائے، اور اس کو اپنی قوم کے کارناموں میں رغبت دلائی گئی، اور اس کے آباء و اجداد کے قابل فخر کارنامے بتلائے گئے، پھر جب یہ بچہ کی عمر کو پہنچ گیا تو میں نے اسے شہ سواری سکھائی، یہ اس میں ماہر ہو گیا اور شہ سوار بن گیا، اور ہتھیار سے لیس ہو کر قوم کے گھروں کے سامنے عزت سے چلنے لگا، اور دشمن و مدد کے طالب کی آواز پر کان دھرنے لگا۔

تلقین و عادی بنانے کی یہ بعض صورتیں اور نمونے ہیں، جن کے اصول اور بنیادی نکات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کیا ہے، اور یہ اس منہج اور طریقے کے دائرے میں داخل ہیں جسے اسلام نے بچے کے عقیدے اور ایمان کے لحاظ سے تیار کرنے کے لیے مقرر کیا ہے، اور واقعی جب مرنے والی اپنی پوری محنت اور بچے کی تربیت و اصلاح اور عادی بنانے اور تلقین کرنے میں اپنی پوری جدوجہد صرف کر دے گا تو غالب گمان یہ ہے کہ ایسا بچہ اسلام کے لشکر کا سپاہی اور مضبوط عقیدے کا مالک اور دعوت و جہاد والوں میں سے ہوگا جس کے وجود پر قوم فخر کرے گی، اور اس کی طبیعت کے جماد اور

اخلاق و کردار کی وجہ سے معاشرہ خوش و غرم اور سعید ہوگا۔

وہ ضروری امور جن کا مربیوں کو اس لیے جاننا ضروری ہے تاکہ بچے کو اچھی عادتوں اور مکام اخلاق کا عادی بنائیں ان میں سے یہ ہے کہ :

کسی موقع پر بچے کو شاباش دی جائے اور تعریفی کلمات کہے جائیں، اور کبھی اس کو کوئی انعام یا تحفہ دیا جائے، اور کبھی ترغیب دینے کے اسلوب کو اپنایا جائے، اور کبھی ڈرانے کے طریقے کو اپنایا جائے، اور کبھی کبھی بعض حالات میں مربی اس بات پر بھی مجبور ہو جاتا ہے کہ سخت مزاح و بشرطیکہ اگر وہ یہ سمجھے کہ بچے کے انحراف اور کجی کو دور کرنے کے لیے اس کی ضرورت ہے۔

یہ تمام اسلوب بچے کو نفسیاتی فضائل اور مکام اخلاق سکھانے اور معاشرتی آداب کا عادی بنانے میں فائدہ پہنچاتے ہیں، اور اس کو ایک ایسا فاضل، شریف، مستقیم و متوازن انسان بنا دیتے ہیں جس سے لوگوں کو دلی محبت ہوتی ہے اور ان کی نفوس میں اس کا احترام و عظمت ہوتی ہے۔



انہی میں میں یہ کہوں گا کہ۔ مربی حضرات اپنے حالات اور شکل و صورت کے اختلاف کے باوجود اگر بچے کی تربیت اور نیکیوں کا عادی بنانے میں اسلام کے طریقے و انداز کو اپنالیں، اور اس کے عقیدے کی اصلاح اور اخلاق کے سنوارنے میں اسلامی اسلوب اختیار کر لیں، تو عام طور سے یہ ہوگا کہ بچے راسخ اسلامی عقیدے اور بلند ترین قرآنی اخلاق پر نشوونما پائیں گے، بلکہ وہ اپنے اعلیٰ کارناموں اور اچھے اوصاف میں دوسروں کے لیے عمدہ و بہترین نمونہ بنیں گے۔

اس لیے مربیوں کو خوب کوشش و محنت کرنا چاہیے، اور اپنے بچوں کی تربیت و تلقین اور عادت ڈالنے اور اصلاح و مہذب بنانے کا حق ادا کرتے رہنا چاہیے، اگر وہ ایسا کر لیں گے تو وہ اپنی ذمہ داریوں کو سمجھ گئے ہوں گے اور اپنے فریضہ کو ادا کر چکے ہوں گے اور اللہ جل شانہ کے یہاں بری الذمہ ہو جائیں گے، اور تربیت کی گاڑی کو آگے کی طرف بڑھا چکے ہوں گے، اور اس طرح سے وہ معاشرے میں امن و استقرار کی بنیادیں مضبوط کرنے والے بن جائیں گے، اور پھر مؤمن معاشرے اور مسلمان ماحول اور صالح قوم کو دیکھ کر مومنوں کے دل خوش ہوں گے، اور یہ حیرانہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

میرے خیال میں عادت و ادب سکھانے کے ذریعہ تربیت کرنا تربیت کے ستونوں میں سے مضبوط ترین ستون ہے، اور بچے کی ایمانی نشوونما اور اخلاقی سدھار کے لیے مضبوط ترین وسیلہ ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس تربیت کا دائرہ یکجہ بھال و روک ٹوک اور ڈرانے اور رغبت دلانے اور ارشاد و توجیہ و رہنمائی پر ہوتا ہے، اس لیے ہمیں ایسے مربیوں کی شدید ضرورت ہے جو مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری پوری کریں، اور اسلامی تربیت کو اس کا پورا حق دیں اس کا اہتمام

کرنے کے اعتبار سے بھی اور عمل کے اعتبار سے بھی اور مل اسمیں لگے رہنے ، اس کے سلسلہ میں تکلیف برداشت کرنے ، تلقین کرنے اور رہنمائی کرنے کے لحاظ سے بھی ، تاکہ مستقبل قریب میں وہ اپنے حُجّہ گوشوں کو اس پیغام کا حامل و داعی اور مصلح ، اور دعوت و ارشاد کی پر جوش جماعت اور جہاد کے عظیم لشکر کی شکل میں دیکھیں ۔

بلاشبہ بچے کو ادب سکھانا اور بچپن سے ہی اس کی دیکھ بھال رکھنا ہی ایسی تدبیر ہے جس کے بہترین نتائج اور شاندار ثمرات حاصل ہوتے ہیں ، جب کہ بڑی عمر میں ادب سکھانا اور تربیت کرنا اور کمال تک پہنچانا بہت مشکل و ٹھن کام ہوتا ہے اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شاعر چہ جس نے یہ کہا ہے :

ولیس ینفعہم من بعدک ادب

اور اس کے بعد ان کو ادب سکھانے کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا

ولاتلین - ولولینتہ . الخشب

لیکن لکڑی کو چاہے آپ نرم بھی کر لیں تب بھی نرم نہیں ہوتی

قد ینفع الأدب الأولاد فی صغر

تحقیق بچوں کو بچپن میں ادب سکھانا فائدہ بخش ہوتا ہے

إن الفصون إذا عدلتها اعتدلت

اگر آپ ٹہنیوں کو سیدھا کرنا چاہیں تو سیدھا کر سکتے ہیں



۳) وعظ و نصیحت کے ذریعہ تربیت کرنا

جواہر و مسائل بچے کی ایمانی تربیت اور نفسیاتی معاشرتی و اخلاقی تیاری میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس کی تربیت وعظ و ارشاد اور نصیحت وغیر خواہی کے ذریعہ کی جائے، اس لیے کہ بچے کو انبیاء کی حقیقت سمجھانے اور اسے اچھے کاموں میں لگانے، اور مکرم اخلاق سے آراستہ کرنے، اور اسلام کی بنیادی مہمات سے آشنا کرانے میں وعظ و نصیحت کو بڑا اعلیٰ دخل حاصل ہے۔ اس لیے ایسی صورت حال میں جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ قرآن کریم نے اس طریقے کو اپنایا، اور اس کے ذریعہ سے نفوس سے تحاطب کیا، اور بے شمار آیات میں اسے دہرایا، اور مختلف مقامات پر اپنی توجہیات و نصائح سے رہنمائی کی ہے، تو اس میں ذرا بھی تعجب باقی نہیں رہتا۔

قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کے کلمات اور یاد دہانی سے فائدہ اٹھانے کے سلسلہ میں جو ارشادات مکرر فرمائے ہیں ان میں سے بعض نمونے درج ذیل ہیں:

«وَاذْكُرْ آلَ لُقْمَنَ لَا يَنْبَغِي لَهُ وَهُوَ يَعْظِيهِ يَنْبَغِي
لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ
وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا
وَهَنَّا عَلَىٰ وَهْنٍ وَفُصِّلْنَا فِي عَامِينَ
أَشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَى الْمَصِيرِ
وَأَن جَاهِدَكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ
عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبِنَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا
وَأَتَيْنَا سَبِيلَكَ مَنْ أَنَابَ إِلَيْنَا ثُمَّ إِنِّي
مَرَجَعَكُمْ فَأَنْتُمْ كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ
يُنَبِّئُ أَتَاهَا إِنَّ تِلْكَ مِثْقَالُ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ
فَتَكُنْ فِي صَحْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَوَاتِ أَوْ فِي
الْأَرْضِ يَأْتِي بِهَا اللَّهُ مَرَّاتٍ اللَّهُ لَطِيفٌ

اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا! اللہ کا شریک نہ ٹھہرا، بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے، اور ہم نے انسان کو والدین کی اس کے ماں باپ سے متعلق، اس کی ماں نے ضعف پر ضعف اٹھا کر اسے پیٹ میں رکھا، اور دوبرس میں اس کا دودھ چھوٹا ہے، کہ تو میری اور اپنے ماں باپ کی شکرگزاری کیا کر میری ہی طرف واپسی ہے، اور اگر وہ دونوں تجھ پر اس کا زور ڈالیں کہ تو میرے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائے جس کی تیرے پاس کوئی دلیل نہیں تو تم ان کا کہنا ماننا، اور دنیا میں ان کے ساتھ غوثی سے بسر کیے جانا، اور اس کی راہ پر چلنا جو میری طرف رجوع کیے ہوئے ہو۔ پھر تم (سب) کو میرے پاس آنا ہے، پھر تو

خَيْرٌ يَنْبَغِي اَقِمِ الصَّلَاةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ
وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَا اَصَابَكَ
اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ۝۱۱۰

نعمان ۱۷۱۲ء

۝ ۝ ۝
۝ ۝ ۝
۝ ۝ ۝
۝ ۝ ۝

کچھ تم کرتے رہتے تھے میں نہیں سب بتلا دوں گا
اسے بیٹا اگر کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر ہو پھر کسی
پتھر کے اندر ہو یا آسمانوں میں یا زمین کے اندر ہو
اللہ اسے لے ہی آئے گا، بے شک اللہ بڑا باریک
بین ہے بڑا باخبر ہے، اسے میرے بیٹے نماز کو قائم
رکھ اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کام سے
منع کیا کر اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر بے شک
یہ صبر، ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

اور اللہ تعالیٰ سورہ سبأ میں انبیاء علیہم السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلْ اِنَّمَا اَعْطٰكُمْ بِوَاحِدَةٍ اَنْ تَقُوْمُوا لِلّٰهِ
مَشْغُوْلًا وَفَرَادٰى ثُمَّ تَتَفَكَّرُوْنَ اَمْ يَصْلٰحُكُمْ مِّنْ
جَنَّةٍ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ لَّكُمْ بَيْنَ يَدَيْ عَذَابِ
شَدِيْدٍ ۝ قُلْ مَا سَأَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ فَهُوَ لَكُمْ
اِنْ اَجَرْتُمْ اِلَّا عَلٰى اللّٰهِ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِِيْدٌ
قُلْ اِنْ رَّبِّيْ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ عِلَامَ الْغُيُوْبِ ۝
قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِيْ الْبَاطِلُ وَمَا يُعْيِدُ ۝۱۱۰

سبأ - ۱۱۰ تا ۱۱۹

۝ ۝ ۝
۝ ۝ ۝
۝ ۝ ۝

اور سورہ ہود میں اللہ تعالیٰ حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں:

((قَالُوْا يٰنُوحُ قَدْ جَدَلْنٰا فَاكْثَرْتَ جِدْلَنَا
فَاْتَيْنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ
قَالَ اِنَّمَا يٰاْتِيْكُمْ بِاللّٰهِ اِنْ شِئْتُمْ وَمَا
اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا يَنْفَعُكُمْ تَضَعِيْ اِنْ
اَرَدْتُ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

بولے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ
چکا، اب لے آجو تو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو چاہے،
کہا کہ لانے گا تو اس کو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تمکا
سکو گے بھال کر، اور نہ کارگر ہوگی تم کو میری نصیحت جو
چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہو گا کہ تم کو گمراہ

اَنْ يُغَوِّيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَالْاِيْلَهُ تَرْجِعُوْنَ ۝
 ہو۔ ۳۲ تا ۳۴

اور سورۃ اعراف میں حضرت ہود علیہ السلام کی زبانی ارشاد فرماتے ہیں:

«وَالْاِيْلَهُ عَاذُ اَحَاہُمْ هُوْدًا ۝ قَالَ يَقَوْمِ
 اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ
 اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ الْمَلَا الَّذِيْنَ كَفَرُوا
 مِنْ قَوْمِهٖ اِنَّا لَنَرٰكَ فِيْ سَفَاہَةٍ وَّلَا اَنظُنُّكَ
 مِنَ الْكَذٰبِيْنَ ۝ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاہَةٌ
 وَّلٰكِنِّيْ سُرَّوْا مِنْ شَرِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اُبَلِّغُكُمْ
 رِسٰلَتِ رَبِّيْ وَاَنَا لَكُمْ تٰلِيْمٌ ۝۱۱۱ اعراف۔ ۶۸ تا ۷۵

دعوت الی اللہ اور اللہ سے ڈرنے اور وعظ و نصیحت کرنے میں قرآن کریم کا اسلوب و طرز متون و قسم کا ہے، چنانچہ

یہ سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی زبانی جاری ہوا، اور ان کے پیرو و جماعت کے داعیوں اور افراد کی زبانی بار بار اس کا اظہار ہوتا رہا۔

کوئی بھی شخص اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ مخلصانہ وعظ اور موثر نصیحت اگر پاک صاف نفوس اور کھلے
 ہوئے سینے اور غور و فکر کرنے والی سمجھ دار حکیم عقل کو پالے تو اس وعظ پر لبیک بھی جلدی کہا جاتا ہے اور اس کا اثر بھی بہت
 زیادہ ہوتا ہے۔

اس مفہوم کی تاکید قرآن کریم نے بہت سی آیات میں کی ہے، اور وعظ سے فائدہ اٹھانے اور اچھی بات کا اثر قبول
 کرنے اور نصیحت پر عمل کرنے کی بار بار تکرار کی ہے:

«اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذٰکِرَۃٍ لِّمَنْ كَانَ لَہٗ قَلْبٌ
 اَوْ اَلْقٰ السَّمْعَ وَہُوَ سٰہٍ ۝۱۱۱ ق۔ ۳۷
 اور فرمایا:

«وَذٰکِرَۃٍ فَاِنَّ الذِّکْرَ لَیْ تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۱»

اور (انہیں) سمجھاتے رہے کیونکہ سمجھانا نفع دیتا ہے ایمان

الذاریات۔ ۵۵

والوں کو۔
 اور آپ کو کیا خبر ثلث یہ وہ سنور ہی جاتا یا نصیحت قبول کر لیتا،

نیز فرمایا:
 «وَمَا یَذْرِیْکَ لَعَلَّہٗ یُرٰکَ ۝۱۱۱ اَوْ یَذٰکُرُ فَنَنْفَعُہٗ

الَّذِي كَرِهَ»۔

عس - ۳۴

اور اس کو نصیحت کرنا فائدہ ہی پہنچاتا۔

اور فرمایا :

((تَبَصَّرَةٌ وَذِكْرُهُ لِكُلِّ عَبْدٍ مُنِيبٍ))۔

جو ذریعہ ہے بنیائی اور دہائی کا ہر رجوع ہونے والے
بندے کے لیے۔

ق - ۸

نیز فرمایا :

((ذَلِكْ ذِكْرِي لِلَّذِي كَرِهَ))۔

ہود - ۱۱۴

یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو۔

نیز فرمایا :

((ذَلِكُمْ يُوعَظُ بِهِ مَنْ كَانَ يُذَوِّنُ))۔

الطلاق - ۲

اس (مضمون) سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ
اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے۔

قرآن کریم ان آیات سے پُر ہے جو وعظ و نصیحت کے انداز کو دعوت و ارشاد کے طریقہ کی بنیاد اور افراد کی اصلاح اور جماعتوں کی ہدایت تک پہنچنے کا راستہ بتلاتی ہیں، جو شخص قرآن کریم کا مطالعہ کرے گا وہ وعظ و نصیحت کے اسلوب کو قرآن کی بہت سی آیات میں ایک مشاہدہ حقیقت پائے گا، قرآن کریم کبھی تقویٰ اختیار کرنے کی نصیحت کرتا ہے اور کبھی نصیحت کرنے اور یاد دہانی کرانے کے اجر و ثواب اور شان کو بیان کرتا ہے کبھی وعظ و نصیحت سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب دیتا ہے، اور پھر نصیحت و خیر خواہی پر ابھارتا اور سیدھے راستے کی پیروی اختیار کرنے کا حکم دیتا ہے، اور پھر ترغیب کے ذریعہ متوجہ کرتا ہے، اور اخیر میں ڈرانے و دھمکانے کے اسلوب کو اختیار کرتا ہے، اور اس طرح سے قرآن کریم کا پڑھنے والا اس کے الفاظ و معانی میں وعظ و نصیحت کو متعدد سانچوں اور مختلف اسلوب میں موجود پائے گا جو ہر ذی نظر و صاحب بصیرت کے لیے اس بات کی تاکید کرتا ہے کہ قرآن کریم میں وعظ کو نفوس کو خیر کی تربیت دینے اور حق پر آمادہ کرنے اور ہدایت کے قبول کرنے کے سلسلہ میں نہایت اہمیت دی گئی ہے۔

اس سے قبل ہم قرآن کریم سے اس بات کی کئی واضح و صریح شہادات بیان کر چکے ہیں کہ پاک صاف نفوس اور کھلے ہوئے سینے اور سمجھدار و غور و فکر کرنے والی عقول کے سامنے اگر موثر انداز اور بلیغ وعظ و ارشاد، اور عمدہ نصیحت اور مخلصانہ پند و موعظت کے ذریعہ حق کو پیش کیا جائے تو وہ بلا تردد فوراً اس کو قبول کر لیتی ہیں، اور اول لمحہ میں اس سے متاثر ہوتی ہیں بلکہ فوراً حق کے سامنے گردن جھکا دیتی ہیں، اور اللہ کی اس ہدایت کو قبول کر لیتی ہیں جو اللہ نے نازل فرمائی ہے۔

یہ تو بڑے لڑکوں و آدمیوں کے لیے ہیں، پھر بھلا ان چھوٹے بچوں کا کیا کہنا جو فطرت اسلام پر پیدا ہوتے ہیں، اور ان کے قلوب پاک صاف ہوتے ہیں، ان میں کسی قسم کا تلوث و آلودگی نہیں ہوتی، اور ان کے نفوس کسی قسم کی جاہلی خرابی میں ملوث نہیں ہوتے، اور اب تک وہ گناہ و عدوان کی منزل تک نہیں پہنچے ہوتے ہیں، ظاہر ہے ایسے بچے وعظ و نصیحت

سے اور زیادہ متاثر ہوں گے اور ان کا نصیحت کو قبول کرنا اور زیادہ قوی ہوگا۔

اس لیے مربیوں کو یہ حقیقت سمجھنا چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کے لیے بھلائی و کمال، اور عقلی و اخلاقی پختگی و درستگی چاہتے ہیں تو انہیں وہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے جو قرآن کریم نے وعظ و نصیحت و رہنمائی کرنے میں اختیار کیا ہے۔ وہ شعور کی عمر میں ہوں یا اس سے قبل کی، تاکہ ان کو ایمانی و اخلاقی طور پر تیار کیا جاسکے اور ان کی نفسیاتی و معاشرتی تعمیر ہو سکے۔



اس موقع پر یہ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم اس طریقہ کو بیان کر دیں جسے قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے، تاکہ وہ لوگ اس کو اختیار کر لیں جن کے ذمہ تربیت کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ اور اپنی اولاد یا شاگردوں کو تیار کرنے اور سنوارنے اور تعلیم دینے و مہذب بنانے میں منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ قرآن کریم نے وعظ و نصیحت کے سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ مندرجہ ذیل اسلوب و انداز میں ممتاز و منفرد ہے:

۱۔ تسلی بخش و مطمئن کرنے کا انداز جس کے ساتھ نرمی و بحیر و دلول شامل ہوں۔

اس انداز کا انسان کے احساسات پر بہترین اثر پڑتا ہے اور دلول پر زبردست تاثیر ہوتی ہے۔ اور مطمئن کرنے کا یا نرمی و نکیر والا انداز قرآن کریم کے خطاب میں بہت واضح پایا جاتا ہے جہاں لوگوں کے قلوب و عقول سے انبیاء علیہم السلام اور دعاۃ کی زبانی خطاب کیا گیا ہے قطع نظر اس کے کہ وہ کسی بھی جنس یا قبیلہ سے ہوں یا کیسی ہی شکل و صورت کے مالک ہوں۔

ان مختلف انداز کی متنوع دعوتوں اور پیغاموں میں بعض نمونے درج ذیل ہیں:

بچوں کے لیے جو اعلان کیا گیا ان میں سے:

اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ اے بیٹا اللہ کا شریک نہ ٹھہرنا۔
 (وَاذْ قَالَ لِقْمَنُ لَبْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَبْنٰی لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ)) لقمان ۱۳

اور حضرت نوح علیہ السلام کی زبانی ارشاد ہے:
 (يٰۤاِبْنٰی اِذْ كَبَّ مَعَنَا وَلَا تَكُنْ مَعَهُ الْکٰفِرِیْنَ ۝۱۱) ہود ۴۲
 اے بیٹے سوار ہو جا ہمارے ساتھ اور کافروں کے ساتھ مت رہ۔

اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی زبانی اعلان ہوتا ہے:

اے بیٹے اپنا ثواب اپنے بھائیوں کے سامنے مت بیان
 (قَالَ یٰۤاِبْنٰی لَا تَقْضُ زُوْاۤکَ عَلٰی

إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ ۵۰ یوسف - ۵۰

کرنا پھر وہ تمہارے واسطے کچھ فریب بنائیں گے البتہ
شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

اور حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہما السلام کی زبانی ارشاد ہے:
إِنِّي نَبِيٌّ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ لَكُمُ الَّذِينَ فَلَا تَمُوتُونَ
إِلَّا وَ أَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ البقرہ - ۱۳۲

اے محبوبے شک اللہ نے جن کو دیا ہے تم کو دین سو تم ہرگز
نہ مرنا مگر مسلمان۔

● عورتوں کے لیے جو اعلان کیے گئے:

فرشتوں کی زبانی حضرت مریم علیہا السلام کے لیے اعلان ہوتا ہے:
يَا مَرْيَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ
عَلَىٰ نِسَاءِ الْعَالَمِينَ لِيَهَيِّئَ لَكُتِي لِرَبِّكِ
وَاسْجُدِي وَارْكَعِي مَعَ الرَّاكِعِينَ ۝ آل عمران - ۴۲

اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستمہار بنایا اور پسند کیا
تجھ کو سب جہاں کی عورتوں پر۔ اے مریم بندگی کر اپنے
رب کی اور سجدہ کر اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے۔
اور فرمایا:

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ أَسْتَفْتِيكَ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ إِنِ
اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِي
فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝

اے نبی کی بیویوں عام عورتوں کی طرح نہیں ہو جب کہ
تم تقویٰ اختیار کر رکھو تو تم بولی میں نزاکت مست اختیار
کر دو کہ اس سے ایسے شخص کو خیال (فاسد) پیدا ہونے
لگتا ہے جس کے قلب میں ترابی ہے اور قاعدے کے
موافق بات کہا کر دو۔

الاحزاب - ۳۲

● قوموں کے لیے اعلان:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زبانی اعلان ہوتا ہے:
يَا قَوْمِ إِن كُنتُمْ تَحِبُّونَ لَإِنَّكُمْ أَنتُمْ أَنْفُسُكُمْ يَأْتِيَكُمْ
فَتُؤْتُوا إِلَىٰ بَارِيكُمْ فَاقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ ذَٰلِكُمْ
خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِيكُمْ فَتَنَابَ عَلَيْكُمْ ذَٰلِكُمْ
هُوَ الثَّوَابُ الرَّجِيمُ ۝

اے قوم تم نے اپنا نقصان کیا یہ سمجھو اپنا کر، سواب تو یہ
کہ اپنے پیدا کرنے والے کی طرف۔ اور اپنی اپنی جان کو
مار ڈالو یہ تمہارے خالق کے نزدیک تمہارے لیے
بہتر ہے، پھر متوجہ ہوا تم پر بے شک وہی ہے معاف
کرنے والا نہایت مہربان۔

البقرہ - ۵۴

اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام ہی کی زبانِ مبارک سے اعلان ہوتا ہے :

((يَقُولُ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلْ
فِيكُمْ اَنْبِيَاءً وَجَعَلَكُمْ مُلُوكًا وَاشْكُرْ مَا لَهُ
يُؤْتِي أَحَدًا مِنَ الْعَالَمِينَ ۝)). المائدہ - ۲۰

اے قوم یاد کرو اپنے اوپر اللہ کا احسان جب پیدا کیے
تم میں نبی اور تم کو بادشاہ کر دیا اور دین تم کو جو نہیں دیا تھا
جہاں میں کسی کو۔

اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا وہ دائمی جو مسلمان ہو گیا تھا اس کی زبانی ارشاد ہوتا ہے :

((يَقُولُ اتَّبِعُونِ اهْدِيكُمْ سَبِيلَ الرَّشَادِ ۝ يَقُولُ
لَا تَتَّخِذُوا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا مَتَاعًا وَ اِنَّ الْاٰخِرَةَ
هِيَ دَارُ النِّقَارِ ... وَلِيَقْرَأَ مَا لِيْ اَدْعُوْكُمْ
اِلَى التَّجَاوٰى وَتَذَعُوْا نَفْسِيْ اِلَى النَّارِ ...)).
المؤمن - ۲۸ تا ۳۱

اے میرے بھائیوں میری پیروی کرو میں تمہیں سبک
راستہ بتا رہا ہوں۔ اے میرے بھائیو! دنیاوی زندگی محض
چند روزہ ہے۔ اور تمہارے لئے کھانا تو آخرت ہی ہے ...
اور اے میرے بھائیو! یہ کیا ہے کہ میں تو تمہیں نجات کی
طرف بلاتا ہوں اور تم مجھے دوزخ کی طرف بلاتے ہو ...

اور دائمی جنوں کے ذریعہ ارشاد ہے :

((يَقُوْمُنَا اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ
مُوسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ يَهْدِيْ اِلَى
الْحَقِّ وَ اِلَى طَرِيْقٍ مُّسْتَقِيْمٍ يَقُوْمُنَا اٰجِبُوْا
دَاعِيَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهِ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ
وَ يَجْزِلْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝)).
الاحقاف - ۲۱ و ۲۲

اے ہماری قوم والو! ہم ایک کتاب سن کر آئے ہیں جو
موسیٰ کے بعد نازل کی گئی ہے، جو اپنے سے پہلی کتابوں کی
تصدیق کرتی ہے، اور حق اور راہِ راست کی طرف رہنمائی
کرتی ہے، اے ہماری قوم والو! کہنا اللہ کی طرف
بلانے والوں کا اور اس پر ایمان لے آؤ۔ اللہ تمہارے گناہ
معاف کر دے گا اور تمہیں محفوظ رکھے گا عذابِ دردناک سے۔

● مؤمنین کے لیے قرآنِ کریم نے جو اعلانات کیے ہیں ان میں سے :

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْذُوْا بِالْصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ
اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝)). البقرہ - ۱۵۳

اے مسلمانو! مدد و لوا ساتھ صبر اور نماز سے، بے شک اللہ
صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

اور فرمایا :

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تَقٰتِهٖ
وَلَا تَمُوْشُوْا اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝)). آل عمران - ۱۰۴

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے ڈرنا
چاہیئے، اور نہ مرو و محرم مسلمان۔

نیز ارشاد فرمایا :

اے ایمان والو! تم کو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے۔

اے اہل کتاب! آدھ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم سحر اللہ کی، اور شرک نہ ٹھہرائیں اس کا کسی کو، اور نہ بنائے کوئی کس کو رب سوا اللہ کے، پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔

اے کتاب والو! تم حقیق آئیے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کر لے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں سے، اور بہت سی چیزوں سے درگزر کرتا ہے۔ بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشن اور ظاہر کرنے والی کتاب آئی ہے۔

اے کتاب والو! تم کسی راہ پر نہیں جس جب تک نہ قائم کرو تورات اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے، اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی شرارت اور کفر اس کلام سے جو آپ پر اترا آپ کے رب کی طرف سے، سو آپ اس قوم کفار پر افسوس نہ کریں۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ﴾۔ الانفال ۲۴

اہل کتاب کو جو آواز لگائی گئی ہے:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَى كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا آرِبًا بآءٍ مِّن دُونِ اللَّهِ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾۔ آل عمران ۶۴

اور فرمایا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ الْكِتَابِ وَيَعْفُو عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ﴾۔

المائدہ - ۱۵

نیز فرمایا:

﴿يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُ عَلَى شَيْءٍ حَتَّى تُثْقِلُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْكُمْ مِّن رَّبِّكُمْ وَلَئِيذِينَ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَّا أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِّن رَّبِّكَ طُفْيَانًا وَكُفْرًا فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ﴾۔ المائدہ - ۶۸

تمام لوگوں کو جو آواز لگائی ہے ان میں سے:

اے لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پر سبیز کار بن جاؤ جس نے تمہارے واسطے زمین کو بھینچا بنایا اور آسمان کو بچھت

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَوْ

اور آسمان سے پانی اتارا، پھر اس سے تمہارے کھانے کے واسطے میوے نکالے، سو نہ تمہارا کسی کو اللہ کے مقابل اور تم کو جانتے ہو۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَاَخْرَجَ بِهِ مِنَ الشَّجَرِ اَنْبَاً لَّكُمْ ۖ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۲۱ البقرہ - ۲۱ و ۲۲

نیز فرمایا :

اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سند پہنچ چکی اور تمہاری ہم نے تم پر واضح روشنی۔

اَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۝۲۳ النسا - ۲۳ اور فرمایا :

اے لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو کیوں کہ قیامت کے دن، کا زلزلہ بڑی بھاری چیز ہے، جس روز تم اے دیکھو گے ہر دودھ پلانے والی اپنے دودھ پیتے بچے کو بھول جائے گی، اور ہر حمل والی اپنا حمل ڈال دے گی، اور لوگ تجھ نشہ میں دکھائی دیں گے حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہے ہی سخت چیز۔

اَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝۲۴ يَوْمَ تَوْنُوْهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَ تَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا وَ تَرَى النَّاسَ سُكَرٰى وَ مَا هُمْ بِسُكَرٰى وَلٰكِنْ عَذَابُ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲۵ الحج - ۲۵

اس قسم کے اعلانات و کلمات پند و موعظت قرآن کریم میں بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں۔

۲۔ قصص و واقعات کے انداز میں عبرت و نصیحت۔

یہ ایک ایسا اسلوب ہے جس کے اثرات نفس پر پڑتے ہیں اور یہ ذہن کو متاثر کرتا ہے، اور اس کی دلیلیں عقلی و منطقی طرز کی ہوتی ہیں، اس اسلوب کو قرآن کریم نے بہت سے مواقع پر استعمال کیا ہے خصوصاً رسولوں کے اپنی قوموں کے ساتھ جو واقعات پیش آئے ہیں ان میں، اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ خصوصی انعام فرمایا کہ ان کے سامنے بہترین قصہ بیان فرمایا، اور ان پر بہترین کلام نازل فرمایا، تاکہ وہ لوگوں کے لیے نشانی و عبرت کا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ثبات اور ثابت قدمی و پختگی کا ذریعہ بنے، ارشاد ہے :

ہم آپ کے سامنے بہت اچھا بیان بیان کرتے ہیں اس واسطے کہ ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن بھیجا۔

اِنَّا نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْاَقْصَصِ بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ ۚ هٰذَا الْقُرْاٰنُ ۝۱ یوسف - ۱

اور فرمایا :

یہ بتائیں ہیں کہ ہم ان کے کچھ حالات آپ کو سناتے ہیں۔

اِنَّ تِلْكَ الْقَصٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْبَاٍ اَنْجَا ۝۱۱ الاعراف - ۱۱

نیز فرمایا :

اور سب چیز بیان کرتے ہیں آپ کے سامنے رسولوں کے احوال سے جس سے آپ کے دل کو تسلی دیں۔

«وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نُنْثِيَتْ بِهِمْ فُؤَادَكَ»۔ ہود - ۱۲۰

اور فرمایا :

سوربان کیجیے یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں۔

«فَأَقْصَصَ الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ» (الاعراف - ۱۷۹)

اور فرمایا :

آپ کو موسیٰ کا بھی قصہ پہنچا ہے ؟

«هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى»۔ النازعات - ۱۵

نیز فرمایا :

کیا آپ تک ابراہیم کے معزز مہانوں کی حکایت پہنچی ہے۔

«هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ ضَيْفِ إِبْرَاهِيمَ الْمُكْرَمِينَ» (الزمر - ۲۷)

اور فرمایا :

ہاں کیا آپ کو ان شکریوں کا قصہ پہنچا ہے (دہی، فرعون اور شمود کا۔

«هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْجُنُودِ فِرْعَوْنَ وَثَمُودَ»۔

البروج - ۱۸۹

قرآن کریم ان واقعات سے پُر ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اپنی قوموں کے ساتھ پیش آئے ہیں، اور بعض اوقات تو ایک ہی قصہ قرآن کریم کی متعدد سورتوں میں مکرر ذکر کیا گیا ہے، تاکہ ہر مرتبہ اور ہر جگہ اس قصے کو نئے ایسے انداز کے ساتھ پیش کیا جائے جو سابق اسلوب و طرز سے مختلف ہو، تاکہ ایک جانب قرآن کا معجزانہ شاندار اسلوب اور کیا انداز بیان کا نقشہ سامنے آجائے اور دوسری جانب اس عبرت کا اظہار ہو جائے جو ان آیات میں پوشیدہ اور ان الفاظ و معانی سے ظاہر ہوئی ہے جس کا ادراک راہنمائی فی العلم اور قرآن کریم کی بلاغت سمجھنے والے ہی کر سکتے ہیں۔

اس بات کو ہم مثال سے سمجھاتے ہیں :

حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کا قصہ قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر مذکور ہے، ان واقعات و قصص میں سے ہم صرف دو قصے لے لیتے ہیں اور پھر ان کے درمیان مقابلہ کرتے ہیں، تاکہ پڑھنے والے کو اس تکرار کا راز معلوم ہو جائے :

پہلا قصہ سورۃ اعراف میں (۱۰۴ - ۱۳۹) میں مذکور ہے :

اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار عالم کا، قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر بوجہ ہے، لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے رب کی جو بھیج دے میرے ساتھ نبی اسرائیل کو بولا اگر تو لایا ہے کوئی نشانی تو لایا اس کو اگر تو سچا ہے، تب

«وَقَالَ مُوسَىٰ يُفْرِعُونَ (فِي رَسُولٍ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ) حَقِيقٌ عَلَىٰ أَنْ لَا أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقُّ قَدْ جئتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ قَالَ إِنْ كُنْتَ جئتُ بِبَيِّنَةٍ فَاتَّبِعْنِي أِنَّ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ» (الاعراف - ۱۷۹)

ڈال دیا انہوں نے اپنا عصا تو اسی وقت ہو گیا
اژدھا صریح۔

الْصَّادِقِينَ ۖ قَالَ لَقَدْ عَصَاكَ فَإِذَا هِيَ تَلُجُ
مُتَسِينَ»۔

دوسرا قصہ سورہ نازعات (۱۵-۲۶) میں مذکور ہے :

«هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَى ۖ إِذْ نَادَاهُ رَبُّهُ
يَا لَوْلَا اِنتَقَذْتَنِي ۚ فَادْعُ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ
إِنَّهُ طَغَىٰ ۖ فَقُلْ هَلْ لَّكَ إِلَىٰ اَنْ تَزْكَا ۖ وَ
اَهْدِيكَ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ فَتَخْشَىٰ ۚ فَارَاهُ الْاَيَّةَ
الْكُبْرَىٰ ۖ فَلَكَذَّبَ وَصَٰغَىٰ ۖ ثُمَّ ادْبَرَ لِيَسْعَىٰ
فَتَحْشَرَ فَنَادَىٰ ۖ فَقَالَ اَنَا رَبُّكُمْ الْاَعْلَىٰ ۖ
فَاَخَذَهُ اللّٰهُ نَكَالَ الْاِخِرَةِ وَالْاُولَىٰ ۚ إِنَّ فِي
ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّمَنْ يَخْشَىٰ ۝»۔

آپ کو موسیٰ کا بھی قصہ پہنچا ہے؟ (یا ذکر وہ وقت)
جب انہیں ان کے پروردگار نے ایک پال میدان
(یعنی موسیٰ میں پکارا کہ آپ فرعون کے پاس ہائیں اس
نے کشری اختیار کی ہے، سو اس سے کہیے کیا تو پاتا ہے کہ
تو درست ہو جائے اور میں تیری رہنمائی تیرے پروردگار
کی طرف کردوں، جس سے تو نصیحت اختیار کرے پھر
ہم نے اسے بڑی نشانی دکھائی لیکن اس نے جھٹلایا اور
کہنا مانا، پھر وہ جادوگر کو کشرش کرنے لگا اور لوگوں کو
جمع کیا پھر بلند آواز سے تقریر کی اور کہا کہ میں ہوں تمہارا رب
اعلیٰ اس پر اللہ نے اسے پھولیا آخرت اور دنیا کے مذا
میں بے شک اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے اس
کے لیے جو نصیحت رکھتا ہو۔

ان دونوں قصوں میں موازنہ کرنے سے مندرجہ ذیل امور کھل کر سامنے آتے ہیں :

۱۔ پہلا قصہ مفصل و طویل ہے اور دوسرا مختصر و مجمل ہے۔

۲۔ دونوں قصوں کے اسلوب و انداز میں بہت بڑا فرق ہے خواہ اس کا تعلق آیات و فواصل سے لمبے اور چھوٹے
ہونے کے لحاظ سے ہو، یا ان کی ترکیب و معنی کے اعتبار سے یا امر و نہی کے صیغوں کے لحاظ سے۔

۳۔ سورہ اعراف میں عبرت کا محور مندرجہ ذیل امور پر مشتمل ہے :

الف - فرعون پر حجت و دلیل قائم کرنا۔

ب - حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سچائی پر دلالت کرنے والے معجزوں کا ظاہر کرنا۔

ج - وہ گفتگو جو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کے درمیان ہوئی۔

د - حجت و دلیل قائم ہونے پر جادوگروں کا ایمان قبول کرنا۔

۴۔ فرعون کا ڈرنا دھمکانا اور وعدہ وعید۔

و۔ جادو گروں کے دلوں میں جب ایمان کی روشنی داخل ہو گئی تو ان کا فرعون کی دھمکی وغیرہ کی پرواہ نہ کرنا۔
 ز۔ فرعون کے متبعین و آل اولاد کو قحط سالی و پھلوں میں کمی سے سزا دینا۔
 ح۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو غرق کر کے انتقام لینا۔

سورۃ نازعات میں جن چیزوں پر زور دیا گیا وہ درج ذیل ہیں:
 الف۔ خدائی کا دعویٰ کرنے پر فرعون کی گرفت اور اس کو ہلاک کرنا۔

ب۔ جو اس سے نصیحت و عبرت حاصل کرنا چاہے اس کے لیے عبرت کا سامان۔
 اس تفصیل کے بعد آپ کے سامنے وہ عظیم فرق کھل کر آگیا ہو گا جو ان دونوں قصوں میں مذکور ہے چاہے اس کا تعلق بلاغی ذوق سے ہو یا عبرت و نصیحت حاصل کرنے کے لحاظ سے، اس لیے یہ قطعاً درست نہیں ہے کہ ہم یہ سمجھیں کہ ان بار بار دہرائے جانے والے قصوں میں صرف تکرار ہے، اس لیے کہ جن قصوں کو قرآن کریم نے مکرر ذکر کیا ہے وہ اس طرح کے نہیں ہیں جیسا کہ ان دونوں قصوں کو پیش کرنے سے آپ کے سامنے یہ فرق واضح ہو چکا ہو گا۔
 ۳۔ مواظظ و نصیحت کے ساتھ قرآنی رہنمائی۔

قرآن کریم ان آیات سے پُر ہے جن میں نصائح و مواظظ مذکور ہیں، اور اس میں ایسی نصوص و آیات بکثرت ہیں جن میں قاری و پڑھنے والے کے لیے ایسی پسند و نصیحت سے کام لیا گیا ہے جو اسے دین و دنیا اور آخرت میں فائدہ پہنچا اور اس کی روح و عقل و جسم کی آبیاری و تیاری کرے، اور اس شخص کو اس قابل بنایا جاسکے جس کے ذریعے وہ دعوت کے میدان کا سپاہی اور جہاد کے میدان کا غازی بن سکے۔

قرآن کریم کا ارواح و قلوب پر بہت عظیم اثر ہوتا ہے، چنانچہ جب ایک مسلمان شخص اللہ تعالیٰ کی آیات کی تلاوت سنتا ہے تو اس کے دل میں خشوع پیدا ہوتا ہے، اور اس کا نفس اس کا مشاق ہوتا ہے، اور اس کی آواز پر اس کی روح حرکت میں آجاتی ہے، اور وہ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کرتا ہے کہ وہ اس کی نصیحت پر عمل پیرا اور اس کی وصیت پر لبیک کہے گا، اور احکامات کو بجالائے گا اور ممنوع اشیا سے بچے گا، اس لیے کہ یہ اس ذات کا نازل کردہ کلام ہے جو حکمتوں اور بزرگی والا ہے، اسی میں انسان کی تمام بیماریوں کا شافی علاج اور جسمانی امراض اور قلوب کی بیماریوں سے بچاؤ کی تدبیر و علاج مذکور ہے۔

قرآن کریم کی رہنمائی کے اس انداز کے بعض نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

الف۔ سورہ لقمان میں ارشاد ہے:

اور اس وقت کا ذکر کیجیے جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت

((وَرَادَّ قَالَ لِقَمْنُ لَا بَيْنَهُ وَهُوَ يَعْظُمُ يَلْبُئِي

کرتے ہوئے کہا کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہرانا۔

لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ ۚ ۱۳۔ لہٰذا

ب۔ سورہ فرقان میں ارشاد ہے:

«وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَّقُونَ عَلَى الْغُلُوبِ
هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ۚ
وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۚ
وَالَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا عَذَابَ جَهَنَّمَ ۚ
إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ۚ إِنَّهَا سَاءَتْ مُسْتَقَرًّا
وَمَقَامًا ۚ وَالَّذِينَ إِذَا أَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ
يَقْتُرُوا وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا ۚ وَالَّذِينَ لَا
يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ
الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ وَمَنْ يَفْعَلْ
ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۚ يُضَاعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ
الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدْ فِيهِ مُهَانًا ۚ إِلَّا مَنْ تَابَ
وَأَمَّنْ وَعَمِلَ صَالِحًا فَأُولَٰئِكَ يَبْدِلُ اللَّهُ
سَيِّئَاتِهِمْ حَسَنَاتٍ ۚ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا
وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَإِنَّهُ يَتُوبُ إِلَى اللَّهِ
مَتَابًا ۚ وَالَّذِينَ لَا يَشْهَدُونَ الزُّورَ وَإِذَا مَرُّوا
بِالْغُرُفِ مَرُّوا كِرَامًا ۚ وَالَّذِينَ إِذَا ذُكِّرُوا بِآيَاتِ
رَبِّهِمْ لَمْ يَجْعَلُوا عَلَيْهَا حِمْلًا ۚ وَغِيًّا ۚ وَالَّذِينَ
يَقُولُونَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ أَنْزِلِجَنَّا وَذُرِّيَّتِنَا
قُدْرَةً أَعْيُنٍ وَاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِينَ إِمَامًا ۚ
أُولَٰئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوا وَيُلَقَّوْنَ
فِيهَا تَحِيَّةً وَسَلَامًا ۚ خُلِدُوا فِيهَا
حَسَنَتٌ مُسْتَقَرًّا وَمُقَامًا ۚ قُلْ مَا
يَعْبُودُونَ بِكُمْ رَبِّي أُولَٰئِكَ دُعَاؤُكُمْ ۚ فَكُفُّوا

اور خدائے رحمان کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر
فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں۔ اور جب ان سے جہالت
والے لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں
خیر، اور جو باتوں کو اپنے پروردگار کے سامنے سجدہ و
قیام میں لگے رہتے ہیں۔ اور وہ جو دعائیں مانگتے ہیں کہ
اے ہمارے پروردگار ہم سے جہنم کے عذاب کو دور
رکھو۔ کہ بے شک اس کا عذاب پوری تباہی ہے، اور
بے شک وہ (جہنم) برا ٹھکانا ہے اور (برا) مقام ہے۔
اور وہ لوگ جب فرج کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچ
کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں اور اسی کے درمیان (ان
کا فرج) اعتدال پر رہتا ہے۔ اور جو اللہ کے ساتھ کسی
اور کو معبود نہیں پکارتے اور جس (انسان کی) جان کو
اللہ نے محفوظ قرار دے دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے
مگر ہاں حق پر۔ اور نہ زنا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا
کرسے گا اس کو سزا سے سابقہ پڑے گا قیامت کے
دن، اس کا عذاب بڑھا جائے گا وہ اس میں (ہمیشہ)
ذلیل ہو کر پڑا رہے گا مگر ہاں جو توبہ کرے اور ایمان
لے آئے اور نیک کام کرتا رہے، سو ایسے لوگوں کو اللہ
ان کی بدیوں کی جگہ نیکیاں عنایت کرے گا، اور اللہ تو
سب سے ہی بڑا مغفرت والا بڑا رحمت والا۔ اور جو کوئی توبہ
کرتا ہے اور نیک کام کرتا ہے تو وہ بھی اللہ کی طرف
خاص طور پر رجوع کر رہا ہے، اور وہ ایسے لوگ ہیں کہ
یہودہ باتوں میں شامل نہیں ہوتے اور حبیب و نوح و

كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُونُ لِزَامًا ۝

الفرقان - ۹۳ تا ۹۷

‡ ‡ ‡
‡ ‡ ‡
‡ ‡ ‡
‡ ‡ ‡
‡ ‡ ‡

ج۔ سورہ نسا میں ہے:

«وَاَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تَشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَ
بِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا وَبِذِي الْقُرْبَىٰ وَ
الْيَتَامَىٰ وَالْمَسْكِينِ وَ الْجَارِ ذِي الْقُرْبَىٰ
وَالْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنَاحِ وَابْنِ
السَّبِيلِ ۚ وَمَا مَلَكَتْ أَيْمَانُكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُورًا ۝
الَّذِينَ يَبْخُلُونَ وَيَأْمُرُونَ النَّاسَ
بِالْبَخْلِ وَيَكْتُمُونَ مَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ
فَضْلِهِ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ عَذَابًا مُهِينًا
وَالَّذِينَ يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ رِئَاءَ النَّاسِ
وَلَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ وَمَنْ

کے پاس سے گزرتے ہیں تو شرافت کے ساتھ گزر
جاتے ہیں۔ اور وہ لوگ ایسے ہیں کہ جب انہیں نصیحت
کی جاتی ہے ان کے پروردگار کی آیات کے ذریعے
تو یہ ان پر اندھے بہرے ہو کر نہیں گرتے، اور یہ وہ
لوگ ہیں جو دعا کرتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار
ہم کو ہماری بیویوں اور ہماری اولاد کی طرف سے آنکھوں
کی ٹھنڈک عطا فرما، اور ہم کو پرہیزگاروں کا سزا بنائے
، ایسے لوگوں کو بالآخر انہیں ملیں گے جو یہ ان کی ثابت قدمی
کے، اور ان کو وہاں دعا و سلام ملے گا، اسی میں وہ ہمیشہ
رہیں گے، کیا اچھا ہے وہ ٹھکانا اور مقام، آپ کہہ دیجیے
کہ میرا پروردگار تمہاری پرواہ ذرا بھی نہ کرے گا اگر تم
عبادت نہ کرو گے سو تم خوب مہملہ چلے، سو عنقریب
یہ (تکذیب) وبال بن کر رہے گی۔

اور بندگی کرو اللہ کی اور شریک نہ کرو کسی کو اس کے
ساتھ۔ اور ماں باپ کے ساتھ نیک کر اور قربت والوں
کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں اور مسایہ قریب اور
مسایہ اجنبی اور پاسبان بیٹھے والے اور مسافر کے ساتھ۔ اور
اپنے ہاتھ کے مال یعنی غلام باندیوں کے ساتھ۔ بے شک
اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا جو کہ
نخل کرتے ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے
ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے۔ اور تیار کر رکھا
ہے ہم نے کافروں کے لیے ذلت کا عذاب۔ اور وہ لوگ
جو کہ خسران کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے
لیے۔ اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن

۔ اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔

يَكُنِ الشَّيْطَانُ لَكُمْ قَرِينًا فَسَاءَ قَرِينًا ۝ الشارح ۲۹ تا ۳۰
د۔ سورہ بقرہ میں ارشاد ہے:

نیکی کچھ سی نہیں کہ اپنا مذہب کی طرف یا مغرب کی طرف
کرو، لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے کہ ہو کوئی اللہ پر اور قیامت
کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں
پر ایمان لائے، اور اس کی محبت پر مال و سہ رشتہ و اردن
کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے
والوں کو اور گریز میں چھڑانے میں، اور قائم رکھے نماز اور
دیا کرے زکوٰۃ، اور جب عہد کریں تو اپنے اقرار کو پورا کرنے
والے، اور سختی اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت مہربانی
والے، یہی لوگ ہیں سچے اور یہی ہیں پرہیزگار

«الَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُولُوا وَجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
وَ الْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ وَآتَى
الْمَالَ عَلَى حُبِّهِ ذَوِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ وَ
الْمَسْكِينِ وَابْنُ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ وَفِي
الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَالْمُوفُونَ
بِعَهْدِهِمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّادِقِينَ فِي
الْبَيِّنَاتِ وَالصَّدَاقَاتِ وَالْحَبِيبِينَ ۝ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ۝»

۴۔ سورہ اسراء میں فرمایا:

اور آپ کا رب حکم کر چکا کہ اس کے سوائے کسی کو نہ پوجو
اور مال باپ کے ساتھ سمجھائی کرو، اگر پہنچ جائے بڑھاپے
کو تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دو لوں تو کہو ان
کو ہوں اور نہ ان کو جھڑکو، اور کہو ان سے ادب کی
بات، اور نیاز مند سے عاجزی کر کے ان کے سامنے
کندھے جھکا دو، اور کہو اسے رب ان پر رحم کیجیے جیسا کہ
انہوں نے مجھ کو چھوڑا سا پالا، تمہارا رب خوب جانتا ہے جو
تمہارے جی میں ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے
والوں کو بخشتا ہے، اور دو قربت والے کو اس کا حق اور
محتاج کو اور مسافر کو، اور مست اٹھاؤ بیجا، بے شک اڑانے
والے شیطانوں کے بھائی ہیں، اور شیطان اپنے رب کا
شکر ہے، اور اگر کبھی اپنے رب کی مہربانی کے انتظار
میں جس کی تم کو توقع ہے تم ان کی طرف سے تغافل کرو تو

«وَقَضَىٰ رَبُّكَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ
حُسْنًا ۖ إِنَّمَا يَبْتَغِيَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا
أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُلْ لَهُمَا آفٌ وَلَا تُنْهَرُهُمَا
وَقُلْ لَهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا ۖ وَخَفِضْ لَهُمَا
جَنَاحَ الذَّلِيلِ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَبِّ
ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيْتَنِي صَغِيرًا ۖ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا
فِي نُفُوسِكُمْ ۖ إِنْ تَكُونُوا صَالِحِينَ فَإِنَّهُ
كَانَ لِلَّهِ عَفْوَ ۖ وَإِنَّ ذَا الْقُرْبَىٰ حَقُّهُ
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَلَا تُبْدِرُوا تَبْذِيرًا
إِنَّ الْمُبْدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ ۖ وَ
كَانَ الشَّيْطَانُ لِرَبِّهِ كَفُورًا ۖ وَإِنَّمَا تُعْرَضُونَ عَنْهُمْ
بِتَعَاةٍ رَحْمَةٍ مِّنْ رَبِّكَ تَرْجُوهَا فَقُلْ لَهُمْ قَوْلًا
مِّنْسُورًا وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ

وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا
مَحْشُورًا ۚ إِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَن يَشَاءُ وَ
يَقْدِرُ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِعِبَادِهِ خَبِيرًا بَصِيرًا ۝ وَلَا
تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ ۖ خَشْيَةَ أَمْلَاقِكُمْ ۚ إِنَّكُمْ تُرْزَقُكُمْ
وَأَبَاكُمْ ۚ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۝ وَلَا
تَقْرَبُوا الرِّئْيَ ۚ إِنَّهُ كَانَ فَاحِشَةً وَسَاءَ سَبِيلًا ۝
وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ ۖ إِلَّا بِالْحَقِّ ۚ
وَمَن قَتَلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيَّتِهِ سُلْطٰنًا
فَلَا يُبْرِئُ فِي الْقَتْلِ ۚ إِنَّهُ كَانَ مَنصُورًا ۝
وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ
حَتَّىٰ يَبْلُغَ ۚ أَشْدَّ كَسًا وَافُوا بِالْعَهْدِ ۚ إِنَّ
الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۝ وَافُوا الْكَيْلَ ۚ إِذَا
كَلَّمْتُمْ وَزِنُوا بِالْقِسْطَيْنِ ۚ أُولَٰئِكَ
خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ۝ وَلَا تَقْعُ مَا لَيْسَ لَكَ
بِهِ عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ
أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۝ وَلَا تَنْشِ فِي
الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن
تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۝ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئَةً
عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۝

الاسراء ۲۳ تا ۳۸

کہہ دو ان کو نرمی کی بات، اور اپنا ہاتھ اپنی گردن کے ساتھ
بندھا ہوا امت رکھو اور نہ اس کو کھول دو بالکل کھولنا کہ
پھر تم بیٹھے رہو الزام کھائے ہوئے بارے ہوئے تمہارا
رب جس کے لیے چاہے روزی کھول دیتا ہے اور تنگ
بھی وہی کرتا ہے، وہی اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے
والا ہے۔ اور مغلسی کے خوف سے اپنی اولاد کو نہ مارو
ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو، بے شک ان کا مانا
بڑی خطا ہے، اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ ہے بے حیائی
اور بری راہ ہے، اور اس جان کو نہ مارو جس کو اللہ نے
منع کر دیا ہے مگر حق پر، اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس
کے وارث کو زور دیا ہے سو قتل کرنے میں حد سے نہ
کل جائے اس کو مدد ملتی ہے، اور یتیم کے مال کے
قریب نہ جاؤ مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ اپنی
جوئی کو پہنچے، اور عہد کو پورا کرو جسے شک عہد کی پوچھ ہوگی
اور جب ماپ کر دینے لگو تو ماپ پورا بھر دو اور سیدی
ترازو سے تولو یہ بہتر ہے اور اس کا انجام اچھا ہے اور
جس بات کی تم کو خبر نہیں اس کے پیچھے نہ پڑو بے شک
کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی، اور
زمین پر اترا تے ہوئے نہ چلو تم زمین کو پھاڑ نہ ڈالو گے اور
نہ لبا ہو کر پہاڑوں تک پہنچو گے۔ یہ سب باتیں ہیں ان
سب میں بری چیز ہے تمہارے رب کی بیزار ہے۔

اس کے علاوہ اور دوسری نصیحتیں، وعظ، رہنمائیاں، احکامات اور منہیات وغیرہ جن کو قرآن کریم کی آیات
نے خوب کھول کر بیان کیا ہے، اور قرآن کریم ان کی طرف دعوت دیتا ہے۔

اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ قرآن کریم نے اپنی توجہات و رہنمائوں میں مختلف انداز اختیار کیے ہیں جن میں سے بعض

یہ ہیں:

الف۔ قرآن کریم کی وہ رہنمائی جو حروفِ تاکید کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے کہ فرمانِ الہی:

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَعْقِلُونَ﴾ (الرعد: ۴)

اور:

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ﴾ (الرعد: ۳)

اور ارشادِ ربانی:

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَذَكَّرُونَ﴾ (یونس: ۶۷)

اور ارشادِ ربانی:

﴿إِنَّ فِي ذَلِكَ لَذِكْرَ لِمَن كَانَ لَهُ قَلْبٌ

أَوْ أَلْفَ السَّعَةِ وَهُوَ شَهِيدٌ﴾ (ق: ۳۷)

ب۔ قرآن کریم کی وہ رہنمائی جو حروفِ استفہام انکاریہ کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے ارشادِ ربانی ہے:

﴿أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهِ رَيْبَ

النُّونِ ۝ قُلْ تَرَبَّصُوا فَإِنِّي مَعَكُمْ مِنَ

الْمُتَرَبِّصِينَ ۝ أَمْ تَأْمُرُهُمْ أَخْلَاهُم بِهَدَا

أَمْرِهِمْ قَوْمٌ طَاغُوتٌ ۝ أَمْ يَقُولُونَ تَقُولُهُ

بَلْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَلْيَاثُوا بِعَدِيَّتِهِ مِثْلِهِ

إِنْ كَانُوا صَادِقِينَ ۝ أَمْ خَلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ

هُمْ الْخَلْقُونَ ۝ أَمْ خَلَقُوا السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ

بَلْ لَا يُوقِنُونَ ۝ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنُ

رَيْكَ أَمْ لَهُمُ الْمَضْطَرُوتُ ۝ أَمْ لَهُمْ سُلْمٌ

يَنْصَمُونَ فِيهِ ۝ فَلْيَأْتِ مُسْتَوْعِمُهُمْ بِسُلْطٰنٍ

مُبِينٍ ۝ أَمْ لَهُ الْبَنَاتُ وَلَكُمُ الْبَنُونَ ۝

أَمْ نَشْأُهُمْ آبَحَا فَهُمْ مِنْ غَيْرِهِ مُتَشَقِّلُونَ ۝

أَمْ عِنْدَهُمُ الْغَيْبُ فَهُمْ يَكْتُمُونَ ۝ أَمْ

يُرِيدُونَ كَيْدًا ۝ قَالِ الَّذِينَ كَفَرُوا هُمْ

الْمُكِيدُونَ ۝ أَمْ لَهُمْ إِلٰهٌ غَيْرُ اللَّهِ ۝

اس میں سوچنے کی جگہ ہے اس کے لیے جس کے اندر

دل ہے یا لگائے کان دل لگا کر۔

کیا کہتے ہیں یہ شاعر ہے ہم اس پر گردشِ زمانہ کے منتظر

ہیں، آپ کہہ دیجیے تم منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر

ہوں، کیا ان کی عقلیں ان کو یہی سکھاتی ہیں، یا یہ لوگ شرارت

پر ہیں، یا کہتے ہیں کہ یہ خود قرآن بنا لائے ہیں، اصل یہ ہے

کہ ان میں ایمان ہی نہیں، پھر چاہیے کہ کوئی اس طرح کی

بات لے آئیں اگر وہ سچے ہیں، کیا وہ آپ ہی آپ بن گئے

ہیں یا وہی بننے والے ہیں یا انہوں نے آسمانوں کو اور

زمین کو بنایا ہے، اصل یہ ہے کہ ان میں یقین ہی نہیں، کیا

ان لوگوں کے پاس آپ کے پروردگار کے خزانے میں ایسے لوگ

حاکم (مجاز) ہیں، کیا ان کے پاس کوئی سیر می ہے کہ اس کے ذریعہ

سے باتیں سن دیا کرتے ہیں تو ان میں سے جو حسنِ آواز ہو وہ لائے

(اپنے دعوٰی پر) کوئی کملی دلیل، کیا اللہ کے لیے تو یہ میاں

ہوں اور تمہارے لیے بیٹے؟ یا آپ ان سے کچھ معاذ

طلب کرتے ہیں، سو وہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے

جاتے ہیں، کیا ان کے پاس غیب (کا علم) ہے کہ وہ اسے

سُبْحَنَ اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۷۰﴾۔

لکھ لیا کرتے ہیں؛ کیا یہ لوگ برائی کا ارادہ رکھتے ہیں؟ سو
یہ کافر خود ہی برائی میں گرفتار ہوں گے، کیا ان کا اللہ کے
سوا کوئی اور خدا ہے؟ پاک ہے اللہ ان کے شرک سے۔

طور۔ ۴۳ تا ۴۰

۴۔ قرآن کریم کی وہ رہنمائی جو عقلی ادراک کے ساتھ وارد ہوئی ہے جیسے کہ ارشاد باری ہے:

بے شک آسمان اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات
اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ دریا
میں لے کر چلتی ہیں لوگوں کے کام کی چیزیں اور پانی میں
جس کو کہ اللہ نے آسمان سے اتارا پھر ملایا اس سے زمین
کو اس کے مرنے کے بعد اور اس میں سب قسم کے جانور
پھیلانے، اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ
تالباہ رہے اس کے حکم کا آسمان و زمین کے درمیان۔
بے شک ان سب چیزوں میں عقلمندوں کیلئے نشانیاں ہیں۔

«إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْأَرْضِ وَ
اَخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَ النَّهَارِ وَ الْفُلْكِ الَّتِي
تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَ مَا
اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاءِ مِنْ مَّاءٍ فَآخِيَا بِهِ
الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَ بَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ
دَابَّةٍ وَ تَصْرِيفِ الرِّيْحِ وَ السَّحَابِ
الْمُسْتَخْرِجِينَ السَّمَاءِ وَ الْأَرْضِ لَاٰيٰتٍ
لِّقَوْمٍ يَعْقِلُوْنَ»۔ البقرہ - ۱۶۴

اور فرمایا:

اگر ان دونوں (گنہگاروں) میں علاوہ اللہ کے کوئی معبود ہوتا
تو یہ دونوں درہم برہم ہو گئے ہوتے اللہ مالک عرش پاک
ہے ان امور سے جو یہ لوگ بیان کر رہے ہیں۔

«لَوْ كَانَ فِيْهِمَا آلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا،
فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ»۔

الانبیاء - ۲۲

یز فرمایا:

یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کر لیا ہے؟ یا یہ کہ خود
(اپنے) خالق ہیں؟

«اَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ» ﴿۷۱﴾

الطور - ۳۵

اور زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں تعین لانے والوں کے
لیے اور خود تمہاری ذات میں بھی، تو کیا تمہیں دکھائی نہیں دیتا؟

«وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ»

اَفَلَا تَبْصُرُوْنَ ﴿۷۲﴾ الذاریات - ۲۱ و ۲۰

۵۔ قرآن کریم کی وہ توجیہ و رہنمائی جو اسلام کے عمومی و محیط ہونے کے بیان کے ساتھ مذکور ہے، جیسے کہ ارشاد

ربانی ہے:

نیک ہی کچھ نہیں کہ اپنا نہ کرو مشرق کی طرف یا مغرب کی
طرف لیکن بڑی نیک تو یہ ہے کہ جو کوئی ایمان لائے اللہ پر

«لَيْسَ الْبِرُّ اَنْ تَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ
وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنْ الْبِرُّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ

اور خیاست کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر
ورجیہوں پر، اور اس کی محبت پر مال دے رشتہ داروں
کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو، اور مانگنے
والوں کو اور گریز میں چھڑانے میں، اور قائم رکھے نماز اور
دیا کرے زکوٰۃ اور جب عہد کریں تو اپنے اقرار کو پورا کرنے
والے، اور صبر کرنے والے سختی میں اور تکلیف اور لڑائی کے
وقت یہی لوگ ہیں سچے اور یہی پرہیز گاریں۔

اور ہم نے آپ پر کتاب آماری کھلا بیان ہر چیز کا اور
ہدایت اور رحمت اور خوشخبری مکمل ماننے والوں کے لئے۔

ہم نے نہیں چھوڑی کھینچنے میں کوئی چیز۔

۴۔ قرآن کریم کی وہ رہنمائی جس میں شریعت کے قواعد مذکور ہیں۔ جیسے کہ قضاء و فیصلہ میں عدل سے متعلق ارشاد
باری ہے :

اور جب لوگوں میں فیصلہ کرنے لگو تو انصاف سے فیصلہ
کرو اللہ تم کو اپنی نصیحت کرتا ہے بے شک اللہ سننے والا
اور دیکھنے والا ہے

سو آپ ان کو معاف کر دیجیے اور ان کے لیے بخشش مانگیے
اور کام میں ان سے مشورہ لیجیے، پھر جب اس کام کا قصد
کریں تو اللہ پر بھروسہ کریں، اللہ کو توکل والوں سے محبت ہے۔

اِخْرِجِ الْمَلَائِكَةَ وَالْكِتَابَ وَالنَّبِيِّينَ وَالنَّارَ
الْمَالِ عَلَىٰ حَيْثُ ذُو الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَالسَّائِلِينَ
وَفِي الرِّقَابِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ
وَالنَّفُونَ بَعْدَ هَمِّهِمْ إِذَا عَصُوا وَالصَّيِرِينَ
فِي الْبَاسَاءِ وَالضَّرَآءِ وَحِينَ الْبَأْسِ أُولَٰئِكَ
الَّذِينَ صَدَقُوا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ ﴿۱۹﴾ البقرة

اور سورہ محل میں ارشاد ہے :

﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ
وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ﴾ النمل-۱۹

سورہ انفال میں ہے :

﴿مَا فَرَطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ الانعام-۳۸

﴿وَإِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ أَنْ تَحْكُمُوا
بِالْعَدْلِ إِنَّ اللَّهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِ
إِنَّ اللَّهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا﴾ النساء-۵۸

مشورہ کی اہمیت و شورائی نظام سے متعلق ارشاد ہے

﴿فَاغْفِرْ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوَهُمْ فِي
الْآخِرِ، فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّ
اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ﴾ آل عمران-۱۵۹

ان کا (یہ اہم) کام باہمی مشورہ سے ہوتا ہے۔

﴿وَأَمْرُهُمْ شُورَىٰ بَيْنَهُمْ﴾ الشوری-۳۸

انسانی مساوات کے بارے میں ارشاد باری ہے :

اے لوگو ہم نے تم (سب) کو ایک مرد اور ایک عورت

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ

وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَاۗئِلَ لِتَعَارَفُوْا ۚ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ۚ ۱۱۔
 سے پیدا کیا ہے، اور تم کو مختلف قومیں اور خاندان بنادیا
 ہے کہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، بے شک تم میں سے

المحذرت۔ ۱۳

یہ وہ اہم انداز و اسلوب ہیں جنہیں قرآن کریم نے اپنی نصیحتوں اور وعظوں میں اختیار کیا ہے، اور یہ مختلف قسم کے اسلوب و انداز ہیں جن میں سے ہر ایک کا اپنا الگ الگ اثر ہوا کرتا ہے، اور دلوں میں ایک خاص قسم کا اثر و کیفیت پیدا ہوتی ہے اور یہ ایک بالکل بیہیسی بات ہے کہ اگر تمام مرنے والے اپنے بچوں کی تربیت اور جگر گوشوں کی اصلاح اور ان کو مہذب بنانے میں ان اسالیب و انداز کو اختیار کریں جنہیں قرآن کریم نے اختیار کیا ہے تو نیچے ہر کسی شک و شبہ کے بہترین تربیت اور اخلاقی حمیدہ اور شاندار انسانی کردار اور عظیم اسلامی تہذیب میں نشوونما پائیں گے۔



رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نصیحت کا بہت اہتمام کیا ہے، اور دعاۃ اور مربیوں کو یہ سبق دیا ہے کہ وہ وعظ و نصیحت سے کام لیں، اور دنیاوی زندگی میں ہر مسلمان کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ جس جگہ بھی ہو اور جس معاشرے میں رہتا ہو ہر جگہ داعی الی اللہ بن کر رہے تاکہ وہاں کے وہ باشندے اس کی رہنمائی اور وعظ و نصیحت سے اثر قبول کر لیں جن میں دھڑکنے والا دل ہو یا جو توجہ و اہتمام سے کان لگا کر بات سنتے ہوں، اور تاکہ دعوت و ارشاد اور وعظ و نصیحت کے ذریعے سے ان لوگوں کو بچانے کی ذمہ داری پوری کر سکے جو جہالت کی دلدل میں پھنس چکے ہیں، اور ابا جیت و آزادی کی وادی میں لڑکھڑا رہے ہیں، اور زلیغ و ضلال اور گمراہی کے بیابانوں میں راستہ گم کر بیٹھے ہیں۔

وعظ و نصیحت اور اللہ کی طرف بلانے اور دین کی دعوت دینے کے سلسلہ میں
 نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو احکامات دیے اور رہنمائی کی ہے ان میں
 سے چند اہم اہم درج ذیل ہیں :

❀ امام مسلم رحمہ اللہ حضرت تمیم بن اوس داری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دین نصیحت و خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے عرض کیا: کس کے لیے خیر خواہی و نصیحت کی جائے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ اور اس کی کتاب اور اس کے رسول اور مسلمانوں کے ائمہ و حکام اور عوام کے لیے۔

❀ اور بخاری و مسلم حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پر نماز قائم کرنے، زکاۃ دینے اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے پر بیعت کی۔

❀ اور امام مسلم حضرت ابو سعید انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی بھلائی و خیر کی طرف رہنمائی کی تو اس کو بھی دیا ہی اجر ملے گا جیسا اجر اس نیکی کرنے والے کو ملے گا۔

❀ اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے اچھی بات کی طرف دعوت دی تو اس کو بھی اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان لوگوں کو ملے گا جنہوں نے اس کی اس نیکی میں پیروی کی ہو اور اس کی وجہ سے ان عمل کرنے والوں کے اجر میں کسی قسم کی کمی بھی نہ ہوگی۔

❀ اور بخاری و مسلم حضرت سہل بن سعد سامدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جب خیبر فتح کرنے کے لیے بھیجا تو ان سے فرمایا تم آرام سے جانا تاکہ وہاں پہنچ جاؤ تو پھر ان لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا اور یہ بتلانا کہ ان پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق واجب ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بخدا اگر اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت پر لے آئے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے بھی بہتر ہے (سرخ اونٹ عربوں کے یہاں نہایت قیمتی اونٹ شمار ہوتے تھے نہیں یہ اونٹ مل جائیں اس سے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری وجہ سے ایک آدمی کو راہ راست پر لگا دے)۔

اس سلسلہ میں بے شمار احادیث وارد ہوئی ہیں اس لیے مریضوں کو چاہیے کہ ان ارشادات و رہنمائیوں پر عمل کریں اور جو کچھ ان احادیث میں وارد ہوا ہے اس کو عملی جامہ پہنائیں، اور خاص طور سے وہ امور جو ان کی اولاد اور شاگردوں اور مریدوں سے تعلق رکھتے ہیں۔



ہمارے معلم اول نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے وعظ و نصیحت میں نہایت اعلیٰ ترین منہج و طریقہ اختیار کیا تھا۔ اور اس سلسلہ میں آپ کا انداز اور طریقہ ایک مثالی طریقہ تھا جو مختلف اسلوب و انداز اور متنوع طریقوں پر مشتمل تھا: آپ کے اس طریقہ و منہج میں سے اہم اہم چند نمونے درج ذیل ہیں۔

⑤ الف۔ قصہ کے انداز کو اختیار کرنا: جس کی چند مثالیں ہیں:

۱۔ برص کے مریض، گنجے اور نابینا شخص کا قصہ:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۷ میں نے اس بحث میں — اس تحریر سے زیادہ مدد لی ہے جو شیخ عبدالفتاح ابو غنہ کے مقالے ”الرسول المعلم“ جو مدارس و کالجوں کے محاضرات موسم الشیخ العاشر کے (ص ۳) پر چھپی تھی۔

کو یہ فرماتے سنا: کہ بنی اسرائیل میں تین شخص تھے ایک برص کا مریض، دوسرا گنجا، اور تیسرا نابینا، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کا امتحان لینا چاہا چنانچہ ان کے پاس ایک فرشتہ بھیجا اور وہ فرشتہ ابرص کے پاس آیا:

فرشتہ: تم کو سب سے زیادہ کیا چیز محبوب و پسندیدہ ہے؟

ابرص: اچھا رنگ اور اچھی جلد، اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری ختم ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں فرشتے نے اس کے جسم پر ہاتھ پھیرا اور اس کی برص کی بیماری ختم ہو گئی اور اسے بہترین رنگ مل گیا۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟

ابرص: اونٹ، چنانچہ اس کو ایک حاملہ اونٹنی دے دی گئی۔

فرشتہ: اللہ تمہارے لیے اس میں برکت عطا فرمائے۔

پھر وہ فرشتہ گنچے کے پاس گیا:

فرشتہ: تمہیں سب سے زیادہ کیا چیز محبوب ہے؟

گنجا: اچھے بال اور یہ کہ مجھ سے یہ بیماری دور ہو جائے جس کی وجہ سے لوگ مجھ سے گھن کرتے ہیں فرشتے نے اس کے سر پر ہاتھ پھیرا وہ بیماری ختم ہو گئی اور اللہ نے اس کو بہترین بال عطا فرما دیے۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال سب سے زیادہ محبوب ہے؟

گنجا: گائے، چنانچہ اسے ایک حاملہ گائے دے دی گئی۔

فرشتہ: اللہ تعالیٰ اس میں برکت دے۔

پھر وہ فرشتہ نابینا کے پاس آتا ہے:

فرشتہ: تمہیں کونسی چیز سب سے زیادہ محبوب ہے؟

نابینا: یہ کہ اللہ تعالیٰ مجھے نگاہ عطا کر دے اور میں لوگوں کو دیکھ سکوں، چنانچہ اس فرشتے نے اس کی آنکھوں پر ہاتھ پھیرا اور اللہ تعالیٰ نے اس کی نگاہ بحال کر دی۔

فرشتہ: تمہیں کون سا مال زیادہ محبوب ہے؟

نابینا: بکری، چنانچہ اس کو ایک حاملہ بکری دے دی گئی۔

چنانچہ تینوں جانوروں نے بچے دیے اور ابرص کے اونٹوں سے ایک وادی بھر گئی اور گنچے کی گائیوں سے ایک وادی بھر گئی اور نابینا کی بکریوں سے ایک وادی بھر گئی۔

پھر وہی فرشتہ اسی شکل و صورت میں ابرص کے پاس آیا۔

فرشتہ: ایک سکین آدمی ہوں، سامان سفر کچھ نہیں ہے، آج اللہ کی مدد اور تمہاری امداد کے بغیر میں اپنی منزل مقصود

تھا نہیں پہنچ سکتا۔ میں تم سے اس اللہ کے واسطے سے سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں بہترین رنگ اور عمدہ جلد اور مال و دولت عطا کی۔ ایک انٹ مانگتا ہوں جس کے ذریعہ سے اپنے سفر کو پورا کر سکوں۔

ابریص : (میرے اوپر) بہت سے حقوق و ذمہ داریاں ہیں۔

فرشتہ : ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں تم کو خوب پہچانتا ہوں، کیا تم ابریص نہیں تھے جسے دیکھ کر لوگ گھٹن کھاتے تھے؟ کیا تم فقیر نہیں تھے پھر اللہ نے تمہیں یہ مال و دولت عطا کی؟

ابریص : یہ مال تو مجھے پشت در پشت سے ملتا چلا آ رہا ہے۔

فرشتہ : اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں دوبارہ ویسا ہی بنا دے جیسے تم پہلے تھے۔

وہی فرشتہ پھر اپنی اسی صورت و شکل میں گنجدے کے پاس آیا۔

فرشتہ : ایک مسکین آدمی ہوں۔ وسائل سفر ختم ہو گئے ہیں۔ آج میں اپنی منزل مقصود تک اللہ کے فضل اور آپ کی مدد سے ہی پہنچ سکتا ہوں۔ اس لیے میں آپ سے اس ذات کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے آپ کو بہترین بال اور اچھا رنگ روپ دیا۔ اور مال عطا کیا۔ آپ سے صرف ایک گانے کا سوال ہے جس کے ذریعے سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں۔

گنجا : مجھ پر ذمہ داریاں اور حقوق بہت زیادہ ہیں۔

فرشتہ : ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں آپ کو پہچانتا ہوں۔ بتاؤ کیا تم وہ گنجدے نہیں تھے جسے لوگ دیکھ کر گھٹن کیا کرتے تھے؟ کیا تم غریب و مسکین نہیں تھے پھر اللہ نے تمہیں مال عطا کیا؟

گنجا : یہ مال تو مجھے اپنے دادا پر داد سے وراثت میں ملا ہے۔

فرشتہ : اگر تم جھوٹے ہو تو اللہ تعالیٰ تمہیں ویسا ہی بنا دے جیسے تم پہلے تھے۔

پھر وہ فرشتہ نابینا کے پاس اسی شکل و صورت میں آیا:

فرشتہ : ایک مسکین آدمی ہوں۔ سفر کے تمام وسائل ختم ہو گئے ہیں۔ میں اپنی منزل مقصود تک اللہ کے فضل و آپ کی مدد کے بغیر نہیں پہنچ سکتا۔ اس لیے میں آپ سے اس اللہ کے نام پر سوال کرتا ہوں جس نے تمہیں دوبارہ نگاہ عطا کی۔ ایک بحری کا سوال ہے جس کے ذریعہ سے میں اپنے سفر کو جاری رکھ سکوں۔

نابینا : میں واقعی نابینا تھا۔ اللہ نے مجھے نگاہ واپس دی، اس لیے تم جو چاہو لے لو اور جو چاہے چھوڑ دو۔ بخدا تم اللہ

کے نام پر جو چیز بھی لینا چاہو گے میں اس میں تمہارے لیے ہرگز رکاوٹ نہیں بنوں گا۔ لہذا جو چاہو لے لو۔

فرشتہ : تم اپنا مال اپنے پاس ہی رکھو۔ اس لیے کہ یہ درحقیقت تم تینوں کا امتحان تھا جس میں اللہ تم سے راضی ہو گیا۔ اور تمہارے دونوں ساتھیوں سے ناراض ہو گیا۔

۲۔ ایک عجیب و غریب لکڑی کا قصہ :

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی اسرائیل کے ایک آدمی کا تذکرہ فرمایا جس نے بنی اسرائیل کے کسی آدمی سے ایک ہزار دینار قرض مانگا تھا۔

قرض خواہ : گواہوں کو لے آؤ تاکہ میں انہیں گواہ بنالوں۔

قرض دار : اللہ تعالیٰ کی شہادت ہی کافی ہے۔

قرض خواہ : کوئی ضمانت دینے والا لائیے ؟

قرض دار : اللہ ہی ضمانت کے لیے کافی ہے۔

قرض خواہ : تم نے بالکل سچ کہا، اور پھر اس نے ایک وقت مقررہ تک کے لیے اسے پیسے دے دیے، وہ قرض پیسے لے کر سمندری سفر پر روانہ ہوا اور اپنی ضرورت پوری کر لی، پھر وہ کسی سواری کی تلاش میں نکلا تاکہ اس پر سوار ہو کر قرض خواہ کو وقت مقررہ پر اس کے پیسے دے سکے، لیکن اسے کوئی سواری نہ ملی، تو اس نے ایک لکڑی لی اس میں سوراخ کیا اور اس میں ہزار دینار داخل کر دیے اور ان کے ساتھ اپنی طرف سے ایک خط اس قرض خواہ کو لکھ دیا، اور پھر اس سوراخ کو بند کر دیا اور اس لکڑی کو سمندر کے پاس لایا۔

قرض دار : اے اللہ آپ بخوبی جانتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص سے ایک ہزار درہم قرض لیے تھے، اس نے مجھ سے کوئی کیصل و ضامن طلب کیا تھا، تو میں نے اس سے کہہ دیا تھا کہ اللہ کی ضمانت بہت کافی ہے وہ اس پر تیار ہو گیا تھا، اور اس نے مجھ سے کوئی گواہ طلب کیا تھا تو میں نے کہا کہ اللہ کی گواہی ہی کافی ہے تو وہ آپ کی شہادت پر راضی ہو گیا تھا، سواری حاصل کرنے کے لیے میں نے اپنی پوری کوشش صرف کر دی تاکہ اس قرض خواہ کو اس کا قرضہ واپس کر دوں، لیکن مجھے کوئی سواری نہ مل سکی، لہذا اب میں اے اللہ اس لکڑی کو آپ کی ذمہ داری اور امان میں دیتا ہوں، اور یہ کہہ کر اس شخص نے وہ لکڑی سمندر میں پھینک دی، جب وہ لکڑی سمندر کے پانی میں گھس گئی تو وہ آدمی وہاں سے واپس ہوا اور اپنے شہر جانے کے لیے کوئی سواری تلاش کرنے لگا، ادھر وہ قرض خواہ جس نے اسے قرض دیا تھا وہ اس امید پر وہاں آیا کہ شاید کسی قافلہ کے ساتھ قرض دار نے اس کے پیسے بھیجے ہوں، اچانک اس نے ایک لکڑی کو پانی پر تیرتے دیکھا تو اس نے اسے پھڑ لیا تاکہ گھر میں جلانے کے کام میں لے سکے۔

گھر پہنچ کر جب اس نے اس لکڑی کو چیرا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس میں اس کے دینار اور ایک خط رکھا ہوا ہے

کچھ وقت کے بعد وہ شخص بھی آگیا جس نے اس سے قرض لیا تھا اور ساتھ میں ایک ہزار دینار بھی لے کر آیا۔

قرض دار : بخدا میں مسلسل کوشش کرتا رہا کہ کوئی سواری مل جائے اور آپ کو قرضہ ادا کر دوں لیکن آج سے قبل مجھے

کوئی سواری ہی نہ ملی

قرضخواہ : کیا تم نے میری جانب کوئی چیز بھیجی تھی؟

قرضدار : میں تو آپ کو بتلا رہا ہوں کہ میں نے آج سے قبل کوئی سواری ہی نہ پائی۔

قرضخواہ : اللہ نے اس رقم کو مجھ تک پہنچا دیا جو تم نے لکڑی میں رکھ کر بھیجی تھی۔ چنانچہ قرض دار اپنے ہزار

دینار لے کر واپس چلا گیا

۳ حضرت ہاجر و اسماعیل علیہما السلام کا واقعہ

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل کی والدہ حضرت ہاجر اور ان کے شیرخوار بچے حضرت اسماعیل کو لے کر آئے اور مسجد حرام کی اوپری جانب زمزم کے کنویں کے اوپر بیت اللہ کے پاس انہیں ایک درخت کے پاس چھوڑ دیا۔ ان دنوں مکہ میں نہ کوئی آدم یا آدم زاد تھا اور نہ وہاں پانی کا نام و نشان تھا، حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان دونوں (ماں بیٹے) کو وہاں چھوڑ دیا اور ان کے پاس کھجوروں کا ایک تھیلہ اور پانی کا ایک شکیںزہ رکھ دیا۔

اور خود وہاں سے واپس ہو لیے، تو حضرت اسماعیل کی والدہ ان کے پیچھے پیچھے آئیں اور عرض کیا: اے ابراہیم آپ ہمیں ایک ایسی وادی میں چھوڑ کر کہاں جا رہے ہیں جہاں نہ کوئی منوس و نگسار ہے اور نہ کوئی اور چیز۔ یہ بات انہوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کئی مرتبہ کہی لیکن انہوں نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی۔

حضرت ہاجر : کیا اللہ نے آپ کو یہ حکم دیا ہے؟

حضرت ابراہیم : جی ہاں۔

حضرت ہاجر : پھر تو اللہ تعالیٰ ہمیں ہرگز ضائع نہیں فرمائے گا۔

یہ کہہ کر وہ واپس آگئیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام تشریف لے گئے۔ اور جب وہ مکہ میں ثنیہ نامی جگہ پر پہنچے جہاں سے وہ لوگ انہیں دیکھ نہیں سکتے تھے تو وہاں کھڑے ہو کر بیت اللہ کا رخ کیا اور ہاتھ اٹھا کر درج ذیل کلمات کے ساتھ اللہ سے دعا مانگی فرمایا:

«رَبَّنَا إِنِّي أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِي بِوَادٍ غَيْرِ

ذِي زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ رَبَّنَا

لِيُقْبِلَ بِنَا الصَّلَاةَ فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِنَ النَّاسِ

تَهْوِي إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ

اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو ایسے میدان

میں کہ جہاں کھیتی نہیں آپ کے محترم گھر کے پاس، اے ہمارے

رب تاکہ قائم رکھیں نماز کو، سو بعض لوگوں کے دل ان کی

طرف مائل کر دیجیے اور ان کو میوؤں سے روزی دیجیے

يَشْكُرُونَ ۝۴۰

اہل ایم - ۳۰

شاید وہ شکریں

ادھر حضرت اسماعیل کی والدہ نے حضرت اسماعیل کو دودھ پلانا شروع کر دیا، اور وہ خود وہ پانی پیتی رہیں، لیکن جب تکینے کا پانی ختم ہو گیا اور وہ خود بھی پیاسی ہوئیں اور ان کا بیٹا بھی، اور وہ ان کے سامنے پیاس سے لوٹ پوٹ ہونے لگا تو وہ اس خاطر کہ بچے پر نظر نہ پڑے وہاں سے ہٹ گئیں، انہوں نے دیکھا کہ صفا پہاڑ ان کے قریب ترین پہاڑ ہے چنانچہ وہ اس پر چڑھ گئیں اور وہاں سے وادی کا رخ کیا کہ شاید کوئی آدمی نظر آجائے لیکن انہیں وہاں کوئی آدمی نظر نہ آیا، لہذا وہ صفا پہاڑ سے شینچے اتریں اور جب وادی میں پہنچیں تو تھکی ماندی دوڑنے لگیں، اور جب وادی پار کر لی اور مروہ پہاڑ کے پاس آئیں تو اس پر چڑھ کر ادھر ادھر دیکھا شاید کوئی آدمی نظر آجائے لیکن کوئی بھی نظر نہ آیا، وہ اسی طرح صفا سے مروہ مروہ سے صفا پر سات مرتبہ گئیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کسی وجہ سے لوگوں کو صفا و مروہ کے درمیان سعی کا حکم دیا گیا ہے۔

پھر جب وہ مروہ پہاڑ پر چڑھیں تو انہیں کسی کی آواز آئی، انہوں نے اپنے آپ کو خطاب کر کے کہا کہ بس کرو، پھر کان لگا کر سنا، پھر آواز آئی تو انہوں نے فرمایا: آواز تو سادی اگر تم کچھ مدد کر سکتے ہو تو مدد کرو۔

اچانک کیا دیکھتی ہیں کہ زمزم کے کنویں کی جگہ پر ایک فرشتہ کھڑا ہے، اس نے اپنی ایڑھی یا یہ فرمایا کہ اپنے پر سے اس جگہ کو یہاں تک کریں کہ وہاں سے پانی نکل آیا، تو حضرت ہاجر نے جلدی جلدی اس کے ارد گرد منڈیر بنانا شروع کر دی تاکہ حوض بن جائے، اور اس سے اپنے مشکیزے کو بھر لیا وہ جیسے ہی اپنے مشکیزے کو بھر کر وہاں سے اٹھیں تو پانی وہاں سے اور بوش مار کر نکلنے لگا، چنانچہ انہوں نے خود پانی پیا اور بچے کو دودھ پلایا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اللہ تعالیٰ حضرت اسماعیل کی والدہ پر رحم کرے کاش کہ وہ زمزم کو بہتا ہوا چشمہ چھوڑ دیتیں۔

پھر اس فرشتے نے ان سے کہا: تم لوگ ہلاکت و ضیاع کا خوف نہ کرو اس لیے کہ اس جگہ اللہ کا ایک گھر ہے جسے یہ لڑکا اور اس کے والد تعمیر کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے اہل و عیال کو ضائع نہیں کرے گا۔

بیت اللہ زمین سے ٹیلے کی طرح بلند تھا، وہاں سیلاب آتے تھے اور اس کے دائیں بائیں سے نکل کر چلے جاتے تھے۔

حضرت ہاجر اسی طرح وہاں رہتی رہیں یہاں تک کہ ان کے پاس سے قبیلہ جرہم کے کچھ لوگ گزرے جو کدوا، نامی جگر سے آرہے تھے، اور مکہ کی بجلی جانب میں مقیم ہو گئے، وہاں انہوں نے ایک پرندے کو پرواز کرتے دیکھ کر کہا کہ یہ پرندہ تو پانی کے اوپر حکیر لگا رہا ہے، ہم تو اس وادی سے بار بار گزرے ہیں لیکن یہاں تو پانی نہ تھا، چنانچہ انہوں نے ایک

آدمی کو تفتیشِ احوال کے لیے بھیجا تو پتہ چلا کہ پانی موجود ہے اس نے اگر اپنے ساتھیوں کو خبر دی۔ وہ سب جب پانی کے پاس آئے تو وہاں پانی کے پاس انہوں نے حضرت اسماعیل کی والدہ کو دیکھا۔

جرہم: کیا آپ ہمیں یہ اجازت دیں گی کہ ہم آپ کے پاس قیام کر لیں؟
حضرت حاجر: جی ہاں، لیکن پانی پر آپ کو کوئی حق نہ ہوگا
جرہم: ٹھیک ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت اسماعیل کی والدہ کو اس قبیلے کے آنے سے خوشی ہوئی اور وہ چاہتی بھی یہ تھیں کہ مانوس ہوں۔

جرہم والے وہیں آکر ٹھہر گئے اور اپنے گھر والوں کو بھی بلا کر اپنے ساتھ ٹھہر لیا۔ اور جب اس جگہ یہ چند گھرانے آباد ہو گئے اور حضرت اسماعیل جو ان ہو گئے اور انہوں نے جرہم والوں سے عربی سیکھ لی، اور اس میں ان سے بھی آگے بڑھ گئے، اور وہ ان کو دیکھ کر بہت متاثر ہونے لگے جب شادی کی عمر ہو گئی تو جرہم والوں نے اپنی ایک لڑکی سے ان کی شادی کر دی اور اسی اثنا میں حضرت اسماعیل کی والدہ کا انتقال ہو گیا۔

حضرت اسماعیل کی شادی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے خاندان کو تلاش کرتے ہوئے وہاں پہنچے لیکن حضرت اسماعیل کو گھر پر موجود نہ پایا تو ان کی بیوی سے ان کے بارے میں دریافت کیا۔

خاتونِ خانہ: وہ ہمارے لیے شکار کرنے گئے ہیں، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس عورت سے ان کی زندگی و حالات کے بارے میں پوچھا۔

خاتونِ خانہ: ہم بہت تکلیف میں ہیں بہت بری حالت ہے اور اس نے ان سے خوب شکایت کی۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام: جب تمہارا شوہر آجائے تو ان کو سلام کے بعد یہ کہہ دینا کہ وہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لے۔ (ان کی مراد تھی کہ اپنی بیوی کو طلاق دیدے)۔

حضرت اسماعیل: کیا تمہارے پاس کوئی آیا تھا؟

خاتونِ خانہ: جی ہاں اس اس محلے کے ایک شیخ آئے تھے اور انہوں نے ہم سے آپ کے بارے میں دریافت کیا تو ہم نے بتلا دیا، پھر انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ ہماری زندگی کیسی گزر رہی ہے؟ تو میں نے انہیں بتلا دیا کہ تم تنگی و پریشانی کا شکار ہیں۔

حضرت اسماعیل: کیا انہوں نے تمہیں کوئی وصیت کی تھی یا پیغام بھیجوا ہے؟

خاتونِ خانہ: جی ہاں! انہوں نے مجھے یہ حکم دیا تھا کہ میں آپ کو ان کا سلام پہنچا کر ان کا یہ پیغام آپ کو دے دوں کہ اپنے گھر کی چوکھٹ بدل لیں۔

حضرت اسماعیل : وہ بزرگ تو میرے والد ماجد تھے اور انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ تمہیں چھوڑ دوں۔ لہٰذا تم اپنے گھر چلی جاؤ، اور یہ کہہ کر انہوں نے اس عورت کو طلاق دے دی، اور پھر اسی قوم کی ایک اور لڑکی سے حضرت اسماعیل نے شادی کر لی، حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے پاس ایک زمانے تک نہیں آئے، پھر جب وہ ان کے گھر آئے تو وہاں حضرت اسماعیل کو موجود نہ پایا، ان کی بیوی سے ان کے بارے پوچھا۔

حضرت ابراہیم : اسماعیل کہاں ہیں؟ اور تم لوگ کیسے ہو۔
خاتونِ خانہ : وہ ہمارے لیے شکار کی تلاش میں گئے ہیں اور ہم خیریت و خوشحالی میں ہیں، آپ ہمارے یہاں بیٹے کھانے پیئیں۔

حضرت ابراہیم : تمہارا کھانا پینا کیا ہے؟
خاتونِ خانہ : ہمارا کھانا گوشت ہے اور پینا پانی ہے۔
حضرت ابراہیم : اے اللہ ان کے لیے ان کے کھانے اور پینے میں برکت عطا فرما۔
نبی کریم ابو القاسم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :
یہ سب کچھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعائی برکت ہے۔
حضرت ابراہیم : جب تمہارے شوہر آجائیں تو ان سے سلام کہہ دینا اور ان کو کہہ دینا کہ اپنے گھر کی چوکھٹ کو مضبوط کریں۔

جب حضرت اسماعیل آئے تو انہوں نے فرمایا : کیا تمہارے پاس کوئی صاحب آئے تھے؟
خاتونِ خانہ : جی ہاں ہمارے پاس نہایت اچھی شکل و صورت والے ایک بزرگ آئے تھے (اور بیوی نے ان کی خوب تعریف کی) اور انہوں نے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھا، میں نے ان کو بتلایا کہ ہم خیریت سے ہیں۔
حضرت اسماعیل : کیا انہوں نے تمہیں کوئی پیغام دیا تھا؟
خاتونِ خانہ : جی ہاں! آپ کو سلام کہہ رہے تھے اور حکم دے رہے تھے کہ آپ اپنے گھر کی چوکھٹ کو مضبوط رکھیں۔

حضرت اسماعیل : وہ میرے والد بزرگوار تھے اور چوکھٹ سے مراد تم ہو، انہوں نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں تمہیں اپنے نکاح میں برقرار رکھوں۔

پھر حضرت ابراہیم وہاں ایک زمانے تک ان کے پاس نہیں آئے، اور جب وہ ان کے یہاں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت اسماعیل زمزم کے کنویں کے قریب بیٹھے ہوئے کمان بنا رہے ہیں۔
جب حضرت اسماعیل نے انہیں دیکھا تو ان کے استقبال کے لیے کھڑے ہو گئے اور ان سے معافہ کیا

(گلے ملے)۔

حضرت ابراہیم: اے اسماعیل اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک کام کا حکم دیا ہے۔
حضرت اسماعیل: آپ کے رب نے آپ کو جو حکم دیا ہے آپ اسے کر گزریے۔
حضرت ابراہیم: کیا تم میری اس سلسلہ میں مدد کرو گے؟
حضرت اسماعیل: میں آپ کی ضرورت مدد کروں گا۔

حضرت ابراہیم: اللہ نے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس جگہ ایک گھر بناؤں اور یہ کہہ کر انہوں نے وہاں موجود ایک بلند جگہ (ٹیلے) کی جانب اشارہ کیا۔

اور پھر بیت اللہ کی بنیادیں رکھ دی گئیں، حضرت اسماعیل پتھر لاتے تھے اور حضرت ابراہیم بناتے جاتے تھے یہاں تک کہ جب عمارت بلند ہو گئی، تو اس پتھر کو لائے بے مقام ابراہیم کہتے ہیں۔ اور وہ حضرت ابراہیم کے لیے رکھ دیا۔ اور انہوں نے اس پر کھڑے ہو کر تعمیر کرنا شروع کر دی، اور حضرت اسماعیل ان کو پتھر دیتے رہے اور دونوں باپ بیٹے یہ کہنے لگے:

اور دعا کرتے تھے کہ اے ہمارے پروردگار ہم سے قبول فرما

«رَبَّنَا اقْبَلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ»۔
البقرہ - ۱۲۷

اس کے علاوہ اسی طرح کے اور بہت سے قصبے ہیں۔

لہذا اچھے واعظ اور سمجدار مربی اور باتوفیق وائی یہ کر سکتے ہیں کہ قصہ کو ایسے مناسب اسلوب و انداز سے پیش کریں جو مخاطب لوگوں کی عقل کے موافق ہو جیسے کہ وہ یہ بھی کر سکتے ہیں کہ قصہ سے عبرت و نصیحت کے اہم نقاط کا استخراج کریں تاکہ اور زیادہ تاثیر اور اس پر غور و فکر ہو۔

اس لیے مربی کا کام یہ ہے کہ وہ قصہ بیان کرتے وقت جذبات سامعین اور ان پر اس واقعے کے اثرات مرتب ہونے پر نظر رکھے اور اس سے فائدہ اٹھانے اور پھر حجب روحانی طور پر وہ اس کا ساتھ دینے لگیں اور ان کا ذہن کھل جائے تو ان کے احساسات و شعور اور ان کی دل کی گہرائیوں میں عبرت کے چشمے اور نصیحت کی نہر کے دھارے بہا دے جس کا نتیجہ یہ نکلتے گا کہ وہ سننے والا شخص اس کی نصیحت پر کان دھرنے، عمل کرنے، اور اللہ رب العالمین کے سامنے گردن جھکانے والا بن جائے گا اور یہی وہ وقت اور موقع ہوتا ہے اس بات کا کہ مربی سامعین سے عہد و پیمان لے لے تاکہ وہ اسلام کو اپنے لیے قانون و نظام سمجھ کر لازم پکڑیں اور اپنے کردار و معاملات میں اس دین کے بنیادی اصول کو اپنی عادت بنائیں۔

اور اس طریقے سے ایک واعظ و مربی اپنے پیارے انداز اور عبرت و موعظت آمیز نقاط کھول کر بیان کر کے

قصے و واقعے کی عظمت و مرتبت اور نفوس پر اس کے اثر کو چھوڑ سکتا ہے اور پھر وہ سائین کو طہارت، روحانیت اور خشوع کی فضا کی طرف منتقل کر سکتا ہے۔

ب۔ سوال جواب کے انداز کو اختیار کرنا:

اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے سوالات پیش کرے تاکہ ان کی توجہ و تيقظ کو بڑھائے اور ان کی ذکاوت کو متحرک کرے اور ان کی سمجھ کو جلا بخشنے اور مؤثر کن نصائح اور عبرت کی باتیں مدلل طریقے سے مطمئن کن انداز میں ان کے ذہن نشین کر سکے۔

اس موضوع کی چند مثالیں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام احمد اپنی کتاب بسند میں حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مسلمان کون شخص ہے؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اللہ و اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: مسلمان (کامل) وہ شخص ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

آپ نے دریافت فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ مؤمن کون ہے؟

انہوں نے عرض کیا: اللہ و اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا: مؤمن وہ شخص ہے جس سے لوگ اپنی جانوں اور مال پر مامون رہیں۔

پھر آپ نے مہاجر کا تذکرہ کیا اور فرمایا: اور مہاجر وہ شخص ہے جو برائی کو چھوڑ دے اور اس سے بچے۔

۲۔ امام مسلم رحمہ اللہ اپنی کتاب صحیح میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا:

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کہ بتلاؤ اگر تم میں سے کسی شخص کے دروازے پر کوئی نہر ہو۔ اور وہ شخص اس

میں روزانہ پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے (جسم پر) کوئی میل کچیل باقی رہے گا؟

صحابہ نے عرض کیا: کچھ بھی میل کچیل باقی نہیں رہے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہی مثال ہے پانچ وقت کی نمازوں کی کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے سے غلطیوں

کو معاف فرما دیتے ہیں۔

۳۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم جلستے ہو مجلس کون ہے؟

صحابہ نے عرض کیا: ہم میں مجلس وہ کہلاتا ہے جس کے پاس نہ درہم ہو نہ اور ساز و سامان۔

آپ نے ارشاد فرمایا: میری امت میں سے مفلس شخص ہوگا جو قیامت کے روز نماز روزہ و زکوٰۃ کے ساتھ آئے گا اور ساتھ ہی اس نے اس کو گالی دی ہوگی اور اس پر تہمت لگائی ہوگی، اور اس کا سال کھایا ہوگا، اور اس کا خون بہایا ہوگا، اور اس کو مارا ہوگا، تو اس کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا اور اس کو اس کی نیکیوں میں سے دے دیا جائے گا پھر اگر اس کی نیکیاں اس سے قبل ختم ہو گئیں کہ ان سے ان گناہوں اور خطایا کا بدلہ دیا جائے جو اس پر ہیں، تو دوسروں (مظلوموں) کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے پھر اس کو آگ میں ڈال دیا جائے گا۔

ج۔ وعظ و نصیحت کو اللہ تعالیٰ کے نام کی قسم کھا کر شروع کرنا:

یہ اس لیے تاکہ سامع کو اس بات کی اہمیت کا اندازہ ہو جائے جس کے لیے قسم کھائی جا رہی ہے تاکہ وہ بھی اس پر عمل کرے یا اس سے اجتناب کرے۔

امام مسلم رحمہ اللہ اپنی صحیح میں نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے تم لوگ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہو گے جب تک کہ مؤمن نہ بن جاؤ۔ اور مؤمن اس وقت تک نہ بنو گے جب تک کہ آپس میں ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو... کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ اگر تم اس کو کر لو تو آپس میں محبت کرنے لگ جاؤ گے؟ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت ابو شریح رضی اللہ عنہ کی حدیث روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، بخدا وہ شخص مؤمن نہیں، پوچھا گیا کون شخص اسے اللہ کے رسول؟ آپ نے ارشاد فرمایا: وہ شخص جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ و مامون نہ ہوں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں اس طرح کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔

د۔ وعظ کو دل لگی کے ساتھ ملا دینا:

اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ذہن کو حرکت دی جائے، اور سستی دور کی جائے، اور نفس کو شوق دلایا جائے، اس سلسلہ کی مثال:

وہ حدیث ہے جو حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جسے ابو داؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک صاحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ سے صدقہ کے اونٹوں میں سے ایک اونٹ مانگا، تاکہ اس پر سامان لادھ کر گھر لے جاسکیں، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں اونٹنی کے بچے پر سوار کر دیں گے، ان صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں اونٹنی کے بچے کا کیا کر دوں گا؟

تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اونٹ کو بھی تو اونٹنی ہی بنتی ہے
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دل لگی کے اس انداز سے ان صاحب کو یہ بات ذہن نشین کرادی کہ اونٹ خواہ کتنا ہی
عمر رسیدہ اور بار برداری کے لائق کیوں نہ ہو جائے تب بھی وہ اونٹنی کا بچہ ہی رہتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال مبارکہ
میں اس طرح کے دل لگی کے بے شمار واقعات ملتے ہیں۔

۴۔ وعظ و نصیحت میں درمیانہ روی اور توسط کو اختیار کرنا تاکہ باعثِ طلال نہ ہو:

امام مسلم حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ نماز پڑھا کرتا تھا تو آپ کی نماز درمیانی ہوا کرتی تھی۔
اور ابو داؤد رحمہ اللہ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ
کے روز وعظ و نصیحت کو طویل نہیں کرتے تھے، وہ تو چند مختصر سے جملے ہوا کرتے تھے۔
اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں مروی ہے کہ جب تقریر فرماتے تو نہ اتنی مختصر ہوتی تھی کہ اہل بیت
اور مقصد سمجھ میں نہ آسکے اور نہ اتنی طویل ہوتی تھی کہ تنگ دل و آزرده خاطر کر دے، اور یہ بھی مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم پند و موعظت میں ہمارا خیال رکھا کرتے تھے تاکہ ہم تنگ دل نہ ہو جائیں۔

۵۔ وعظ کی قوتِ تاثیر کے ذریعہ حاضرین پر چھا جانا:

امام ترمذی حضرت عریاض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ہمیں ایسی (زبردست) وعظ و نصیحت کی جس سے ہم جل گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور دل
لرزنے لگے، تو ہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایسے شخص کی پند و موعظت ہے جو رخصت
کرنے اور الوداع کہنے والا ہو، لہذا آپ ہمیں کیا نصیحت کرنا چاہتے ہیں؟! آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو
اور میری سنت اور میرے بعد میرے خلفاء کی ہدایت یافتہ و ہدایت دینے والی سنت کی پیروی کرو، اور اس کو مضبوطی سے
تھام لو اس لیے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔

مسند امام احمد و صحیح مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر یہ آیت تلاوت فرمائی:

اور ان لوگوں نے اللہ کی عظمت نہ کی جیسی عظمت کرنا
چاہیے تھی، اور حال یہ ہے کہ ساری زمین اس کی مٹھی

﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ وَالْأَرْضُ جَمِيعًا
بِقَبْضَتِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَاللَّهُ مَطِيعٌ لِّعِبَادِهِ﴾

نُجُفَتُهُ وَتَعْلَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝۱۱۰

میں ہوگی قیامت کے دن اور آسمان اس کے دابنہ
ہاتھ میں پٹے ہوں گے، وہ پاک ہے اور برتر ہے ان
لوگوں کے شرک سے۔

الزمزم - ۶۷

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک کو آگے پیچھے کی جانب حرکت دے رہے تھے، اپنے رب کی بزرگی بیان فرما رہے تھے کہ رب فرماتا ہے: میں جبار ہوں، میں شکبر ہوں، میں بادشاہ ہوں، میں عزیز ہوں، میں کریم ہوں، اور اس وقت ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ منبر تھرانے لگا حتیٰ کہ ہم یہ کہنے لگے کہ وہ گر پڑے گا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گر جائے گا۔

واعظ وداعی لوگوں پر اس قوت تاثیر و چھا جانے سے اس وقت تک متصف نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس میں خلوص نیت، رقت قلب، نشو و نما، صفائی باطن اور روح کی پاکیزگی نہ ہو، ورنہ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ رب العالمین کے یہاں مسئولیت و ذمہ داری بہت بڑی ہے۔

ابن ابی الدنیا اور بیہقی سند جید کے ساتھ مرسل مالک بن دینار سے اور وہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: کوئی شخص ایسا نہیں کہ وہ کوئی خطبہ دے (و عظ کرے) مگر یہ کہ روز قیامت اس سے اللہ جل شانہ یہ پوچھے گا کہ اس کا وعظ سے کیا مقصد تھا؟ چنانچہ مالک بن دینار کی حالت یہ تھی کہ وہ جب اس حدیث کو بیان کیا کرتے تھے تو رونے لگتے پھر یہ فرماتے: تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ میں تم سے جو گفتگو کرتا ہوں اس سے میری آنکھوں کو ٹھنڈک حاصل ہوتی ہے، اور میں یہ بخوبی سمجھتا ہوں کہ اللہ عز و جل مجھ سے اس کے بارے میں یہ پوچھے گا کہ میں نے اس سے کیا چاہا تھا؟ تو میں یہ عرض کروں گا: اے اللہ آپ میرے دل کے دیکھنے والے تھے، اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ بات آپ کو پسند و محبوب تھی تو میں کبھی بھی اسے دو آدمیوں کے سامنے بھی نہ کہتا۔

اور وہ داعی جو صرف زبان سے کہنے والا ہو اور تصنعاً باتیں کرتا ہو تاکہ اس کے ذریعہ سے لوگوں کے دلوں کو گرویدہ بنائے اس کے اور اس داعی کے درمیان بہت فرق ہے جو مخلص ہو اور اسلام کی خاطر اس کا دل مجروح ہو، دل کی دھڑکن اور غم و ملال کی سوزش کے ساتھ اس کی زبان سے بات نکلتی ہو، اس لیے کہ مسلمانوں کی تکلیف دہ اور غمگین کن حالت اس کے سامنے ہے، ظاہر بات ہے کہ دوسرے داعی کی بات میں بہت زیادہ اثر ہوگا، اور اس کی بات پر لوگ زیادہ لبیک کہیں گے، اور اس کے کلام سے زیادہ متاثر ہوں گے اور خوب نصیحت حاصل کریں گے۔

حضرت عمر بن ذر نے اپنے والد سے عرض کیا: اے میرے ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ جب لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو لوگوں کو رلا ڈالتے ہیں، اور جب آپ کے علاوہ کوئی اور شخص ان سے مخاطب ہوتا ہے تو یہ بات نہیں

ہوتی؟ انہوں نے کہا: میرے بیٹے بات یہ ہے کہ وہ عورت جو مصیبت زدہ ہونے کی وجہ سے نوحہ کر رہی ہو (رو رہی ہو) وہ کرایہ پر رونے والی عورت کی طرح ہرگز نہیں ہو سکتی۔

ابوداؤد رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: جو شخص بات کرنے کا طرز و انداز اس لیے سیکھے تاکہ اس سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لے تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے نفل کو قبول فرمائیں گے اور نہ فرض کو (یا نہ توبہ قبول ہوگی نہ فدیہ و بدلہ)۔

ز۔ ضرب الامثال کے ذریعہ نصیحت کرنا :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ تھی کہ آپ اپنی نصیحت و وعظ کی وضاحت کے لیے ایسی مثالیں پیش کیا کرتے تھے جو لوگ خود اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا کرتے تھے، اور خود ان کے اختیار اور خیال کے دائرہ میں آتی تھیں اور آپ کا مقصد اس سے یہ ہوتا تھا کہ نفس پر اس وعظ کا اثر زیادہ سے زیادہ ہو اور ذہن میں وہ چیمہ خوب راسخ ہو جائے۔

نسائی اپنی "سنن" میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہو ترجمین لایک پھل ہے جو موسمی کی طرح کا ہوتا ہے (کی طرح ہے جس کی خوشبو بھی پیاری ہوتی ہے اور اس کا مزاج بھی عمدہ ہوتا ہے، اور اس مومن کی مثال جو قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا اس پھل کی طرح ہے جس کا مزاج عمدہ ہوتا ہے لیکن اس میں خوشبو کوئی نہیں ہوتی، اور اس بکر دار کی مثال جو قرآن کریم نہیں پڑھتا حنظلہ کے پھل کی سی ہے جس کا مزاج کڑوا ہے اور اس میں خوشبو کچھ نہیں، اور برے ساتھی کی مثال ایسی ہے جیسے کہ لوہار کے پاس بیٹھنے والے کی کہ اگر اس کی بھٹی کی سیاہی نہ بھی لگے تو دھواں ضرور پہنچے گا۔ ان نبوی تشبیہات میں ایسے نہایت واضح انداز سے خیر کی جانب ترغیب دی گئی ہے اور شر و برائی سے روکا گیا ہے کہ جو مومن طبین کے دائرہ اختیار میں ہے۔

ح۔ ہاتھ کے اشارے سے وعظ و نصیحت :

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی اہم بات کی تاکید کرنا چاہتے تھے تو دونوں ہاتھوں سے اس اہم کام کی جانب اشارہ کیا کرتے تھے جس کا اہتمام اور عمل کرنا لوگوں کے لیے ضروری تھا۔

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے کہ اس کا ایک حصہ

دوسرے کو قوت پہنچاتا و مضبوط کرتا ہے، یہ فرما کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلیاں ایک دوسرے میں داخل فرمادیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: میں اور یتیم کی پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے اور آپ نے انکشت شہادت اور اسکے برابر والی انگلی کی جانب اشارہ کیا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ اپنی "سنن" میں حضرت سفیان بن عبد اللہ بخلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجیے جس کو میں مضبوطی سے تھام لوں، آپ نے ارشاد فرمایا کہ تم یہ کہو میرا رب اللہ ہے اور میرا اس پر استقامت اختیار کرو۔ میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول سب سے زیادہ وہ خوفناک چیز کیا ہے جس کا آپ کو مجھ سے خطرہ ہو؟ آپ نے اپنی زبان مبارک پکڑ کر فرمایا: یہ۔

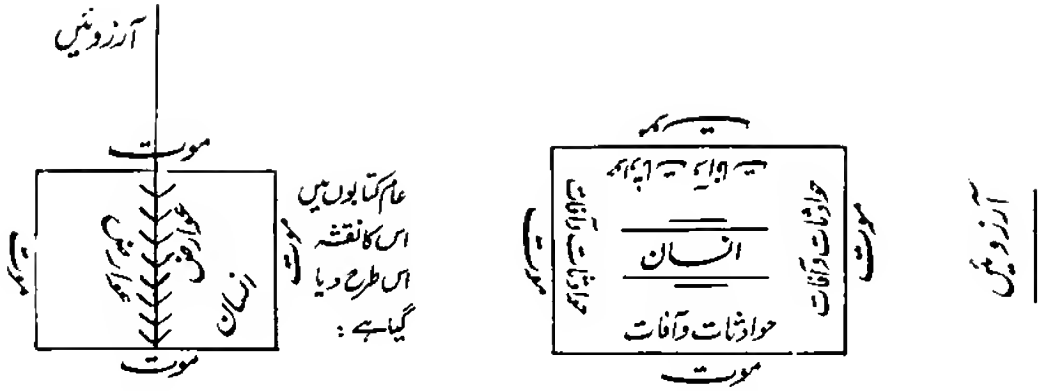
احادیث مبارکہ میں اس قسم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔

ط - لکیروں اور خطوط کے ذریعہ وضاحت اور نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اہم باتوں کی وضاحت اور بعض مفید تصورات کو لوگوں کے ذہن کے قریب کرنے کے لیے اپنے صحابہ کے سامنے خطوط و لکیریں کھینچ کر سمجھایا کرتے تھے۔

امام بخاری اپنی کتاب "صحیح" میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے سامنے ایک مربع دائرہ بنایا، اور میرا اس سے باہر نکلنے والی ایک لکیر کھینچی اور میرا بہت سی چھوٹی چھوٹی لکیریں اس طرف سے کھینچیں جو درمیان میں تھی اور ان کا رخ اس جانب تھا جو درمیان میں تھی اور یہ ارشاد فرمایا: یہ انسان ہے اور یہ (مربع دائرہ) اس کا وقت مقررہ ہے جو اسے چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہے اور یہ لکیر جو (اس دائرے سے) باہر نکل رہی ہے یہ انسان کی امیدیں و آرزوئیں ہیں اور چھوٹی چھوٹی لکیریں وہ حادثات و آفات ہیں جو اپنا نکش آتے ہیں۔ پس اگر انسان ایک آفت سے بچ جاتا ہے تو دوسری کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس سے بچ جائے تو تیسری کا اور اگر ان سب سے بچ جائے تو بڑھاپا اس کو پکڑ لیتا ہے۔ آئندہ صفحہ وہ نقشہ و تصویر یہ دی جا رہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطوط کے ذریعہ بیان فرمائی تھی۔





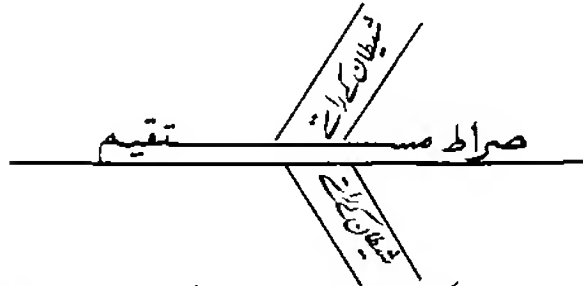
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر جو لکیریں کھینچیں تھیں ان کے ذریعہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ انسان اور اس کی طویل و لمبی چوڑی آرزوؤں و امیدوں کے درمیان اچانک موت یا آفات و مصائب کس طرح حائل ہو جاتے ہیں، یا پھر ختم کرنے والا بڑھاپا آ جاتا ہے۔ معلم اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے یہ نہایت عمدہ و شاندار وضاحت تھی۔

امام احمد اپنی مسند میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، آپ نے اپنے دست مبارک سے زمین پر ایک لکیر بنائی اور فرمایا یہ اللہ کا راستہ ہے اور پھر دو لکیریں اس لکیر کے دائیں طرف کھینچیں اور دو ہائیں طرزاوریہ فرمایا کہ یہ شیطان کے راستے ہیں، پھر اپنا دست مبارک درمیان کی لکیر پر رکھ کر مندرجہ ذیل آیت کریمہ تلاوت کی:

اور حکم کیا کہ یہ میری سیدھی راہ ہے سو اس پر چلو اور اور
راستوں پر رست ملو کہ وہ تم کو جہاں لے گئے اللہ کے راستے
سے تم کو حکم کر دیا ہے تاکہ تم بچتے رہو۔

«وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ
وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ
ذَٰلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ» (انعام ۱۵۴)

آپ نے جو لکیریں کھینچی تھیں ان کا نمونہ یہ ہے :



نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین پر لکیریں کھینچ کر ان کے سامنے یہ واضح فرمادیا کہ اسلام کا منہج و طریقہ وہ صراطِ مستقیم (سیدھا راستہ) ہے جو عزت و جنت تک پہنچانے والا ہے اور اس کے علاوہ اور جو افکار و خیالات اصول و منطقیات

وہ سب کے سب شیطان کے راستے اور اس کے وہ طریقے ہیں جو ہلاکت — و تباہی و جہنم تک پہنچانے والے ہیں

ی۔ عمل کے ذریعے سے نصیحت کرنا:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعلیم و تربیت اور معاشرہ کی تعمیر کے لیے زندہ نمونہ پیش کیا کرتے تھے جس کی بعض مثالیں درج ذیل ہیں:

ابو داؤد نسائی اور ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول وضو، کیا طریقہ ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک برتن میں پانی منگوا یا اور اپنے دونوں ہاتھ تین مرتبہ دھوئے تھی کہ پورا وضو کر کے دکھلا دیا پھر فرمایا: جو شخص اس پر زیادتی کرے گا یا اس میں کمی کرے گا تو اس نے زیادتی اور غلطی کیا۔

امام بخاری اپنی صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے ایک مجمع کے سامنے وضو کیا پھر فرمایا: جس شخص نے میرے اس وضو، کی طرح وضو کیا اور پھر دو رکعتیں اس طرح پڑھیں کہ ان کے دوران اس کے دل میں دنیا کی کسی چیز کا خیال نہ آئے تو اس کے تمام پچھلے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔

اور امام بخاری نے ایک حدیث روایت کی ہے جس میں یہ ذکر آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو اس حالت میں نماز پڑھائی کہ آپ منبر پر تھے تاکہ سب کے سب آپ کی نماز کا مشاہدہ کر لیں اور اس مشاہدہ کے ذریعہ آپ سے نماز کے افعال سیکھ لیں، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر آپ نے ارشاد فرمایا: اے لوگو میں نے یہ اس لیے کیا تاکہ تم میری اقتدار کرو اور میری نماز کو سیکھ لو۔

ل۔ موقعہ و مناسبت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وعظ و نصیحت کرنا:

بسا اوقات ایسا ہوتا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن لوگوں کو وعظ و نصیحت اور رہنمائی کرنا چاہتے تھے ان کے سامنے کسی موقعہ و مناسبت سے فائدہ اٹھالیا کرتے تھے تاکہ اس کا زیادہ اثر ہو، اور سمجھنے سمجھانے میں آسانی بھی ہو جائے ان مناسبات میں سے بعض درج ذیل ہیں:

امام مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عوالی (ایک علاقہ کا نام ہے) کی جانب سے بازار میں داخل ہوئے لوگ آپ کے ارد گرد تھے، آپ کا ایک مردار بھیڑ کے بچے کے پاس سے گزر ہوا جس کے کان چھوٹے چھوٹے تھے، چنانچہ آپ نے اس کا کان پکڑ کر فرمایا: تم میں سے کون شخص یہ پسند کرتا ہے کہ یہ مردار اسے ایک درہم میں مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا: ہم تو اسے کسی قیمت پر بھی نہیں لینا چاہتے، یا یہ فرمایا کہ ہم اس کا کیا کریں گے؟ تو

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ وہ تمہیں مل جائے؟ صحابہ نے عرض کیا: بخدا اگر یہ زندہ بھی ہوتا تب بھی کان کا چھوٹا ہونا اس کے لیے عیب تھا، اور اب جب وہ مردار ہو گیا تو پھر تو اور زیادہ عیب دار ہو گیا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: بخدا جتنا یہ مردار تمہاری نظروں میں حقیر ہے دنیا اللہ کے یہاں اس سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قیدی عورتیں لائی گئیں، ان عورتوں میں ایک عورت ایسی تھی کہ اس کے پستان دودھ سے بھرے ہوئے تھے وہ جب بھی کسی قیدی چھوٹے بچے کو دکھتی اسے بچہ کو اپنے سینے سے لگا کر دودھ پلانا شروع کر دیتی، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں جھونک دے گی؟ (جب کہ اسے یہ قدرت ہو کہ وہ اس کو آگ میں نہ پھینکے؟) ہم نے عرض کیا: جی نہیں! خدا کی قسم وہ ایسا ہرگز نہیں کرے گی، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر اس سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں جو اس عورت کو اپنے بچے پر ہے۔

ل۔ اہم چیز کی طرف متوجہ کر کے نصیحت کرنا؛

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سوال کو اس سے اہم سوال کی جانب پھیر دیا کرتے تھے جس کی مثال درج ذیل ہے: امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ: اے اللہ کے رسول قیامت کب آئے گی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دریافت فرمایا: تم نے اس کے لیے کیا تیاری کی ہے؟ انہوں نے عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول کی محبت۔ آپ نے ارشاد فرمایا: تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تمہیں محبت ہے۔

اس موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو قیامت کے قائم ہونے کے وقت کے بارے میں سوال سے (جس کا علم اللہ کے سوا کسی اور کو نہیں ہے) ایک اور جانب متوجہ کر دیا جس کی سب سے زیادہ ضرورت تھی، اور وہ ہے اس روز کے لیے اعمال صالحہ کی تیاری جس روز تمام لوگ اللہ رب العالمین کے دربار میں پیش ہوں گے۔

م۔ جس حرام چیز سے روکنا ہے اسے سامنے پیش کر کے وعظ و نصیحت کرنا؛

ایسا بھی ہوتا تھا کہ بعض اوقات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک میں وہ حرام چیز تمام لیتے تھے جس سے روکنا مقصود ہوتا تھا، اور اس چیز کو مخالفین کے سامنے کر دیا کرتے تھے تاکہ ان کو زبانی قول اور آنکھوں کے مشاہدہ سے وہ حرام چیز معلوم ہو جائے، اور نفوس کے لیے روکنے کا زیادہ قوی ذریعہ بنے اور حرام ہونے پر زیادہ صریح رہنمائی ہو جائے اور اس کی مثال یہ ہے:

ابوداؤد نسائی وابن ماجہ اپنی اپنی سنن میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے ارشاد فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دائیں ہاتھ میں ریشم اور بائیں ہاتھ میں سونا تھاما، اور پھر ان دونوں کو ہاتھوں میں لے کر بند کر کے فرمایا یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام اور عورتوں پر حلال ہیں۔

یہ وہ اہم اسلوب و انداز ہیں جو معلم اول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بڑوں کی رہنمائی، چھوٹوں کی تعلیم، خواص کی رہنمائی اور عوام کی ہدایت، اور اچھائیوں کے پیدا کرنے اور کجی کے دور کرنے کے لیے اختیار کیا کرتے تھے، اور اسے ربی صاحبان جیسا کہ آپ نے دیکھ لیا یہ متنوع طریقے اور مختلف وسائل ہیں، بلکہ جیسے ہم نے پہلے اشارہ کیا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی رہنمائی و ہدایت دینے اور ان کی اصلاح و متوجہ کرنے میں کسی ایک انداز ہی کو لازم نہیں پکڑتے تھے بلکہ صحابہ کے سامنے قصہ کے اسلوب سے سوال جواب کے۔ اسلوب کی طرف اور مؤثر کن ڈرنے والے اسلوب سے لطیف دل لگی کی نجات۔

اور ضرب الامثال اور مثالوں کے ذریعہ وضاحت سے لکیروں و خطوط یا ہاتھ سے اشارہ سے وضاحت کی جانب منتقل ہو جایا کرتے تھے، اور زبانی نصیحت سے فعل کے ذریعہ اس پر عمل کی جانب اور قرآن کریم سے یاد دہانی سے مناسبت و موقع سے فائدہ اٹھا کر عبرت انگیز انداز کی وضاحت و توضیح کی جانب، اور کسی اہم سوال سے اس سے اہم سوال کی نجات اور زبانی ممانعت سے مشاہدہ کے ذریعہ ممانعت کی جانب منتقل ہو جایا کرتے تھے۔

ان اسالیب و انداز کے بدلنے سے مخاطب اور بچوں میں معلومات راسخ کرنے اور فہم و سمجھ کے تیز کرنے اور ذکاوت کے حرکت دینے اور وعظ و نصیحت کے قبول کرنے اور تیقظ و ذکاوت کے بیدار کرنے میں جو عظیم اثر پڑتا ہے وہ کسی پر بھی مخفی نہیں ہے۔

لہذا جب ربی ان لوگوں کے سامنے جن کی تیاری و تربیت کی ذمہ داری اس پر عائد ہوتی ہے خواہ وہ اہل و عیال ہوں یا اولاد و شاگردان کے سامنے اپنی نصیحتوں اور رہنمائیوں میں ان اسالیب و انداز کو عمدگی سے پیش کرے گا تو بلا کسی شک و شبہ وہ انہیں سیکھیں گے بھی اور ان کو اپنے اوپر نافذ بھی کریں گے، بلکہ شاندار معاشرے کی تعمیر اور اسلامی حکومت کے قیام میں مضبوط و محسوس بنیاد ثابت ہوں گے۔

لہذا مزید بول کر چاہیے کہ ارشاد دور رہنمائی میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقوں اور وعظ و ارشاد میں آپ کے اسلوب کو اختیار کریں۔ اس لیے کہ وہ بہترین طریقے اور عمدہ تر اسلوب ہیں، اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوش نفس سے کچھ نہ فرماتے تھے اور آپ کی تربیت آپ کے رب نے کی تھی اور خوب کی تھی، اور آپ کی تیاری اللہ جل شانہ کے سامنے ہوئی اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عنایت و نگرانی آپ کے شامل حال رہی ہے، اور جب بات یہ ہے تو جو اقوال، افعال، تقریرات، کسی کام کو ہوتا دیکھ کر اس پر خاموشی اختیار کرنا اسے عربی میں تقریر کہا جاتا ہے ابھی آپ سے صادر ہوں گی وہ سب کی سب قیامت تک کے لیے مروجہ یا موزن کے ساتھ ساتھ انسانیت کے لیے تشریع اور ہدایت کا ذریعہ ہیں۔

سہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے محرو شرف اور ابدیت کے لیے یہ بات بہت کافی ہے کہ اللہ جل شانہ آپ کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیں:

«لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُوا اللَّهَ وَاليَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيرًا ۝»
 الاحزاب - ۲۱

رسول اللہ کا ایک عمدہ نمونہ موجود ہے تمہارے لیے
 یعنی اس کے لیے جو ڈرتا ہو اللہ اور روزِ آخرت سے
 اور ذکرِ الہی کثرت سے کرتا ہو۔

اور مزید یہ ارشاد فرمایا ہے:

«مَنْ يَطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ ۝» النساء - ۸۰

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

ہمیں یہ سمجھ لینا چاہیے کہ مرنے والی باتوں کو عملی جامہ نہیں پہناتے گا اور جس چیز کی دوسروں کو نصیحت کر رہا ہے اس کو عملی تطبیق نہیں دے گا تو کوئی شخص اس کے کلام کو قبول نہیں کرے گا۔ اور نہ کوئی انسان اس کی نصیحت سے متاثر ہوگا۔ اور نہ کوئی مخاطب اس کی بات پر لبیک کہے گا۔ بلکہ وہ عوام کی تنقید اور خواص کے مذاق کا نشانہ اور تمام لوگوں کے اس کے مخالف ہونے کا ذریعہ بنے گا۔

اس لیے کہ جو بات دل سے نہ نکلے وہ دل تک ہرگز نہیں پہنچتی، اور جس وعظ و نصیحت میں روحانیت کا اثر نہ ہو وہ دلوں پر کبھی اثر نہیں کرتی، کچھ صفحات قبل آپ نے پڑھ لیا ہے کہ جب باپ سے بیٹے نے یہ سوال کیا کہ یہ کیا بات ہے کہ جب آپ بات کرتے ہیں تو لوگوں کو رلا دیتے ہیں اور جب آپ کے علاوہ کوئی دوسرا بات کرتا ہے تو لوگ روتے نہیں ہیں۔ باپ نے جواب دیا اے میرے بیٹے مصیبت زدہ رونے والی عورت اجرت پر رونے والی عورت کی طرح نہیں ہوتی، ان کی مراد یہ تھی کہ وہ داعی جو اسلام کا در و رکھنے والا ہو اور جس میں ایمان جاگزیں ہو وہ منافق و اعظا اور ہنسائے اور خوش کرنے والے داعی کی طرح نہیں ہو سکتا۔

اس سے قبل نمونہ و مقتدی کے ذریعہ تربیت کی بحث میں ہم ان لوگوں کے بارے میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں جن کے قوال افعال کے خلاف اور جن کے وعظ ان کے عمل کے برخلاف ہوتے ہیں۔ لہذا قارئین کرام اگر اس موضوع پر تشفی بخش بحث مطالعہ کرنا چاہتے ہوں تو ان کا مطالعہ کر لیں انشاء اللہ سیرابی کا پورا سامان وہاں موجود پائیں گے۔

اے مرنے والی صاحبان آخری بات یہ ہے کہ:

جب آپ اسلام کے اس نظام و منہج پر مطلع ہو گئے ہیں جو قرآن کریم اور احادیث شریفہ میں وعظ کے مختلف طریقوں اور صحت کے اسلوب اور وعظ و ارشاد کے وسائل کی شکل میں موجود ہے۔

تو پھر آپ کی یہ ذمہ داری ہے کہ آپ اپنی ہمت تیز کریں، اور عزم کو دو چند کریں تاکہ آپ نے جو منہج اور طریقہ سیکھے ہیں انہیں نافذ کر سکیں، اور ان کی عملی تطبیق پیش کر سکیں، اور پھر آپ اپنے بچے یا شاگرد یا سرپرست کو ایسی حالت میں پائیں گے کہ اس کا دل آپ کی نصیحت سننے کے لیے تیار ہوگا اور کلی طور پر ہدایت و رہنمائی کے طریقوں کے سامنے گردن جھکانی ہوئی ہوگی اور حق و اسلام کے لیے ہر وقت لبیک کہنے والا ہوگا۔

مرتبہ باب یا مربی ماں اس وقت کتنے قابل تعریف ہوتے ہیں جب وہ شام کو اپنے بچوں کے ساتھ مل بیٹھے ہیں۔ اور ان کے ان لمحات کو عمدہ قسم کی کہانیوں، حکمت کی باتوں اور وعظ و نصیحت کے لطائف سے پُر کر دیتے ہیں۔ کبھی ان کے سامنے کوئی قصہ بیان کر دیا، اور کبھی کوئی نصیحت کی بات کر دی، کبھی کوئی شعر سنایا، کبھی قرآن کریم کی تلاوت کبھی کوئی لطیفہ کبھی آپس میں باہمی مقابلہ کر دیا، اور اس طرح سے وہ انداز و اسالیب بدلتے رہتے ہیں اور موضوعات کو متنوع کرتے رہتے ہیں تاکہ جاگنے اور وقت گزارنے سے ان کی روحانی تکمیل اور نفسیاتی و اخلاقی تعمیر ہو سکے، لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان کے سبق یاد کرنے اور ان کے روزانہ کے سونچے ہوئے کام میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہو، اور اس طریقے سے مربی اس بات پر قادر ہوگا کہ حقیقت و دل لگی اور وعظ و نصیحت اور لطیفوں کو جمع کر دے اور حقیقت اور تسلی کے اسباب میں توازن قائم کر دے تاکہ وہ قلبی طور سے اس بات پر مطمئن اور وجدانی طور سے قناعت کر سکے کہ بچوں نے اپنا بڑا وقت نفع بخش کاموں اور مفید چیزوں میں صرف کیا ہے۔

اگر مربی روزانہ اس منظم پر عمل کر لے تو کوئی زیادہ طویل وقت نہ گزرے گا کہ وہ اپنے ان بچوں کو جن کی تربیت کا اس نے اہتمام کیا ہے اور ان کی نگرانی کی ہے انہیں وہ ہدایت یافتہ و ہدایت دینے والوں اور اللہ کے ان نیک بندوں کی فہرست میں پائے گا جن سے آرزوئیں والبتہ ہوتی ہیں اور جن کے ذریعہ سے اسلام کو فتح و نصرت حاصل ہوتی ہے۔

مربی اس وقت کتنا موفق ہوتا ہے جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ قرآن کریم کے واعظانہ اسلوب کو اختیار کرتا ہے، چنانچہ وہ کبھی تو انہیں تقویٰ اختیار کرنے ترغیب دیتا ہے، اور کبھی وعظ و نصیحت کرتا ہے کبھی انہیں خیر خواہی پر ابھارتا ہے، اور کبھی ترغیب سے کام لیتا ہے، اور کسی موقع پر سرزنش کے اسلوب کو بھی اختیار کر لیتا ہے، اور اس طرح سے حالات و مواقع کی مناسبت سے اسلوب کا انداز نو بہنو بدلتا رہتا ہے۔

یہ سب کچھ بار بار کے ان الفاظ سے پکارنے اور آواز دینے کے علاوہ ہے جن کی ابتداء حرف نداء سے ہوتی ہے جیسے مربی کا یہ کہنا کہ: اے میرے بیٹے، اے میرے لڑکے اس لیے کہ اس قسم کے الفاظ جذبات ابھارنے اور شعور کے بیدار کرنے کا بڑا ذریعہ ہیں اور قرآن کریم نے کتنے ہی مقامات پر انہی کلمات سے ابتداء کی ہے۔

اور یہ سب قصہ کہانی کے اس اسلوب کے علاوہ ہے جو عبرت و نصیحت کے مواقع سے مرتبط ہو، قرآن کریم میں یہ انداز سی بہت سی جگہ وارد ہوا ہے

اور اس اسلامی توجیہ کے علاوہ ہے جس کی ابتداء حروف تاکید سے ہوئی ہے جسے کتنے ہی مواقع پر قرآن کریم نے مکرر ذکر کیا ہے۔

اور اس معاشرتی رہنمائی کے علاوہ ہے جو حروف استفہام انکاری سے شروع ہوتی ہے جو قرآن کریم میں متعدد جگہ پر مذکور ہے۔

اور اس مطمئن کرنے والی توجیہ و رہنمائی کے علاوہ ہے جو ادلہ عقلیہ کے ساتھ آراستہ ہو، اور یہ کتنی ہی جگہ قرآن کریم میں مذکور ہے۔

اور اس محیط تصوراتی رہنمائی کے علاوہ ہے جو شواہد کے ساتھ مقرون ہو جس کی قرآن کریم نے متعدد مقامات پر تعریف کی ہے اور شرعی اصول و ضوابط کے ساتھ مدلل اس رہنمائی کے نظام کے علاوہ ہے جس کا قرآن کریم نے کتنی ہی جگہ تذکرہ کیا ہے۔

اس کے علاوہ اور متنوع قسم کی توجیہات اور رہنمائیاں اور نوبو اسلوب جو سب کے سب قرآن کریم سے حاصل کیے گئے ہیں۔

اور اسی طرح مہربی اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وعظ کے طریقوں اور نصائح اور ارشادات میں آپ کے اسلوب کو اختیار کرے گا۔

اور اس وقت کتنا موفق ہوگا جب کسی قصہ کو بیان کرنے کے بعد اس سے عبرت کے پہلو واضح کرے گا اور اس میں نصیحت حاصل کرنے کے مواضع کی نشاندہی کرے گا۔

اور مہربی اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنے بچوں کے ساتھ سوال جواب کے طریقے کو اختیار کرے گا، مثلاً ان کے سامنے کوئی سوال پیش کر دیا یا ان سے کچھ پوچھ لیا، تاکہ وہ مطمئن کن و مدلل رہنمائی کے چشمے سے سیراب ہوں۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنی موعظت و نصیحت میں درمیانہ روی سے کام لیتا ہوگا اور تنگ دل و آزرده خاطر ہونے کے خوف سے اہم سے اہم تر پرکتفا کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب اپنی پند و موعظت کی ابتداء تاکید کے واسطے قسم کے ساتھ کرے گا اور شوق دلانے اور اس سے لگن پیدا کرنے کے لیے اس میں دل لگی کا پہلو شامل کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ اپنی پوری کوشش اس بات پر صرف کر دے گا کہ وہ اپنے بچوں کو وعظ و نصیحت کرتے وقت ان پر چھبائے تاکہ وہ سب اس کے کلام سے متاثر ہوں۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ نصیحت اور وعظ کی وضاحت کے لیے مثالوں، لکیروں کے کھینچنے اور ضرب لاشال بیان کرنے اور ان تمام چیزوں سے مدد لے گا جنہیں لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں، اور جو ان کے خیال

کے دامن میں سما سکتی ہیں، تاکہ خوب وضاحت ہو جائے اور ذہن میں اچھی طرح سے راسخ ہو جائے۔
اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب ان کے سامنے وہ تعلیم کے میدان میں اپنی ذات سے عملی نمونہ اور تطبیق کے میدان میں فعلی شہادت پیش کرے گا۔

اور وہ اس وقت کتنا موفق ہوگا جب وہ کسی حادثہ کے پیش آنے پر وعظ کے لیے راستہ ہموار کرے یا نصیحت کے لیے کوئی مناسبت پالے، تاکہ خوب اثر ہو اور اس کی بات پر پوری طرح سے لبیک کہی جاسکے۔
اس کے علاوہ وعظ و نصیحت کے دوسرے وہ انداز جنہیں مربی اختیار کرے گا اور رہنمائی کے وہ طریقے جنہیں وہ وقتاً فوقتاً سیکھتا رہے گا۔

اس لیے کہ مربی کو قرآن کریم کے لہلہاتے باغ میں یہ جابجا منتشر ملیں گے اور حدیث شریف کے سرسبز باغ میں وہ انہیں موجود پائے گا۔

لہذا مربیوں کو چاہیے کہ وہ لوگوں سے خطاب کرنے اور انہیں خیر کی طرف دعوت دینے میں قرآن کریم کے عظیم اسلوب کو اختیار کریں۔ اس لیے کہ قرآن شریف اس عظیم ذات کی کتاب ہے جس تک باطل نہ اس کے سامنے سے آسکتا ہے اور نہ اس کے پیچھے سے، یہ تو ایک حکیم و حمید ذات کا نازل کردہ ہے۔ اسی طرح مربیوں کو وعظ و نصیحت کے طریقوں اور رہنمائی کے اسالیب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرنا چاہیے، اس لیے کہ وہ ایسے معصوم نبی ہیں جو اپنی خواہش نفس سے کچھ نہیں فرماتے، اور ان کے کمالات تک کوئی بشر اور ان کے مرتبہ کو کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے زمانوں اور تمام عالم میں فخر کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ ان کو اس خطاب ابدی سے مخاطب کریں اور اس شاندار وصف کے ساتھ متصف فرمائیں ارشاد ہے:

«وَإِنَّكَ لَعَلَّ خُلِقَ عَظِيمٌ»۔ القلم - ۴

اور بے شک آپ اخلاق کے اعلیٰ مرتبہ پر ہیں۔

اور فرمایا:

«وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ»۔

اور ہم نے آپ کو دنیا جہان پر (اپنی) رحمت ہی کے لیے

بھیجا ہے۔

الانبیاء - ۱۰۷

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریم و عزت کے لیے یہ کافی ہے کہ خود آپ نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا ہے:

«أَدْبَنِي دُنَىٰ أَحْسَنَ تَأْدِيٍّ»۔

میرے رب نے مجھے تربیت دی اور خوب اچھی

تربیت دی۔



(۴) دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت

دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت سے مراد یہ ہے کہ بچے پر نظر رکھی جائے، اور اس کے عقیدے و اخلاق کے بنانے میں اس کی نگرانی ہو۔ اور اس کی نفسیاتی اور معاشرتی شخصیت سازی میں اس کو نظروں کے سامنے رکھا جائے اور اس پر کنٹرول رکھا جائے، اور اس کی جسمانی تربیت اور علم کے حصول کی کیفیت کے بارے میں براہ تحقیق کرتے رہنا چاہیے اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ تربیت ایسا کامل و متوازن انسان تیار کرنے کے لیے قوی ترین اساس ہے جو دنیا کی زندگی میں ہر صاحب حق کو اس کا حق دے، اور جو اسے اس بات پر مجبور کر دے کہ وہ اپنی ذمہ داریوں کو پورا کرے، اور مکمل طریقے اور عمدگی سے اپنے واجبات و فرائض ادا کرنے میں مہارت حاصل کرے، اور اسے ایک ایسا حقیقی مسلمان بنادے جو مضبوط اسلامی حکومت کی ٹھوس بنیاد کے لیے اساسی و بنیادی پتھر کا کام دے جس سے اسلام کو سر بلندی حاصل ہو اور جس پر اعتماد کر کے اسلامی حکومت ایسی طاقتور و مستحکم بن کر ابھرے جو اپنی ثقافت و مرتبہ اور شخص میں تمام قوموں؛ امتوں کا مقابلہ کر سکے۔

اسلام نے اپنے محیط بنیادی اصولوں اور ابدی نظام کے ذریعے والدین اور مربیوں سب کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ سب کے سب زندگی کے ہر گوشے اور محیط تربیت کی ہر جہت میں اپنی اولاد کی دیکھ بھال اور اپنے جگر گوشوں پر نظر رکھنے میں کوئی کسر نہ چھوڑیں۔

محترم مربی صاحبان کے سامنے اس دیکھ بھال و نظر رکھنے کے سلسلہ میں وارد ہونے والی اہم نصوص ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

<p>اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو آگ سے جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اس پر تندرست و بڑے مضبوط فرشتے (مقرر) ہیں، وہ اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے کسی بات میں جو وہ ان کو حکم دیتا ہے، اور جو کچھ حکم دیا جاتا ہے اسے (فورا) بجالاتے ہیں۔</p>	<p>﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْأَجْجَارُ عَلَيْهَا مَلَكٌ غَلَظُ شِدَادٍ لَا يَعْصُونَ اللَّهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ﴾ (النجم: ۶)</p>
---	---

اور اگر مربی اپنے اہل و عیال اور اولاد کو اچھی باتوں کا حکم نہ دے اور برائیوں سے نہ روکے اور ان کی دیکھ بھال اور ان پر نظر نہ رکھے تو پھر مربی ان کو جہنم کی آگ سے کس طرح بچائے گا؟

لہ تعالیٰ کے فرمانِ مبارک: «قُوا أَنْفُسَكُمْ...» کے بارے میں حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی تربیت کرو اور ان کو تعلیم دو۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: تم ان کو اس چیز سے روکو جس سے اللہ نے تمہیں روکا ہے اور تم انہیں ان باتوں کا حکم دو جن باتوں کا اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے، اور اس طرح سے ان کے اور جہنم کی آگ کے درمیان آڑور کاوٹ ہو جائے گی۔

اور اللہ جل شانہ فرماتے ہیں:

((وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا))
اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی
اس کے پابند رہیے۔

ظہر ۱۳۲

اور نماز کا حکم اس وقت ہو سکتا ہے جب اللہ کے حق ادا کرنے میں کوتاہی ولا پرواہی ہو رہی ہو۔
اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَعَلَى الْمَوْلُودِ لَهُ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ))
اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں
کا بہستور کے موافق۔ البقرہ ۲۳۳

اور باپ اہل و عیال کے کھانے پینے اور لباس پوشاک کے فریضہ کو کس طرح ادا کرے گا جب کہ وہ ان کی جہانی و
صحت کے پہلو سے ان کے حالات کی دیکھ بھال نہ کرے؟
وہ احادیث جو دیکھ بھال اور نظر رکھنے پر آمادہ کرنے والی اور ابھارنے والی ہیں وہ بے شمار ہیں:

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے
ہیں کہ: ... مرد اپنے اہل و عیال کا رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعیت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اور عورت شوہر کے
گھ کی رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی...

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے ابو داؤد و ترمذی رحمہما اللہ نے ابو سبرہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ جب بچہ سات سال کا ہو تو اسے نماز کی تعلیم دو
اور جب دس سال کا ہو جائے تو اس پر اس کی پٹائی کرو۔

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام ترمذی رحمہ اللہ نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت
کیا ہے کہ انسان کا اپنے بچے کو تربیت دینا اس سے بہتر ہے کہ وہ ایک صاخ صدقہ کرے۔

ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے طبرانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے کہ رسول
الکریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو تین باتوں کی تربیت دو اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، اور ان
۱۔ بیت کی محبت، اور قرآن کریم کی تلاوت کی..

اور ان احادیث میں سے وہ حدیث بھی ہے جسے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "الادب المفرد" میں ابویہ بن ماکہ بن الحویرث رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے انہوں نے فرمایا: ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم ہم عمر قسم کے نوجوان تھے، ہم آپ کے پاس بیس رات ٹھہرے رہے، تو آپ کو یہ خیال ہوا کہ ہمیں اپنے گھر والوں سے ملنے کی خواہش ہوگی، آپ نے ہم سے پوچھا کہ ہم اپنے اہل و عیال میں سے کس کو پیچھے چھوڑ کر آئے ہیں؟ ہم نے آپ کو اس کی اطلاع دے دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑے نرم و رحمدل تھے آپ نے ارشاد فرمایا کہ: اپنے اہل و عیال کے پاس جاؤ اور انہیں تعلیم دو اور (پھر) باتوں کا حکم دو، اور اس طرح سے نماز پڑھو جس طرح تم نے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ پھر جب نماز کا وقت آجائے تو تم میں سے ایک آدمی اذان دے دے اور تم میں جو بڑا ہودہ امامت کرے۔

انسان کے مسئول ہونے کے کیا معنی ہیں؟ اور عورت کے مسئول ہونے کا کیا مطلب ہے؟ اور ان بچوں کو تعلیم دینے اور مارنے کے کیا معنی ہیں؟ اور دونوں حدیثوں میں تادیب (ادب سکھاؤ) کے کیا معنی ہیں؟ اور اس کا کیا مطلب ہے کہ اپنے اہل و عیال کے پاس چلے جاؤ اور ان کو تعلیم دو اور ان کو (اچھائیوں کا) حکم دو؟ کیا اس سب کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ربی بچے کی دیکھ بھال اور اس پر نظر رکھے، اور اس کو ادب سکھائے اور اس کی حرکات و سکنات پر نظر رکھے، اور اگر وہ کسی کے حق کو چھوڑ دے تو اس کی جانب اس کی رہنمائی کرے اور اگر وہ کسی فریضے میں کوتاہی کرے تو اس کو اس پر ابھارے، اور جب کسی قابل اعتراض بات یا منکر کو دیکھے تو اس کو اس سے روکے، اور جب وہ کوئی اچھا کام کرے تو اس کی تعریف کرے۔

وہ امور جس میں کسی دوا آدمیوں کا بھی اختلاف نہیں یہ بھی ہے کہ بچے کی دیکھ بھال اور اس کی نگرانی تربیت کی اعلیٰ و ظاہر ترین بنیادوں میں سے ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں بچہ ہمیشہ ربی کی نظروں میں رہے گا اور وہ اس کی تمام حرکات و سکنات اور گفت شنید اور چال ڈھال کی نگرانی کرتا رہے گا، لہذا اگر وہ اسے خیر و اچھائی میں دیکھے گا تو اس کا اکرام کرے گا، اور اس پر اس کو شاباش دے گا، اور اگر اس سے کسی برائی کو صادر ہوتے دیکھے گا تو اسے اس سے روکے گا اور اس سے ڈرائے گا اور اس کو اس کے برے انجام اور خطرناک نتائج سے آگاہ کرے گا، اور ربی کی غفلت یا بچے کی جانب سے تغافل کی وجہ سے بچہ لامحالہ انحراف کی طرف مائل ہوگا، اور بلاشبہ وہ آزادی و مگرابی کا شکار ہوگا۔ جس کے بعد اس کی ہلاکت یقینی اور اس کی تباہی لازمی ہوگی۔



ہمارے معلم اول اور ہادی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی بہترین دیکھ بھال اور ان کے بارے میں باز پرس اور سوال جواب اور ان کے حالات کی جانچ پڑتال، اور تفصیل کرنے والے کو ڈرانے اور اچھے کام کرنے والے کو

شاباش دینے اور ان میں سے مقرر و مساکین پر شفقت کرنے اور چھوٹوں کو تربیت دینے — اور نادانوں کو تعلیم دینے میں اپنی امت کے لیے بہترین نمونہ چھوڑ گئے ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دیکھ بھال و جانچ پڑتال کے چند نمونے درج ذیل ہیں :

✽ معاشرتی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال و نگرانی کے سلسلہ میں وہ روایت ہے جو بخاری و مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہمارے لیے تو وہاں بیٹھنے کے سوا کوئی چارہ کار نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر گفتگو کرتے ہیں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم راستے میں بیٹھا ہی چاہتے ہو تو پھر راستے کا حق ادا کرو، صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نگاہ کا پست رکھنا، اور اذیت دینے سے رکتا، اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا نیکم دینا اور بری بات سے روکتا۔

✽ حرام سے بچانے کے سلسلہ میں آپ کی نگرانی و دیکھ بھال پر وہ روایت دلالت کرتی ہے جو نووی نے "رایض الصالحین" میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار بیچکا اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کے انگارے کو اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو اس شخص کے کسی نے کہا: اپنی انگوٹھی لے لو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ!! ان صاحب نے کہا: نہیں! بخدا ہرگز نہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس کو پھینک چکے ہیں تو اب میں اس کو ہرگز نہیں لوں گا۔

✽ چھوٹوں کو تربیت دینے کے سلسلے میں آپ کی جانچ پڑتال کی مثال وہ ہے جسے امام بخاری و مسلم حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرِ کفالت ایک چھوٹا سا بچہ تھا، میرا ہاتھ کھانے کے برتن میں اُدھر اُدھر حرکت کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا اے لڑکے اللہ کا نام لو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

✽ بڑوں کی رہنمائی کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے ابو داؤد و بیہقی حضرت عبداللہ ابن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک روز میری والدہ نے مجھے بلایا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، والدہ نے فرمایا آجاؤ تاکہ تمہیں دے دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا: تم نے اسے کیا دینے کا ارادہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا میرا ارادہ تھا کہ اسے کھجور دے دوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: سن لو اگر تم اسے کچھ بھی نہ دیتیں تو تمہارے اعمال نامے میں ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا

❖ اخلاقی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ حدیث ہے جسے بخاری و مسلم نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک صاحب کا تذکرہ کیا گیا، تو ایک صاحب نے انہی تعریف کی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: برا ہو تمہارے لیے تم نے تو اپنے ساتھی کی گردن کاٹ ڈالی، یہ بات آپ نے کئی بار فرمائی، فرمایا اگر تم میں سے کوئی شخص تعریف کرنا ہی چاہے تو اگر وہ واقعہً اسے اسی طرح سمجھتا ہو تو اسے چاہیے یہ کہے: میں اسے اس طرح کا آدمی سمجھتا ہوں اور اللہ اس کا حساب لینے والا ہے، اور اللہ کے سامنے کسی کا تزکیہ دکرے۔

❖ نفسیاتی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ ان کے والد انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے کر حاضر ہوئے اور فرمایا: میں نے اپنے اس بیٹے کو ایک غلام ہدیہ کر دیا ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: کیا تم نے اپنے تمام بچوں کو اس جیسا ہدیہ دیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں!! آپ نے ارشاد فرمایا: پھر اس ہدیہ کو بھی واپس لے لو... ایک روایت میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ایسا اپنے تمام بچوں کے ساتھ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: جی نہیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل و برابری سے کام لو، چنانچہ میرے والد نے رجوع کر کے وہ ہدیہ واپس لے لیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ پھر تو مجھے گواہ نہ بناؤ اس لیے کہ میں ظلم پر گواہی نہیں دے سکتا۔

❖ جسمانی تربیت کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو دیکھا کہ وہ اونٹ کی طرح ایک ہی سانس میں پانی پی رہے ہیں تو آپ نے ان سے فرمایا (جیسا کہ امام ترمذی نے روایت کیا ہے) ایک ہی سانس میں اونٹ کی طرح مت پیو بلکہ دو یا تین سانس میں پیو اور جب پیو تو اللہ کا نام لے لیا کرو، اور جب پی چکو تو اللہ کی تعریف ادا کیا کرو۔

اور امام بخاری اپنی ”صحیح“ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے تیز اندازی کے حلقوں میں سے گزرا کرتے تھے اور آپ ان کی ہمت افزائی فرماتے اور ان سے یہ فرماتے: تم تیز اندازی کرو اور میں تم سب کے ساتھ ہوں۔
❖ داعی کی تربیت اور لوگوں کے ساتھ نرمی کا برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں آپ کی دیکھ بھال کی مثال وہ روایت ہے جسے امام بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

لے یہ حدیث منہ درمنہ تعریف کرنے کے مکروہ ہونے پر دلالت کرتی ہے لہذا اس سے اس شخص کے عجب و تکبر میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو لیکن اگر یہ ڈرنے ہو تو تعریف کرنے میں کوئی حرج نہیں اس لیے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی منہ پر تعریف کی ہے جیسے کہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: شیطان تمہیں کسی راستے میں چلتا ہوا نہیں دیکھتا مگر یہ کہ وہ تمہارے ڈر کی وجہ سے اس کو چھوڑ کر دوسرا راستہ اختیار کر لیتا ہے۔

ساتھ چل رہا تھا آپ نے موٹی کمناری والی ایک نہجانی چادر اوڑھ رکھی تھی، ایک اعرابی آپ کو مل گیا اور اس نے آپ کی چادر کو اس زور سے پکڑ کر کھینچا کہ اس کے سختی سے کھینچنے کی وجہ سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گردن کے کنارے پر چادر کا نشان پڑا ہوا دیکھا۔ پھر اس اعرابی نے آپ سے کہا: اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کا ہومال آپ کے پاس ہے اس میں سے مجھے بھی دینے کا حکم دیجیے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی طرف متوجہ ہوئے مسکرائے اور اس کو کچھ دینے کا حکم دے دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جس معاشرہ کی ہدایت و اصلاح کا کام انجام دے رہے تھے اس کے افراد کی دیکھ بھال اور ان پر نظر رکھنے کے یہ چند نمونے ہیں۔ اور یہ زندہ حقیقی اور واقعی نمونے ہیں جو اس بات کی تاکید کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی تربیت اور ان کے معاملات کی درستگی اور ان کے حالات کی اصلاح اور ان کے معیار و مستوی کو بلند کرنے کے کس قدر حریص تھے۔

محترم قارئین کرام! آپ نے دیکھ لیا ہو گا کہ یہ توجیہات و ملاحظیات تہنیتات و ارشادات صرف بڑوں تک ہی محدود نہیں تھے بلکہ ان کا دائرہ چھوٹوں تک پھیلا ہوا تھا۔ اور یہ نفس انسانی کی اصلاح میں کسی ایک متعین جہت و جانب کیساتھ مخصوص نہیں تھے بلکہ اس کے تمام جوانب کو محیط تھے، ایمانی، علمی، نفسیاتی، معاشرتی اور جسمانی تمام پہلوؤں کو شامل تھے۔

عورتوں کے معیار کو بلند کرنے اور ان کو ان کے حقوق دینے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو ارشادات فرمائے اور رہنمائی کی ہے اس کے چند نمونے پیش خدمت ہیں:

۱۔ نسائی اور ابن ماجہ روایت کرتے ہیں کہ ایک نوجوان عورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اس نے عرض کیا: میرے والد نے میرا نکاح اپنے بھانجے سے کر دیا ہے تاکہ میرے ذریعے سے اس کے عیب و نقص پر پردہ ڈال سکے اور میں اسے ناپسند کرتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس لڑکی کے باپ کے پاس پیغام بھیجا اور انہیں حکم دیا کہ اس لڑکی کو اختیار دے دیں، تو اس لڑکی نے کہا: میں اپنے والد کے فیصلہ کو برقرار رکھتی ہوں، میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ عورتوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ والدین کو کبھی اختیار حاصل نہیں ہے۔

۲۔ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ (جو نیک صالح مسلمان تھے مگر بہ صورت اور کالے رنگ کے تھے) کی بیوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور آپ سے عرض کیا کہ مجھے ثابت بن قیس کے دین یا اخلاق پر کوئی اعتراض نہیں ہے، البتہ میں مسلمان ہو کر کفر کو ناپسند کرتی ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: یہاں تم ان کو ان کا باغ واپس کر دو گی؛ (یعنی وہ باغ جو انہوں نے مہر میں تم کو دیا تھا) انہوں نے عرض کیا: جی ہاں!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے شوہر کو پیغام بھیجا کہ ان کو ایک طلاق دے دو، چنانچہ حضرت

لے یعنی شوہر کی نعمت کی ناشکری اور اس سے بغض کی وجہ سے اس کا حق ادا نہ کرنے کو ناپسند کرتی ہوں۔

ثابت نے انہیں طلاق دے دی۔

۳۔ بزار و طبرانی روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت (جن کا نام زینب اور لقب خطیبۃ النساء تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ: میں آپ کی خدمت میں عورتوں کی طرف حاضر ہوئی ہوں، اللہ نے مردوں پر جہاد فرض کیا ہے، اس میں اگر انہیں کوئی زخم وغیرہ پہنچ جائے تو ان کو اجر ملتا ہے، اور اگر ان کو قتل کر دیا جائے تو وہ اللہ کے یہاں زندہ ہوں گے اور انہیں رزق ملتا رہے گا، اور ہم عورتوں کی جماعت ان کی دیکھ بھال کرتے ہیں تو اس اجر و ثواب میں سے ہمیں کیا ملے گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہاری جن عورتوں سے ملاقات ہو انہیں یہ پیغام پہنچا دو کہ شوہر کی اطاعت اور اس کے حق کا اعتراف اس کے برابر ہے یعنی اس پر بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر اجر ملتا ہے لیکن تم میں سے بہت کم ایسی عورتیں ہیں جو ایسا کرتی ہوں۔

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی معاشرے اور قوم کے افراد کی اس طرح دیکھ بھال و نظر رکھنے کی یہ صفت تمام مرتبوں کے لیے تربیت کے میدان میں عملی نظام و منہج اور اصلاح کے لیے مؤثر و فائدہ بخش طریقہ پیش کرتی ہے، اور ان تمام افراد کو جن کے ذمے تربیت کا فریضہ اور رہنمائی کی مسؤلیت عائد ہوتی ہے اس بات پر متنبہ کرتی ہے کہ وہ اپنی پوری کوشش صرف کریں اور بچے کی اصلاح و نیک بخت بنانے اور اس کے عقلی، نفسیاتی و اخلاقی معیار کو بلند کرنے کی پوری فکر کریں۔

اور جب دیکھ بھال و توجہ کرنے کی عادت بڑوں کے حق میں فائدہ مند و نفع بخش ہے (جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا) تو یہ چیز بچوں کے حق میں تو اور زیادہ سودمند اور نفع بخش ہوگی، اس لیے کہ چھوٹے بچے میں خیر کی صلاحیت پر فطری استعداد اور نفس کی صفائی اور وہ معصومیت ہوتی ہے جو بڑے میں نہیں ہوتی، اس لیے بچے کی اصلاح بہت آسان ہے، اور اگر بچے کو اچھا ماحول شاندار تربیت میسر آجائے چاہے وہ داخلی اور گھریلو قسم کی ہو یا اسکول و مدرسہ یا معاشرے میں تو ایسی صورت میں اس کی اصلاح اور اس کا اخلاقی، نفسیاتی اور ایمانی طور پر صحیح طریقے سے نشوونما بہت آسان ہو جاتا ہے جب کہ مربی کو بڑے کی اصلاح کرنے میں اس وقت بہت دشواری و صعوبت پیش آتی ہے جب وہ سخت مزاج اور گمراہی میں پڑا ہوا ہو، اور شاعر نے اپنے مندرجہ ذیل شعر میں یہی امر ادا کر دیا ہے:

ولیس ینفع عند الشیبة الأدب

اور بوڑھوں کو تربیت و ادب کچھ فائدہ نہیں دیتا

ولن یلین إذا قومها الخشب

لیکن اگر کڑوی کوسیدھا کر دو تو وہ سیدھی نہیں ہوتی

و ینفع الأدب الأحداث فی صغر

بچپن میں بچوں کو تربیت دینا فائدہ پہنچاتا ہے

إن الغصون إذا قومتها اعتدلت

اگر ٹہنیوں کو تم سیدھا کر دو تو وہ سیدھی ہو جاتی ہیں

۴۔ اس کو خلق کہا جاتا ہے یعنی عورت اپنے شوہر سے طلاق حاصل کرنے کے لیے کچھ روپیہ دیتی ہے اور یہ طرین کی رضامندی سے ہی ہوتا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاشرے میں افراد، اور امت میں عورت، اور خاندان میں بچے کی دیکھ بھال و نگرانی کے جو اصول مقرر کیے ہیں ان کی وجہ سے مریضوں پر خواہ وہ ماں باپ ہوں یا اساتذہ و معلمین پر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ اپنی ہمت تیز کریں اور عزم کو مضبوط اور کوشش و محنت کو بڑھادیں تاکہ مسلمان معاشرے کی تیاری اور شاندار قوم کے بنانے اور مسلمان حکومت و وجود میں لانے کے لیے ان کے ذمہ جو فریضہ عائد ہوتا ہے اس کو پورا کر سکیں۔

وہ اہم امور جن کا مربی کو جاننا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ دیکھ بھال کے ذریعہ تربیت نفس انسانی کی تعمیر کے پہلوؤں میں سے کسی ایک یا دو پہلوؤں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اسے تمام پہلوؤں کو محیط ہونا چاہیے چاہے ایمانی پہلو ہو یا عقلی، اخلاقی پہلو ہو یا جسمانی، نفسیاتی پہلو ہو یا معاشرتی، تاکہ یہ تربیت ایسے کامل و مکمل مسلمان فرد کی تیاری کا پہل دے سکے جو زندگی میں تمام حقداروں کو ان کا حق دے سکے۔

بچے کے ایمانی پہلوؤں کی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

★ مربی ان چیزوں پر نظر رکھے جو بچے کو افکار و عقائد اور بنیادی اصولوں کے سلسلہ میں ان حضرات سے ملتے ہیں جو اس کی تعلیم و تدریس و رہنمائی کے ذمہ دار ہیں خواہ مدرسہ و اسکول میں ہو یا اس کے باہر پھر اگر وہ خیر اور مصلحتی کی حالت دیکھے تو اللہ کی تعریف و شکر ادا کرے، اور اگر صورت حال اس کے برخلاف ہو تو توحید کے بنیادی عقائد اور ایمان کی بنیادی باتوں کو بچے میں راسخ کرنے کے سلسلہ میں اپنی بڑی ذمہ داری کو پورا کرے تاکہ بچہ مہرمانہ الحادی تعلیمات اور خطرناک لادینی نظریات و افکار سے بچ سکے۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچہ کنسی کتابیں، رسالے اور مطبوعات زیر مطالعہ رکھتا ہے، اگر وہ یہ محسوس کرے کہ اس کے مطالعہ میں ایسی کتابیں رہتی ہیں جن میں زینغ و ضلال اور الحاد اور مسیحیت وغیرہ کی دسیسہ کاریاں پنہاں ہیں تو اسے چاہیے کہ بچے کو اس سے دور رکھے، اور اسے مطمئن کرادے کہ یہ اور اس جیسی کتابیں وغیرہ اس کے ایمان خالص کو متاثر اور عظیم اسلام کو خراب کرنی والی کتابیں ہیں۔

★ مربی کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ کس قسم کے ساتھیوں اور دوستوں سے ملتا اور ان کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے، پھر اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ جن ساتھیوں کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے وہ غلط نظریات اور طعنانہ خیالات کے مالک اور گمراہ و بد عقیدہ ہیں تو مربی کو چاہیے کہ ایسے لوگوں سے بچے کا میل بول بند کرادے، اور اس کے لیے اچھے ساتھی اور متقی ہم نشین مہیا کرے جن کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے اس کی اصلاح ہو اور دین میں پیشگی پیدا ہوا اور آخرت کی کامیابی و مسرور و فیض نصیب ہو۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچے کا کن جماعتوں اور کن پارٹیوں سے تعلق ہے، اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ پارٹی

اپنے قواعد و نظریات کے اعتبار سے الحادی جماعت ہے اور وہ جماعت جس سے بچے کا تعلق ہے اپنے اغراض و مقاصد میں لادینی ہے تو مربی کو بچے کو اس سے روکنے میں نہایت سمجھداری سے کام لینا چاہیے، اور اسے چاہیے کہ بچے کی خوب نگرانی رکھے، اور بچے کو مطمئن کرنے اور صحیح راستے پر رکھنے میں موقع کا منتظر رہے، اور یہ کوشش اس وقت تک جاری رکھے جب تک اس بچے کو حق کی طرف مائل اور ہدایت کی طرف رجوع کرنے والا اور صراطِ مستقیم پر چلنے والا نہ دیکھ لے۔

بچے کے اخلاقی پہلو کی نگرانی یہ ہے کہ:

✱ مربی بچے میں سچ بولنے کی عادت پر نظر رکھے، اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ وعدہ کرنے یا بات چیت میں جھوٹ سے کام لیتا ہے اور الفاظ و کلمات سے کھیلتا ہے اور معاشرے میں منافقوں و جھوٹوں کے روپ میں آتا ہے، تو اسے چاہیے کہ بچہ جیسے ہی پہلا جھوٹ بولے اس وقت اس کی اصلاح کرے، اور اس کو صحیح و سچائی کا راستہ دکھا دے، اور اس کے سامنے جھوٹ اور جھوٹوں اور نفاق اور منافقوں کی خوب اچھی طرح سے مذمت کرے، اور اس کی قباحت و برائی کو واضح کرے تاکہ بچہ وہ حرکت دوبارہ نہ کرے، لیکن اگر مربی نے بچے کو آزاد چھوڑ دیا اور اس کی نگرانی و دیکھ بھال نہیں کی تو ایسی صورت میں وہ یقیناً جھوٹ کا عادی بنے گا اور خدا اور اس کے بندوں و دونوں کے یہاں جھوٹا شمار ہوگا۔

✱ اسی طرح مربی کو بچے میں امانت داری کے وصف کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اگر مربی یہ دیکھے کہ بچہ چوری کے راستے پر چل رہا ہے (چاہے معمولی سی چیز کی چوری کیوں نہ ہو مثلاً اپنے بہن بھائی کے چند آنے یا روپے یا کسی ساتھی کے قلم ہی کا چوری کر لینا) تو اس کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ فوراً اس کی طرف توجہ کرے، اور اس مرض کا علاج کرے، اور بچے کو یہ بتا دے کہ یہ ناجائز ہے اور یہ بھلائی کی کامال لینے میں داخل ہے۔ اسی طرح مربی پر یہ بھی لازم کہ وہ بچے کے دل میں اللہ کے مراقبہ اور حاضر و ناظر ہونے کا یقین اور اس کا خوف پیدا کر دے، تاکہ وہ اس حرکت سے باز رہے، اور اس کی حالت سنو رہائے اور اس کے اخلاق درست ہو جائیں، ورنہ بچہ لازمی طور سے خیانت کی طرف قدم بڑھائے گا، اور چوری و دھوکہ دہی کا عادی بنے گا۔ بلکہ ایسا مجسم و غائن اور بد بخت بنے گا جس کی گندی حرکتوں سے لوگ اور تمام معاشرہ پناہ مانگے گا۔

✱ مربی کو چاہیے کہ بچے میں زبان کی حفاظت کی عادت کا بھی خیال رکھے، اور اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ گالی بکاتا ہے اور زبان سے برے کلمات ادا کرتا ہے اور اس کے منہ سے فحش کلمات و گندے الفاظ نکلتے ہیں تو اس کو حکمت و دانائی سے اس عادت کا علاج کرنا چاہیے اور بچے کی اصلاح کا خوب خیال رکھنا اور اہتمام کرنا چاہیے، اور ان اسباب پر غور کرنا چاہیے جو بچے کو بد زبان فحش گو بنانے کا ذریعہ بنے ہیں، تاکہ بچے اور ان اسباب کے درمیان رکاوٹ پیدا کر سکے، اور پھر نہایت عمدہ اسلوب و پیار سے انداز سے بچے کے سامنے بااخلاق بچے کے اوصاف و صفات اور بادل انسان

کی خصوصیات بیان کرے، تاکہ وہ اچھے اخلاق اور عمدہ افعال کی طرف مائل ہو جائے۔

بچے کی زبان درست رکھنے کے لیے مربی کو اس بات کا سب سے زیادہ اہتمام کرنا چاہیے کہ بچے کو برے ساتھیوں سے دور رکھے اس لیے کہ بچہ انہی سے لیتا اور اخذ کرتا اور انہی کی عادتوں سے متاثر ہوتا ہے۔

☆ مربی کو بچے کی نفسیاتی و ارادی عادات و اخلاق کا بھی خیال و دیکھ بھال رکھنا چاہیے، لہذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ دوسروں کی امدہی تقلید کرتا ہے اور ناز و نعمت و آسائش کا دلدادہ ہے، اور گندے فحش گانوں اور موسیقی سننے کا شوقین ہے، اور چال ڈھال میں لچک ہے، اور قابل اعتراض جگہوں پر رہتا ہے، اور نامحرم عورتوں سے ملتا، اور فحش و گندے مناظر کے لیے ٹیلی ویژن و وی سی آر دیکھتا ہے، سینما جاتا ہے، اور فحش رسالے پڑھتا ہے، اور جنسی تصویریں اور عشقیہ کہانیاں جمع کرتا ہے، اگر مربی بچے کو ان میں سے کسی چیز میں مبتلا دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اس کی آزادی و بے راہ روی اور بد اخلاقی کا خوش اسلوبی و حکمت سے مذاکرہ کرے، لہذا کبھی نرمی اختیار کرے اور کبھی سختی سے کام لے، کبھی ڈرانے دھمکانے سے اور کبھی لالچ و ترغیب دے، اور بچے کو اس دلدل و گندگی سے نکالنے اور اس کی اصلاح کے لیے ہر طریقہ کو کام میں لے، تاکہ اپنے بچے کو نیک و متقیوں کی صف اور صالحین و اچھے لوگوں میں پائے۔

ایسا والد کننا حکیم اور بچے پر نظر رکھنے والا ہوتا ہے جو بچے کی بے خبری میں اچانک بلا اطلاع اس کے کمرے میں یہ دیکھنے چلا جاتا ہے کہ وہ کیا پڑھتا اور کیا لکھتا ہے اور کن چیزوں کا مطالعہ کرتا ہے، اور یا یہ کہ اچانک اس کے پاس جانے پر اس کے سامنے کیا منظر پیش آتا ہے؟ ہو سکتا ہے کہ وہ بچے کے پاس جلنے اور یہ دیکھے کہ بچہ ننگی تصاویر کے دیکھنے میں مشغول ہے یا فحش مجلات و رسالوں کی ورق گردانی کر رہا ہے، یا بیجان خیز جذبات بھڑکانے والا ڈائجسٹ یا کہانی پڑھ رہا ہے، یا اپنی کسی محبوبہ کو خط لکھنے میں مشغول ہے، یا اس کے علاوہ اور وہ امور جو اچانک داخل ہونے پر سامنے آسکتے ہیں۔

اور باپ اس وقت کننا حکیم و اہتمام کرنے والا شمار ہوگا جب یہ اپنی بیٹی کے واقعہ مد سے جانے اور وہاں سے واپس آنے کا یقین کر لیتا ہو، اس لیے کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ اس جستجو اور تحقیق کے نتیجہ میں اس کو یہ معلوم کہ اس کی بیٹی ایسی گندی جگہ جاتی ہو جہاں عزت لوٹی جاتی ہو اور شرافت برباد ہوتی ہو، یا اس کے کسی آزاد بے راہ رو نو جوان کے ساتھ غیر شرفانہ تعلقات ہوں۔

اور ہم نے کتنے ہی ایسے دردناک قسم کے بد اخلاقی کے واقعات اور تکلیف دہ گندے تعلقات کے حادثات سنے ہیں جن سے پیشانی پسینہ آوے اور دل صدمات و آہوں سے ٹدھال ہو جاتا ہے۔

اس لیے دیکھ بھال کی عادت بچے کی محفی عادتوں و کیفیوں پر مطلع ہونے کے لیے عظیم ترین عادت ہے جس سے بچے کے وہ محفی راز معلوم ہو جاتے ہیں جن کا وہ ارتکاب کرتا ہے اور ان برائیوں پر سے پردہ اٹھ جاتا ہے جن

میں وہ مبتلا ہوتا ہے، بلکہ اس دیکھ بھال سے بچے کے اخلاق و کردار کی اصلی و حقیقی صورت مربی کے سامنے آجاتی ہے۔

اس تمام تر کاوش و جدوجہد کے بعد مربی اس لائق ہو جائے گا کہ مناسب طریقے اور فائدہ مند اسلوب سے بچے میں موجود انحراف کا علاج کر سکے، اور مربی و والد اپنی اس جدوجہد میں یقینی طور سے ایسے تربیتی حل تک پہنچ جائے گا جو بچے کی اصلاح کا ذریعہ بنے گا، اور اس کی وجہ سے وہ گنہگار کی دلدل سے بچ جائے گا اور متوازن شخص و ہدایت یافتہ انسان بن جائے گا۔

● بچے کی عقلی و علمی پہلو کی دیکھ بھال سے مراد یہ ہے کہ :

★ مربی بچے کے علم حاصل کرنے کی رفتار اور ثقافتی لحاظ سے اس کی شخصیت سازی پر نظر رکھے، تعلیم خواہ بچے کے حق میں فرض عین ہو یا فرض کفایہ۔

لہذا مربی کو چاہیے کہ یہ دیکھتا رہے کہ کیا بچے نے وہ علم حاصل کر لیا ہے جو اس کے لیے فرض عین ہے؟ کیا اس نے قرآن کریم تلاوت کرنے کا طریقہ سیکھ لیا ہے؟ اور کیا اس نے ان عبادات کے احکام سیکھ لیے ہیں جو اس پر فرض ہیں؟ کیا اس نے حلال و حرام چیزیں جان لی ہیں؟ کیا اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات (جنگوں) کا علم حاصل کر لیا ہے؟ اور کیا اس نے دین و دنیا سے متعلق امور اور وہ اسلامی آداب سیکھ لیے ہیں جن کا سیکھنا ضروری ہے؟ مربی ان امور کی تعلیم دینے کا ذمہ دار ہے اور اگر اس نے اس میں کسی قسم کی بھی کوتاہی کی تو اللہ تعالیٰ اس سے اس کی باز پرس کرے گا۔

مربی ان وسائل کو ہمیشہ موجود پائے گا جو بچے کی شرعی لحاظ سے تعمیر و تکمیل اور اسلامی طور پر شخصیت سازی میں مددگار ثابت ہوں گے۔

اور اگر بچہ ایسا علم حاصل کر رہا ہو جو فرض کفایہ کے قبیل سے ہو مثلاً یہ کہ وہ علم طب یا انجینئرنگ وغیرہ کی تعلیم حاصل کر رہا ہو تو پھر مربی کا فریضہ یہ ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ بچہ اس علم میں کتنی دل جمعی، محنت، ذوق و شوق اور لگن سے کام لے رہا ہے تاکہ جب وہ فارغ ہو کر نکلے تو اپنی اس خصوصی تعلیم سے امت مسلمہ کو فائدہ پہنچا سکے اور اپنے علم اور خداداد صلاحیت سے مسلم معاشرہ میں ترقی کی بنیادیں مضبوط کر سکے۔

مربی ایسے وسائل بھی کم نہ پائے گا جو اس کو علم، مہارت، کمال اور تفوق میں نمونہ بنادیں، اس سلسلہ میں مربی کی توجہ ہم اس طرف مبذول کرانا چاہتے ہیں کہ وہ فرض کفایہ کی وجہ سے فرض عین کے سلسلہ میں سستی نہ کرے بلکہ اس کو چاہیے کہ پہلے نمبر ایک پر توجہ دے پھر نمبر دو پر، یا کم از کم دونوں (یعنی فرض عین و فرض کفایہ دونوں) پر برابر کی توجہ دے

تالہ پنہ دونوں لوسیلھے۔ ورنہ پھر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ سولیت اور ذمہ داری بہت بڑی ہے۔

* اسی طرح مرنے کو نیچے کی فکری سمجھ بوجھ پر اس لحاظ سے نظر رکھنا چاہیے کہ اس کا اسلام سے دین و دنیا کے اعتبار سے اور قرآن کریم سے دین و تشریع (قانون) کے لحاظ سے، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے امام و مقتدا ہونے کے لحاظ سے، اور اسلامی تاریخ سے عزت و افتخار کے لحاظ سے، اور اسلامی ثقافت سے روحانی و فکری کے لحاظ سے، اور دعوت و تبلیغ سے لگن، جذبے و جدوجہد کے لحاظ سے کس قسم کا تعلق ہے، اور یہ بات اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک بچے کے ساتھ مسلسل لگانہ جائے اور وقتاً فوقتاً فکرائیز کتابوں کے پڑھنے اور دعوت و تبلیغ پر مشتمل رسائل اور اسلامی منشورات کی طرف اس کی رہنمائی نہ کی جائے، اور ان کے پڑھنے کا شوق اس میں پیدا نہ کیا جائے، اور ساتھ ہی مفید اسلامی تقاریر اور مؤثر بہادرانہ و غطول اور خطبوں کے سننے کی طرف رہنمائی کی جائے، اور اس سلسلہ میں مرنے کو بچے کے لیے ایسا کتب خانہ مہیا کرنا چاہیے جس میں اسلامی کتابیں، اسلام کی طرف سے مدافعت پر مضامین، اور اعداء اسلام کے شکوک و شبہات کا جواب ہو۔

بلاشبہ یہ تمام وسائل بچے کو ایک ایسے مضبوط قلعہ میں لے لیں گے جو اسے عیسائیوں اور کفر و الحاد پرست جماعتوں کی مسموم و فتنہ انگیز تحریکات کے دم سے بچالے گا، بلکہ اس کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ نہایت بہادری و ایمان اور جرأت و شجاعت سے اسلام کے لیے کام کرے تاکہ وہ مسلم معاشرہ کی تعمیر اور اسلامی حکومت کے قیام میں ایک فائدہ مند ممبر کا کام دے۔

اس وقت مرنے کا دل رنج و غم سے کس قدر پارہ پارہ ہو جاتا ہے جب وہ دیکھتا ہے کہ اس کا بچہ اسکول میں مغربی فلماں کے حالات یاد کرتا ہے، اور وہ مشرق سے وابستہ بڑی بڑی بہت سی شخصیات کے حالات، افکار، آراء اور نظریات کے بارے میں تو بہت کچھ جانتا ہے لیکن اسے مسلمانوں کی تاریخ، عظیم مسلمان شخصیات کی زندگی، فاضلین اسلام کے حالات اور ماسر علماء اسلام کے بارے میں سوائے چند باتوں کے اور کچھ معلوم نہیں۔

مرنے کو اس وقت کس قدر رنج و غم ہو گا جب وہ بچے کو فراغت سے پہلے اور فراغت کے بعد ایسی حالت میں پائے کہ اس کو غیر دل کی تہذیب و ثقافت، اور مغربی یا مشرقی افکار، اور الحادی و دنیاوی مذاہب نے مسخ کر کے رکھ دیا ہو اور اس کو اس درجے تک پہنچا دیا ہو کہ وہ اپنے دین، اپنی تاریخ، اور بزرگوں کا دشمن بن گیا ہو۔

اس لیے فکری سوچہ بوجھ پیدا کرنے کی بہت اہمیت ہے، اور بچے میں اسلامی عقیدہ کے راسخ کرنے اور اس کو صحیح مسلمان بنانے اور اس میں اسلام کا یہ کامل اور صحیح تصور پیدا کرنے کا بہت اچھا اثر پڑتا ہے کہ اسلام ایک فیصلہ کن نظام اور دنیا کی زندگی گزارنے کا صحیح طریقہ و اسلوب بتلانے والا اور عزت کا باعث اور قوت و مجد کا ذریعہ ہے۔

مرنے کو بچے کی عقل کی درستگی و توانائی کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اور سرورہ چیز جو بچے کی عقل، حافظہ اور علم و ہر دہائی پر

اثر انداز ہو سکتی ہو بچے کو اس سے بچانا اور روکنا چاہیے، اور اس کے سامنے اس کے وہ نقصانات بیان کر دیا چاہیے کہ جسم و عقل اور نفس پر پڑتے ہیں۔

لہذا مربی کو یہ نوٹ کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں بچہ شراب نوشی یا منشیات وغیرہ کے مکڑیوں میں نہ پڑ گیا ہے اس لیے کہ یہ چیزیں جسم کو تباہ کر دیتی ہیں اور جنون اور ہسٹریا کا مرض پیدا کرتی ہیں۔

مربی کو یہ بھی خیال رکھنا چاہیے کہ بچہ حلق (مشت زنی) کے مرض میں گرفتار نہ ہو جائے اس لیے کہ اس سے وق و صل کی بیماری پیدا ہوتی ہے اور حافظہ کمزور ہو جاتا ہے، ذہن بھج جاتا ہے، عقل و انکار میں پراگندگی اور بے چینی اور طبیعت میں خوف و ڈر اور دوسروں کا سامنا کرنے سے کترانے کا مرض پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی طرح تمباکو نوشی کے مرض کا بھی خیال رکھنا چاہیے، اس لیے کہ — اس سے اعصاب میں ہيجان پیدا ہوتا ہے اور حافظہ پر اثر پڑتا ہے، اور حاضر حواسی اور غور و فکر کا ملکہ کمزور پڑ جاتا ہے۔

اور آخری بات یہ ہے کہ مربی کو اس بات پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچہ بے حیائی کی چیزوں سینما ڈرامے اور ننگی تصویروں کے دیکھنے کا عادی نہ بنے، اس لیے کہ — اس کی وجہ سے عقل کا کام معطل ہو جاتا ہے، اور آہستہ آہستہ حافظہ ذہن اور صحیح سوچ بچار کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس لیے بچے کی عقلی صحت مندی ایسی اہم چیز ہے جس پر مربی کو پوری توجہ اور پورا اہتمام صرف کرنا چاہیے، اور اس کی خوب تاکید کرنا چاہیے، اس لیے کہ عقل انسان کی زینت ہے، اور اس کے صحیح و متوازن تصرفات ہی ایسی ظاہری چیزیں ہیں جن سے انسان ممتاز ہوتا ہے، اور بقنا زیادہ خیال رکھا جائے گا دیکھ بھال کی جائے گی اور اہتمام کیا جائے گا بچہ میں اتنا ہی وقار اور عقل و سمجھداری پیدا ہوگی۔

بچے کی جسمانی دیکھ بھال یہ ہے کہ:

★ مربی بچے کے سلسلہ میں اپنے اوپر واجب ضروری لوازمات و حاجات مثلاً اچھی غذا، صاف ستھرے مکان اور لباس پوشاک کا خیال رکھے، تاکہ بچوں کو بیماری لاحق نہ ہو اور امراض و وباؤں کی وجہ سے ان کے جسم لاغر و نحیف نہ ہو جائیں۔

★ اور کھانے پینے اور سونے میں حفظان صحت کے ان اصولوں کا خیال رکھے جن کا اسلام نے حکم دیا ہے کھانے کے سلسلہ میں مربی کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ بچے کو بد ہضمی سے بچائے، اور کھانے پینے میں ضرورت و عادت سے زیادہ کھانے سے روکے، اور کھانا ہضم ہونے سے قبل کھانا کھانے سے منع کرے۔

پینے کے سلسلہ میں مربی کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ اسے دو یا تین سانس میں پینے کی تعلیم دے، اور ترن میں سانس لینے سے منع کرے، اور کھڑے ہو کر پینے سے روکے۔

سونے کے سلسلہ میں بچے کو دائیں کر دٹ پر لیٹنے کا حکم دے اور کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع کرے۔
 * مرنی اور خاص کر مال کو یہ خیال رکھنا چاہیے کہ متعدی امراض سے بچاؤ کی احتیاطی تدابیر اختیار کی جائیں خصوصاً جب کسی ایک بچے کو کوئی ایسا مرض لاحق ہو جائے تو دوسرے بچوں کو اس سے دور رکھے، تاکہ مرض پھیلنے اور وبا کے بڑھنے سے روکا جاسکے۔

* مرنی کو بچے کی صحت برقرار رکھنے کا خیال رکھنا چاہیے اور حفاظتی تدابیر اختیار کرنا چاہیں۔
 جس کا طریقہ یہ ہے کہ کچا پھل کھانے اور سبز یوں کو دھونے سے قبل استعمال کرنے سے منع کرے، اور کھانے سے قبل دونوں ہاتھ دھونے کا حکم دے، اور کھانے میں پھونک مارنے سے منع کرے، اور اسی جیسی صحت سے متعلق اور دوسری وہ تعلیمات جو اسلام نے پیش کی ہیں۔

* بچے کو ریاضت و ورزش کا عادی بننے اور سہواری سیکھنے کی تلقین کرے، اور سادگی اختیار کرنے اور مردانہ زندگی اور حقیقت پسند آدمی بننے کی تلقین کرے، اور عیش و عشرت میں پڑنے اور ناز و نعمت میں مستغرق نہ ہونے دے، تاکہ کچھ قوی الجسم، پختہ ارادے والا، اور مضبوط و تندرست جسم والا، اور کرگزرنے والا انسان بنے۔

* مرنی کو تمام ان چیزوں پر نظر رکھنا چاہیے جو جسم کو تباہ اور صحت کو برباد کرنے والی اور بیماریوں کا ذریعہ ہیں، جیسے کہ مہدرات و منشیات کا استعمال، سگریٹ نوشی، مشیت زنی، زنا و لواطت وغیرہ اس لیے کہ یہ تمام عادتیں سرطان کے امراض، دل کی بیماریوں، اور پھوڑے پھنسیوں، اور عکبر کی خرابی، بانجھ پن، اور ٹھنوں و رگوں کے کچھاؤ اور اس کے علاوہ اطباء۔۔۔ اور اس فن کے ماہرین کے بیان کے مطابق دوسرے اور خطرناک امراض کا ذریعہ بنتی ہیں۔

اور جب بچے میں ان میں سے کسی بیماری کی کوئی علامت ظاہر ہو اور اس کی نشانیاں و علامات نظر آنے لگیں، تو اس کے علاج کے لیے مرنی کو فوری طور سے اس مرض کے ماہر سے رجوع کرنا چاہیے، تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول کی تکمیل ہو جسے امام احمد و نسائی نے روایت کیا ہے،

((یا عباد اللہ! تداووا فان اللہ عزوجل
 لم یضع داءً الا وضع له شفاءً))

اے اللہ کے بندو! علاج کرو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے
 کوئی بیماری نہیں اتاری مگر یہ کہ اس کی دوا و شفا بھی نازل
 فرمائی ہے۔

اور ایسی صورت میں مرنی ان اوامر پر عمل کرنے والا ہوگا جو اسلام نے علاج و دوا دار و احتیاطی تدابیر اختیار کرنے اور جسم و صحت سے متعلق بیان کیے ہیں، اور اس طرح سے بچے کا جسم بہت امراض سے بچ جائے گا، اور وہ اس بیش آمدہ خطرے اور مرض سے چھٹکارہ حاصل کر لے گا۔



بچے کے نفسیاتی پہلو کی دیکھ بھال سے مراد یہ ہے کہ :

☆ مربی بچے میں شرمندگی کی عادت پر نظر رکھے، لہذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ کیسوی تنہائی اور لوگوں اور مجلسوں سے دوری کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ بچے میں جرأت پیدا کرے، اور لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کی تلقین کرے، اور اس میں فکر و سمجھ، اور سوجھ بوجھ و فکری و معاشرتی پختگی کو بڑھائے۔

☆ اسی طرح بچے میں خوف و ڈر کی عادت پر نظر رکھے، اگر یہ محسوس ہو کہ بچہ میں بزدلی اور خوف اور حادثات کے سامنے شکست خوردہ بننے اور مشکلات سے بھاگنے کی عادت ہے تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں خود اعتمادی پیدا کرے اپنے پر بھروسہ کی عادت ڈلائے اور شجاعت و اقدام کا پہلو اجاگر کرے، تاکہ وہ دنیاوی زندگی و اس کی مشکلات و آفات کا ہنسی خوشی خندہ پیشانی سے مقابلہ کر سکے۔

ماں پر خصوصی طور سے یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ بچے کو سایہ تار کی یا جن بھوت، جڑیل اور عجیب و غریب مخلوق سے نہ ڈرائے تاکہ بچہ خوف و ڈر کا عادی نہ بن جائے اور خوف کے اس تک پہنچنے کا کوئی راستہ باقی نہ رہے۔

☆ اسی طرح بچے میں احساس کہتری کی بیماری پر بھی نظر رکھے، اگر یہ معلوم ہو کہ بچے میں اس کا کچھ اثر ہے تو اسے نہایت حکمت اور خوش اسلوبی سے اس کا علاج اس طرح سے کرنا چاہیے کہ جس کے ذریعہ سے وہ اسباب ختم ہو جائیں جو اس کا ذریعہ بنے ہیں۔

اگر احساس کہتری کا سبب تحقیر و ابانت ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے کو اچھے الفاظ سے مخاطب کرے اور پیار سے پکارے۔

اور اگر احساس کمتری کا سبب زیادہ ناز و غرے اٹھانا ہو تو مربی کو بچے کے ساتھ مناسب تربیت، مزا، پیار اور نرمی گرمی و دونوں سے کام لینا چاہیے۔

اور اگر اس احساس و شعور کی وجہ قیہی ہو، تو تیم کے سرپرستوں میں سے جو مربی ہیں انہیں چاہیے کہ اس کے ساتھ اچھا برتاؤ کریں اور اسے محبت و پیار کا احساس دلائیں۔

اور اگر اس احساس کا سبب فقر و غربت ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے میں صبر اور برداشت اور اسلامی شخصیت کی تعمیر میں اپنے پراعتمادی روح پیدا کرے، تاکہ بچہ اپنا راستہ خود مہوار کرے، اور اس کے علاوہ اور دوسرے لوگوں اور بڑے بڑے مالداروں نے جو کام کیا ہے وہ بھی یہ کام کر سکے۔

اور اگر اس احساس کا سبب حسد ہو تو مربی کو اس بیماری کا علاج بچے سے محبت کے ذریعے کرنا چاہیے، اور اس کے اور اس کے بھائیوں میں برابری کر کے اور ان اسباب کو دور کر کے کرنا چاہیے جو حسد کا ذریعہ بنتے ہیں۔

☆ بچے میں غصہ کی عادت پر بھی نظر رکھنا چاہیے، اگر مربی یہ دیکھے کہ بچہ معمولی سی بات پر ناراض ہو جاتا ہے تو اسے اس کے

اسباب کا ازالہ کر کے اس عادت کو ختم کرنے کی کوشش کرنا چاہیے۔

اگر غصہ کا سبب بیماری ہو تو مربی کو کسی طبیب سے اس کا علاج کرنے میں مہجرت کرنا چاہیے اور اگر غصہ کا سبب بھوک ہو تو مربی کو بچے کو مناسب وقت پر غذا دینے کی طرف توجہ کرنا چاہیے۔ اور اگر اس کا سبب بلاوجہ ڈانٹنا جھڑپنا ہو تو مربی کو چاہیے کہ زبان سے ایسے کلمات نہ نکالے جو ڈانٹ ڈپٹ اور اہانت و تحقیر کا ذریعہ بنتے ہوں۔

اور اگر غصہ زیادہ ناز و خجڑے اٹھانے اور ناز و نعمت کی وجہ سے ہو تو مربی کو چاہیے کہ اس کے ساتھ عام درجہ کا معاملہ کرے اور اسے سادگی کا عادی بنائے۔

اور اگر اس کا سبب مذاق اڑانا اور منہسی ٹھٹھہ کرنا ہو تو مربی کو چاہیے کہ بچے کو ایسی چیزوں سے دور رکھے جو اس کے جذبات کو برا نگینہ کرنے والی ہوں۔

اسی طرح مربیوں پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں اسلام کے بیان کردہ قواعد و ضوابط کو اپنائیں اور اپنے بچوں کو ان کی تعلیم دیں تاکہ وہ غصہ میں آپے سے باہر نہ ہوں اور جذبات کے برا نگینہ ہونے پر ان کی تیزی و شدت ماند پڑ جائے۔

● بچے کی معاشرتی زندگی پر نظر رکھنے سے مراد یہ ہے کہ:

* مربی بچے میں یہ بات نوٹ کرتا رہے کہ وہ دوسرے کے حقوق ادا کر رہا ہے یا نہیں؛ اگر وہ محسوس کرے کہ بچہ اپنے یا اپنی والدہ یا اپنے بہن بھائیوں یا رشتہ داروں یا پڑوسیوں یا اساتذہ بڑوں کے حق میں کوئی کوتاہی کر رہا ہے تو اسے چاہیے کہ بچے کے سامنے اس کوتاہی و تقصیر کا انجام اور اس حرکت کے نتائج بیان کرے تاکہ وہ سمجھ جائے اور عمل کرنے لگ جائے اور حقوق ادا کرنے میں جو کوتاہی اور آداب کا خیال رکھنے میں جو سستی اور فراغت کی بجا آوری میں جو تقصیر اس سے ہوئی تھی اس سے رک جائے اور باز آجائے، اور حقیقت یہ ہے کہ اگر مکمل نظر رکھی جائے اور ہمیشہ دیکھ بھال ہو، اور تنبیہ ہوتی رہے تو اس کی وجہ سے وہ بچہ ایک ایسا ہوشیار سمجھدار، باادب، بااخلاق بن جائے گا جو دنیاوی زندگی میں ہر شخص کے حق کو ہر کسی کی بیشی، سستی و تقصیر کے ادا کرنے والا ہوگا۔

* مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور معاشرت کے آداب پر عمل کو بھی ملحوظ نظر رکھے، اور اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ کھانے پینے کے آداب، یا سلام کے طریقے، یا مزاح کے طریقے، یا گفتگو و بات چیت کے آداب، یا چھینکنے

لے اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ کی قسم ثانی کی ”نفسیاتی تربیت کی ذمہ داری“ کی بحث میں غصہ کی بیماری کے عنوان کے تحت اس پر توجہ کی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

مبارک باد دینے یا تعزیت یا اس صیغے اور دوسرے معاشرتی آداب میں کوتاہی کر رہا ہے۔ تو مربی کو اپنی سی پوری کوشش اور پورا زور اس بات پر صرف کرنا چاہیے کہ بچے کو اسلامی آداب و طور طریقے آجائیں، اور وہ بہترین عادات کا عادی اور عمدہ خصلتوں کا مالک بن جائے۔

بلاشبہ یہ ہر وقت کا ادب سکھانا اور مستقل عادی بنانا بچے کو ایک ایسا انسان بنادے گا جو دوسروں کا احترام کرنے اور لوگوں کے ساتھ باادب رہنے اور ہر صاحب حق کو بلا کسی کوتاہی یا سستی کے اس کا حق ادا کرنے کا فریضہ انجام دینے والا ہوگا۔

★ مربی کو اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے کہ بچہ دوسروں کے ساتھ اچھے احساسات و جذبات رکھتا ہے یا نہیں، لہذا اگر وہ یہ دیکھے کہ بچہ میں انانیت و تکبر پایا جاتا ہے تو اسے اشارہ کا سبق دے، اور اگر اسے بغض و حسد کی طرف مائل دیکھے تو اس میں محبت و صاف دلی کے بیج بونے کی کوشش کرے، اور اگر یہ دیکھے کہ وہ حلال کو حلال اور حرام کو حرام نہیں سمجھتا تو اسے اللہ کا خوف و تقویٰ کے اختیار کرنے کا حکم دے، اور اسے اللہ کے عذاب و آخرت سے ڈرائے تاکہ اس میں اللہ کے حاضر و ناظر ہونے اور اس سے ڈرنے کا عقیدہ راسخ ہو جائے، اور اگر یہ دیکھے کہ بچے کو کسی نا پسندیدہ چیز یا بیماری وغیرہ تکلیف پہنچی ہے تو نفس اور دل کی گہرائیوں میں اللہ کے فیصلے اور تقدیر پر راضی رہنے کے عقیدہ کو راسخ کر دے۔

اس طرح سے مربی بچے کے قلب میں ایمان و تقویٰ اور مراقبہ کے یہ نفسیاتی اصول جاگزین کر سکتا ہے، اور اس کے پاک صاف دل میں اشارہ و محبت اور الفت و ہمدردی اور پاک بٹنی کے جذبات و احساسات پیدا کر سکتا ہے تاکہ جب وہ جوان اور بڑا ہو اور اس عمر کو پہنچ جائے جس میں انسان مکلف بن جاتا ہے تو وہ اللہ کے حقوق بھی ادا کرے اور اپنے اور دوسروں کے حقوق بھی اور وہ ایک کامل و مکمل انسان اور سمجھدار و عقلمند ایسا آدمی بن جائے جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہو اور دلوں میں اس کا احترام اور نفوس میں عزت و بڑائی ہو۔

● روحانی پہلو سے بچے کی دیکھ بھال کا مطلب یہ ہے کہ:

★ مربی بچے میں اللہ تعالیٰ سبحانہ کے مراقبہ کے پہلو پر نظر رکھے اور اس کو ہمیشہ یہ بتلاتا رہے کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ اسے دیکھ رہا ہے اور اس کی باتیں سن رہا ہے، اور اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے بھید سے مطلع ہے۔

اور اس کو یہ بتلاتا رہے کہ آسمانوں و زمین کی کوئی چیز بھی اللہ تعالیٰ پر مخفی نہیں، اور یہ بات اس وقت ہی پیدا ہو سکتی ہے جب اس بچے کی رہنمائی اللہ کی ذات پر ایمان، اور اس کی معجز قدرت اور اس کی عجیب تخلیق اور ہر چیز آمدہ صورت حال پر اس کے دربار میں گردن جھکانے کی طرف کی جائے۔ اس کے بعد وہ جب بھی کوئی کام کرے گا تو اللہ کو جانے

و ناظر جان کر اس کے مراقبہ کو سامنے رکھ کر کرے گا، اور غور و فکر کے وقت بھی یہی دھیان رہے گا اور احساسات کی دنیا میں یہی خیال ہوگا، بلکہ مراقبہ اس کے وجود میں راسخ ہو جائے گا اور اس کے دل و احساسات و جذبات پر غالب بنیاد بن جائیگا۔
بچہ اس بنیادی رہنمائی اور مفید تریامانی تربیت کا بچپن ہی میں کس قدر محتاج ہوتا ہے!!

✽ مربی کو خشوع و خضوع تقویٰ اور اللہ رب العالمین کے سامنے عبودیت و بندگی کے پہلو کو بھی ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے جس کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کی بصیرت کو اللہ کی اُس عظیم بڑائی کے سمجھنے کے لیے کھول دینا چاہیے جو چھوٹے بڑے، جاندار و غیر جاندار لگنے والی چیزوں اور درختوں، مختلف رنگ کے شاندار مہکنے والے پھولوں، اور عجیب و غریب قسم کی کردوڑوں اور ہوں مخلوق کو محیط ہے، یہ دیکھ کر دل کے سامنے سوائے اس کے اور کوئی چارہ کار نہ ہوگا کہ وہ اللہ کی عظمت کے سامنے جھک جائے، اور اس سب کے سامنے نفس انسانی سوائے اس کے اور کسی چیز پر قادر نہ ہوگی کہ وہ اللہ کے تقویٰ کو اختیار کرے، اور اس کے سامنے بندگی کے لیے جھکے، بلکہ اسے اس میں طاعت و فرمانبرداری کی لذت اور اللہ رب العالمین کی عبادت کی سلاوت محسوس ہوگی۔

بچے میں خشوع و خضوع کے پہلو کو قوی کرنے اور تقویٰ کی حقیقت کو راسخ کرنے والی چیز یہ ہے کہ اسے سمجھداری، شعور کی عمر ہی سے نماز میں خشوع و خضوع اور قرآن کریم کی تلاوت کے سننے پر غمگین ہونے، رٹنے یا روتنے والی شکل بنانے کا عادی بنایا جائے، اور اگر ان صفات پر وہ اپنے آپ کو ڈھال لے اور ان پر عمل شروع کر دے تو بلاشبہ وہ ان اللہ والوں میں سے بن جائے گا جن پر کسی قسم کا خوف و ڈر ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے، بلکہ وہ صالحین کے زمرے میں داخل ہو جائے گا، اور ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

((اَلَاۤ اِنَّ اَوَّلٰیۡئَآءَ اللّٰهِ لَاۤ اَخُوۡفُ عَلَیْہِمْ
وَلَا هُمْ یَحْزَنُوۡنَ ۚ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا
یَتَّقُوۡنَ ۙ))۔ یونس - ۶۲ و ۶۳
یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں ان پر نہ ڈرے
اور نہ وہ غمگین ہوں گے جو لوگ ایمان لائے اور
ڈرتے رہے۔

✽ مربی کو عبادات ادا کرنے کے پہلو پر بھی نظر رکھنا چاہیے، اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ بچہ جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائے تو اسے نماز کا حکم دے، تاکہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک پر عمل ہو جائے:

((صِرُوۡاۤ اَوَّلَآدِکُمْ بِالصَّلَاۃِ وَہُمْ اَبۡتَءُ
سَبۡعِ سَنَیۡنَ ۙ))۔
تمہارے بچے جب سات سال کی عمر کو پہنچ جائیں تو
انہیں نماز کا حکم دو۔

روزہ کو بھی نماز پر قیاس کیا جائے گا اور جب بچہ روزہ رکھنے کے قابل ہو جائے تو عادت ڈلوانے کے لیے اسے رمضان کے بعض روزے رکھوانا چاہیے، اور اگر مربی مالی استطاعت رکھتا ہو تو بچے کو اپنے ساتھ حج کے لیے لے جائے تاکہ وہ حج کے مناسک سیکھ لے، اور اسی طرح اسے اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے کا عادی بنانا چاہیے چاہے وقتاً فوقتاً چند

روپے ہی نیوں نہ ہوں، تاکہ جب وہ شریعت کی نظر میں مکلف ہو جائے اور مسلمانوں کی نظر میں رسول بن جائے تو فریضہ زکاۃ کا عادی بنے، اس سب کے ساتھ ساتھ ربی پر یہ بھی لازم ہے کہ بچے کو اپنے ساتھ عبادت و ذکر الہی کی مجلسوں میں بھی لے جائے، اور علم و فقہ کے معلقوں میں حاضر ہو۔ اور اس کو قرآن کریم کی تلاوت و تفسیر قرآن سکھانے کے لیے مناسب آدمی منتخب کرے، اور اسے مخلص علماء ربانین کے اقوال سنائے، ربی کو یہ سب کچھ اس وقت تک کہتے رہنا چاہیے جب تک بچے کی نفس عبادت کے ذریعہ صاف تھری اور اس کا دل اللہ کے ذکر سے روشن و منور، اور اس کی روح پاکبازی و عفت کے آسمان پر اہلبانے، اور اس کے احساسات و جذبات قرآن کریم کی آیات سے حرکت میں نہ آجائیں، اور اس کا دل عارفین و صالحین کے واقعات سے رقیق نہ ہو جائے، اور اس کا وجدان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے کردار و سیرت سے حرکت میں نہ آجائے۔

ربی کو چاہیے کہ بچے میں نفسیاتی و روحانی مجاہدہ کی عادت پیدا کرے اور اس پر نظر رکھے کہ بچہ کس درجہ پر پہنچا اور کہاں تک متاثر ہوتا ہے، جیسا کہ ربی کی ذمہ داری یہ بھی ہے کہ وہ بچے کی تربیت میں روحانی مجاہدے اور سیاسی و دعوتی مجاہدے میں موازنہ کرے، اس لیے کہ جس طرح اسے ظلم و کفر سے جہاد کا اہتمام کرنا ہوتا ہے اس طرح نفس امارہ سے جہاد کے سلسلہ میں بھی مجاہدہ کرنا ہوگا۔ اس لیے کہ اگر بچے کے سلسلہ میں دعوت الی اللہ اور سیاسی جہاد اور دشمنوں سے جنگ اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی جو ذمہ داری ربی پر عائد ہوتی ہے اس نے اگر اس میں سستی یا کوتاہی کی نواں کا نتیجہ ہوگا کہ بچہ گوشہ نشینی، سستی اور لوگوں سے دوری کا خوگر بنے گا، اور جو ہو گیا اس پر ہتھیار ڈال کر بیٹھ جائے گا، اور میدان جنگ سے دم دبا کر بھاگ جائے گا۔ اور ظالموں و جباروں کے سامنے ہتھیار ڈال دیگا۔

اس لیے جہاد نفس اور جہاد سیاست میں موازنہ کرنا ایک ایسا طریقہ ہے جو بچے کو اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ دنیاوی زندگی میں ہر صاحب حق کا حق ادا کرے، اور ساتھ ہی عبادت و مراقبہ کے ذریعہ اللہ کا حق بھی ادا کرے اور ساتھ ہی اللہ کے احکامات کو روئے زمین پر نافذ کرے اور جو طواغیت و سرکش احکام اسلام کی مخالفت کرتے ہیں ان کی بیخ کنی کر کے اسلام کا حق بھی ادا کرے، اور ایسی صورت میں اس بچے نے قرآن اور تلواریں اور دین و حکومت، اور عبادت و سیاست سب کو جمع کر لیا ہوگا، اور اس کے بارے میں شاعر کے مندرجہ ذیل اشعار بالکل سچے ہوں گے۔

وما عرفوا سوى الإسلام دينا

اور اسلام کے علاوہ کسی اور دین کو نہ پہچانا

يدكون المعادل والمحصولا

جو قلعوں اور محفوظ مقامات کو ریزہ ریزہ کرتے ہیں

شباب ذلوا سبل المعالي

وہ ایسے نوجوان ہیں جنہوں نے عظیم کاموں کے راستے آسان کیے

إذا شهدوا الوغى كانوا كذا

جب وہ جنگ میں شریک ہوتے ہیں تو ایسے صلح فوجی بنتے ہیں

وإن جن الظلام فلا تراهم
اور جب رات کی تاریکی چھا جائے تو تم انہیں نہیں ٹھونکے
من الإشفاق إلا ساجدين
نعلک وجہ سے سجدہ ہی کی حالت میں دیکھ گے
شباباً لها هراً حراً أميناً
پاک، صاف آزاد و امانت دار جوان بنایا ہے

* اور آخری بات یہ ہے کہ مرنے کی وجہ سے ماٹورہ کی تطبیق کے پہلو پر بھی نظر رکھیں۔ بعض کا طریقہ یہ ہے کہ بچے کو وہ اہم دعائیں یاد کرا دینا چاہئیں جو صبح و شام، سونے جاگنے، کھانے پینے پر بیٹ بھرنے، گھر میں داخل ہونے، وہاں سے نکلنے، کپڑا پہننے اس کے اتارنے کے سلسلہ میں وارد ہوتی ہیں، اسی طرح سفر کی دعائیں، استخارہ کی دعا، بارش کی دعا، چاند دیکھنے کی دعا، بے خوابی، بیماری و غم وغیرہ کی وہ دعائیں جو اس سلسلہ میں ماٹورہ و منقول اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہیں۔ بلاشبہ اگر مرنے پر بچوں کو یہ ماٹورہ دعائیں سکھا دیں گے اور ان کو یاد کرائیں گے، اور اسے ان اوقات پر ان کے پڑھنے کی ترغیب دے گا، تو اس سے بچے میں اللہ کا خوف و خشیت بڑھے گی، اور اس کے دل میں تقویٰ جاگزیں ہوگا، اور مراقبہ و محاسبہ کی عادت پڑے گی، جو بچے کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور روحانی و نفسیاتی و معاشرتی شخصیت سازی کے لیے بڑے مؤثر عوامل ہیں، ایسی صورت حال میں بچے کے حالات درست اور اس کے اقوال و افعال صحیح ہو جائیں گے، اور پھر وہ بچہ پاکیزگی، طہارت، صفائی و برادری میں رفتے زمین پر چلنے والے فرشتے کی مانند ہوگا۔

ضمیمہ کے بیدار کرنے اور اللہ جل شانہ کے مراقبہ کے سلسلہ میں کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

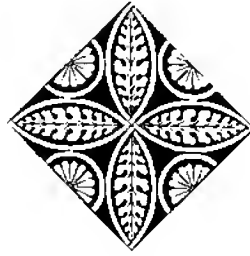
إذا ما خلوت الدهر يوماً فلا تقل
اگر تم کبھی خلوت میں ہو تو یہ ہرگز نہ کہنا
خلوت ولكن قل على رقيب
کہ میں تنہا و اکیلا تھا بلکہ یہ کہو کہ مجھ پر میرا رقیب و نگران ہو تو ہوں
ولا أن ما تخفيه عنه يغيب
اور نہ یہ کہ تم جو کچھ چھپا رہے ہو وہ اس سے مخفی رہیگا

اے مرنے والے صاحبان دیکھ بھال کے سلسلہ میں اسلام کا انداز و منہج یہ ہے، اور جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کر لیا ہے ایک نہایت سیدھا سادہ منہج ہے، اگر آپ اس کی بنیادی باتوں اور تعلیم پر عمل کریں گے اور اس کے طریقہ پر چلیں گے، اور قواعد کو اپنائیں گے تو آپ کا بیٹا آپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک اور معاشرہ کی تعمیری میں اچھی اینٹ اور امت اسلامیہ کے جسم کا ایک نفع بخش اور اہم ترین عضو بن جائے گا۔ اس لیے اے مرنے والے محترم بچے کی خوب دیکھ بھال کیجیے، اور وہ جس جگہ جائے آپ بھی اس کے

سلسلہ مطالعہ جو امام نووی کی "کتاب الاذکار" اور شیخ عبد اللہ سراج الدین کی "کتاب الادعیۃ والاذکار" اور امام شہید کی "کتاب المناثورات" مرنے والوں کو ان کتب میں وہ تمام ماٹورہ دعائیں مل جائیں گی جو انہیں بچوں کو سکھانا چاہئیں۔

ساتھ جائیں، آپ بذاتِ خود بھی اس کے ساتھ ہوں، اور اپنی انکار اور اہتمام کو بھی اس کے ہمراہ رکھیں اور دیکھ بھال و رفاقت کے ذریعہ بھی اس کے ساتھ رہیں۔

اس کے ایمان، اس کی روحانیت، اس کے اخلاق، اس کے علم، اس کے دوسروں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اس کے نفسیاتی حالات، اس کے مزاج، غرضیکہ ہر چیز میں۔ اس کی ہر حالت پر نظر رکھیں تاکہ آپ کا بیٹا آدمی اور ایسا متقی مومن بنے جس کا دلوں میں احترام۔ اور نفوس میں عظمت، اور لوگوں میں مکانت و مرتبت ہو، اور یہ کوئی بعید بھی نہیں بشرطیکہ آپ اس کی اچھی تربیت کریں، اور اس کی دیکھ بھال کریں، اور اس کے سلسلہ میں آپ پر جو ذمہ داریاں و فرائض اور حقوق عائد ہوتے ہیں ان کو ادا کریں۔



⑤ عقوبت و سزا کے ذریعہ تربیت

اسلامی شریعت کے بہترین عادلانہ احکامات اور اس کے عظیم بنیادی قواعد اس غرض و مقصد کے لیے نافذ و مقرر کیے گئے ہیں تاکہ ان بنیادی ضروریات کی حفاظت ہو سکے جن سے کوئی انسان بھی نہ مستغنی ہو سکتا ہے اور نہ ان کے بغیر زندہ رہ سکتا ہے۔ ان احکام کو ائمہ مجتہدین اور اصول فقہ کے علماء نے پانچ امور میں محصور کیا ہے اور ان کا نام ضروریات خمسہ یا کلیات خمسہ رکھا ہے، جو یہ ہیں: دین کی حفاظت، نفس کی حفاظت، عزت و آبرو کی حفاظت، عقل کی حفاظت اور مال کی حفاظت، اور ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اسلامی نظام میں جو بھی احکام و بنیادی اصول و قواعد اور قوانین ہیں ان سب کا مقصد ان کلیات کی حفاظت اور ان کی دیکھ بھال و رعایت ہے۔

ان کلیات کی حفاظت کے لیے شریعت نے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔ جو ہر اس شخص پر لاگو ہوں گی جو ان کی خلاف ورزی کرے گا ان احکامات کو توڑے گا یا ان کی حدود کو پھلانگے گا۔ شریعت میں یہ سزائیں حدود اور تعزیرات کے نام سے معروف ہیں۔

حدود وہ سزائیں ہیں جنہیں شریعت نے اللہ کے حق کی حفاظت کے لیے مقرر کیا ہے، تو گویا حدود اللہ تعالیٰ کے حق کی حفاظت کے لیے لاگو ہوتی ہیں، اور یہ حدود درج ذیل ہیں:

۱۔ مرتد ہونے کی سزا | قتل ہے، اگر ایسا شخص دین کے ترک اور الحاد پر باقی رہنے پر اصرار کرے اور تو بے کرنے پر راضی نہ ہو تو ایسے شخص کو قتل کیا جائے گا، اور اس کو غسل دیا جائے گا، نہ کفن، نہ اس پر نماز جنازہ پڑھی جائے گی، نہ اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔

اس سزا کی بنیاد وہ روایت ہے جسے امام احمد و ارباب صحاح ستہ نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لا یجحد دم امرئ مسلمہ
لا بإحدی ثلاث: الشب
لزانف، والنفس بالنفس
والتارک لدینہ، والفرار
للجماعة» وعنه أيضا

«لا یجحد دم امرئ مسلمہ
لا بإحدی ثلاث: الشب
لزانف، والنفس بالنفس
والتارک لدینہ، والفرار
للجماعة» وعنه أيضا

اسی مسلمان کا خون بہانا درست نہیں سوائے تین باتوں میں سے ایک کے، ایک تو وہ شخص جو شادی شدہ ہو، زنا کرے، اور دوسرا وہ جو قتل کرے تو اس کو اس کے مد قتل کیا جائے گا، اور تیسرا وہ شخص جو اپنا دین چھوڑ دے اور جماعت (مسلمین) سے جدا ہو جائے، اور آپ صلی اللہ علیہ

«من بدل دينه فاقتلہ»۔ وسلم سے بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنا دین (اسلام) بدل

دے اسے قتل کر دو۔

۲۔ کسی انسان کو قتل کرنے کی سزا اگر کوئی شخص کسی شخص کو جان بوجھ کر عمدہ قتل کر دے تو اس کی سزا قتل ہی ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اے ایمان والو تم پر فرض ہوا قصاص (برابری کرنا)

مقتولوں میں آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ

فِي الْقَتْلِ أَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَالْعَبْدُ بِالْعَبْدِ
الْأُنْثَىٰ بِالْأُنْثَىٰ»۔ البقرہ۔

۳۔ چوری کی سزا پہنچے سے چور کا ہاتھ کاٹنا ہے۔ اگر چوری بلا ضرورت واضطرار کے ہو، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت

ان کے ہاتھ کاٹ ڈالو سزا میں اس کا کافی کی، تنبیہ ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

«وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا

جَزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ
عَزِيزٌ حَكِيمٌ»۔ المائدہ - ۳۸

۴۔ حد قذف کسی عورت پر تہمت لگانے کی سزا اسی کوڑے اور ایسے شخص کی گواہی کا قبول نہ کرنا ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

اور جو لوگ تہمت لگائیں پاک دامن عورتوں کو اور پھر

چار گواہ نہ لائیں، تو انہیں اسٹی در سے لگاؤ اور کبھی ان کی کوئی گواہی قبول نہ کرو یہی لوگ تو فاسق ہیں۔

«وَالَّذِينَ يُمُونُ الْمُحْصَنَاتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوا بِأَرْبَعَةِ

شُهَدَاءَ فَأَجْلَدُوهُمْ ثَمَانِينَ جَلْدَةً وَلَا تَقْبَلُوا
لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ»۔ النور ۴

۵۔ حد زنا اگر زانی غیر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا سو کوڑے ہیں، اور اگر شادی شدہ ہو تو اس کی سزا مرنے تک سنگسار کرنا ہے۔

سو کوڑے اس لیے لگائے جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

زنا کار عورت اور زنا کار مرد سو (دونوں کا حکم یہ ہے کہ)

ان میں سے ہر ایک کے سو سو درے مارو۔

«الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا

مِائَةً جَلْدَةً»۔ النور - ۲

امام شافعی کے یہاں ایسے زانی مرد و عورت کو بلا کسی امتیاز کے ایک سال کے لیے شہر بدر کرنا بھی ضروری ہے اس لیے کہ یہ احادیث سے ثابت ہے، البتہ امام ابو حنیفہ کے یہاں شہر بدر کرنا واجب نہیں ہے بلکہ ان کے یہاں یہ مصلحت و ضرورت پر معمول ہے کہ اگر حاکم وقاضی اس کی ضرورت سمجھے تو ایسا کرے۔

موت تک رجم اس لیے کیا جائے گا کہ حضرت ماعز بن مالک اور غامری عورت کے قصہ میں آتا ہے کہ چونکہ یہ دونوں شادی شدہ تھے اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ۷ دیا۔

۶۔ زمین میں فساد پھیلانے کی سزا قتل یا سولی پر چڑھانا، یا ایک طرف کا ہاتھ اور دوسری طرف کا پاؤں کاٹنا، یا ملک بدر کرنا ہے، جمہور فقہاء حین میں امام شافعی و احمد بھی داخل ہیں یہ کہتے ہیں کہ اگر ڈاکوؤں نے قتل بھی کیا ہو اور مال بھی لوٹا ہو تو انہیں قتل کیا جائے گا۔ لیکن سولی پر نہیں چڑھایا جائے گا، اور اگر مال لوٹا ہو اور قتل نہ کیا ہو تو ایک جانب کا ہاتھ اور دوسری جانب کا پاؤں کاٹا جائے گا، اور اگر دہشت گردی کی ہو اور مال نہ لوٹا ہو تو ان کو ملک بدر کر دیا جائے گا، یہ قول امام ابو حنیفہ کے قول کے قریب قریب ہے۔
 ایت یہ کہتے ہیں کہ امام کو اختیار ہے کہ جو سزا مناسب اور مصلحت پر مبنی سمجھتا ہو وہ دے، اس سلسلہ میں اصل اللہ کا مندرجہ ذیل فرمان مبارک ہے:

«لَا تَنَالُوا الْاَيْدِيَ الْاِذْنَ يُحَارِبُ الْاَللّٰهُ وَرَسُوْهُ
 وَيَسْعَوْنَ فِي الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُقَتَّلُوْا اَوْ
 يُصَلَّبُوْا اَوْ تُقَطَّعْ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ
 خَلْفٍ اَوْ يُنْفَخُوْا مِّنَ الْاَرْضِ ۚ ذٰلِكَ
 لَهُمْ جَزَآءٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ
 عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۳۳»
 المائدہ - ۳۳

(منزل ہے ان لوگوں کی جو اللہ اور اس کے رسول سے
 اٹل کرتے ہیں اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو کران
 تو قتل کیا جائے یا سولی پر چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ
 اور پاؤں کٹے جائیں مخالفت جانب سے، یا اس جگہ سے
 دور کر دیے جائیں۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور ان سے
 کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

۷۔ شراب نوشی کی سزا چالیس سے اسی کوڑے تک ہے۔

اس لیے کہ مروی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے شراب نوشی کی سزا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چالیس کوڑے شمار کیے تھے، اور شوکانی نے روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوش کو دو ٹہنیوں سے چالیس کوڑے لگائے، اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب نوشی پر چالیس کوڑے لگائے۔

اسی کوڑے لگانے کی سزا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی تجویز ہے، انہوں نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، انہوں نے یہ مشورہ دیا کہ اس کی سزا اسی کوڑے مقرر کیے جائیں، اس لیے کہ وہ اس وقت یہ دیکھ رہے تھے کہ بعض لوگ شراب نوشی میں مصروف ہیں، ان حضرات نے اسی کوڑے حجت و دلیل سے مقرر کیے تھے، اس لیے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ قول منقول ہے کہ انسان جب شراب نوشی کرے گا تو نشہ میں مست ہو جائے گا، اور جب نشہ ہو جائے گا تو بکواس کرے گا، اور جب بکواس کرے گا تو افتراء و بہتان لگائے گا، تو گویا ان حضرات نے اس کو حد قذف (تہمت لگانے کی سزا) پر قیاس کیا، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مشورہ کے بعد اسی کوڑے سزا مقرر کر دی حالانکہ اس سے قبل وہ بھی

چالیس کوڑے ہی لگوا کر تے تھے۔

اس لیے شراب نوشی کی سزا چالیس کوڑے ہے، ہاں اگر انا چاہے اور یہ سمجھے کہ چالیس کوڑے شراب نوشی سے روکنے کا ذریعہ نہیں ہے تو انہی تک مار سکتا ہے جیسا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا۔

تعزیرات | ایسی سزائیں ہیں جو متعین طور پر مقرر نہیں ہیں اور یہ تعزیرات ہر ایسی معصیت و گناہ پر لاگو ہوتی ہیں جن پر کوئی حد یا کفارہ مقرر نہ ہو، اور یہ اللہ یا کسی انسان کے حق کے طور پر آتی ہیں جیسے کہ لوگوں کی اصلاح کے لیے زجر و تنبیہ اور تادیب کے لیے سزا دینا۔

اور چونکہ تعزیری سزا غیر متعین ہے اس لیے حاکم کو یہ اختیار ہے کہ وہ جو سزا مناسب سمجھے تجویز کرے چنانچہ کبھی ڈانٹنے ڈپٹنے سے کام بن جائے گا، اور کبھی مارنا پیٹنا پڑے گا، کبھی قید و بند میں گرفتار کرنا ہوگا، اور کبھی ملک بدر کرنا کافی ہوگا لیکن تعزیرات میں یہ خیال رکھا جائے گا کہ وہ مقررہ حدود میں سے کسی حد کے برابر نہ بھجائیں بلکہ اس سے کم درجہ کی ہی رہیں۔

کوئی بھی دوا آدمی اس میں شک نہیں کریں گے کہ اسلام نے حدود و تعزیرات پر مبنی یہ سزائیں اس لئے مقرر کی ہیں تاکہ لوگوں کو امن و استقرار پر مشتمل تنہی خوشی کی زندگی حاصل ہو، اور کوئی ظالم کسی مظلوم پر زیادتی نہ کرے، اور کوئی طاقتور کسی کمزور پر ظلم و استبداد نہ کرے، اور کوئی مالدار کسی غریب و فقیر پر حکم نہ چلائے، بلکہ سب کے سب حق کے میدان اور اللہ کے دربار میں برابر ہیں، کسی عربی کو عجمی پر، اور کسی سفید کو سیاہ پر سوائے تقویٰ کے فضیلت حاصل نہیں اللہ تبارک و تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کا یہی مطلب ہے:

«وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ
اور اے عقل مند و تمہارے لیے قصاص میں بڑی زندگی ہے تاکہ تم بچتے رہو۔»

بقرہ - ۱۷۹

اور یہی نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درج ذیل فرمان مبارک کا مقصد ہے: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر (العیاذ باللہ) بالفرض فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ابھی چوری کر لیں تو میں ان کا ہاتھ بھی کاٹ دوں گا۔

سزا خواہ کوئی کسی بھی ہو چاہے قصاص کی ہو یا تعزیری کی بہر حال وہ قوموں کی اصلاح اور لوگوں کے امراض کا مفید ترین علاج ہے جس سے تمام عالم انسانی میں امن و استقرار کے ستون مضبوط ہوتے ہیں، اور جو قوم بھی اپنے مجرموں کو سزا دیے بغیر زندگی گزارتی ہے وہ ایک ایسی آزاد، بے راہ روا، اور شکستہ و منتشر قوم ہوتی ہے جس کے روابط و تعلقات پارہ پاڑہ ہوتے ہیں، اور وہ مستقل دائمی انتشار و لاقانونیت کا شکار رہتی ہے، اور مجرمانہ زندگی میں مست و بے خود اٹلے سیدھے ہاتھ پاؤں مارتی رہتی ہے، جس کی سب سے بڑی مثال ہمارے سامنے امریکہ کی ہے، اس لیے کہ ان کے جدید علماء

تربیت کی اکثریت منزل سے نفرت دلاتی ہے، اور اس کا نام بھی زبان پر لانا پسند نہیں کرتی، بلکہ اس سلسلہ میں خوب پروپیگنڈہ نشر کیا گیا، اور ایسا نظام و قانون وضع کیا گیا جو اس نظریہ کا علمبردار اور اس خواہش کا تکمیل کنندہ ہو، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہاں ایک آزاد بے راہ روزمرہ داری کے احساس سے جان چھڑانے والا اور فساد و مجرم اور گناہ کا رسیا معاشرہ وجود میں آ گیا جس کی وجہ سے ۱۹۶۲ء میں سابق سربراہ کنیڈی یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے اس لیے کہ اس کی نوجوان نسل آزاد بے راہ رہ اور شہوات و جنسیات میں مستغرق ہے، جو اپنی اس ذمہ داری کو پورا کرنے پر بھی قادر نہیں جو اس کے کاندھوں پر ڈالی گئی ہے، اور ہر ان سات نوجوانوں میں سے جو فوجی بھرتی کے لیے پیش ہوتے ہیں چھ فوجی بھرتی کے قابل نہیں ہوتے اس لیے کہ جنس اور اخلاق و ذمہ داری کے احساس کی قیود سے آزاد ہونے نے ان کی نفسیاتی اور جسمانی صلاحیت کو تباہ کر دیا ہے۔

اور امریکی معاشرے کی تربیت کرنے والی عورت "مارگریٹ اسمتھ" نے بھی اسی طرح کا ایک بیان لبنانی اخبار "الاحد" کو دیا تھا، جو اس کے ۶۵ ویں نمبر میں شائع ہوا تھا کہ، طالبات کو سوائے اپنے جنسی جذبات اور ان وسائل کے جو ان کی اس خواہش کے مطابق ہوں کسی اور چیز کی قطعاً فکر نہیں ہے۔ اور سوئیں سے ساٹھ فیصد طالبات امتحانات میں ناکام ہو گئیں ہیں جس کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ اپنے اسباق اور مستقبل کی فکر سے زیادہ جنس کی فکر میں مگن اور منشیات میں مشغول رہتی ہیں، اور ان میں سے سوئیں سے صرف دس فی صد ہی پاک صاف رہتی ہیں۔

یہ ان مجرمانہ سرگرمیوں کے عادی ٹولوں اور جماعتوں کے علاوہ ہے جو امریکہ میں ہر طرف منتشر ہیں، جو سب کے سب جانوں کے لیے بھی خطرہ ہیں اور مال و دولت کے لیے بھی عزت و آبرو کے لیے بھی خطرہ ہیں اور عمومی طور سے امن و استقرار و استحکام کے لیے بھی، جس کا اصل سبب سزا دینے میں سستی اور تربیت میں نرمی و تسامح کا پہلو اختیار کرنا اور مجرموں کا سخت علاج نہ کرنا اور آئندہ کے لیے جرم سے باز رکھنے والی سزائوں اور فیصلہ کن سختی کے ذریعہ مواخذہ نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب اپنے بندوں کے لیے سزائوں کے قانون کو مقرر کیا تو وہ خوب جانتا تھا کہ ان کے لیے کیا مناسب ہے، اگر اسے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ سزافرو کے لیے امن، اور معاشرے کے لیے استقرار کا موجب ہوگی تو وہ قطعاً ان حدود کو مقرر نہ کرتا۔ اور اپنے ابدی قانون میں ان سخت ترین سزائوں کو مشروع نہ کرتا، یہ سزائیں تو درحقیقت معاشرہ کو فساد پھیلانے والوں کے فساد و بدمقام اور خیانت کرنے والوں کے غداروں و ظالموں کے ظلم سے بچانے کا کامیاب ترین علاج اور شفا بخش نسخہ ہیں۔

خلفاء راشدین نے اس زمانے میں اسلامی سزائوں کے ان قوانین کو نافذ کر کے اس بات کی دلیل و شاہد پیش کر دیا

تھا کہ ان کے ذریعہ سے اسلامی معاشرے سے جرائم کا خاتمہ ہو گیا، اور بہت کم ایسا ہوتا تھا کہ کسی کو قتل یا چوری یا آبرو لوٹنے یا شراب نوشی یا غلط باطنی عقیدہ یا فاسد نظریہ کی طرف کھلم کھلا کوئی دعوت دینے کی خبر سننے کو ملے، یہ سب آخر کیوں تھا؟ یہ اس لیے ہوا تھا کہ حکومت کی آنکھ بیدار اور شرعی سنزائیں نافذ ہوتی تھیں۔ اور منکر و برائی کے ازالہ میں ایک دوسرے کا تعاون اور مفسدین کے ہاتھ پکڑنے کا رواج تھا، بلکہ اس زمانے کے قاضی اور خصوصاً خلفاء راشدین کے دور کے بعض قاضی تو قضا کے منصب پر دو دو سال فائز رہے لیکن کوئی دو آدمی بھی ان کے پاس مقدمہ لے کر نہ آئے، اس لیے کہ جو مجرم جرم کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا اگر اس کے پاس ایمان کی ایسی قوت نہ ہوتی جو اس جرم سے روک دے، اور اگر اس کو خدا کا اتنا خوف نصیب نہ ہوتا جو اس گناہ سے روکنے کا ذریعہ بنے تو وہ ان زبردست سنزائوں کے بارے میں سبکدوشوں بار سوچا کرتا تھا جو اسلام نے مقرر کر رکھی تھیں، لہذا وہ قتل کرنے سے اس لیے باز رہتا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور حرام کاری سے قتل کر دیا جائے گا، اور چوری کرنے سے اس لیے باز رہتا تھا کہ اس کا ہاتھ کاٹا جائے گا، اور کفر والحاد و لادینیت کی طرف دعوت دینے سے اس لیے رکنا تھا کہ اسے معلوم تھا کہ اس کی گردن زنی کر کے نیست و نابود کر دیا جائے گا۔ اور اس طرح سے سخت ترین سنزائوں اور جرم و گناہوں پر سخت گیری کی وجہ سے ہر شخص — معاشرتی جرائم و مجرمہ زندگی اختیار کرنے سے رک جاتا تھا۔

وہ سنزائیں جو حکومت کے دائرہ اختیار میں آتی ہیں اور وہ سنزائیں جنہیں والدین کو خاندان میں اور مربیوں کو مدارس میں اختیار کرنا پڑتا ہے، ہمیں ان میں فرق کرنا چاہیے:

جس جرم کی اطلاع حکومت کو ملے اگر اس کی سنزادہ کے قبیل سے ہو تو اس میں حاکم کو کسی قسم کی چشم پوشی یا تساہل نہیں برتنا چاہیے اور کسی سفارش کو قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ہی اس کو نافذ ہونے کے درمیان کسی رکاوٹ و حائل کو اپنے آنے دینے کی اجازت دینا چاہیے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت سختی سے حضرت اسامہ ابن زید کی وہ سفارش رد کر دی تھی جو انہوں نے ایک چور مخزومی عورت کے سلسلہ میں آپ سے کی تھی، پھر آپ لوگوں کی مجلس میں تشریف لائے اور ان کو اس بات پر متنبہ فرمایا کہ امتوں کے انحطاط و زوال کا سبب ہی ظالموں کے راستے کو اختیار کرنا اور عدل و انصاف کا نافذ نہ کرنا ہے چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا:

صد وثنا کے بعد، (یاد رکھو) تم سے پہلے لوگوں کو اسی

بات نے ہلاک کیا تھا کہ اگر ان میں کوئی شریف (اور بڑا)

آدمی چوری کرتا تو وہ اسے چھوڑ دیا کرتے تھے، اور اگر

کوئی کمزور و معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد لگا دیا کرتے

((أصابعد، فابنما أهلك الذين من

قبلکم أنہم کانوا إذا سرق

فیہم الشریف ترکوہ، وإذا سرق

فیہم الضعیف أقتاموا

تھے۔ (قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں
میری جان ہے) اگر بالفرض فالمریت محمد صلی اللہ علیہ
وسلم، العیاذ باللہ! بھی چوری کر لے تو میں اگلا بھی ہاتھ
کاٹ دوں گا۔

علیہ الحد، وإنی والذی نفسی بیدہ
لوان فاطمة بنت محمد ﷺ
علیہ وسلم، سرقتا قطعتا یدھا۔

‡ ‡ ‡

پھر آپ نے اس مخزومی عورت کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔
اور اگر کوئی منزل تعزیرات کی قبیل سے ہو تو اس کا نافذ کرنا بھی ضروری ہے، لیکن اس میں سزا کی مقدار کیا ہو یہ معاملہ
حاکم کی رائے پر موقوف ہے، جو وہ مناسب سمجھے دے دے، جو تنبیہ و توبیخ (ڈانٹ ڈپٹ) سے مار پیٹ، قید و بند، دملک
بری تک ہو سکتی ہے۔

تعزیرات میں لوگوں کی عمر، حیثیت، منزلت و ثقافت کے اعتبار سے فرق پڑتا ہے چنانچہ بعض لوگ ایسے ہوتے
ہیں جنہیں معمولی سی نصیحت کافی ہو جاتی ہے اور بعض کو ڈانٹ ڈپٹ سے کام چل جاتا ہے، اور بعض کو بغیر ڈنڈے
کے کام نہیں چلتا۔ اور بعض اس وقت تک قابو میں نہیں آتے جب تک انہیں جیل میں نہ ڈالا جائے، اور بعض کو...
اور بعض کو... اور واقعی کسی نے سچ کہا ہے:

والحر تکفیه إلا شارة

اور آزاد و شریف آدمی کو اشارہ کافی ہوتا ہے

العبد یقرع بالعصا

غلام کو تو ڈنڈے سے سزا دی جاتی ہے

لیکن وہ سزائیں جو مربی گھر یا مدرسے میں دیتے ہیں وہ کمیت و کیفیت اور طریقے کے اعتبار سے عام لوگوں کو دی
جانے والی دوسری سزاؤں سے مختلف ہوتی ہیں۔

مربی حضرات کے سامنے وہ طریقہ پیش کیا جاتا ہے جسے
دین اسلام نے بچوں کو سزا دینے کے سلسلہ میں اختیار کیا ہے:

۱۔ اصل یہ ہے کہ بچے کے ساتھ نرمی و پیار کا برتاؤ کیا جائے۔

* امام بخاری اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ "نرمی اختیار کرو اور سختی اور فحش گوئی سے بچو۔"

* اور آجری روایت کرتے ہیں کہ "سکھاؤ لیکن سختی نہ کرو۔"

* اور امام مسلم حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور حضرت

معاذ رضی اللہ عنہ کو مین بھیجا اور ان دونوں سے فرمایا: نرمی و آسانی پیدا کرنا سختی نہ کرنا اور لوگوں کو تعلیم دینا لیکن نفرت
مست دلانا۔

★ اور حادث و طیاسی و ہیبتی رحمہم اللہ روایت کرتے ہیں: تعلیم دو مگر سختی مت کرو، اس لیے کہ معلم سختی کرنے والے سے بہتر ہوتا ہے۔

ان نبوی توجیہات کا اثر یہ ہوگا کہ بچے پر سب سے پہلے بیات اثر انداز ہوگی کہ اس کے ساتھ نرمی کی جاتی ہے اور اس کا خیال رکھا جاتا ہے۔

نرمی و پیار کے برتاؤ کے اصل ہونے کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذات خود بچوں کے ساتھ ملامت و نرمی سے پیش آیا کرتے تھے، جس کی بہت سی مثالیں اور شواہد ہم نمونہ و مقتدی کے ذریعہ تربیت کی بحث میں پیش کر چکے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کا کس قدر خیال رکھتے تھے، اور ان کے ساتھ کتنا پیار اور نرمی و ملامت اختیار کرتے تھے، اور ان سے کتنی دل لگی کیا کرتے تھے، لہذا اس بحث کو ملاحظہ کر لیں یہ وہاں نشانی کا پورا سامان اور اس موضوع سے متعلق اچھی بحث مل جائے گی۔

۲۔ خطا کار بچے کو سزا دینے میں اس کی طبیعت کی رعایت رکھنا:

بچے ذکاوت و سمجھ داری اور اخذ کے مادے میں ایک دوسرے سے بہت مختلف ہوتے ہیں، جیسے کہ شخصیات کے لحاظ سے ان کے مزاج بھی ایک دوسرے سے مختلف ہوا کرتے ہیں، چنانچہ بعض بچے ٹھنڈے صلح جو ہوتے ہیں اور بعض معتدل مزاج کے مالک ہوتے ہیں، اور بعض سخت اور اکھڑ مزاج کے مالک ہوا کرتے ہیں، یہ سب چیزیں موردی شہمی ہوتی ہیں، اور ماحول و معاشرے کے اثرات اور تربیت و پرورش کے نتائج بھی ہوتے ہیں۔ چنانچہ بعض بچوں کی اصلاح و تنبیہ کے لیے ان کی طرف صرف ترغیبی و تیز نگاہ سے دیکھنا بھی کافی ہوتا ہے جبکہ دوسرا بچہ سزا میں سختی و ڈانٹ ڈپٹ کا بھی محتاج ہوتا ہے، اور کبھی مربی کو اصلاح و نصیحت اور ڈانٹ ڈپٹ میں ناکامی کے بعد دُندے و مار پیٹائی کے استعمال کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔

مسلمان علماء تربیت جن میں ابن سینا، عبد بنی وابن خلدون بھی داخل ہیں۔ کے یہاں مربی کے لیے یہ درست نہیں ہے کہ وہ بچوں کو سزا دے مگر بوقت ضرورت شدیدہ، اور مربی کو مار پیٹ قطعاً اختیار نہیں کرنا چاہیے مگر ڈانٹ ڈپٹ، وعدہ وعید اور دیگر ذرائع کے اختیار کرنے کے بعد تاکہ بچے کی اصلاح کا مطلوبہ اثر حاصل ہو، اور اس کی اخلاقی و نفسیاتی تربیت و تعمیر ہو۔

علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب ”مقدمہ“ میں یہ لکھا ہے کہ بچے کے ساتھ زیادہ سختی کا رویہ اختیار کرنا اس کو بزدلی و کاہلی اور زندگی کی سختیاں برداشت کرنے سے گریز کا عادی بنا دیتا ہے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ جس کی تربیت سختی و درستی سے ہوگی خواہ وہ طالب علم ہو یا خادم یا غلام ان پر قہر چھایا جاتا ہے اور نفس کا انبساط ختم اور نشاط فنا ہو جاتا ہے، اور وہ سست اور کاہل بن جاتے ہیں، اور یہ صورت حال ان کو جھوٹ و عیاری سکھاتی ہے، تاکہ اس کے ذریعہ

سے ان ہاتھوں کی سختی سے بچ سکیں جو ان پر سختی کے عادی ہیں۔ اور اس کی وجہ سے وہ ناپسندیدہ دھوکہ بازی سیکھ لیتے ہیں۔ اور یہ چیزیں ان کی طبیعت و عادت بن جاتی ہیں اور ان میں انسانیت اور اس کی صفات ختم ہو جاتی ہیں۔ پھر ان خلدون نے ان خراب نتائج اور برے اثرات کو خوب کھول کر بیان کیا ہے جو نیچے پر سختی اور شدت اور سخت گیری کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ: جس بچے کے ساتھ سختی کا معاملہ کیا جاتا ہے وہ دوسروں پر بوجھ بن جاتا ہے کیوں کہ وہ خود اپنی شرافت اور خاندان کی عزت کی طرف سے مدافعت کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ حماست و شجاعت اور حمیت و غیرت سے عاری ہو جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی وہ فضائل و کمالات اور اچھے اخلاق کے حاصل کرنے سے بھی رک جاتا ہے، اور اس طرح سے اس کا نفس اپنی منتہا اور انسانیت کے عروج تک پہنچنے سے قاصر رہتا ہے۔

علامہ ابن خلدون نے جو کچھ بیان کیا ہے یہ سب کا سب وہی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم دی اور رہنمائی کی ہے۔ جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ نرمی و ملاطفت اور پیار سے کام لینا چاہیے۔ اور یہ پورا کا پورا وہی نرم و پیار بھر معاملہ ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمام بچوں کے ساتھ اختیار فرمایا کرتے تھے۔ اور یہ اس حکیمانہ علاج کے ساتھ بھی جوڑا کھاتا ہے جس کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کی مشکلات دور کرنے اور معاشرے کے افراد کی عمروں کے تفادات اور طبقات کے اختلاف کے باوجود ان کی پریشانیوں کے حل کے لیے اختیار فرمایا کرتے تھے۔ بلکہ سلف صالحین اور بڑے مناصب کے مالک اپنے بچوں کی تربیت حکمت نرمی و پیار سے کیا کرتے تھے۔ اور سخت منراؤں کی جانب صرف اس وقت مجبور ہوتے تھے جب سمجھانے و ڈانٹنے و پٹنے سے کام نہ چلے، چنانچہ کتب تاریخ میں آتا ہے کہ خلیفہ رشید نے اپنے بچے کے استاذ احمد سے یہ فرمایا: آپ کوئی گھڑی ایسی نہ گزرنے دیں جس سے فائدہ نہ اٹھایا جائے اور بچے کو فائدہ نہ پہنچایا جائے۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس کو غمگین بھی نہ کریں جس سے اس کا ذہن مردہ ہو جائے۔ اور اس کے ساتھ سماعت و تہم پوشی میں اتنا مبالغہ نہ کریں جس سے وہ فراغت کو اچھا سمجھنے لگے اور اس کا نوکر ہو جائے۔ اور جہاں تک ہو سکے اس کی اصلاح نرمی و پیار سے کریں، اگر اس سے کام نہ چلے تو پھر سختی و ترشی کو بھی اختیار کر لیں۔ اس قسم کی مثالیں بہت کثرت سے موجود ہیں جنہیں ہم نے کتاب تربیت الاولاد کی تینوں قسموں میں مختلف جگہ ذکر کیا ہے۔

اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مربی کو مناسب سزا دینے میں نہایت حکمت سے کام لینا چاہیے، اور ایسی سزا دینا چاہیے جو بچے کی ذکاوت و ثقافت اور مزاج کے موافق ہو، اور ساتھ ہی اس کو چاہیے کہ سزا کو بالکل آخری درجہ میں رکھے اور بالکل اشیہ میں اس سے کام لے۔

۳۔ سزا دینے میں معمولی سے سخت سزا کے اختیار کرنے میں تدبیر سے کام لینا چاہیے؛

ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ مربی بچے کو جو سزا دینا چاہے اسے بالکل آخری مرحلہ میں اختیار کرنا چاہیے جس کا مطلب

یہ ہے کہ بچے کی اصلاح اور سزا دینے کے چند مراتب و مراحل ہیں جنہیں مرنی کو مار پیٹ سے پہلے اختیار کرنا چاہئے تاکہ ہو سکتا ہے کہ انہی سے کام چل جائے اور بچے کی اصلاح ہو جائے اور اس کی حالت سدھر جائے اور اس کا اخلاقی و معاشرتی معیار بلند ہو جائے اور وہ ایک صحیح انسان بن جائے۔

اس لیے کہ مرنی طبیب و معالج کی طرح ہوتا ہے (جیسا کہ امام غزالی فرماتے ہیں) اور جیسا کہ طبیب کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ نقصان اور ضرر کے ڈر سے بیمار دل کا علاج ایک ہی طریقے سے کرے اسی طرح مرنی کے لیے بھی یہ درست نہیں کہ وہ بچوں کی مشکلات اور ان کی کجی کا علاج ڈانٹ ڈپٹ سے صرف اس ڈر سے کرے کہ بعض بچوں میں انحراف و کجی بڑھ نہ جائے یا بعض بچے گندی حرکات کے خوگر نہ ہو جائیں، لہذا ہر بچے کے ساتھ وہی برتاؤ کرنا چاہیے جو اس کے مناسب ہو، اور اس سبب کو تلاش کرنا چاہیے جو اس غلطی کا موجب بن رہے، اور اس کی عمر اور تہذیب و ثقافت اور اس ماحول کو بھی مد نظر رکھنا چاہیے جہاں سے اس نے یہ سیکھا ہے، یہ تمام چیزیں وہ ہیں جو مرنی کو بچے کے انحراف کی علت تک پہنچنے اور اس کے مرض کی تشخیص میں مددگار ثابت ہوں گی، جس کے بعد اس کے لیے مناسب علاج تجویز کرنا آسان ہوگا۔ اور مرنی جب بیماری کو جان لے گا اور بیماری کے سبب تک پہنچ جائیگا تو وہ مناسب علاج بھی کر سکے گا، اور بچے کے ساتھ بہتر طریقہ کو بھی اختیار کر سکے گا تاکہ آخر کار بچہ صحیح لوگوں کے زمرے اور متقیوں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں کے انحراف کو دور کرنے اور ان کی کجی کی اصلاح اور ان کی اخلاقی و نفسیاتی تعمیر و نشیبت سازی کے لیے مرنیوں کے سلسلے نہایت واضح و روشن طریقے مقرر کیے ہیں، تاکہ مرنی ان کو اختیار کریں، اور ان کی اصلاح و علاج کے لیے بہتر سے بہتر کا انتخاب کریں، اور آخر کار بچے کی اصلاح و تربیت میں کامیابی سے ہمکنار ہوں، اور اسے نیک صالح مومن متقی بنالیں۔

وہ طریقے جو معلم اول نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ذکر فرمائے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ رہنمائی اور صحیح بات بتانے کے ذریعہ غلطی کی اصلاح کرنا:

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر کفالت چھوٹا سا بچہ تھا، کھانے کے برتن میں میرا ہاتھ ادھر ادھر چلا گیا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے ارشاد فرمایا:

لڑکے اللہ کا نام لیکر شروع کرو، اور اپنے دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اور اپنے قریب سے کھاؤ۔

«یا عنلام سم الله، وكل بيمينك وكل مما يليك»۔

لاحظہ فرمائیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ کی غلطی کی اصلاح اچھی نصیحت اور مختصری بیان رہنمائی کے ذریعے — کس طرح سے فرمائی۔

۲۔ نرمی و ملاحظت سے غلطی پر متنبہ کرنا :

امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ حضرت سہل بن سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مشروب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لایا گیا۔ آپ نے اسے نوش فرمایا، آپ کی دائیں جانب ایک نو عمر بیٹھے تھے اور بائیں جانب عمر رسیدہ شیوخ تشریف فرما تھے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نوجوان سے فرمایا: مجھے اجازت دو تاکہ میں ان لوگوں کو دے دوں؟ (یہ فرمانا آپ کی طرف سے ملاحظت و نرمی کے اظہار کیساتھ ساتھ ایک قسم کی تعلیم و رہنمائی بھی تھی) ان نوجوان نے کہا: نہیں! بعد میں آپ کی طرف سے ملنے والے حصے پر کسی اور کو ہرگز ترجیح نہیں دے سکتا۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ مشروب ان نوجوان کے ہاتھ میں دے دیا، یہ نو عمر نوجوان حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تھے۔

آپ نے دیکھ لیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ چاہا کہ ان نوجوان کو بڑوں کا ادب سکھادیں کہ انہیں اپنے پینے کے حق پر ان کو ترجیح دے دینا چاہیے اور یہی افضل و بہتر ہے اس لیے آپ نے ان سے اجازت طلب کی اور ان کی رہنمائی کے لیے نہایت نرمی و ملاحظت سے یہ فرمایا: کیا تم مجھے یہ اجازت دو گے کہ میں ان لوگوں کو پہلے دے دوں؟

۳۔ غلطی کی جانب اشارۃً متوجہ کرنا :

امام بخاری حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت فضل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سواری پر سوار تھے، قبیلہ خثعم کی ایک عورت انہیں تو حضرت فضل ان کی طرف دیکھنے لگے اور وہ حضرت فضل کی طرف دیکھنے لگیں، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت فضل کے چہرے کو دوسری طرف پھیرنے لگے ان صاحبہ نے یہ عرض کیا: اے اللہ کے رسول! اللہ نے اپنے بندوں پر حوج کا فریضہ مقرر کیا ہے وہ میرے والد پر ایسی حالت میں فرض ہوا ہے کہ وہ بہت ضعیف و عمر رسیدہ ہیں، سواری پر ٹپک بھی نہیں سکتے تو کیا میں ان کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟ آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں، اور یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔

اس واقعہ میں آپ نے ملاحظہ فرمایا ہوگا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اجنبی عورتوں کی طرف دیکھنے کی غلطی کی اصلاح اس طرح کی کہ دیکھنے والے کا چہرہ دوسری طرف پھیر دیا اور اس کا حضرت فضل پر اثر بھی پڑا۔

۴۔ ڈانٹ کر غلطی پر متنبہ کرنا :

امام بخاری حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ایک شخص کو میں نے برا بھلا

لہا اور اسے اس کی ماں کا طعنہ دیا، اور کہا: اے کالی عورت کے بیٹے، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابوذر کیا تم نے اے اس کی ماں سے عار دلایا ہے؟ تم تو ایک ایسے آدمی ہو جس میں زمانہ جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے، یہ تمہارے بھائی اور مددگار ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کنٹرول میں دیا ہے، لہذا جس شخص کے زیر اثر اس کا بھائی ہو تو اسے چاہیے کہ جو خود کھاتا ہے وہ اسے کھلائے اور جو خود پہنتا ہے وہ اسے پہنائے، اور ان کو ایسے کام پر مجبور نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہوں اور اگر ایسا کرنا ہی پڑ جائے تو ان کی اعانت و مدد کرو۔

دیکھ لیا آپ نے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر کی اس غلطی کا کس طرح علاج فرمایا کہ جب انہوں نے ان صاحب کو کالے پن سے عار دلایا تو آپ نے ان کو لامت کی اور ڈانٹا جس پر آپ کا یہ فرمان دلالت کرتا ہے: اے ابوذر تم ایسے شخص ہو جس میں جاہلیت کا اثر پایا جاتا ہے۔ اور پھر اس موقع کی مناسبت سے انہیں سمجھایا اور ان کی صحیح رہنمائی کی۔

۵۔ قطع تعلق کے ذریعہ غلطی پر توبہ کرنا:

امام بخاری وسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکر مارنے سے منع فرمایا اور یہ فرمایا: اس سے نہ تو شکار کو قتل کیا جاسکتا ہے اور نہ زمین کو تکلیف پہنچائی جاسکتی ہے ہاں اس سے آنکھ پھوٹ سکتی ہے اور دانت ٹوٹ سکتا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسفل رضی اللہ عنہ کے ایک عزیز نے نکر ماری، انہوں نے ان صاحب کو اس سے منع کیا اور ان سے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس طرح نکر ماری پھینک کر مارنے سے منع فرمایا، اور یہ فرمایا ہے کہ اس سے نہ تو شکار کو شکار کیا جاسکتا ہے... ان صاحب نے پھر نکر ماری پھینک ماری تو حضرت عبداللہ نے ان سے فرمایا: میں تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سن رہا ہوں کہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے لیکن تم نے پھر نکر ماری پھینکی جاؤ میں تم سے کبھی بھی بات نہیں کروں گا۔

امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے تو وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے بات کرنے سے منع کر دیا اور پچاس دن تک یہ بایکات جاری رہا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان کی توبہ کے قبول کرنے کو نازل فرمایا

علامہ سیوطی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنے ایک بیٹے سے مرتے دم تک بایکات و مقاطعہ رکھا اس لیے کہ انہوں نے ایک اس حدیث پر عمل نہیں کیا تھا جو ان کے والد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرمائی تھی، جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکیں۔

ان واقعات سے آپ کو یہ اندازہ ہو گیا ہو گا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی جماعت غلطی کی اصلاح اور کجی کے دور کرنے کے لیے اس وقت تک مقاطعہ و بایکات کیا کرتے تھے جب تک وہ مخصوص

صحیح راستہ پر نہ جائے۔

۶۔ مارپیٹ کے غلطی پر متنبہ کرنا:

ابوداؤد و حاکم رحمہما اللہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اپنے بچوں کو نماز کا کم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز پڑھنے پر ان کی پٹائی کرو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے بستروں کو الگ الگ کر دو۔

اور سورہ نسا میں ارشاد ربانی ہے:

((وَالَّذِينَ تَخَذُونِ شَوَاهِدَهُنَّ فِعْظُهُنَّ وَآهْجُرُهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَآخِزْنَ بُوهُنَّ فَإِنْ أَصَعَنْكُمْ فَلَا تَتَّبِعُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا))۔ النساء۔ ۳۴

دیکھ لیجیے کہ مارپیٹ کے ذریعہ سزا دینا ایک ایسی چیز ہے جسے اسلام نے برقرار رکھا ہے، لیکن اس کا مرحلہ بالکل اخیر میں ہے اس سے پہلے وعظ و نصیحت اور پھر مقاطعہ و بایکات سے کام لیا جائے گا۔ اس ترتیب کا فائدہ یہ ہے کہ مربی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ سخت سزا کو وہاں اختیار کرے جہاں معمولی سزا سے کام چل سکتا ہو تا کہ مارپیٹ سب سے سخت ترین سزا ہے، اور اس کو اسی وقت اختیار کرنا چاہیے جب اصلاح و رہنمائی کے دوسرے تمام طریقے ناکام ہو جائیں، لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی کسی بھی اہلیہ کو کبھی بھی نہیں مارا ہے۔

۷۔ مؤثر ترین سزا کے ذریعے غلطی پر متنبہ کرنا:

قرآن کریم نے مؤثر ترین سزا کے اصول کو مندرجہ ذیل آیت میں مقرر کیا ہے ارشاد ہے:

((الزَّانِيَةُ وَالزَّانِي فَاجْلِدُوا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ إِلَى قَوْلِهِ تَالَىٰ: وَلَيْسَ هَذَا عَذَابُهُمَا طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ))

زنا کا مرد و عورت اور زنا کا مرد سو دو دنوں کا عکم یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک کو سو سو درے مارو... اور چاہیے کہ دونوں کی سزا کے وقت مسلمانوں کی ایک جماعت حاضر ہے۔

النور۔ ۲

اس سزا کی وجہ یہ ہے کہ جب یہ سزا تمام لوگوں کے سامنے ہوگی اور ہر طرح کے لوگ جمع ہوں گے تو اس کا اثر بہت زیادہ ہوگا۔ اور اس سے بہت سخت نصیحت حاصل ہوگی، اس لیے کہ جس جماعت اور گروہ کے سامنے یہ سزا دی جائے گی وہ اپنے خیال میں یہ تصور کرے گا گویا کہ یہ سزا اس کو دی جا رہی ہے، اور اس کو اسی طرح تکلیف و الم کا احساس ہوگا گویا کہ حقیقتہً اس کو سزا دی جا رہی ہو، جس کا اثر یہ ہوگا کہ وہ سزا سے ڈرے گا اور اس خوف سے اس حرکت سے دور رہے گا کہ کہیں اسے بھی یہی عذاب نہ دیا جائے جو ان مجرموں کو دیا جا رہا ہے، چنانچہ قرآن کریم کے اس قائلوں ((وَلَيْسَ هَذَا عَذَابُهُمَا...)) کہ ان

کے عذاب کو ایک جماعت دیکھ کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کو ان شرعی حدود کو لوگوں کے عین اور سب کے سامنے نافذ کرنے کا حکم دیا کرتے تھے۔

اور یہ مثل تو بہت پرانی چلتی آئی ہے کہ: نیک بخت وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت حاصل کرے، اور یہی اللہ تبارک و تعالیٰ کے مندرجہ ذیل فرمان مبارک کا مقصد ہے کہ:

«وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيَوةٌ يَا أُولِي الْأَلْبَابِ
لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ» البقرہ ۱۷۹

اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے
اے عقلمند و ناکہ متقی بن جاؤ۔

اس لیے کہ اس قصاص کی وجہ سے امن و سلامتی عام ہوگی اور اطمینان و سکون حاصل ہوگا۔ اور یہ شیر لوگوں، ظالموں اور مجرموں کے لیے رکاوٹ اور روکنے کا ذریعہ ہے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ جب مربی خطا کار بچے کو اس کے بھائیوں اور ساتھیوں کے سامنے سزا دے گا تو اس سزا کا تمام بچوں پر بہت گہرا اثر پڑے گا اور وہ اپنی خطاؤں اور غلطیوں پر ہونے والی تنبیہ و سزا سے ڈریں گے اور اس طرح انہیں نصیحت و عبرت حاصل ہوگی۔



لہذا ان طریقوں اور اسلوبوں کو سامنے رکھتے ہوئے جنہیں معلم اول صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا ہے مربی یہ قیادت رکھتا ہے کہ ان میں سے جو سزا مناسب سمجھے اپنے بچے کی کجی دور کرنے کے لیے اختیار کرے، اور بعض اوقات تو علاج کے سلسلہ میں صرف کہنا سننا یا گھوڑا یا ہلکی پھلکی لطیف تنبیہ یا اشارہ یا ایک آدھ بات ہی کافی ہو جاتی ہے۔

پھر اگر مربی یہ سمجھے کہ ان اسالیب و طرق میں سے کسی سے بھی بچے کی غلطی کی اصلاح نہیں ہو رہی اور اس کے حالات ٹھیک نہیں ہو رہے تو پھر اسے تدریجاً سختی کی طرف قدم اٹھانا چاہیے لہذا اب ڈانٹ ڈپٹ سے کام لے اور اگر اس سے بھی مقصد حاصل نہ ہو تو پھر ہلکی پھلکی سی مار پیٹ کا نمبر آتا ہے، لیکن اگر یہ بھی کارگر نہ ہو تو پھر سخت مار پیٹ سے کام لینا چاہیے، اور اچھا یہ ہے کہ آخری درجہ والی سزا گھر کے لوگوں یا ساتھیوں کے سامنے ہوتا کہ ان کے لیے بھی نصیحت و عبرت بن جائے۔

پھر جب مربی یہ محسوس کرے کہ سزا دینے کے بعد بچے کی حالت سدھر گئی ہے اور اس کی عادت و اخلاق درست ہو گئے ہیں تو پھر اسے بچے کے ساتھ خوش طبعی اور نرمی اور بلاشت سے پیش آنا چاہیے، اور اس کو چاہیے کہ بچے کو یہ محسوس کرا دے کہ اس نے اسے جو سزا دی ہے اس سے اس کا مقصد اس کی خیر و بھلائی اور دین و دنیا و آخرت میں اس کی کامیابی مقصود تھی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو جو سزا دی اور سزا کے بعد جو معاملہ ان کے ساتھ اختیار کیا وہ یہی تھا چنانچہ امام بخاری وسلم رحمہما اللہ روایت کرتے ہیں کہ جب حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ بلا عذر غزوہ تبوک سے پیچھے رہ گئے

تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پہچاس دن تک ان سے قطع تعلق کا حکم دیا۔ اور وہ اس پورے عرصے میں مقاطعہ کی حالت میں رہے۔ ان کے ساتھ کوئی اٹھتا بیٹھتا تھا نہ ان کو سلام کرتا تھا حتیٰ کہ زمین باوجود وسعت کے ان پر تنگ ہو گئی، اور پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ اعلان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی توبہ قبول کر لی ہے۔ تو حضرت کعب فرماتے ہیں: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضری کے ارادہ سے نکلا تو لوگ فوج در فوج ملکر میری توبہ کے قبول ہونے پر مجھے مبارک باد دے رہے تھے اور یہ کہہ رہے تھے کہ: اللہ نے تمہاری جو توبہ قبول کی ہے یہ تمہیں مبارک ہو، حتیٰ کہ میں مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، لوگ آپ کے ارد گرد بیٹھے ہیں، مجھے دیکھ کر حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ دوڑے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارکباد دی۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا تو اس وقت آپ کا چہرہ انور خوشی سے چمک اٹھا اور آپ نے فرمایا: جب سے تمہاری ماں نے تمہیں جنم دیا اس وقت سے آج تک تم پر ایسا مبارک دن نہ آیا ہوگا، یہ دن تمہیں مبارک ہو، تو میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول یہ توبہ کی قبولیت آپ کی جانب سے ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: نہیں بلکہ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت مبارکہ یہ تھی کہ جب آپ کا چہرہ مبارک روشن ہوتا تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا آپ کا چہرہ انور چاند کا منظر ہے، یہ یہ چیز ہمیں پہلے سے معلوم تھی۔

اور جب یہ محسوس کرے گا کہ مرنے والا ہے اس کے ساتھ شفقت و محبت اور نرمی و ملامت اختیار کر رہا ہے اور اس نے جو سزا دی ہے اس سے اس کا مقصد اس کی اصلاح و تربیت ہی تھی، تو ایسی صورت میں یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ بچہ نفسیاتی طور پر انہیں کا شکار ہو یا اخلاقی طور پر بھڑک جائے، اور اس کے رد عمل میں اور زیادہ بھڑک جائے اور برائیوں اور گناہوں میں پڑ جائے، بلکہ وہ اس ہمدردی کے برتاؤ کا احساس کرے گا اور اس کا حق ادا کرے گا اور نیک لوگوں کے طریقے کو اختیار کرے گا، اور پھر ہمیشہ اچھے لوگوں کے ساتھ رہے گا۔



جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ اسلام نے مارپیٹ کے ذریعہ جو سزا مقرر کی ہے اسے ایک دائرے میں محدود کر دیا ہے اور اس کے لیے کچھ شروط مقرر کر دی ہیں تاکہ مارپیٹ اصلاح و تنبیہ کے دائرہ سے نکل کر انتقام اور اپنی تشفی کا ذریعہ نہ بنے۔

مارپیٹ کے لیے جو شروط ہیں انہیں ہم ذیل میں ترتیب داریاں کرتے ہیں:

۱۔ مرنے کو مارپیٹ کی طرف اس وقت تک متوجہ نہیں ہونا چاہیے جب تک وہ تنبیہ اور ڈانٹ ڈپٹ کے سابقہ

بیان کردہ تمام وسائل بروئے کار نہ لے آئے۔

۲۔ مرنے کو چاہیے کہ ایسی حالت میں ہرگز نہ مارے جب وہ سخت غصے میں ہوتا کہ بچے کو ضرر و نقصان پہنچے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس وصیت پر بھی عمل ہو جائے کہ غصہ نہ کرو (جیسا کہ بخاری روایت کرتے ہیں)۔

۳۔ مارنے میں ایسی جگہ پر مارنے سے بچے جہاں مارنے سے ایذا و نقصان کا خوف ہو جیسے سر، چہرہ، سینہ اور پیٹ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں جیسا کہ ابو داؤد نے روایت کیا ہے کہ چہرے پر مست مارو۔ اس کی مزید تاکید اس بات سے ہوتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے غامدی عورت کو جب سنگسار کر دیا حکم دیا تو چنے کے برابر نکریاں لیں اور اس کو ماریں، پھر لوگوں سے فرمایا اس کو سنگسار کر دو لیکن چہرے پر مارنے سے بچو، ملاحظہ فرمائیے کہ سنگسار جیسی سزاجس کا مقصد ہی ختم و ہلاک کرنا ہے اس میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چہرے پر مارنے سے منع فرما رہے ہیں تو پھر جب تنبیہ و سزا ہی مقصود ہو تو ایسی حالت میں تو چہرے اور سر پر مارنا بدرجہ اولیٰ منع ہوگا۔ اور ویسے بھی چہرہ و سر حساس جگہ ہے۔ یہاں مارنے سے قوت سامعہ یا باصرہ یا شامہ کے فوت ہونے کا خدشہ ہوتا ہے جو موجب ایذا و ہلاکت ہے۔

سینے اور پیٹ پر مارنا اس لیے منع ہے کہ اس سے ایسے نقصان کا اندیشہ ہے جو ہلاکت تک پہنچا سکتا ہے، اور یہ ممانعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے ثابت ہوتی ہے کہ: نہ نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ۔

۴۔ سزا کے ابتدائی مراحل میں مارنا زیادہ سخت اور تکلیف دہ نہیں ہونا چاہیے، اور ملکی پھکی معمولی چھڑی سے ہاتھ پاؤں وغیرہ پر مارنا چاہیے، اور اگر بچہ چھوٹا ہو تو دو تھین سے زیادہ نہیں مارنا چاہیے، ہاں جب بچہ بڑا ہو گیا ہو اور مرنے سے سمجھے کہ دہین ڈنڈیوں کے مارنے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا تو دس تک مار سکتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام فرماتے ہیں: کوئی شخص دس کوڑوں سے زیادہ نہ مارے مگر اللہ کی حدود میں سے کسی حد میں۔

۵۔ بچہ جب تک دس سال کی عمر کو نہ پہنچ جائے اسے مارنا نہیں چاہیے۔ اس حدیث کی بناء پر جو پہلے ذکر ہو چکی ہے کہ: اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں۔

۶۔ اگر غلطی کا صدور بچے سے پہلی مرتبہ ہوا ہو تو اسے اس جرم سے توبہ کا موقعہ دینا چاہیے اور اس حرکت پر اس کا گذر قبول کرنا چاہیے، اور اس کو اس بات کا موقعہ دینا چاہیے کہ وہ ظاہری طور پر کسی کو اپنا سفارشی بنالائے اور سزا سے بچ جائے اور اس سے عہد لے لینا چاہیے، تاکہ دوبارہ وہ غلطی نہ کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ اسے فوری مارا پیٹا جائے یا اس کے جرم کی لوگوں کے سامنے شہیر کی جائے۔

لے اس کو علامہ ابن تیمیہ نے روایت کیا ہے اور الاقناع اور المغنی والوں نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔

۷۔ مرنے پہلے کو خود مارے، یہ ذمہ داری اس کے کسی بھائی یا ساتھی کے سپرد نہ کرے تاکہ ان بھائیوں وغیرہ میں لڑائی جھگڑا نہ ہو اور حق و حسد کی آگ نہ بجھ سکے۔

۸۔ بچہ جب بلوغ کی عمر کو پہنچ جائے اور مرنے پر محسوس کرے کہ تنبیہ و زجر کے لیے دس چھوڑیاں مارنا کافی نہیں تو وہ اس پر اضافہ بھی کر سکتا ہے اور تکلیف دہ مار بھی لگا سکتا ہے اور بار بار بھی مار سکتا ہے یہاں تک کہ وہ یہ محسوس کر لے کہ بچہ صحیح راستہ پر آگیا ہے اور اب بالکل سیدھے راستے پر ٹھیک ٹھاک چل رہا ہے۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلامی تربیت نے مزادینے کے موضوع کا بہت اہتمام کیا ہے سزا خواہ مادی ہو یا معنوی لیکن اس نے اس سزا کو مداور قیود و شروط کے دائرے میں محدود کر دیا ہے، اس لیے مرنے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں کیلئے مثالی تربیت اور اپنے معاشرے کی شاندار اصلاح کرنا چاہتے ہیں تو ان قیود سے باہر نہ نکلیں اور ان سے تغافل نہ کریں۔ مرنے والے جب مناسب موقع پر مناسب مزادیتا ہے تو اس وقت وہ کس قدر حکیم و موفق ہوتا ہے جیسا کہ نرمی کے موقع پر نرمی و شفقت بہت اچھی چیز ہے۔

اور اس وقت مرنے والے کس قدر احمق و جاہل شمار ہوگا جب وہ سختی کی جگہ پر نرمی برتے، اور نرمی و پیاری کی جگہ پر سختی کرے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اس شاعر پر جس نے مندرجہ ذیل اشعار کہے ہیں :

وَإِنْ أَنْتَ أَكْرَمُ الْمَرْجُومِ	اِذَا أَنْتَ أَكْرَمُ الْمَرْجُومِ
اور اگر تم خیر ترین آدمی کا اکرام کرو گے تو وہ کھڑے ہو کر تم کو شرف بخشے گا	جب تم شریف آدمی کا اکرام کرو گے تو تم اپنے جس سے انحراف ہے، اس کے مالک بن جاؤ گے
مَضْرُوعُ السِّيفِ فِي مَوْضِعِ النَّدَى	فَوْضِعُ السِّيفِ فِي مَوْضِعِ النَّدَى
جیسا کہ سخاوت کی جگہ پر تلوار اٹھانا	تلوار کی جگہ سخاوت کرنا ایسا ہی نقصان دہ ہے
وَمَنْ لَكَ بِالْحَرِّ الذَّمُّ يَحْفَظُ الْيَدَا	وَمَا قَتَلَ الْأَحْرَارَ كَالْعَفْوِ عَنْهُمْ
اور تم کو ایسا شریف آدمی کہاں ملے گا جو امان کو ضائع نہ کرے	اور درگزر سے زیادہ مؤثر ہتھیار کے ذریعے شرف کو قتل نہیں کیا گیا

اور اللہ تعالیٰ استاذ و عالم شیخ کامل بدر کو جزا بخیر دے کہ انہوں نے بچے کے ساتھ ملاحظت و نرمی اختیار کرنے کی وصیت کی، چنانچہ وہ کہتے ہیں :

إِنَّ الْمَرْبِيَّ فِي شَرْعِ الْهَدَى رَحِمَ	بِرَبِّهِ عِيَهُ لَا عَاقِبَةَ لِلْخَلْقِ
مرنے والے دین اسلام کے مطابق اپنی رعایا کے ساتھ رحمت و شفقت کے ساتھ	وہ شریف ہوتا ہے کہ ایسا سخت سزا
يَدْمِي بِسُوءِ الْأَذَى الْقُلْعَانِ وَهُوَ يَرِي	فِي نَفْسِهِ ضَيْغًا قَدْ مَالِ فِي غَسَقِ
جو بچوں کو تکلیف دہ کوڑے سے زخمی کر دے اور وہ خود	اپنے اچھے ایسا شیر سمجھے جس نے تاریکی میں حملہ کر دیا ہو

وَدِيعَةَ لَا دَمِي حَطَمَ لَدَمِي النَّزَقِ

ایک امانت میں ذکر نامیہ بچوں کے پاس ٹوٹے چھوٹے دانے کھلنے

الْهَفَالْنَا يَا رِعَاةَ الْحَبِيلِ عِنْدَكُمْ

اے قوم کے رکھوالو ہمارے بچے تمہارے پاس

اور بچہ جب بچپن ہی سے محاسبہ و مراقبہ کے ربانی عقیدے پر بڑھے پلے گا، اور ایمان باللہ اور زندگی کے تمام مراحل اور مختلف حالات میں اللہ سے مدد حاصل کرنے، اور اس کی طرف رجوع کرنے، اس سے ڈرنے، اور اس پر بھروسہ کرنے کے وصف کا حامل ہوگا، اور حب وہ دل کی گہرائیوں سے یہ جان لے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے، اس کو دیکھ رہا ہے، سب اس کے سامنے ہے، وہ اللہ اس کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے، اور آنکھوں کی خیانت اور دلوں کے مخفی بھیڑیل کو بھی جانتا ہے۔ لہذا۔۔۔ بچے میں جب یہ اوصاف موجود ہوں گے تو چھپرہ آخرت کے عذاب سے ڈرنا اور دنیوی ڈانٹ ڈپٹ اس پر پورا اثر کرے گی، اور ڈرنا دھمکانا اس کے نفس اس کے کردار اور چال چلن و معاملات پر بہت اثر ڈالے گا جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اس کے حالات سدھ جائیں گے اور اخلاق درست ہو جائیں گے۔

قرآن کریم نے بھی ان ڈرانے دھمکانے والی سزاؤں کو مختلف آیات میں ذکر کیا ہے اور مومن نفوس کی اصلاح میں اس سے کام لیا ہے۔ اور اس کے ذریعے ان کی اخلاقی و نفسیاتی تیاری کی ہے، اور ان کا نفوس پر بہت عظیم اثر ہوتا ہے اور کردار پر اس کے اچھے نتائج اور تربیت و اخلاق پر اس کے بہترین ثمرات ظاہر ہوتے ہیں۔

✽ پانچواں قرآن کریم جب یہ دیکھتا ہے کہ لوگ گمراہی میں ملگن ہیں تو ایک مرتبہ تو نہایت سختی سے قساوتِ قلب سے ڈراتا دھمکاتا ہے پانچواں ارشاد باری ہے:

«أَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ

قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللَّهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ»

وَلَا يَكُونُوا كَالَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ

قَبْلُ فَطَالَ عَلَيْهِمُ الْأَمَدُ فَقَسَتْ قُلُوبُهُمْ

وَكَثِيرٌ مِنْهُمْ فُسِقُونَ ﴿۷۰﴾

سیرا ایمان والوں کے لیے وقت نہیں آیا کہ ان کے دل

اللہ کی نصیحت اور جو دین حق نازل ہوا ہے اس کے

آگے جھک جائیں، اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جنہیں

ان کے قبل کتاب ملی تھی، پھر ان پر ایک لمبا زمانہ گزر گیا

تو ان کے دل خوب سخت ہو گئے، اور ان میں سے بہت

سے کافر ہیں۔

الحمد۔ ۱۶

✽ اور کبھی صراحتاً اللہ کے غضب و عذاب سے ڈراتا ہے جیسا کہ واقعہ اُنک میں ہوا۔ اور یہ درجہ سخت ترین درجہ ہے:

«وَلَوْ لَا فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهُ فِي

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَقْضَيْتُمْ فِيهِ عَذَابٌ

عَظِيمٌ ۖ إِذَا تَلَقَّوْنَهُ يَأْسِنُكُمْ وَتَقُولُونَ

اور اگر تم پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا دنیا میں (بھی) اور

آخرت میں (بھی) تو جس شغل میں تم پڑے تھے اس میں

تم پر سخت عذاب واقع ہوتا (عذابِ عظیم کے مستحق تو

اس وقت ہوتے (جب تم اپنی زبانوں سے اسے نقل درنقل کر رہے تھے اور اپنے من سے وہ کچھ کہہ رہے تھے جس کی تمہیں کوئی تحقیق نہ تھی اور تم اسے ہلکا سمجھ رہے تھے حالانکہ وہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی بات تھی اور تم نے جب اسے سنا تھا تو کیوں نہ کہہ دیا تھا کہ ہم کیسے ایسی بات من سے نکالیں تو یہ تو سخت پہچان ہے اللہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ پھر اس قسم کی حرکت کبھی نہ کرنا اگر تم ایمان والے ہو۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقُولُوا مَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ وَتَحْسَبُونَهُ هَيِّنًا وَهُوَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمٌ ۚ وَلَوْلَا إِذْ سَمِعْتُمُوهُ قُلْتُمْ مَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَتَكَلَّمَ بِهَذَا ۖ سُبْحَنَكَ هَذَا بُهْتَانٌ عَظِيمٌ ۚ يَعِظُكُمُ اللَّهُ أَنْ تَعُودُوا لِمِثْلِهِ أَبَدًا ۚ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝

✽ ✽ ✽ ✽ ✽

النور - ۱۷ تا ۱۸

✽ اور کبھی اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے اعلان جنگ کے ذریعہ تنبیہ کرتا ہے :

اے ایمان والو! اللہ سے اور چھوڑ دو کچھ سود باقی رہ گیا ہے اگر تم کو اللہ کے فرمانے کا یقین ہے، پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِنْ لَّمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ ۖ

البقرہ - ۲۷۸ و ۲۷۹

✽ اور کبھی آخرت کے عذاب سے ڈراتا ہے :

اور جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس (انسان کی) جان کو اللہ نے محفوظ قرار دے دیا ہے اسے قتل نہیں کرتے مگر ہاں حق پر اور دُعا کرتے ہیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اس کو سزا سے ساقط نہ کرے گا قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھا جائے گا وہ اس میں ہمیشہ ذلیل ہو کر پڑا رہے گا۔

وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ وَلَا يَقْتُلُونَ النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُونَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ يَلْقَ أَثَامًا ۖ يُضْعَفُ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَخْلُدُ فِيهِ مُهَانًا ۖ

الفرقان - ۷۸ و ۷۹

✽ اور کبھی دنیا کے عذاب سے ڈراتا ہے :

اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو دردناک عذاب اور بدلے میں لائے گا اور لوگ تمہارے سوا

((إِلَّا تَنْفَرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا وَيَسْتَبْدِلَ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۖ))

التوبہ - ۳۹

اور فرمایا :

اور اگر روگردانی کرو گے جیسا کہ اس سے قبل روگردانی

((وَأِنْ تَوَلَّوْا كَمَا تَوَلَّيْتُمْ مِنْ قَبْلُ

کر چکے ہو تو وہ تمہیں عذاب دردناک کی سزا دے گا۔

يُعَذِّبُكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۱۴﴾ انفتح۔ ۱۴

نیز فرمایا :

اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو اللہ دردناک
عذاب دنیا و آخرت میں۔

﴿وَاِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمْ اللّٰهُ عَذَابًا
اَلِيْمًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ التوبہ۔ ۲۴
اور فرمایا :

یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان چیزوں
کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں۔

﴿اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ
الدُّنْيَا﴾۔ التوبہ۔ ۵۵

اور میرا خیال یہ ہے کہ اگر مربی بچے کی ایمانی تربیت کا اہتمام کرے، اور اس کی شخصیت سازی اللہ کے مراقبہ اور اللہ سے خشیت و خوف پر کرے تو قرآن کریم کی یہ تنبیہات اور احادیث مبارکہ کی وعیدیں بچے کی اصلاح اور اس کو بہت سے محرات سے روکنے میں بڑا عامل بنیں گی اور اس پر ان کا بہت اثر ہوگا، اور ہم "ایمانی تربیت کی ذمہ داری" کے عنوان کے تحت یہ بتلا چکے ہیں کہ عقیدے کے اعتبار سے بچے کی تربیت اور ایمانی اعتبار سے تیاری میں مربی کو کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے تاکہ بچہ ٹھیک رہے اور اس کے اخلاق درست ہوں یہی ڈرانے دھمکانے والی وہ تربیت ہے جس کے بارے میں ابھی ابھی ہم نے مفصل کلام کیا ہے۔

اور اخیر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ :

مربی ایسے وسائل کو کبھی بھی معدوم نہیں پائے گا جو بچے کے لیے زبردستی اور روکنے کا ذریعہ نہیں، اور جو وسائل ہم نے ابھی ذکر کیے ہیں یہ بچے کی اصلاح و تربیت کے سلسلہ کے اہم ترین وسائل و اسباب ہیں، اور ان کے استعمال کرنے اور ان میں سے مناسب ترین کے اختیار کرنے سے ہی مربی کی حکمت و دانائی کا اندازہ ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ بچوں کی ذکاوت، ثقافت و مزاج اور احساس کے اعتبار سے یہ وسائل متفاوت و مختلف ہیں، چنانچہ بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں ہلکا سا اشارہ بھی کافی ہوتا ہے اور اسی سے ان کا دل لرز اٹھتا ہے اور اس کی طرف ہلکا سا اشارہ کرنے سے ہی ان کے ضمیر میں ہلچل مچ جاتی ہے، اور بعض بچے ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اس وقت تک ٹھیک نہیں ہوتے جب تک ان کو تیز نگاہوں اور سخت غصے سے تنبیہ نہ کی جائے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جنہیں سزا دینے کے نام سے ہی ڈرانا کافی ہو جاتا ہے، اور بعض بچوں کی اصلاح ترک تعلق و مقابلہ و بائیکاٹ سے ہوتی ہے، اور بعض بچوں پر ڈانٹ ڈپٹ کا ہی اثر ہوتا ہے، اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے قریب و ڈال جانا پڑتا ہے تاکہ وہ اسے قریب دیکھ کر باز آجائیں، لیکن ان میں سے بعض ایسے بھی ہوتے ہیں کہ جب تک انہیں سزا کی اذیت نہ پہنچنے اور ان کے جسم پر پٹائی کا اثر نہ ہو اس وقت ان کی اصلاح ہی نہیں ہوتی۔

جیسا کہ ہم نے بیان کیا اسلام نے ان تمام قسم کی سنزاول کو مشروع قرار دیا ہے اور ان کی جانب مریضوں کی رہنمائی کی ہے، اور ان سنزاول کے اختیار کرنے سے ہی سمجھداری ظاہر ہوتی ہے۔ لہذا جو سنزاونچے کے لیے مناسب ہو اور جس سے اس کی اصلاح ہو سکے اسے اختیار کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔



مرتبہ صاحبان :

بچے پر اثر انداز ہونے والے وسائل تربیت یہی ہیں، اور جیسا کہ آپ نے مشاہدہ کر لیا یہ نہایت اہم اور مفید عملی وسائل ہیں۔ اگر آپ ان کو نافذ کر سکیں اور ان سے فائدہ اٹھا سکیں اور ان کے تطبیق دینے کے وسائل پر عمل کر سکیں تو بلاشک و شبہ بچہ بہت ہی عظیم اور عالی مرتبہ و شان والا بنے گا بلکہ ایسا مثالی بچہ ہوگا جس کی طرف لوگوں کی انگلیاں اٹھیں گی اور جو اپنی قوم و قبیلہ میں تقویٰ، ورع اور اچھائیوں میں معروف و مشہور ہوگا۔

جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اسلام میں تربیت کی بنیادوں اور اساس یہ نہیں ہیں جو ہم نے بیان کیں، اور ان وسائل کے علاوہ دوسرے وسائل سے تربیت ہوتی ہے تو وہ غلطی پر ہے، الا یہ کہ کسی کی تربیت ربانی طور پر ہو، براہ راست اللہ کی جانب سے ہو جیسے کہ انبیاء علیہم السلام کی تربیت تو واقعی ان کی تربیت اللہ کی محرابی و دیکھ بھال میں ہوگی، اللہ کی عنایت و رعایت ان کے شامل حال ہوگی بلکہ کسی طرح سے بھی اس میں کسی نقص یا انحرف کے طاری ہونے کا قطعاً کوئی امکان ہی نہیں ہوتا۔

رہا باب حکومت کا امت کی تربیت کرنا اور ماہرین کا معاشرہ کی تربیت کرنا اور والدین کا خاندانوں کی تربیت کرنا تو اس کا تعلق تربیتی اسباب کے ساتھ مربوط ہے اور توجہی اور رہنمائی کے وسائل کے ساتھ مربوط ہے، اگر مسئول و ذمہ دار حضرات ان کو اختیار کر لیں گے اور مرتبہ ان طریقوں کو اپنائیں گے تو امت کی اصلاح ہو جائے گی، نالاندان درست اور افراد ہدایت یافتہ ہو جائیں گے، اور انسانی معاشرہ کامیابی کی چوٹی اور خوش بختی و استقرار و سکون کی بلندی پر پہنچ جائے گا، اور اسے محترم مرتبہ صاحبان! آپ نے ان وسائل کا مشاہدہ کر لیا ہوگا جن کو اسلام نے بچے کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور نفسیاتی و معاشرتی شخصیت سازی کے لیے مقرر کیا ہے۔

لہذا مقتدی و نمونہ کے ذریعہ تربیت سے بچہ بہترین صفات اور کامل ترین اخلاق حاصل کر لے گا، اور فضائل و اچھائیوں کی طرف ترقی کرے گا، اور اس تربیت کے بغیر تو بچے کو سنزاون یا سود مند ہوگا اور مذاں پرستی و غلط نصیحت کا اثر ہوگا۔ اور عادت کے ذریعہ تربیت کی وجہ سے بچہ حسن تربیت کے بہترین نتائج اور شاندار اثرات حاصل کر لے گا، اس لیے کہ اس کا مدار دیکھنے اور نظر رکھنے پر ہوتا ہے اور اس کی بنیاد ترغیب و ترہیب پر قائم ہوتی ہے، اور ارشاد و توجہ و رہنمائی کے واسطے سے یہ تربیت حاصل ہوتی ہے اور اس کے بغیر مرتبہ کی مثال اس شخص کی سی ہوگی جو پانی پر لکھ رہا ہو۔

اور چیل بیابان میں چیخ رہا ہو، اور بلا فائدہ و مقصد راکھ میں پھونک رہا ہو۔

اور غلط نصیحت کے ذریعہ تربیت سے بچہ اپنے کلمات، اور بہترین نصیحت، اور با معنی قصے، اور شوق دلانے والے سوال جواب، اور حکیمانہ اسلوب و انداز، اور مؤثر رہنمائی سے متاثر ہوگا اور اس کے بغیر نہ تو اس کے وجدان میں حرکت ہوگی، اور نہ دل میں رقت پیدا ہوگی، اور نہ اس کی طبیعت میں حرکت پیدا ہوگی، اور محض ایک خشک تربیت ہوگی اور اس کی اصلاح کی امید موبہوم و کم ہو جائے گی۔

اور دیکھ بھال کی تربیت کے ذریعہ بچے کی اصلاح ہوگی اس کا نفس بلند اور اس کے آداب و اخلاق کامل ہوں گے، اور وہ معاشرہ کی تعمیر میں کارآمد اینٹ اور امت مسلمہ کے جسم میں اہم ترین مفید عضو بنے گا، اور اس کے بغیر بچہ گندی مادہ تول اور خراب اخلاق میں پھنس جائے گا اور معاشرے میں مجرم و بد بخت شمار ہوگا۔

اور مقبوت و ممتاز تربیت کے ذریعے بچہ بری باتوں سے رکے گا اور برے اخلاق اور گندی صفات سے دور رہے گا، اور اس میں ایسا احساس و شعور ہوگا جو اسے شہوات میں بہنے اور گناہوں اور نقصان دہ چیزوں کے از رکاب سے روک دے گا۔ اور اس کے بغیر بچہ گناہوں میں مبتلا ہوگا، اور جرم و منکرات کی دلدل میں پھنس جائے گا اور برائیوں اور خرابیوں میں پڑا رہے گا۔

اس لیے اے مربی صابان! اگر آپ یہ چاہتے ہوں کہ آپ کے بچے کی اصلاح ہو اور وہ آپ کے معاشرہ کے لیے خیر و بھلائی اور سعادت اور آپ کی مسلمان حکومت کیلئے نصرت و سیادت کا ذریعہ بنے تو آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ ان مسائل کو اختیار کریں، اور ان بنیادی باتوں پر عمل پیرا ہوں، اور ان کو عملی تطبیق دیں، اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

اور کہہ دیجیے کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا اللہ
تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان۔

((وَقُلْ اَعْمَلُوا فَاِنَّكُمْ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَارُونَ))
التوبہ - ۱۰۵



فصلِ ثانی

تربیت کے بنیادی اصول و قواعد

اسلام نے اپنے محیط تشریعی قواعد اور تربیت کے اہدی بنیادی اصولوں کے ذریعہ سے بچے کی شخصیت کے نمو اور اس کی سر بلندی کے لیے کچھ اصول اور مناج مقرر کیے ہیں، یہ نمو خواہ عقیدہ و اخلاق کے لحاظ سے ہو، یا جسم و عقل کے لحاظ سے، یا نفسیات و معاشرت کے لحاظ سے۔

یہ اصول و مناج جیسا کہ آپ دیکھ لیں گے، یہ نہایت واضح و روشن ایسے بنیادی اصول ہیں جن کا نافرنا آسان ہے۔ اور جو بہت عالی مقصد پر مشتمل ہیں، اگر معاشرے کی تعمیر اور قوموں اور امتوں کی تربیت کے لیے مرنے والے کو اختیار کر لیں تو امتوں کی امتیں اور قوموں کی قومیں بدل جائیں گی اور عقیدہ کی پختگی اور اخلاق کی بلندی اور جسم کی قوت اور عقل کی پختگی اور ادب کے جمال میں کمال و منتہی کو پہنچ جائیں گے اور عظمت و بڑائی میں اپنے آباء اولین کی سیرت کو دوام بخشیں گے اور مشہور و معروف لوگوں کی تاریخ کو دہرا دیں گے اور صحابہ و تابعین کے پہلے دستے کی عزت کو واپس لوٹا دیں گے۔

بچے کی شخصیت سازی اور دنیاوی زندگی میں اسے ایک باوقار و صحیح انسان بنانے کے سلسلہ میں جن قواعد کو مربیوں کو کام میں لینا چاہیے ان کو بیان کرنے سے پہلے بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہم ان بنیادی صفات کو مختصراً ذکر کر دیں جن کا مربی میں پایا جانا ضروری ہے، تاکہ مربی کا بچوں پر پورا اثر پڑے، اور بچے اس کی نصیحتوں پر خوب لبیک کہیں:



مرہی کی بنیادی صفات و اوصاف

۱۔ اخلاص

مرہی کو چاہیے کہ اپنی نیت درست رکھے اور تربیت کے جو کام بھی وہ انجام دیتا ہے وہ صرف اللہ کے لیے کرے۔ چاہے وہ امورِ تربیت حکم دینے یا روکنے سے متعلق ہوں، یا نصیحت و خیر خواہی سے، یا دیکھ بھال و سزا دینے سے۔ تربیت کے نظام کو ہمیشہ نافذ کرنے اور بچے کی تربیت و ہمیشہ دیکھ بھال سے جو ثمرہ و فائدہ حاصل ہوگا وہ اس کے علاوہ ہے جو اسے اللہ کی رضا اور اجر و ثواب کی صورت میں جنت میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اللہ جل جلالہ کے یہاں قرب کی شکل میں حاصل ہوگا۔

قول و عمل میں اخلاص کو ملحوظ رکھنا ہی ایمان کی بنیاد اور اسلام کا تقاضا ہے، اللہ تعالیٰ کسی بھی عمل کو بغیر اخلاص سے قبول نہیں فرماتے، اللہ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نئیانی اس کا حکم نہایت تاکید کے ساتھ وارد ہوا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقَيِّمَةِ ٥))

حالانکہ انہیں یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی عبادت اس طرح کریں کہ دین کو اسی کے لیے خالص رکھیں کیسے ہو کر، اور ناز کی پابندی رکھیں، اور زکاۃ دیا کریں یہی طریقہ ہے (ان) درست مضامین کا۔

البینہ - ۵

نیز ارشاد فرمایا:

((قَمَن كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖ ۚ اٰحَدًا ۝۱۰۰))

سو پھر جس کو امید ہو اپنے رب سے ملنے کی سو وہ کرے کچھ نیک کام اور شریک نہ کرے اپنے رب کی بندگی میں کسی کو۔

الکہف - ۱۰۰

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا (جسے بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے):

((اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْكُمْ نِيَّةٌ ۚ إِنَّ اللَّهَ لَا يُغْنِي عَنْهُ كَمَلُهُ وَلَا يَضُرُّهُ ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۚ))

تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کو وہی ملے گا جو وہ نیت کرے گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (جسے ابو داؤد و نسائی روایت کرتے ہیں):

((اِنَّ اللَّهَ عَزَّوَجَلَّ لَا يَقْبَلُ مِنَ الْعَمَلِ اِلَّا مَا كَانَ لِمَنْ عَمِلَ مِنْهُ نِيَّةً ۚ))

اللہ تعالیٰ اسی عمل کو قبول کرتے ہیں جو صرف اسی کے

إلا ما كان له خالصاً وابتغى به وجهه)). لیے کیا جائے اور بس سے صرف اس کی رضا مقصود ہو۔
لہذا یہ جان لینے کے بعد مربی کو چاہیے کہ نیت خالص رکھے، اور جو کام بھی کرے اس سے صرف اللہ کی رضا مقصود ہوتا کہ وہ اللہ کے یہاں مقبول ہو اور اپنے بچوں و شاگردوں میں محبوب و اثر انگیز بھی۔
۲۔ تقویٰ

مربی میں سب سے ممتاز وصف تقویٰ کا ہونا چاہیے، تقویٰ کی تعریف علماء ربانین نے یہ کی ہے کہ: اللہ تعالیٰ تمہیں اس جگہ ہرگز نہ دیکھے جہاں سے اس نے تمہیں روکا ہے، اور وہاں تمہیں غیر موجود نہ پائے جہاں موجود ہونے کا اس نے تمہیں حکم دیا ہے، یا بعض حضرات نے اس کی تعریف اس طرح کی ہے کہ: اچھے اعمال کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے بچنا، اور ظاہری و باطنی طور سے اس سے ڈرتے رہنا۔

دونوں تعریفوں کا مفہوم ایک ہی ہے اور وہ یہ کہ دائمی مراقبہ کے ذریعہ اللہ کے عذاب سے بچنا و ڈرنا، اور ظاہر و پوشیدہ دونوں طور پر ربانی طریقہ پر عمل کرنا، اور حلال کی تلاش اور حرام سے بچنے کی مسلسل جدوجہد میں لگے رہنا۔

اس کی تائید اس سوال جواب سے ہوتی ہے جو حضرت عمر بن الخطاب و حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے درمیان ہوا تھا، اور وہ اس طرح کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے تقویٰ کے بارے میں دریافت کیا، تو انہوں نے حضرت عمر سے فرمایا: کیا آپ کبھی کانٹوں والے راستے پر چلے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: کیوں نہیں! تو انہوں نے پوچھا: ایسی صورت میں آپ نے کیا طریقہ اختیار کیا؟ انہوں نے فرمایا: خوب گوش و محنت کی، انہوں نے فرمایا: یہی تقویٰ ہے۔

اسی لیے تقویٰ کے اختیار کرنے پر قرآن کریم کی بہت سی آیات میں ابجھا را گیا اور اس کا حکم دیا

گیا ہے :

اے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے جیسا اس سے

ڈرنا چاہیے

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ

تَقْوَاهُ))

اور ارشاد فرمایا :

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور راستی کی بات

کہو۔

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَقُولُوا

قَوْلًا سَدِيدًا))

نیز فرمایا :

اے ایمان والو! اللہ سے ڈرتے رہو اور ہر شخص و کچھ

لے کر اس نے کل کے واسطے کیا بھیجا ہے۔

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ

نَفْسُ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ))

الحشر۔ ۱۸

اور فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۖ إِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ شَقِيٌّ وَعَظِيمٌ» . الحج - ۱

نیز فرمایا:

«وَمَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا ۚ وَيُزِدْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ» .

الطلاق - ۳۰۲

جہاں سے اسے گمان بھی نہیں ہوتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار احادیث میں بھی تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے مثلاً:
امام مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: دنیا شیریں و سرسبز و شاداب ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تمہیں اس میں خلیفہ و جانشین بنائے گا پھر دیکھو گا کہ تم کیا کرتے ہو اس لیے دنیا سے بچو۔ اور عورتوں سے بچو اس لیے کہ نبی اسرائیل کا پہلا فتنہ عورتوں کے سبب سے ہی ہوا تھا۔

اور امام ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ اکثر لوگ جنت میں کس چیز کے سبب داخل ہوں گے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ کے تقویٰ خوف و ڈر اور حسن اخلاق کی وجہ سے۔

اور امام احمد و حاکم و ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس جگہ بھی ہو اللہ سے ڈرتے رہنا اور برائی کے بعد نیکی کر لینا اس سے برائی مٹ جائے گی، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آنا۔

اور طبرانی حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اللہ سے ڈرو اور مبیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تمہاری اولاد تمہارے ساتھ نیکی کرے اسی طرح تم بھی ان کے درمیان عدل و انصاف کرنا۔

ان اوامر و تنبیہات کے ماتحت مرنے والے سب سے پہلے داخل ہوتا ہے اس لیے کہ وہ ایسا مقتدی و نمونہ ہوتا ہے جسے لوگ دیکھتے ہیں اور اس سے انداز کرتے ہیں، اور اس لیے بھی کہ مرنے ہی پہلے کی ایمانی اساس و بنیاد اور اسلام کے بتلائے ہوئے طریقوں پر تربیت دینے کا سبب اول ہوتا ہے۔

اور واقعی یہ صحیح بات ہے کہ اگر مرنے والے واقعہ متقی نہ ہو اور معاملات و کردار میں اسلام کے منہج و طور طریقوں کا پابند نہ ہو تو لازمی طور سے بچہ منحرف اور آنا دوی و بے راہ روی و فساد کی دلدل میں پھنس جائے گا۔ اور گمراہی و جہالت کی وادی

میں بھٹکے گا، کیوں؟ اس لیے کہ اس نے اس شخص کو منکرات و برائیوں کی گندگی میں ملوث اور شہوات کے دریا میں غرق اور آزادی کے ماحول میں رچا بسا دیکھا ہے جو اس کی تربیت و رہنمائی کا ذمہ دار تھا، اس لیے اسی صورت میں بچے کی نشوونما ایسے حال میں ہوگی کہ اسے نہ تو اللہ کی طرف سے کوئی روکنے والا ہوگا نہ اس کو خدا کے دیکھنے کا خیال ہوگا، اور نہ ضمیر کی طرف سے اس کی کوئی مدد ہوگی، تو ایسی صورت حال میں بچے کا آلودہ و گندہ ہونا اور جاہلی ماحول اور گمراہی و بے راہ روی کے زمانہ میں رہ کر شذوذ و انحراف کا اختیار کرنا طبعی و فطری بات ہے۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے بچوں یا شاگردوں کے لیے پاکیزگی کے عالم اور خلوص و صفا کی دنیا میں خیر و بھلائی اور ہدایت و اصلاح چاہتے ہوں تو اس حقیقت کو خوب اچھی طرح سے سمجھ لیں۔
 ہم ”مقتدی و نمونہ کے ذریعہ تربیت“ کی بحث میں مقتدی و نمونہ کا بچے کی تربیت کے سلسلہ میں جو اثر ہوتا ہے اسے خوب تفصیل سے بیان کر چکے ہیں، اس لیے اے قارئین کرام وہ ملاحظہ فرمائیے وہاں آپ کو کافی شافی بحث مل جائیگی۔
 ۳۔ علم۔

کوئی دوا آدمی بھی اس سے اختلاف نہیں کریں گے کہ مربی کو ان اصول تربیت کا عالم ہونا چاہیے جو شریعت اسلام نے پیش کیے ہیں، اور اسے سلال و حرام کے احکام سے واقف، اور اخلاق کے بنیادی اصولوں کا جاننے والا، اور اسلام کے نظام اور شریعت کے قواعد کو عمومی طور سے سمجھنے والا ہونا چاہیے، کیوں؟ اس لیے کہ ان سب کا جاننا مربی کو ایسا حکیم و عالم بنا دے گا جو ہر چیز کو اس کی جگہ دے گا، اور ان کے تقاضوں اور اصول کے مطابق بچے کی تربیت کرے گا اور قرآن کریم کی تعلیمات اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقوں اور سیرت طیبہ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین و تابعین رحمہم اللہ وغیرہ کے شاندار طریقوں کی مضبوط بنیادوں پر اصلاح و تربیت کا فریضہ انجام دے گا۔

لیکن اگر مربی خود ہی جاہل ہو، اور خصوصاً اگر وہ بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد سے نا آشنا ہو تو ایسی صورت میں کچھ نفسیاتی طور سے الجھ کر رہ جائے گا اور اخلاقی طور پر مخرف اور معاشرتی طور پر بے ہمت ہو جائے گا، اور وہ ایسا گرا پڑا انسان بن جائے گا جس کا نہ کوئی وزن ہوگا نہ زندگی کے کسی شعبہ میں کوئی قدر و قیمت، اس لیے کہ جس شخص کے پاس خود ہی کچھ نہ ہو وہ دوسرے کو کیا دے گا، اور جس شخص میں خود پانی نہ ہو وہ دوسرے کو کیا سیراب کرے گی، اور جس چراغ میں تیل نہ ہو وہ دوسروں کو کس طرح منور و روشن کرے گا، اور اگر باپ جاہل ہو تو وہ اپنے بچوں پر کس قدر زیادتیاں کرتا ہے؟ اور بچہ اس وقت کس قدر بد نصیب و بد بخت ہوتا ہے جب مربی شریعت کے علم سے روگردانی کرنے والا ہو؟ بلاشبہ اللہ کے یہاں کی مسئولیت بہت سخت اور خطرناک اور قیامت کے روز میدانِ حشر میں کھڑا کرنا بڑا شدید ہے ((وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ)) اور ان کو (ذرا) ٹھہراؤ ان سے پوچھ لگھ ہوگی، اور یہ ایک ایسے روز ہوگا جس دن نہ مال فائدہ دے گا نہ اولاد۔

اور اللہ رحم فرمائے اس شاعر چرچس نے کہا ہے :

بالعلم نحیی وبالأسرّاح نفدیہ
علم سے ہم زندہ رہتے ہیں اور اسی پر اپنی اڑان قربان کرتے ہیں
قد ضل من کانت العیان تھدیہ
اس لیے کہ جس کے رہنا نہ ہے ہوں وہ گمراہ ہو گیا

لا تأخذ العلم إلا عن جہابذۃ
علم حاصل نہ کرو مگر بڑے علماء سے
أما ذوا الجہل فاسرغب عن مجالسہم
جاہلوں کے پاس بیٹھنے سے بھی بچو

اسی لیے دین اسلام نے علم پر بہت اہمیت دیا ہے، اور علمی تعمیر و تکوین پر بہت زیادہ توجہ دی ہے، قرآن کریم کی وہ آیات اور احادیث نبویہ جو مسلمانوں کو علم حاصل کرنے کا حکم دیتی ہیں اور اس پر ابھارتی ہیں اور اس جانب ترغیب دیتی ہیں وہ ناقابل شمار اور بہت زیادہ ہیں، لیجیے اس کا ایک گلدستہ ہم آپ کے سامنے پیش کیے دیتے ہیں، تاکہ اس شخص کے لیے یاد دہانی و عبرت کا سامان ہو جائے جو نصیحت و عبرت حاصل کرنا اور یاد کرنا چاہتا ہو :

ان آیات میں سے بعض یہ ہیں :

آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔

«قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ»۔
الزمر - ۹

اور فرمایا :

اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔

«يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ»۔
المجادلہ - ۱۱

نیز فرمایا :

اور آپ کہیے کہ اسے میرے پروردگار بڑھا دے میرے علم کو۔

«وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا»۔
الحلہ - ۱۴

اور ان احادیث میں سے چند درج ذیل ہیں :

جو شخص ایسے راستے پر چلے جس میں وہ علم کا تلاش ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرمادیتے ہیں دنیا ملعون ہے اور ملعون ہے جو کچھ اس میں ہے سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس اللہ کا فرمانبردار ہو اور عالم و طالب علم۔

«مَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللَّهُ لَهُ لِمَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ»۔
صحیح مسلم

«الدنيا ملعونة ملعون من فيها إلا ذكر الله تعالى وما والاه وعالم أو متعلم»۔
جامع ترمذی

جو شخص طلب علم کے لیے نکلے تو وہ جب تک واپس نہ ہو اللہ کے راستے ہی میں شمار ہوتا ہے۔

«مَنْ خَرَجَ فِي طَلَبِ الْعِلْمِ فَهُوَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ حَتَّى يَرْجِعَ»۔
جامع ترمذی

«طلب العلم فريضة على كل مسلم» سنن ابن ماجہ
 علم کا طلب کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے۔
 ان قرآنی ارشادات اور نبوی فرمودات کے بعد مری حضرات کو چاہیے کہ نافع علوم اور اچھے تربیتی طریقوں کو سیکھیں
 ان سے آراستہ ہوں، تاکہ ایسا اسلامی معاشرہ پیدا کر سکیں جس کے افراد کی محنت اور عزم سے اسلام کے لیے عزت
 مستحق ہو اور دنیا میں مسلمانوں کے لیے مضبوط و محفوظ حکومت قائم ہو، اور یہ اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔
 ۴۔ علم و بردباری

وہ بنیادی صفات جو مری کے لیے اس کی تربیتی ذمہ داری اور اصلاح و تعمیر کی مسئولیت میں کامیابی کی ضمانت بنتی ہیں
 ان میں سے بردباری اور حلم کا وصف بھی ہے، اسی علم کے ذریعے بچہ اپنے اساذ کی طرف کھنپتا ہے، اور اسی کی وجہ
 سے اپنے مری کے اقوال پر لبیک کہتا ہے، اور اسی کی وجہ سے اچھے آداب سے آراستہ ہوتا اور گندے بُرے اخلاق
 سے بچتا ہے، اور پھر وہ اس فرشتے کی طرح بن جاتا ہے جو زمین پر چل رہا ہو یا ایسا چودہویں کا چاند جو لوگوں کے سامنے
 ظاہر ہو گیا ہو۔

اسی وجہ سے اسلام نے علم و بردباری کے اختیار کرنے پر ابھارا ہے، اور بہت سی قرآنی آیات اور نبوی احادیث
 میں اس کی ترغیب دی گئی ہے، تاکہ لوگوں اور خاص کر تربیت کرنے والوں اور دعاۃ (دعوت دینے والوں) کو یہ معلوم
 ہو جائے کہ علم ان عظیم ترین نفسیاتی و اخلاقی فضائل و مناقب میں سے ہے جو انسان کو ادب کی چوٹی اور کمال کی بلندی
 اور اخلاق کے اعلیٰ ترین مرتبہ پر پہنچا دیتے ہیں۔

ان آیات قرآنیہ میں سے بعض درج ذیل ہیں :

اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے ہیں لوگوں
 کو، اور اللہ نیک کرے والوں کو چاہتا ہے۔

«وَالْكَاظِمِينَ الْغَيْظَ وَالْعَافِينَ عَنِ

النَّاسِ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ٥٥» (ال عمران - ۱۳۴)

اور فرمایا :

عادت کیجیے درگزر کی اور حکم کیجیے نیک کام کرنے کا۔
 اور کنارہ کیجیے جاہلوں سے۔

«اخْذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ

الْجَاهِلِينَ ٥٦» . اعراف - ۱۹۹

نیز فرمایا :

اور جو شخص صبر کرے اور معاف کر دے یہ البتہ بڑے
 بھمت کے کاموں میں سے ہے۔

«وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ» .

شوری - ۴۳

اور فرمایا :

آپ نیک سے (بدی کو) ٹال دیا کیجیے، تو پھر یہ ہو گا کہ

«إِذَا فَعَلْتَ بِالْهَيْ هِيَ أَحْسَنُ فَإِذَا الَّذِي بَيْنَكَ

جس شخص میں اور آپ میں عداوت ہے وہ ایسا ہو جائیگا
جیسا کوئی دلی دوست ہوتا ہے۔

وَيَبْئِنَّا عَدَاوَةً كَانَتْ وَلَيْسَ خَوِيفُهُ ۝۶۰
خمس سورہ - ۳۴

اور ان احادیث میں سے بعض یہ ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد القیس کے اشج سے فرمایا:

((إِنَّ فِيكَ خَصْلَتَيْنِ يَحِبُّهُمَا اللَّهُ: الْحِلْمُ
وَالْإِنَانَةُ)). صحیح مسلم

تم میں دو خصلتیں ایسی ہیں جنہیں اللہ پسند کرتا ہے ایک
علم دوسرے بردباری۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، مجھے
— کچھ وصیت کیجیے تو آپ نے ارشاد فرمایا: غصہ نہ کرو ان صاحب نے بار بار یہی سوال دہرایا اور آپ نے یہی فرمایا کہ
غصہ نہ کرو، صحیح بخاری

((لَيْسَ الشَّدِيدُ بِالصُّرْعَةِ، إِنَّمَا الشَّدِيدُ الَّذِي
يَمْلِكُ نَفْسَهُ عِنْدَ الْغَضَبِ)). بخاری و مسلم
((يَسْرُوا وَلَا تَعْسُرُوا وَيُسْرُوا وَلَا تَنْفُرُوا)).
بخاری و مسلم

طاقتور وہ نہیں ہے جو پھٹاڑے بلکہ طاقتور وہ ہے جو
غصہ کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے۔
آسانی پیدا کرو اور تنگی و سختی نہ کرو اور بشارت و نافر
نہ دلاؤ۔

علم ہی سے مندرجہ ذیل تمام امور میں نرمی کرنا مستقر ہوتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ سَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ فِي الْأَمْرِ
كُلِّهِ)). بخاری و مسلم

اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور تمام امور میں نرمی کو پسند
کرتے ہیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ رَفِيقٌ يُحِبُّ الرِّفْقَ، وَيُعْطَى
عَلَى الرِّفْقِ مَا لَا يُعْطَى عَلَى الْعَنْفِ وَمَا لَا يُعْطَى
عَلَى سِوَاهُ)). صحیح مسلم

اللہ تعالیٰ نرم ہیں اور نرمی کو پسند کرتے ہیں اور نرمی پر وہ
کچھ عطا فرماتے ہیں جو سختی پر عطا نہیں فرماتے اور نہ
اس کے علاوہ کسی اور چیز پر۔

اور انہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ:

((إِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُونُ فِي شَيْءٍ إِلَّا زَانَهُ،
وَلَا يَنْزِعُ مِنْ شَيْءٍ إِلَّا شَانَهُ)).

نرمی کس چیز میں نہیں ہوتی مگر اس کو مزیں بناتی ہے،
اور نرمی کو کسی چیز سے نہیں چھینا جاتا مگر یہ کہ وہ اس
کو عیب دار بنا دیتی ہے۔

صحیح مسلم

اس لیے اگر وہ مربی امت کی اصلاح اور قوم کے لیے ہدایت اور اپنے بچوں کے لیے صحیح تربیت اور ان کی کجی کی درستگی چاہتے ہیں تو انہیں چاہیے کہ وہ علم و بردباری و نرمی سے آراستہ ہوں۔

اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مربی بچے کی تربیت اور حیاتِ زندگانی کے لیے تیار کرنے کے لیے ہمیشہ علم و بردباری و نرمی ہی کا راستہ اختیار کرے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ مربی کجی کی اصلاح اور اخلاق کی درستگی میں بلا کسی غصہ و تاثر کے اپنے اوپر کنٹرول رکھے، اور اگر اس کے نزدیک مصلحت ہی یہ ہو کہ اسے تنبیہ کی جائے اور سختی یا مار پیٹ کجیائے تو اسے چاہیے کہ اسے مزید دینے میں تاخیر نہ کرے جب تک کہ اس کی اصلاح نہ ہو جائے اور اخلاق درست نہ ہو جائیں، اور حقیقت یہ ہے کہ جسے حکمت نصیب ہو جائے تو اسے بہت بڑی خیر و بھلائی عطا کر دی گئی۔

"سزا کے ذریعہ تربیت دینے" کی بحث میں ہم اس سلسلہ میں تفصیلی کلام کر چکے ہیں۔ اس کا مطالعہ کر لیجیے۔ آپ کو انشاء اللہ وہاں کافی سامان مل جائے گا۔

۵۔ مسئولیت کا احساس

مربی کو جن امور کا بخوبی ادراک کر لینا چاہیے اور جو چیزیں اس کے شعور و وجدان میں جاگزیں ہونا چاہئیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کی ایمانی و کردار کی تربیت اور جسمانی و نفسیاتی شخصیت سازی اور عقلی و معاشرتی تیاری کی اپنی عظیم ذمہ داری کو محسوس کرے۔ یہ ذمہ داری محسوس کرنا مربی کو ہمیشہ اس بات پر مجبور کرے گا کہ وہ مکمل طور پر بچے کی دیکھ بھال و نگرانی رکھ سکے اور اس کی رہنمائی اور اصلاح اور درستگی اور اسے باادب بنانے کی مسلسل کوشش کرتا رہے، اور مربی کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ اگر وہ بچے سے کچھ وقت کے لیے بھی غافل ہو یا اس کی دیکھ بھال میں ایک مرتبہ بھی غفلت کی تو بچہ تدریجاً قدم قدم پر برائی کی طرف بڑھتا جائے گا۔ اور اگر مسلسل غفلت برتی اور تساہل سے کا لیا تو وہ بچہ لامحالہ بد کردار بچوں میں شامل اور منحرف نوجوانوں میں سے بن جائے گا۔ پھر مربی کے لیے اس کی اصلاح بہت مشکل ہو جائے گی، اور اس کا علاج و تربیت ہر مصلح کے لیے دشوار کام ہو جائے گی۔ پھر باپ کو اپنی اس کوتاہی پر ندامت ہوگی، لیکن اس وقت ندامت سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا، اس وقت مربی کو اپنی اس حرکت پر رونا آنے کا لیکن اس وقت رونا بے سود ہوگا،

اَبِیْکِیْ عَلٰی لَبِیْئِیْ وَ اَنْتَ قَلْتُمْہَا وَقَدْ ذَہَبْتَ لِبِیْئِیْ فَمَا اَنْتَ صَانِعٌ

کیا تم لہجی پر روتے ہو حالانکہ تم ہی نے تو اسے تل لیا ہے لہجی تو اب چلی گئی بتاؤ تم اب کیا کرو گے

اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام نے والدین اور مربیوں سب کو تربیت کا ذمہ دار بنایا ہے اور یہ ذمہ داری ان سب پر مکمل طریقے سے ڈالی ہے، اور ان کو خبردار کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے قیامت کے روز اس امانت کے بارے میں باز پرس کرے گا کہ کیا انہوں نے یہ امانت ادا کی ہے یا نہیں؟ اور یہ پیغام پہنچایا تھا؟ اور کیا اس مسئولیت کو پورا کیا تھا؟

محترم مربی صاحبان! سہولیت کے پورا کرنے یا اس میں کوتاہی کرنے کے سلسلہ میں اسلام نے جو کچھ کہا ہے اس کا کچھ حصہ آپ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَاةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا»۔

اور اپنے گھر والوں کو نماز کا حکم دیتے رہیے اور خود بھی اس کے پابند رہیے۔

طہ - ۱۳۲

اور فرمایا:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَ

اے ایمان والو! بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے۔

التحریم - ۶

أَهْلِيكُمْ نَارًا»۔

نیز فرمایا:

«فَوَرَبِّكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ : عَمَّا كَانُوا

سو قسم ہے آپ کے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

الحجر ۹۲ و ۹۳

يَعْمَلُونَ»۔

اور فرمایا:

«وَقِفُوهُمْ إِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ» (الصافات: ۲۴)

اور ان کو (درا) ٹھہراؤ ان سے پوچھ کچھ ہوگی۔

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

«الرجل راع ومسئول عن رعيته»۔

مرد رکھوالا ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں باز پرس ہوگی۔

بخاری و مسلم

«.. والمرأة راعية ومسئولة عن

اور عورت رکھوالی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال ہوگا۔

رعيتهما..»۔ بخاری و مسلم

«اعلموا أولادكم وأهلكم الخیر

اپنی اولاد و اہل و عیال کو خیر کی تعلیم دو اور انہیں باادب بناؤ۔

وآدبہم»۔ مصنف عبدالرزاق و سنن سعید بن منصور

«ما نحل والد ولدا أفضل من أدب

کسی والد نے کسی بیٹے کو اچھے ادب سے زیادہ بہتر عطا نہیں دیا۔

حسن»۔ سنن ترمذی

«إن الله سائل كل راع عما استرعاه حفظ

اللہ تعالیٰ ہر نگہبان سے اس کی رعایا کے بارے میں پوچھے گا کہ کیا اس نے ان کی حفاظت کی یا فاسق کر دیا، حتیٰ کہ انسان

أم ضعیف، حتی یسأل الرجل عن أهل

سے اپنے گھر والوں کے بارے میں بھی سوال ہوگا۔

بیہ»۔ مصحح ابن حبان

لہذا قرآن کریم کے اس حکم اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ان ارشادات کی وجہ سے ہر مومن عقلمند، صاحب بصیرت

حکیم مرنے پر یہ لازم ہے کہ وہ اس مسئولیت کو مکمل طور پر اور پوری طاقت اور قوی عزم کے ساتھ ادا کرے، اور یہ یاد رکھے کہ اس فریضے میں اگر کوئی کوتاہی کی تو اللہ کی ناراضگی کو مول لے گا، اور اگر اس میں تقصیر ہوئی تو جہنم کا عذاب لازم ہوگا۔ اس لیے کہ قیامت کے روز کی مسئولیت بہت بڑی، اور حساب نہایت سخت، اور ہولناکی بہت عظیم ہوگی، اور جہنم یوں گویا ہوگی کہ: کیا اور کوئی بھی ہے؟

مسئولیت کے احساس کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ مرنے والوں کے سامنے مختصراً ہی وہ سازشیں اور منصوبے بیان کر دوں جو مسلمان افراد اور مسلم معاشرے اور مسلمان خاندانوں کو خراب کرنے کے لیے تیار کیے جاتے ہیں، تاکہ وہ اپنے معاملہ میں پوری بصیرت پر ہوں، اور اپنے بچے اور خاندان کی اصلاح کے لیے خوب جدوجہد کریں۔ منصوبوں و سازشوں سے میری مراد وہ سازشی قراردادیں اور منصوبے ہیں جو مسیحیوں، مسلمانوں، عیسائیوں اور شیعوں جالوں میں تیار کیے جاتے ہیں، جن کا مقصد امت اسلامیہ کے عقیدے کا خراب کرنا، اور ان کے بلند اخلاق کا گمراہ کن الحادی طریقوں، اور شراب و جنس کے راستے، اور شہوات و جنسیات کے بے مہار و آزاد چھوڑنے، اور جذبات انگیز مظاہر کے پیچھے دوڑنے، اور اندھی تقلید کے ذریعہ خراب کرنا اور بگاڑنا ہوتا ہے۔

ان مفسدین کے یہاں آزادی و اباحت کی اس دعوت اور اس عیارانہ جال کا سب سے پہلا نشانہ و ہدف عورت ہوتی ہے، اس لیے کہ عورت عاطفت و جذبات سے پُر ایک ایسا کمزور ترین عنصر ہے جو بلا سوچے سمجھے فوراً پروپیگنڈے اور فتنہ کی طرف دوڑ پڑتا ہے، اور عورت اخلاق کے بگاڑنے کا موثر ترین ذریعہ اور براہ راست اثر ڈالنے کا شعلہ جوالہ ہے۔

محترم مرنے والوں کے سامنے یہ سازشی منصوبے یکے بعد دیگرے

واقعات و تاریخ کے ساتھ پیش کیے جاتے ہیں:

الف۔ شیعوں کی سازشیں

ایک خطرناک سری دستاویز جس کو ”کلمۃ الحق“ نامے رسلے نے محرم ۱۳۸۶ھ مطابق اپریل ۱۹۶۶ء کے پرچے میں ”اسلام کے خلاف خطرناک سازش کے نام سے شائع کیا تھا، اس دستاویز کو کمیونسٹوں نے ماسکو میں تیار کیا تھا، اور مشرق عربی کے ایک مسلمان ملک میں اپنے آلہ کار ایجنٹوں کے لیے پیش کیا تھا، تاکہ وہ اسے نافذ کریں، اور انہوں نے واقعہً اسے نہایت باریک بینی سے نافذ کرنا بھی شروع کر دیا۔

لیجیے ہم آپ کے سامنے ”کلمۃ الحق“ سے اس شیعوں کے منصوبے کا کچھ حصہ نقل کیے دیتے ہیں جو اسلام کو اس کے اپنے ملک ہی میں ختم کرنے کے لیے تیار کیا گیا تھا۔

دستاویز میں لکھا ہے :

اس کے باوجود کہ سویت یونین میں کمیونزم پر تقریباً پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے، اور اس کے باوجود کہ دنیا کی سب سے بڑی کمیونسٹ قوت نے اسلام کو سخت ترین ضربیں لگائیں ہیں لیکن پھر بھی وہ رفتار جو سویت یونین میں دینی حرکت پر نظر رکھتے ہیں وہ لکھتے ہیں جیسا کہ روسی مجلہ "علم و دین" اپنی جنوری ۱۹۶۳ء کی اشاعت میں لکھتا ہے :

ہم سویت یونین میں مسلمان علاقوں میں داخل چلیں گے گا سامنا کر رہے ہیں، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ لینن کے اصولوں کو مسلمان خوں نے اب تک قبول نہیں کیا ہے۔

باوجود دین کے خلاف جنگ کرنے والی متعین و بیدار طاقتوں کے اسلام کی شعاعیں برابر پھیل رہی ہیں، اور نہایت قوت کے ساتھ ہر طرف پھوٹ رہی ہیں، اس لیے کہ مسلم علاقوں میں لاکھوں نئی پودے کے لوگ اسلام کو قبول کر رہے ہیں اور اس کی تعلیمات کو کھلم کھلا بیان کر رہے ہیں، حالانکہ کمیونزم کے سربراہ اور وہاں کے مذہبی مفکرین کے سامنے سویت یونین میں اسلامی علاقوں میں اسلام کی بیداری کی خبر کوئی مخفی اور چھپی ہوئی بات نہیں ہے، اور اس جانب "کمیونسٹ ثقافت کے دائرۃ المعارف" میں یہ صراحت کی گئی ہے کہ رجعت پسند مذاہب میں سب سے خطرناک مذہب اسلام ہے۔ اور اسلام اپنی پوری کوشش اس بات کے لیے صرف کر رہا ہے کہ وہ ناجائز منافع خوروں اور جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی خدمت کر سکے اور وہ ناجائز نفع خوری کی ہر طرح سے امداد کر رہا ہے، اور اسلام ایک جامد قسم کا ترقی و ثقافت کا دشمن مذہب ہے، اور اشتراکیت کا سخت ترین دشمن ہے اور آزادی پسند جماعتوں کا مقابلہ کرنے والا مذہب ہے۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ :

”اس منصوبہ میں یہ بھی داخل ہے کہ اسلام کی بیخ کنی کے لیے اسلام ہی کو تہیاء بنایا جائے، جس کے لیے ہم نے یہ طے کیا ہے کہ :

۱۔ اسلام سے صلح کی جائے تاکہ اس پر غلبہ حاصل ہو سکے، یہ صلح اس غرض سے ہوگی تاکہ ہم غلبہ حاصل کرنے کی گارنٹی حاصل کر سکیں اور عرب قوموں کو اشتراکیت کی طرف راغب کر سکیں۔

۲۔ مذہب و دین کے رہنماؤں اور دیندار حکام کی شہرت داغدار کرنا اور ان پر استعمار و مہیونیت کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانا۔

۳۔ اشتراکیت کی تعلیم کو تمام اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں کے تمام تعلیم کے شعبوں میں عام کر دینا، اور اسلام سے

مزاحمت کرنا، اور اس کا گھیراؤ کرنا کہ وہ ایسی قوت زہن کے جو اشتراکیت کے لیے خطرہ ثابت ہو۔

دستاویز میں ہے کہ :

۶۔ دینی جماعتیں خواہ کتنی ہی کمزور کیوں نہ ہوں ان کو ملک میں قائم ہونے سے روکنا اور ہر قسم کے دینی شعور کو ختم کرنے کے لیے نہایت ہوشیاری و بیداری سے مستقل کام کرتے رہنا، اور ہر وہ شخص جو دین کی طرف دعوت دیتا ہو اسے نہایت شدت و قسادت سے ہلاکسی رحم کے شدید ضربات پہنچانا خواہ وہ موت تک کیوں نہ پہنچا دیں۔

۷۔ اس سب کے باوجود ہمیں اس سے غافل نہیں رہنا چاہیے کہ معاشرہ سازی میں دین و مذہب بڑا خطرناک کام کر رہا ہے۔ اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ہر طرف اور ہر جگہ سے اس کا محاصرہ کریں اور اس کو تہہ بے بنائیں اور لوگوں کو اس سے ایسے طریقے سے نفرت دلائیں جس سے یہ معلوم نہ ہو کہ ہم اسلام کے دشمن ہیں۔

۸۔ ملحد مصنفین کی حوصلہ افزائی کرنا اور دین، اور دینی شعور، دینی ضمیر، اور مذہبی سربراہی کی مخالفت اور اس پر حملہ کرنے کی انہیں کھلی چھٹی دینا، اور لوگوں کے دلوں میں یہ بات جاگزیں کرنا کہ اسلام کا دور ختم ہو چکا، اور واقعہ بات یہی ہے اور آج اسلام کے اعمال و افعال میں سے سوائے رسمی عبادتوں کے جو روزہ نماز حج اور شادی بیاہ طلاق ہیں اور کوئی چیز باقی نہیں ہے اور یہ چیزیں بھی عنقریب اشتراکی نظام کے سامنے ہتھیار ڈال دیں گی۔

۹۔ لوگوں کے درمیان دینی روابط کو مکمل طور سے ختم کر کے اس کی جگہ اشتراکی رابطہ کو قائم کرنا، اس لیے کہ اسلامی رابطہ علمی اشتراکیت کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔

۱۰۔ مساجد و کنیسوں کو ختم کر کے نہ دین مٹایا جاسکتا ہے اور نہ مسلمانوں کے دینی روابط ختم کئے جاسکتے ہیں اسلئے کہ دین نفس و ضمیر میں پوشیدہ ہوتا ہے اور عبادت گاہیں دین کے خارجی مظاہر ہیں سے ایک مظہر و علامت ہو ا کرتی ہیں، اور مقصد تو دینی ضمیر کا ختم کرنا ہے، اور اب جب کہ ہم اشتراکیت کو غلبہ و حکومت اور سربراہی دلانے میں کامیاب ہو گئے ہیں اور تمام ان چیزوں کو مٹا کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں جو الحاد کو پھیلانے، رائج کرنے، اور اس کی طرف دعوت دینے والی ہیں۔ اور دین اور اہل دین کا مذاق اڑانے والی ہیں اور جو صرف علم کی داعی اور اسی کو غالب و معبود گردانے والی ہیں مثلاً قصہ کہانیاں، ڈرامے، محاضرات و تقاریر، اخبار و رسائل اور کتابیں وغیرہ تو جب ہم اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے ہیں تو اب مسلمانوں کے ضمیر و دل سے دین کا ختم کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہا۔

۱۱۔ دینی شعور اور سوچ بوجھ کی مزاحمت کرنا، اور دینی بیداری کو ختم کرنے کے لیے علمی بیداری کے ذریعے

اس کا مقابلہ کرنا۔

۱۲۔ لوگوں اور عوام کو اس طرح سے دھوکہ دینا کہ ہم ان کے سامنے یہ اعلان کریں کہ حضرت عیسیٰ اشتراکی اور اشتراکیت

کے امام تھے، وہ خود فقیر تھے اور مسکین خاندان سے تھے۔ اور ان کے پیرو بھی غریب مسکین تھے، اور انہوں نے مالداروں سے جنگ کی دعوت دی تھی۔

اور ہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں یہ کہیں گے کہ وہ اشتراکیوں (کیوسٹوں) کے امام تھے، وہ غریب تھے اور غریبوں نے ہی ان کی پیروی کی تھی۔ اور انہوں نے ذخیرہ اندوزوں، مالداروں، جاگیرداروں اور سود خوروں کے خلاف جنگ کی، اور ان کے خلاف بغاوت کی، اسی طرح ہمیں اور انبیاء و رسولوں کے بارے میں بھی یہی تصور پیش کرنا چاہیے، اور جہاں تک ہو سکے ان کے روحانی تقدس اور معجزات اور وحی کو بقدر امکان ان سے دور کر دینا چاہیے تاکہ ہم ان کو عام انسانوں جیسا انسان بنا کر پیش کر سکیں۔ اور پھر ہمیں اس مرتبہ مجبور پر تنرب لگانے میں آسانی ہوگی جو انہوں نے اپنے لیے بنالیا تھا اور ان کے خالی متبعین نے مقرر کر رکھا تھا۔

۱۳۔ قرآن کریم، تورات اور انجیل میں بہت سے واقعات و قصے مذکور ہیں اور عام لوگوں کے دینی شعور سے محروم رہنے اور انہیں اشتراکیت پر ابھارنے کے لیے یہ مندرجہ ہے کہ ہم ان دینی قصوں کی مادی و تاریخی تفسیر کریں مثلاً حضرت یوسف کے قصہ کی مادی و تاریخی تفسیر ہو سکتی ہے، اور اس میں جو جزئیات ہیں ان سے ہم یہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں کہ عوام کے شعور کو راسمالیوں، زمینداروں، جاگیرداروں اور شرفاء کی عورتوں اور رجعت پسند حکام کے خلاف استعمال کریں۔

۱۴۔ تمام دینی قوتوں کو اشتراکی نظام کے سامنے جھکا دینا اور ان طاقتوں کو تدریجاً ان کے موجدوں سے جدا کر دینا۔

۱۵۔ عوام کو اشتراکی نعروں میں مشغول رکھنا، اور ان کو سوچنے تک کی فرصت نہ دینا، اور ان کو وطن اور بہادری پر مشتمل اشعار، وطنی ترانوں، فوجی معاملات، جماعتی تنظیموں، مذہبی تقاریر، پیداوار کی ترقی اور معیشت کے معیار کی بندی کے وعدوں میں ہمیشہ مشغول رکھنا، اور اقتصادی ناکامی و تاخیر اور بھوک و افلاس و بیماری کی ذمہ داری استعمار و رجعت پسندی اور صہیونیت و جاگیرداروں اور دینی و مذہبی رہنماؤں پر ڈالنا۔

۱۶۔ دینی و روحانی اقدار کو یہ کہہ کر تہ و بالا کرنا کہ ان میں فلاح فلاح عیوب و نقصانات ہیں اور ان کی وجہ سے ترقی پسند قوتیں سوجاتی ہیں۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ :

۱۷۔ صبح و شام، رات و دن ہر وقت انقلاب کا نعرہ لگانا اور یہ اعلان کرنا کہ انقلاب ہی عوام کو ان کے رجعت پسند حکام سے پہلا و آخری نجات دہندہ ہے، اور اشتراکیت کے لیے یہ نعرہ لگانا کہ اشتراکیت ہی وہ باغ اور جنت ہے

جس کا مظلوم عوام سے وعدہ کیا گیا ہے۔

۱۸۔ الحادی افکار کو نشر کرنا بلکہ ہر اس فکر کو عام کرنا جس سے دینی شعور و دینی عقیدہ کمزور ہوتا ہو، اور ہر اسلامی مملکت میں رجال دین پر عدم اعتماد پیدا ہوتا ہو۔

۱۹۔ دین کو ختم کرنے کے لیے دین ہی سے کام لینے میں کوئی حرج و مضائقہ نہیں ہے، اور اشتراکی سربراہوں کیلئے لوگوں کو دھوکہ دینے اور گمراہ کرنے کے لیے بعض اجتماعی و دینی فرائض انجام دینے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ یہ کام زیادہ طویل مدت تک نہ ہو اس لیے کہ انقلابی طاقتوں کو وہ چیز ظاہر نہیں کرنا چاہیے جو ان کے باطن میں مخفی نہ ہو مگر ایک خاص وقت تک کے لیے، اور یہ ضروری ہے کہ وقت مختصر ہو اور راستہ بھی مختصر تاکہ کاری ضرب لگائی جاسکے۔ اس لیے کہ انقلاب کا سب سے پہلا کام تمام دینی اقدار اور قدیم معمولات کو ختم کرنا ہے۔

۲۰۔ یہ اعلان کرنا کہ اشتراکی صحیح دین پر ایمان رکھتے ہیں نہ کہ ایسے کھوٹے دین پر جس کو لوگ جہالت کی وجہ سے اپنا لیتے ہیں، اور صحیح دین اشتراکیت ہی ہے، اور کھوٹا دین وہ انیم ہے جو قوم کو اس لیے نشہ میں مست کر دیتی ہے تاکہ وہ ایک مخصوص طبقہ کی خدمت کریں اور اس کے پیچھے چلیں، اور درویشوں کے تمام غیوب اور دین سے تعلق رکھنے والوں کی تمام غلطیوں کو دین سے طعق کر دینا، اور الحادی کی تردید کرنا اور یہ ثابت کرنا کہ دین خرافات کا نام ہے، اور خرافات کھوٹے دینے میں چھپی ہوئی ہیں نہ کہ صحیح دین میں جسے اشتراکیت کہا جاتا ہے۔

۲۱۔ اس اسلام کا نام لینا جس کی تائید اشتراکیت اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لیے کرتی ہے، اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے اسے دین صحیح اور دین انقلاب اور ترقی پسند دین اور مستقبل کا دین قرار دیتی ہے، یہ اس وقت تک کرتے رہنا جب تک کہ اس اسلام کو جسے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) لے کر آئے تھے اسے اپنی خصوصیات و امتیازات سے عاری نہ کر دیا جائے تاکہ صرف اس کا نام باقی رہ جائے، اس لیے کہ سوائے بعض عربوں کے اور باقی عرب اپنی فطرت کے لحاظ سے مسلمان ہیں تو اب انہیں نام کا مسلمان اور فعلاً اشتراکی ہونا چاہیے تاکہ آہستہ آہستہ اسلام کا نام بھی اسی طرح ختم ہو جائے جس طرح اس کی حقیقت اور اصل ختم ہو گئی۔

دستاویز میں لکھا ہے کہ :

۲۲۔ ہم نے لینن کی تعالیم و وصیت کو قبول کر لیا ہے کہ اشتراکی جماعت دین کی سخت ترین دشمن ہو اور اسلام نے مرنے کے بعد جنت کا جو تصور پیش کیا ہے اس کے اس عقیدے کا مقابلہ اس عملی اشتراکیت سے کیا جائے جس کے ذریعہ معاشرہ میں عدل و انصاف قائم ہوتا ہے اور یہ ظاہر کیا جائے کہ درحقیقت جنت یہی ہے، اور اگر کسی وقت دین سے صلح کرنا پڑے اور اس کی تائید کی ضرورت پڑ جائے تو یہ صلح تھوڑے سے وقت کے لیے ہو، اور تائید بہت احتیاط سے کی

جائے، اور ساتھ ساتھ اس تائید و صلح کو دین کی بیخ کنی کے لیے استعمال کیا جائے۔

۲۵۔ اسلام کا خوب اہتمام کیا جائے جس کا پہلا مقصد یہ ہے کہ اسلام کو اسلام کی بیخ کنی کے لیے استعمال کیا جائے اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ اسلام کے نام کو عالم اسلامی کی قوموں میں داخل ہونے کے لیے وسیلہ و ذریعہ بنایا جائے اور باوجود اس کے کہ عالم عربی و اسلامی میں رجعت پسند طاقتیں نہایت متنبہ و بیدار ہیں لیکن ہم نے جس طریقے کو اختیار کیا ہے اس کے ذریعہ یہ طاقتیں کمزور پڑ جائیں گی حتیٰ کہ وہ انہیں ان کے اجزاء ترکیبہ اور حفاظت کے عناصر سے بھی عاری کر دے گا اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بھی نیست و نابود ہو جائیں گی۔

۲۶۔ اسلامی مفاہیم کی تصحیح اور اس کو دوسرے اجزاء سے پاک صاف کرنے کے نام سے۔ اسلام ہی کا نام استعمال کر کے ہم اسلام کو ختم کر دیں گے اور اس کو اشتراکیت سے بدل ڈالیں گے۔

دستاویز میں بڑے خطرناک راز ہیں چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ:

تمام محیط عربی میں ہمارے انصار و اعداؤں بڑی محنت سے کام کر رہے ہیں، اور وہ مختلف وزارتوں اور حکومت کے اداروں اور کمپنیوں اور حکومت اور غیر حکومت کے اداروں و کمپنیوں میں کلیدی مناصب اور سربراہی کے عہدوں تک پہنچ گئے ہیں، اور ہماری تعلیمات کے مطابق وہ تسلط و غلبہ حاصل کر چکے ہیں چاہے یہ تسلط انفرادی ہی کیوں نہ ہو نہ جلال ان کا ان مناصب و عہدوں تک پہنچ جانا ہی کامیابی کی علامت ہے جیسا کہ بعض افراد کے بعض سے ملنے سے اجتماعی ملاقاتوں کے امکانات پیدا ہوتے ہیں، اور وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے ان معاونین کی تعداد بڑھتی جا رہی ہے جو انقلابی حرکت کے لیے مناسب فضا پیدا کرنے والے فعال ترین مناصب پر فائز ہیں۔ اور ہم نے ان کو جو تعلیمات دی ہیں انہوں نے ان کے مطابق وزراء اور مسلمانوں میں ایسے افراد پیدا کر لیے ہیں جن کے اس رجعت پسند حاکم نظام کے لیے مخلص ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے جو اشتراکیت کا دشمن ہے، یہ حضرات ہمارے لوگوں کے سامنے آکر کام دیں گے، ان کے پیچھے ہمارے ہاتھ متحرک ہوں گے اور اس آڑ اور پردے کے پیچھے وہ نہایت امن و سکون اور اطمینان و ہوشیاری سے جو چاہیں گے گزریں گے نہ ان کے خلاف شکوک و شبہات پیدا ہوں گے نہ ان کی طرف کسی کا خیال جائے گا، اس لیے کہ وہ ان مسئلہ و ذمہ دار لوگوں کی آڑ میں کام کرتے ہوں گے۔

محترم مربی صاحبان کیا آپ نے اب وہ جال اور منصوبے پہچان لیے جو خطرناک دشمن کیونرمز نے گمراہ کرنے اور اتحاد کے عام کرنے اور مسلم معاشروں سے مسلمانوں و اسلام کی بیخ کنی کے لیے پھیلائے اور بچائے ہوئے ہیں؟

اور کیا آپ یہ سمجھ گئے ہیں کہ شیوعیت یہ چاہتی ہے کہ وہ اسلام کا عقیدہ ہر اس مسلمان کے دل سے نکال پھینکے جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ جل شانہ، اور میرے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم، اور میرا دین اسلام ہے تاکہ اس کی جگہ کفر و ضلال اور

لے دستاویز کی عبارات عباس محمود عقاد اور احمد عبدالغفور عطار کی کتاب ”الشیوہ والاسلام“ کے (ص ۱۲۳) سے لی گئی ہیں۔

اسلام سے خروج کا عقیدہ لے لے:

چاہتے ہیں کہ اللہ کی روشنی اپنے منہ سے بجھا دیں اور
اللہ اپنی روشنی پوری کر کے رہے گا چاہے کافر
برائیاں۔

((يُرِيدُونَ أَن يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَهِهِمْ
وَيَبْئِسَ اللَّهُ إِلَهُ الْكَافِرِينَ ۖ إِنَّ يُتِمُّ
نُورَهُ وَلُوكِرِهَ الْكَافِرُونَ ۖ))
التوبہ - ۳۲

ب۔ صلیبی سازشیں

پہلی صلیبی جنگیں جو دو صدیوں تک جاری رہیں ان میں اسلام کی بیخ کنی کرنے میں ناکامی کے بعد عیسائیوں نے بہت
سوچ سمجھ کر قدم اٹھایا، اور نہایت عیاری سے منصوبہ تیار کیا، اور اسلام اور امت مسلمہ کو ختم کرنے اور ان کی بیخ کنی کے لیے
نہایت گھناؤنی سازش تیار کی، ان کے تدریجی منصوبے درج ذیل تھے:

اولاً۔ خلافت اسلامیہ جو دولت عثمانیہ کی شکل میں موجود تھی اس کو ختم کر کے حکومت اسلامیہ کو ختم کرنا، اور وہ
عیسائیت جو انگریز، یونانیوں، اٹلیوں اور فرانسیسیوں کی شکل میں موجود تھی اس نے دولت عثمانیہ کے ڈھیلے پن اور
کمزوری اور آپس کے اختلافات سے فائدہ اٹھایا اور خونخوار بھیڑیے کی طرح اپنے عظیم لشکر کے ساتھ چڑھائی کر کے
ترکی کی تمام سرزمین پر قبضہ کر لیا جس میں دار الخلافہ استنبول بھی شامل ہے، اور جب دونوں متحارب گروہوں کے درمیان
صلح کے لیے بات چیت کرنے کے لیے "لوزان کانفرنس" میں گفت و شنید کی ابتداء ہوئی تو انگریز نے ترکی کے سب
سے بڑے خان "کمال اتاترک" سے یہ شرط لگائی کہ وہ سرزمین ترکی سے اس وقت تک نہیں جائیں گے جب تک کہ مندرجہ
ذیل شروط نافذ نہیں ہو جائیں:

الف۔ خلافت اسلامیہ کا خاتمہ اور خلیفہ کو ترکی سے ملک بدر کرنا، اور اس کی جائیداد اور دولت کا ضبط کرنا۔

ب۔ ترکی یہ معاہدہ کرے کہ وہ ہر اس جماعت کو ختم کر دے گی جو خلافت کے انصار کے زیر اثر و زیر

قیادت ہے۔

ج۔ ترکی اپنا تعلق اسلام سے توڑ لے۔

د۔ ترکی اپنے لیے اس دستور کے بجائے جو اسلام سے لیا گیا ہے ایک دوسرا دستور تیار کر لے۔

ان کے علاوہ شرعی عدالتوں، دینی مدارس، اوقاف اور میراث کے احکام کا خاتمہ، اذان کا ترکی زبان
میں دینا، عربی حروف کو لاطینی حروف سے بدلنا، اور جمعہ کے بجائے اتوار کو چھٹی کرنا بھی ان کی شروط میں داخل
تھا، اور یہ سب کچھ ۱۹۲۵ء میں مکمل ہو گیا۔

خان اتاترک نے ان شروط کو نافذ کیا، اور انگریز اور ان کے حلیفوں نے ترکی کی آزادی و استقلال کو تسلیم کر لیا اور
خلافت اسلامیہ کے خاتمے حکومت کو لادینی مملکت بنانے اور اسلام سے جنگ کے سلسلہ میں اتاترک کی کوششوں

لوسرا

اور جب برطانیہ کا وزیر خارجہ کرزوں برطانوی پارلیمنٹ میں ان واقعات کو بیان کرنے کھڑا ہوا تو ترکی میں پیش آئے تھے، تو بعض انگریز ممبران نے کرزوں سے سخت سوالات کیے، اور اس پر تعجب کیا کہ برطانیہ نے ترکی کی آزادی و استقلال کو کیونکر تسلیم کر لیا حالانکہ یہ ممکن ہے کہ ترکی اپنے ساتھ اسلامی ممالک کو ملا کر اہل مغرب پر حملہ کر دے، تو کرزوں نے ان کے جواب میں یہ کہا: ہم نے ترکی کو اچھی طرح سے ختم کر دیا ہے، آج کے بعد وہ کبھی اپنے پاؤں پر کھڑے نہیں ہو سکتے جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اصل طاقت و قوت جو دو چیزوں کی شکل میں موجود تھی یعنی اسلام اور خلافت ان دونوں کو ہم نے ختم کر دیا ہے، یہ سُن کر تمام انگریز ممبران نے تالیاں بھائیں اور یہ بحث ختم ہو گئی۔

ثانیاً۔ قرآن کریم کو ختم اور نیست و نابود کرنا، اس لیے کہ عیسائیت یہ سمجھتی ہے کہ قرآن کریم ہی مسلمانوں کی قوت، عزت، عظمت اور قوت و ثقافت کی طرف لوٹنے کا اساسی مرکز و مصدر ہے۔

۱۔ گولڈسٹون نے برطانوی پارلیمنٹ میں لوگوں کے سامنے قرآن کریم ہاتھ میں اٹھا کر یہ کہا:

جب تک مسلمانوں کے ہاتھوں میں یہ قرآن موجود ہے اس وقت تک یورپ کو نہ مشرق پر غلبہ حاصل ہو سکتا ہے ورنہ ہی یورپ امن و اطمینان سے رہ سکتا ہے۔

۲۔ اور عیسائی مبلغ ولیم جی فورڈ بالگراف کہتا ہے:

جب قرآن کریم اور مکہ مدینہ عرب ملک سے ختم کر دیا جائے گا تو اس وقت ہمارے لیے یہ ممکن ہو گا کہ ہم عربوں کو مغربی ثقافت میں تدریجاً آگے بڑھتے ہوئے دیکھیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی کتاب سے دور رکھیں۔

۳۔ اور حاسد ترین مبلغ کیٹلی کہتا ہے:

ہمیں چاہیے کہ ہم قرآن سے کام لیں، قرآن اسلام کے خلاف استعمال کیا جانے والا مفید ترین ہتھیار ہے، تاکہ ہم اس کو مکمل طور سے ختم کر دیں، ہمارے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسلمانوں کے سامنے یہ بیان کریں کہ قرآن میں جو صحیح بات ہے وہ کوئی نئی چیز نہیں، اور جو نئی چیز ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

۴۔ اور الجزائر کا فرانسیسی حاکم الجزائر پر قبضہ کے سوسال مکمل ہونے پر کہتا ہے:

ہمیں چاہیے کہ ہم عربی قرآن کو ان کے وجود اور درمیان سے نکال دیں، اور عربی زبان کو ان کی زبانوں سے کھینچ لیں،

۱۔ ملاحظہ ہو کتاب الارض والشعب — (۱-۴) اور کتاب کیف ہدیت الخلافۃ (ص - ۱۹۰)۔

۲۔ ملاحظہ ہو کتاب الاسلام علی مفترق الطرق (ص - ۳۹)۔

۳۔ جذور البسلام (ص - ۲۰۱)۔

۴۔ التمشیر والاستعمار (ص - ۴۰)۔

تاکہ ان پر غلبہ حاصل کر سکیں۔

یہ بات فرانس میں پیش آنے والے ایک عجیب حادثہ کی وجہ سے اجھری، اور واقعہ یہ ہے کہ الجزائر کی فوجوں کے نفوس اور دلوں سے قرآن کریم ختم کرنے کے لیے ایک عملی تجربہ کیا گیا، اور وہ اس طرح کہ دس مسلمان الجزائری لڑکوں کا انتخاب کیا گیا، اور فرانسیسی حکومت نے انہیں فرانسیسی اسکولوں اور کالجوں میں داخل کیا، انہیں فرانسیسی لباس پہنایا اور ان کو فرانسیسی تہذیب کی تلقین کی، اور انہیں فرانسیسی زبان سکھائی، اور وہ پوری کی پوری فرانسیسی عورتوں کی طرح ہو گئیں۔

ان پر گیارہ سال محنت کرنے کے بعد فرانس نے ان کے فارغ التحصیل ہونے پر ایک شاندار مجلس منعقد کی اور اس پر دو گرام میں وزیر، محکمین اور اخبار نویسوں کو بلایا گیا، جب اس پارٹی کی ابتداء ہوئی تو اچانک ان سب کے سامنے الجزائری کی یہ نوجوان لڑکیاں اپنے اسلامی الجزائری لباس میں رونما ہوئیں۔

اس پر فرانسیسی اخبارات و جرائد میں ایک طوفان برپا ہو گیا اور انہوں نے پوچھا کہ فرانس نے الجزائریں ایک سوامٹائیس سال گزارنے کے بعد بھی کیا کیا ہے !!؟

اس پر فرانسیسی مقبوضہ جات کے وزیر لاگوسٹ نے کہا کہ میں کیا کروں اس لیے کہ قرآن فرانس سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔

ثالثاً: مسلمانوں سے اسلامی فکر کا خاتمہ کرنا اور خدا سے ان کے تعلق کو منقطع کر دینا۔

تاکہ وہ اسلامی نظام سے آزاد ہو جائیں، اور اتحاد و آزادی و اباحت کے راستے پر چلیں، اور وہ اس طرح سے اسلام سے عاری ہو جائیں گے۔

۱۔ مبشرین کی القدس نامی کانفرنس منعقدہ ۱۹۳۵ء میں مسیحی جمعیات کے سربراہ صموئیل زومیر کہتے ہیں کہ: مسیحیت کے جس پرچار کے لیے آپ کو مسیحی حکومتوں نے مسلمانوں کے ملکوں میں کام کرنے کے لیے منتخب کیا ہے وہ یہ نہیں ہے کہ مسلمانوں کو مسیحیت میں داخل کیا جائے اس لیے کہ یہ تو ان کے لیے ہدایت کا ذریعہ اور اعزاز و اکرام ہے آپ کی ذمہ داری یہ ہے کہ آپ لوگ مسلمانوں کو اسلام سے کال ڈالیں تاکہ مسلمان ایک ایسی مخلوق بن جائیں جن کا اللہ سے کوئی تعلق نہ ہو جس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ ان کا ان اخلاقِ حسنہ سے کوئی رابطہ نہیں رہے گا جن پر قومیں دنیاوی حیات کے لیے اعتماد کیا کرتی ہیں، اور آپ اپنی اس تدبیر اور اس عمل کی وجہ سے ممالک اسلامیہ میں استعماری فتح کے ہراول دستہ بن جائیں گے، اور آپ تمام اسلامی ممالک میں تمام عقول کو اس بات پر آمادہ کر چکے ہوں گے کہ وہ اس راستہ پر چلنے کو قبول

کر لیں جس کی آپ نے کوشش کی ہے اور وہ ہے مسلمان کو اسلام سے نکال دینا۔

آپ نے مسلمانوں کے دیار میں ایسی پود تیار کر لی ہے جو اللہ کے تعلق سے نا آشنا ہے، اور اس تعلق کو جاننا بھی نہیں چاہتی، اور آپ نے مسلمان کو اسلام سے خارج کر دیا اور اس کو مسیحیت میں داخل نہیں کیا۔ جس کا اثر یہ ہو گا کہ اسلامی نئی پود بالکل اس کے مطابق ہوگی جو استعمار چاہتا ہے کہ اسے عظیم الشان کاموں کی کوئی پرواہ نہ ہوگی، وہ راحت پسند دست و کابل ہوگی، اور دنیا میں اس کا مطمح نظر اور مقصود مطلوب صرف شہوات و ملذات ہوں گے، اگر وہ تعلیم حاصل کرے گا تو شہوات کے لیے، وہ ہر چیز کو شہوت پرستی کے لیے قربان کر دے گا۔

۱۔ مبلغین نصرانیت! اس طرح سے آپ کا فرض منصبی اور ذمہ داری بہترین طریقے سے پوری ہو جائے گی۔

۲۔ زیریں کتاب الغارۃ علی العالم الاسلامی (عالم اسلامی پر چڑھائی) میں لکھتا ہے کہ:

مسیحیت کو مغربی ثقافت کے مقابلہ پر دو طرح کی برتری حاصل ہے: ایک برتری تخریب کی، اور دوسری برتری تعمیر کی، تعمیر سے ہماری مراد یہ ہے کہ اگر ممکن ہو تو مسلمان کو نصرانی و عیسائی بنادیا جائے تاکہ وہ اپنی قوم کے خلاف مغربی ثقافت کا ساتھ دے۔

۳۔ مبلغ نکلی کہتا ہے کہ: ہمیں چاہیے کہ ہم مغربی طرز کے لادینی اسکولوں کے کھولنے کی ہمت افزائی کریں اس لیے کہ جب بہت سے مسلمانوں نے مغربی اسکولوں وغیرہ کی کتابیں پڑھیں اور اجنبی غیر ملکی زبانوں کو سیکھا تو اسلام اور قرآن کے بارے میں ان کا اعتقاد متزلزل ہو گیا ہے۔

والجاء: مسلمانوں کی وحدت کو ختم کرنا تاکہ مسلمان کمزور و ذلیل اور بے قوت بے عزت و بے سہارا ہو جائیں۔
۱۔ پادری سیون کہتا ہے کہ: عربی اسلامی اتحاد نے اسلامی ممالک و مسلمان قوموں کی آرزوں کو متحد و جمع کر رکھا ہے، اور یورپ کے غلبہ سے بچنے میں ان کا مدد و معاون ہے، اور عیسائیت کی تبلیغ اس وحدت کو پارہ پارہ کرنے اور اس کی شان و شوکت ختم کرنے کا بہت بڑا اور اہم عامل ہے اس لیے یہ ضروری ہے کہ ہم مسیحیت کے ذریعے مسلمانوں کی توجہ اسلامی وحدت سے ہٹا دیں۔

۲۔ مبلغ لارنس براؤن کہتا ہے کہ جب مسلمان عربی شہنشاہیت کے سایہ تلے جمع ہو جائیں گے تو یہ ممکن ہو جائیگا کہ وہ عالم کے لیے موجب لعنت اور خطرہ بن جائیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ عالم کے لیے نعمت بن جائیں، لیکن اگر وہ

۱۔ جذور البلاء (ص - ۲۷۵)۔

۲۔ الغارۃ علی العالم الاسلامی (ص - ۱۱)۔

۳۔ التبشیر والاستعمار (ص - ۸۸)۔

۴۔ کیف ہدست الخلافۃ (ص - ۱۹۰)۔

محکومے محکومے اور متفرق و متقسم رہے تو پھر وہ بے وزن و بے تاثیر ہوں گے۔
 ۳۔ ۱۹۷۰ء میں ایک بہت بڑی یورپی کانفرنس منعقد ہوئی جس میں برطانوی وزیر خارجہ کی سربراہی میں یورپی سیاست دانوں اور مفکرین کی ایک بڑی جماعت شریک تھی اس میں وزیر خارجہ نے افتتاحی تقریر میں کہا:
 ”یورپی ثقافت فناء و زوال کی طرف مائل ہے، ہمارا فرض ہے کہ ہم اس کانفرنس میں ایسا موثر وسیلہ و سبب تلاش کریں جو ہماری ثقافت کو زوال سے بچالے۔“

کانفرنس میں ایک مائیک بمبش و مناقشات ہوتے رہے اور شرکاء نے ان خارجی خطرات کو پیش کیا جو رد و زوال مغربی ثقافت کے خاتمہ کا ذریعہ بن سکتے ہیں، چنانچہ ان سب نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کا وجود یورپ کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ اس لیے اس کانفرنس میں یہ طے کیا گیا کہ کوئی ایسا طریقہ و تدبیر اختیار کی جائے (اور اس کے لیے تمام قوت صرف کر دی جائے) تاکہ مشرق اوسط میں موجود محکومتوں میں کسی قسم کا اتحاد و اتفاق نہ ہو سکے، اس لیے کہ مشرق اوسط کے مسلمانوں کا اتحاد ہی یورپ کے مستقبل کے لیے خطرہ ثابت ہو سکتا ہے۔

اخیر میں انہوں نے یہ طے کیا کہ نہر سوئز کے مشرق میں ایک ایسی مغربی یہودی قومیت کو پیدا کیا جائے جو عرب اور مسلمانوں کی دشمن ہو تاکہ مسلمان متفرق و منتشر رہیں، اور اس طرح سے برطانیہ نے اس عالمی صہیونیت کے ساتھ تعاون و اتحاد کی بنیاد رکھ دی جو فلسطین میں ایک یہودی حکومت کے قیام کی دعویٰ دار تھی۔

خاصاً: مسلمان عورت کو بگاڑنا؛ جس کا طریقہ یہ ہو کہ عورت کی آزادی کے سلسلہ میں جو جماعتیں کام کریں ان کا خوب خیال رکھا جائے، اور عورت کے حقوق کے سلسلہ میں گرما گرم بمبش کی جائیں، اور اس کو مرد کے مساوی قرار دیا جائے، اور اسلامی نظام میں کئی بیویوں کے رکھنے اور طلاق دینے کی اجازت کی مخالفت کی جائے، اور اس سب کا مقصد شبہات کا پیدا کرنا اور یہ بتلانا ہو کہ اسلامی شریعت اس دور کے لیے لائق عمل نہیں، اور زندگی کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اور اس میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں۔ مسیحیت کی تبلیغ کی ذمہ دار جماعت کے سربراہ پادری زولمیر نے ”آج کا عالم اسلامی کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں اس نے لکھا ہے کہ:

توحید پر مبنی کوئی عقیدہ آج تک اس پر اتنی سختی کے ساتھ کاربند نہیں جنہاں دین اسلام اس پر کاربند ہے، جو ایشیا اور افریقہ جیسے وسیع علاقوں میں چھایا گیا ہے۔ اور دوسو ملین افراد میں اس نے اپنے عقیدے، شریعت اور رسم و رواج کو کھینچا دیا ہے اور لغت عربی سے ان کا تعلق و ارتباط نہایت مستحکم کر دیا ہے، چنانچہ اب وہ ایسے بن گئے ہیں جیسے کہ مقلم پہاڑ پر تہہ بہ تہہ آثارِ قدیمہ یا عمارت کے ٹوٹے ہوئے اجسزا، یا وہ پہاڑوں کے اس سلسلہ کی طرح ہیں جو بادلوں سے

مکڑا رہا ہو اور آسمان تک پہنچ رہے ہوں، اور ان کی چوٹیاں توحید کے نور سے منور ہوں، اور اس کے شبیہ علاقے تعدد ازواج اور عورت کے انحطاط میں مست ہیں۔

پھر اس دشمن اسلام نے اپنا کلام مبلغین مسیحیت کو اس نصیحت پر ختم کیا کہ انہیں مایوس نہیں ہونا چاہیے، اس لیے کہ عورت کی آزادی کا کثیرہ اسلامی معاشرہ کی بڑی کوکھ کھلا کر دے گا۔ چنانچہ اس نے کہا کہ: مبشرین کو چاہیے کہ اگر وہ مسلمانوں میں اپنی تبلیغ کا نتیجہ کم زور اور ضعیف پائیں تو اس سے مایوس نہ ہوں، اس لیے کہ یہ تحقیق شدہ بات ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں یورپی علوم اور عورت کی آزادی کی جانب بہت زیادہ میلان پیدا ہو گیا ہے۔
اور مشہور فرانسیسی کاتب "سیواتین لاما" نے ایک فرانسیسی مجلہ "العالمین" کی ۱۹۰۱ء کی اشاعت میں اسلام کی بیخ کنی کے لیے یہ خطرناک سازش نشر کی ہے۔

اس نے صاف الفاظ میں کہا ہے کہ مسلمانوں کے بچوں کی تربیت کا طریقہ خواہ اس کا وہ اثر کیوں نہ ہو جو ہم نے بیان کیا ہے، لیکن لڑکیوں کو رہبانوں کے اسکولوں میں تربیت دینے سے ہمارا حقیقی مقصد بہت زیادہ پورا ہوگا، اور جس مقصد کے لیے ہم کوشش کر رہے ہیں اس تک ہم بہت جلد پہنچ جائیں گے، بلکہ میں تو یہ کہتا ہوں کہ لڑکیوں کو اس طریقے سے تعلیم دینا ہی وہ منفرد طریقہ ہے جس سے ہم اسلام کو مسلمانوں کے ہاتھوں ہی سے ختم کر سکتے ہیں۔

اور مبشرہ آل ملیگان کہتی ہے: ہم اس حد تک کامیاب ہو گئے ہیں کہ ہم نے قاہرہ کے لڑکیوں کے کالج میں ایسی لڑکیوں کو اکٹھا کر لیا ہے جن کے والدین باشا اور بک ہیں، قاہرہ کے علاوہ کوئی ایسی جگہ موجود نہیں ہے جہاں ہمارے لیے یہ ممکن ہو کہ ہم وہاں مسلمان لڑکیوں کی اتنی بڑی تعداد کو مسیحی اثرات کے ماتحت جمع کر سکیں، بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس اسکول کے راستہ سے زیادہ کوئی ایسا مختصر راستہ نہیں جس سے اسلام کے قلعے کو پاش پاش کیا جاسکے۔

مسترم مربی صاحبان! کیا آپ نے عیسائیوں کی ان گندری سازشوں و منصوبوں میں سے بعض کو پہچان لیا جن کے حال کو وہ ہمارے نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں کی نفوس سے اسلامی عقیدے کے مٹانے اور ان کے اور اسلام کے درمیان رابطہ و تعلق کو ختم کرنے کے لیے بچھا رہے ہیں؟

کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ان کا اصل مقصد عالم اسلام کی وحدت اسلامیہ کو پارہ پارہ کرنا ہے تاکہ مسلمانوں سے اپنے مطلوبہ مقاصد حاصل کر سکیں اور اپنی پیاس بجھا سکیں؟

کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ان کا سب سے بڑا مقصد مسلمان معاشرہ کو بگاڑنا و خراب کرنا ہے، تاکہ اس کے تمام افراد لڑکے اور لڑکیاں گناہ گار آزادی کی بھٹی اور بدکردار اباحت کے میدانوں میں سرگردان و مستانداران کے دو شش

بدوش چلیں؟

اگر آپ نے یہ پہچان لیا ہے تو پھر آپ اپنی اس ذمہ داری کا اچھی طرح سے اندازہ کریجیے جو اللہ نے آپ پر ڈالی ہے، تاکہ آپ صحیح طریقے سے اس کو پورا کر سکیں۔ اور انجام کار میں اپنے بچے کی تربیت اور خاندان کی اصلاح میں اس کے اعلیٰ ترین ثمرات حاصل کر سکیں۔

ج۔ یہودیت اور ماسونیت کے منصوبے و سازشیں :

یہود پر اللہ کی لعنت ہو یہ جیلہ و محکمہ کے مختلف طریقے اختیار کرتے رہتے ہیں تاکہ اپنی اغراض و خواہشات کے مطابق رئے زمین پر تسلط حاصل کریں اور تمام عالم پر اپنی حکومت کا جھنڈا گاڑ دیں۔ اور انہوں نے اپنے منصوبوں کو کامیاب کرنے کے لیے اپنے سلسلے دو بنیادی ہدف رکھے ہیں:

پہلا ہدف : قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنا اور بعض کو بعض کے خلاف بھڑکانا اور ان کے درمیان جنگیں کھڑی کرنا اور ان قوموں میں فتنوں کو ہوا دینا۔

دوسرا ہدف : قوموں کے عقائد خراب کرنا۔ اور ان کے اخلاق اور نظام اور دینی ذوق کو خراب کرنا۔ اور انہیں اللہ کے راستے سے دور کرنا۔

اس سب کا اصل مقصد یہ ہے کہ یہ قومیں اپنی قوت، عزت و کرامت اور ان کے عوامل و اسباب کو کھو بیٹھیں تاکہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یہود کے نفوذ اور ماتحتی میں آجائیں۔ تاکہ کسی بھی قوم کا کوئی مقام ہو اور نہ عالم میں کوئی طاقت و قوت ان یہودیوں نے قوموں کو ٹکڑے ٹکڑے کرنے اور ان کو بگاڑنے کے لیے جو جیلے اختیار کیے ہیں ان میں سے ایک منصوبہ سری (در پردہ) جماعتوں اور جمعیات کا قیام بھی ہے۔ اور غالباً ان تمام جمعیات اور جماعتوں میں سب سے اہم اور چوٹی کی جماعت ”الجمیۃ الماسونیت“ ہے۔

استاذ عبد الرحمن جنکد اپنی کتاب ”مکائد یہودیت“ ص ۲۱۹ پر لکھتے ہیں:

اس جمیعت (جس کے اغراض و مقاصد نہایت رازداری کے ساتھ مخفی رکھے جاتے ہیں) کی تاریخ نے یہ بات ثابت کر دی ہے کہ یہ ان بین الاقوامی سری جمعیات میں سب سے خطرناک جماعت ہے جس نے امتوں اور قوموں کی تاریخ میں نہایت خطرناک کردار ادا کیا ہے۔ اور جس نے بہت سے قبیلوں کے انجام پر بالواسطہ بہت بڑا اثر چھوڑا ہے۔ اور عالم کے بہت سے ممالک کی سیاست پر اس نے اس طرح کی حکومت کی ہے کہ ان حکومتوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوا کہ وہ اس یہودی سازش کا شکار ہوئی ہیں جو ان میں ان ماسونی مجاس و مفضلوں کی وجہ سے اثر انداز ہوئی تھی جن کے پیچھے ان مکار یہودی سازشی ہاتھوں نے حرکت کی تھی جو اپنے آپ کو مخفی رکھنا چاہتے تھے، حالانکہ وہی لوگ درحقیقت ان فکری، سیاسی، اقتصادی، معاشرتی اور جنگی منصوبوں اور سازشوں کے محرک اور کرتادھرتا تھے۔

بن ممالک میں ماسونی جماعتیں موجود ہیں، اگر وہاں ان کے جاسوسوں کی بڑی جماعت موجود نہ ہونی لو وہ سرگز بھی بین الاقوامی یہودیت کے مفاد کے کام نہ کر پاتے، مگر یہ کہ وہ ماسونی جمعیت جس کی باگ ڈور تمام عالم میں یہود کے پوپ اور بڑے لوگ تھامے ہوئے ہیں یہ جمعیت ہی ان کی اغراض کے لیے آلہ کار کرتی ہے جس کے تحت افراد اس طرح کام کر گزرتے ہیں کہ انہیں نہ یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ کہاں جا رہے ہیں اور نہ یہ سمجھ میں آتا ہے کہ وہ کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔

محققین کو اس وقت سخت حیرت و دہشت کا سامنا کرنا پڑا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ عالمی عظیم جنگیں یہود کی وجہ سے ہی رونما ہوئیں تھیں، اور اس کی آگ کے بھرکانے والے یہود ہی تھے جنہوں نے یہ آگ ماسونی جماعتوں اور ان سے منسلک عالمی مجالس کے ذریعہ بھڑکائی تھی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ ماسونیت ہمارے عربی و اسلامی معاشرہ میں بھی رچ بس گئی ہے، اور اس کے بنیادی اصولوں کو ہمارے بہت سے مالداروں اور عزت و جاہ منصب والوں اور حکومت و سلطنت کے ارباب مل و عقد نے بھی اختیار کر لیا ہے، ہم نہیں کہہ سکتے کہ آئندہ آنے والے ایام میں عالمی ماسونیت اپنے ان منتبین کے ذریعہ جو سلطنت و مرتبہ کے مالک ہیں اسرائیل کے اعتراف کرنے اور قضیہ فلسطین کے خاتمہ کے لیے جو بڑے ممالک اس دورِ حاضر میں مصالحت کی دعوت دے رہے ہیں ان میں کیا کچھ کر دکھائے گی۔

اور اگر مستقبل میں اسرائیل کے تسلیم کرنے کا معاملہ متحقق ہو گیا، جیسا کہ اس کے آثار ابھی سے ظاہر ہونا شروع ہو گئے ہیں، تو ہم اچھی طرح سے یہ سمجھ لیں گے کہ فلسطین کے مسئلہ کے خاتمہ کے لیے ان خطرناک سازشوں کے پیچھے ماسونی یہودی سازشیں اور منصوبے ہی کار فرما تھے، اور اس منصوبے و سازش کے نافذ کرانے والے وہ کرایے کے جاسوس و خرید کردہ حکام ہیں جنہوں نے اپنی ضمیر کو شیطان کے ہاتھ بیچ دیا ہے، اور عہد و پیمان میں خیانت کی ہے، اور انہوں نے اپنے اس مجرمانہ کثوت کے ذریعہ یہ ظاہر کر دیا ہے کہ ان کا عالمی ماسونیت کے ساتھ بہت گہرا تعلق و رابطہ ہے، یا وہ اس کے لیے کام کر رہے ہیں خواہ وہ یہ سمجھیں یا نہ سمجھیں، بہر حال تاریخ اس عظیم خیانت کی وجہ سے ان کو نیست و نابود کر دے گی، اور قیامت تک ان پر اللہ تعالیٰ اور تاریخ اور تمام مسلمان قوموں کی لعنت برتی رہے گا۔

اس وقت ہم ماسونیت کی تاسیس اور ان کے مراتب کے سلسلہ میں کلام کرنا نہیں چاہتے اور نہ اس کے رموز و اسرار و طریقوں کو کھول کر بیان کرنا چاہتے ہیں، جو شخص ان سب حقائق پر مطلع ہونا چاہے تو اسے چاہیے کہ استاد جنگہ کی کتاب ”مکاند یہودیہ“ ملاحظہ کر لے وہاں تشفی کا پورا سامان موجود ہے۔

ہم اس وقت جو کچھ بیان کرنا چاہتے ہیں اس کا مقصد صرف یہ ہے کہ ادیان و مذاہب سے جنگ، اور اخلاق کی گراوٹ، اور انسانی معاشرہ کو ادھر ادھر خراب کرنے کے لیے یہودی ماسونیت کی جو سازشیں اور منصوبے ہیں

ان سے پردہ ہٹائیں۔

محترم مربی صاحبان کی خدمت میں ان منصوبوں میں سے اہم اہم ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

✽ یہود نے اپنے پروٹوکول میں ان گمراہ کن آراء کا اعلان کیا ہے تاکہ لوگوں کے عقائد، فہمیوں اور عقول کو خراب کر سکیں، اور انہوں نے یہودی وغیرہ یہودی ان شخصیات کے افکار کو اختیار کر لیا ہے جو دینی عقیدے کے خاتمہ کی دعوت دیتی ہیں اور شریفانہ اخلاق کے بنیادی اصولوں کا جنازہ نکالنا چاہتی ہیں۔

✽ یہ لوگ علی الاعلان یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے اس "فرایڈ" کی آراء کو اختیار کر لیا ہے جو انسان کے کردار سے متعلق ہر چیز کی تفسیر جنسی جذبات اور شہوات و خواہشات میں بہہ جانے سے کرتا ہے۔

✽ انہوں نے اس کارل مارکس کی آراء کو اختیار کر لیا ہے جس نے بہت سے لوگوں کے قلوب اور ضمائر و عقول کو خراب کر ڈالا، اور مذاہب وادیان کو لغو و بے کار گردانا، اور الوہیت و خدایت کے عقیدہ کی مخالفت کی، اور جب کارل مارکس سے یہ کہا گیا کہ عقیدۃ الوہیت کا بدل کیا ہے؟ تو اس نے کہا اس کا بدل سیر و سیاحت ہے۔ لوگوں کو عقیدہ، الوہیت سے ہٹا کر کھیل کود میں مشغول کر دو۔

✽ انہوں نے اس نیتشہ کی آراء کو لے لیا ہے جس نے اخلاق کا جنازہ نکال دیا، اور ہر انسان کو اس بات کی اجازت دے دی کہ جس چیز سے چاہے مزے لوٹے چاہے اس کے لیے قتل و غارت، خونریزی و تخریب کیوں نہ اختیار کرنی پڑے۔

✽ انہوں نے اس ڈارون کی آراء کو لے لیا جس نے اس تصور و ترقی کے نظریہ کو اپنایا تھا جسے علم و فہم نے غلط قرار دیا اور اسے مہل چیزوں کی ٹوکری کی نذر کر دیا ہے۔

✽ بلکہ یہود تو یہاں تک آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے انسانیت کو خراب کرنے کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا، اور اس کو نافذ کرنے کے لیے اطلاعات و نشریات کے وسائل اور سینما و تھیٹر کے اسٹیج اور ریڈیو و ٹیلی ویژن کے پروگراموں اور ماسونی جمعیات و تنظیموں، اور ہر خائن و جاسوس اور کرایہ کے صاحب قلم سے کام لیا، اور اپنے مکر و خبیث اور بد باطنی سے اس بات پر قادر ہو گئے کہ ثقافت، تہذیب، فنون، کھیل کود اور بے حیائی کے اڈوں و مراکز وغیرہ کے ذریعے قوموں کو

۱۔ ان منصوبوں و سازشوں کا اصل مرجع استاذ عبد الرحمن جبکہ کی کتاب "مکانہ صہیونیت" (ص ۲۳۳ تا ۲۳۸) ہے۔
۲۔ ہماری کتاب "شہادت و ردود" کا مطالعہ کیجیے۔ اس میں ڈارون کے نظریہ کی کافی دشمنانی تردید ہے اور اس کے بطلان کو خوب واضح کیا گیا ہے۔

خراب کریں، جیسے کہ وہ اپنی عیاری و چالاکی اور قطع و برید سے اس بات پر بھی قادر ہو گئے کہ یورپ و امریکہ اور مشرق کی اکثر یونیورسٹیوں کی علم نفس اور علم الاجتماع (معاشرتی علوم) کی کرسیوں پر قبضہ کریں، تاکہ ان دو علموں کے راستہ سے لوگوں کے اخلاق و عقائد کو خراب کریں، اور انہوں نے اپنے حبیت منصوبے کو نافذ کیا، اور اس طرح سے تقریباً ان شعبوں کی آبی کرسیوں پر قابض ہو گئے، تاکہ تمام عالم کی فکری، نفسیاتی اور فلسفاتی قیادت ان کے ہاتھ میں رہے۔

* ایسے اب وہ بات بھی سن لیجیے جو یہ لوگ نوں پروٹوکول میں کہتے ہیں: غیر یہودیوں کو ان بنیادی چیزوں کی تعلیم کے ذریعے جنہیں اگرچہ ہم خود ہی بتلاتے ہیں لیکن ہم انہیں غلط اور باطل سمجھتے ہیں ان کے ذریعے ہم ان کو گمراہ کرنے اور ان کے اخلاق بگاڑنے اور بے وقوف بنانے پر قادر ہو گئے ہیں۔

* اور تیرہویں پروٹوکول میں کہتے ہیں،

غیر یہودی قوموں کے عوام کو اس بات سے دور رکھنے کے لیے کہ وہ خود بخود ہمارے کسی نئے منصوبے پر مطلع ہوں ہم ان کو مختلف قسم کے کھیل کود اور لہو و لعب اور اس طرح کی چیزوں میں مشغول کر دیں گے، اور عنقریب ہم اخبارات میں ایک اعلان کے ذریعے لوگوں کو ہر قسم کے مقابلوں کے پروگراموں میں شرکت کی دعوت دیں گے جیسے کہ فن اور ریاضت وغیرہ، تفریح کا یہ نیا سامان لازمی طور سے عوام کے ذہن کو ان مسائل سے غافل کر دے گا جو ہم ان کے درمیان کھڑے کر رہے ہیں اور جب عوام اپنے طور پر مستقل بالذات ہو کر سوچنے کی نعمت سے تدریجاً محروم ہو جائیں گے تو سب کے سب نعروں میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے۔ اس لیے کہ صرف ہم ہی معاشرے کے وہ منفرد اعضا، افراد ہوں گے جو اس بات کی اہلیت رکھتے ہوں گے کہ نئی فکر و سوچ کی راہیں پیش کریں، اور ان خطوط کو ہم اپنے ان وسائل کے ذریعے پیش کریں گے جو ہمارے ایسے افراد ہوں گے جن کے ہمارا طیف و فائدہ دار ہونے کا کسی کو شک و شبہ بھی نہ ہوگا، مثالی آزاد لوگوں کا دور اس وقت اپنی انتہا کو پہنچ جائے گا جب ہماری حکومت تسلیم کر لی جائے گی اور یہ لوگ اس وقت ہماری بہت اچھی خدمت کریں گے۔

* پروٹوکول میں یہ بھی لکھا ہے کہ: ہمیں چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کا جنازہ نکالنے کے لیے کام کریں، تاکہ ہمارے تسلط کی راہ ہموار ہو، فریڈ ہمارا آدمی ہے، وہ نئی تعلقات کو دن و دھاڑے پیش کرتا رہے گا، تاکہ جو انوں کی نگاہ میں کوئی چیز بھی مقدس باقی نہ رہے۔ اور ان کا سب سے بڑا مقصد جنسی خواہشات کی تکمیل بن جائے، جب یہ ہو جائے گا تو اخلاق کا جنازہ نکل چکا ہوگا۔

* بلغراد کی ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۲۲ء کی قرارداد میں ان کا یہ قول تحریر ہے کہ: ہمیں یہ ہرگز نہیں بھولنا چاہیے

کہ ہم ماسونی لوگ دین کے دشمن ہے، اور ہمیں دین کے آثار و علامات کے خاتمے کی کوشش میں کسی قسم کی کوتاہی نہیں کرنا چاہیے
 * ماسونی مشرق اعظم ۱۹۱۳ء کی قرارداد میں لکھا ہے کہ: عنقریب انسانیت ہی کو مقصود بنایا جائے گا خدا کو چھوڑ
 دیا جائے گا۔

* اور انٹرنیشنل ماسونی کانفرنس منعقدہ ۱۹۱۹ء کی قرارداد میں یہ لکھا ہے کہ ہم صرف اس پر اکتفا نہیں کریں گے کہ
 دینداروں پر فتح حاصل کر لیں ان کی عبادت گاہوں پر غلبہ حاصل کر لیں، ہمارا بنیادی اور اصلی مقصد ان لوگوں کے وجود کو
 ختم کرنا ہے۔

* ماسونی مہلہ اکا سیا ۱۹۳۳ء میں لکھا ہے کہ: دین کے خلاف جہاد و مقابلہ اپنی انتہا کو اس وقت پہنچے گا جب دین کو
 حکومت سے جدا کر دیا جائے، ماسونیت دین کی جگہ لے لے، اور اس کی محافل عبادت گاہوں کی جگہ لے لیں۔

مہترم مربی صاحبان! کیا آپ نے اب یہ سمجھ لیا ہے کہ ان خبیث و عیارات منصوبوں سے یہودیت و ماسونیت
 کیا چاہتی ہے؟ بلاشبک و شبہ ان کا مقصد یہ ہے کہ بنو اسرائیل کی عزت دوبارہ قائم ہو، اور فرات سے نیل تک ان
 کی عظیم حکومت کی تاسیس ہو، پھر تمام عالم پر قبضہ کیا جاسکے۔ اس مقصد کو حاصل کرنے کے لیے ان کے جو وسائل ہیں ان
 میں روئے زمین سے تمام آسمانی دینوں اور اخلاقی و معاشرتی و اقتصادی مذاہب کا خاتمہ اور صرف اور صرف یہودیت
 کے جھنڈے کی سرپرستی ہے، اور فلسطین میں اسرائیلی حکومت کا قیام ان مکارانہ سازشوں ہی کا کرشمہ ہے جن سے ماسونی
 محفلوں نے اپنے اغراض پورے کرنے کے لیے کام لیا۔

مہترم مربی صاحبان! جب آپ نے یہ سب کچھ جان لیا تو پھر آپ کو اپنی کوشش و جدوجہد کو دوگنا کر دینا چاہیے،
 اور اپنی اولاد کی ایمانی و اخلاقی تربیت اور فکری و نفسیاتی تعمیر کے لیے اپنے عزم کو تیز کر لینا چاہیے، تاکہ یہودی سازشیں
 ان کے عقیدہ کو بھجھوڑ سکیں اور ان کے اخلاق کو تباہ نہ کر سکیں۔

۵۔ استعماری منصوبے اور سازشیں

استعماری سازشوں سے میری مراد وہ منصوبے ہیں جن کا اسلام سے جنگ کرنے، اور مسلمانوں کو ان کے عظیم مقصد
 جہاد فی سبیل اللہ سے ہٹانے، اور اسلامی معاشرے کو آزادی و شہوت پرستی میں غرق کرنے — میں عیسائیت اور استعمار
 سے بہت گہرا ربط و تعلق ہے، ان منصوبوں کا مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان چیزوں میں پھنسا کر اسلامی عقیدے سے
 عاری و تہی دست کر دیا جائے، اور انہیں ایک ایسا حیوان بنا دیا جائے جس کا دنیاوی زندگی میں سولے خواہشات
 نفس کے پورا کرنے اور ذلالت و رذالت کی کیمچ میں دھسنے کے اور کوئی کام نہ ہو، نہ اسے عظمت و بڑائی تک پہنچنے
 کی خواہش ہو اور نہ دنیا میں کوئی عظیم کام انجام دینے کی تمنا ہو۔

✽ ان مستعمرین کا ایک بڑا آدمی لکھتا ہے کہ: شراب کا جام اور مغنیہ امت محمدیہ کو پارہ پارہ کرنے میں ہزار توپوں سے زیادہ اثر رکھتے ہیں، اس لیے اس امت کو مادیت و شہوت پرستی میں غرق کر دو۔

✽ اور اس سے قبل ہم یاد دہانی کا وہ بیان نقل کر چکے ہیں جو اس نے (عیسائی مبلغین) کی کانفرنس میں دیا تھا کہ: ... آپ لوگوں نے مسلمانوں کے دیار میں ایک ایسی نئی پود تیار کر لی ہے جو اللہ سے تعلق کو نہیں جانتی، اور نہ اس کو جاننا چاہتی ہے۔ اور آپ لوگوں نے مسلمان کو اسلام سے نکال دیا اور مسیحیت میں داخل نہیں کیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ مسلمانوں کی نئی نسل استعمار کی خواہش و مرضی کے مطابق تیار ہو گئی کہ اسے عظیم کاموں کی کوئی فکر نہیں اور وہ راحت پسند و سست ہے، اور دنیا میں اس کا مطمح صرف شہوت پرستی ہی ہے، وہ اگر تعلیم حاصل کرتا ہے تو شہوت پرستی کے لیے اور اگر وہ ترقی کر کے کسی عظیم منصب تک پہنچتا ہے تو شہوت پرستی ہی کے لیے۔

رائڈ ولف پرنسپل نے ۱۹۶۷ء میں سقوطِ قدس کے بعد کہا تھا کہ:

قدس کو مسلمانوں کے قبضہ سے نکالنا یہود اور عیسائیوں دونوں کا ایک جیسا خواب تھا، اس سے عیسائی یہودیوں سے کم خوش نہیں ہیں، قدس مسلمانوں کے ہاتھ سے نکل چکا اور یہودی کینسہ نے قدس کو یہودی قدس کے ساتھ ضم کرنے کے سلسلہ میں تین قرار دادیں جاری کی ہیں، اور اس کے بعد مسلمانوں اور یہود کے درمیان جو بھی گفت و شنید ہوگی اس کی وجہ سے قدس مسلمانوں کو دوبارہ کبھی نہیں ملے گا۔

اس سے قبل عیسائیت اور استشرق کے منصوبوں و سازشوں کی بحث میں ہم مستعمرین کے بہت سے اقوال ذکر کر چکے ہیں جو سب کے سب اسلامی مقدسات اور اسلامی مبادیات اور بنیادی اصولوں کو ختم کرنے اور ان کے وجود کو دنیا سے مٹانے والے وسائل کو عملی جامہ پہنانے میں ایک ہاتھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے نور کو پھیلانا مکمل کرنا چاہتے ہیں خواہ کافر و کافر و کافر کیوں نہ ہو۔

اور اے مربی صاحبان!

اخیر میں یہ بات بھی سامنے رکھیے کہ آپ مسلمان ممالک میں جاسوسی اور دوسروں کے لیے کام کرنے والے ایسے ایجنٹوں کی ریشہ دوانیوں سے قطعاً بے خبر رہیں، جو ملحد شیوعیت اور حاسد ترین عیسائیت اور مکار ماسونیت اور گمراہ کن استعماری مذاہب سے گہرا ربط و تعلق رکھتے ہیں، اور سرزمینِ اسلام اور اسلامی معاشرہ میں ہر جگہ اباحت و آزادی اور کفر کی بنیادی باتیں پھیلانے میں صبح و شام مصروف رہتے ہیں۔

اے مربی صاحبان! آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ ان خائن ایجنٹوں میں سے ہر جماعت کے کچھ عناصر ہیں جو مستقل کام کرتے رہتے ہیں اور ان کے کام کرنے کے مختلف اسلوب ہیں اور ان کے بہت گہرے بنیادی اصول اور نئی نئی

تنظیمیں بھی ہیں۔

دم چھلوں اور ذہنی غلاموں کی یہ جماعتیں آپ کے بیٹے اور بیٹی سے ایمان و اسلام کا عقیدہ اور اخلاق و شرافت کو چوری کرنے میں ایک دوسرے سے باہم متحد، معاون و مددگار ہوتی ہیں، تاکہ بچے کے پاس کوئی ایسی چیز باقی نہ رہے جس کا نام ایمان، اخلاق یا شرافت ہے، اور ان خائن جماعتوں کی نظر میں یہ چیز اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک بچہ تشکیک (شک و شبہ) آزادی اور اباحت کے مختلف مراحل سے نہ گزر جائے، ان مراحل سے گزرنے کے بعد وہ بچہ ہر اس مقدس و اچھی چیز کو پھینک دیتا اور دور کر دیتا ہے جو ادیان و شریعتیں لے کر آئی ہیں۔

وہ لوگ جنہوں نے اپنی نفوس کو شیطان کے ہاتھوں فروخت کر دیا ہے وہ ملک کے طول و عرض میں ادھر ادھر سب جگہ منتشر اور مضبوط حیثیت کے مالک ہوتے ہیں، یہ سرکاری ملازمتوں، ریڈیو، ٹیلیویشن، تعلیمی میدان، کارخانوں کمپنیوں وغیرہ ہر جگہ گھسے ہوئے ہیں۔

فساد کے پھیلانے، گمراہ کرنے، اور الحاد کے دام میں پھنسانے کے لیے ان کے پاس مختلف وسائل ہیں کبھی اخبارات سے کام لیتے ہیں، اور کبھی ریڈیو کی نشریات سے، اور کبھی ٹیلی ویژن کے ڈراموں اور اسٹیج سے، اور کبھی عوامی اسٹیج کے ڈراموں اور میلوں سے، اور کبھی ثقافتی مراکز اور تقاریر کی مجالس سے، اور کبھی مختلف قسم کی تنظیموں کے افتتاح سے، یہ وسائل اس کے علاوہ ہیں جو وہ نظام تعلیم اور یونیورسٹیوں میں مستقل منظم طریقے سے کافرانہ نظریات پھیلاتے رہتے ہیں اور سازش و فساد کے لیے خصوصی ملاقاتیں کرتے ہیں۔

جناب مہربا صاحبان! آپ کو یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ان ایجنٹوں کے پاس گمراہ کرنے، بگاڑنے اور گفت و شنید کے بھی بہت سے اسلوب ہیں جن سے وہ بچے کے عقیدے، افکار اور اخلاق پر اثر انداز ہو جاتے ہیں۔

★ ان کے طریقوں اور اسالیب میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ جب فارغ ہوتا ہے تو یہ اسے ملازمت، جاہ و منصب کا لالچ دیتے ہیں۔ اور جب وہ ان میں سے کسی تنظیم میں شامل ہو جاتا ہے تو بڑے مرتبہ و عہدہ تک پہنچ جاتا ہے۔

★ ان کے اسالیب میں سے بچے کو مغربی ثقافت و ترقی، یا مشرقی بنیادی چیزوں کے ذریعہ گمراہ کرنا بھی ایک طریقہ ہے یہ لوگ ان کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ مشرقی ثقافت اصول و نظریات، دلائل و عزت و بلندی کو اس وقت پہنچے جب انہوں نے دین کو ایک طرف ڈال دیا۔

★ ان کے اسالیب میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو خدا کے اعتقاد کے سلسلہ میں شک میں ڈالنا، مثلاً یہ کہنا کہ اگر اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے تو اس کو کس نے پیدا کیا ہے؟ یا یہ کہ اگر ہم اللہ کو دیکھ نہیں رہے ہیں تو پھر وہ موجود بھی نہیں ہے، اسی طرح کے غلط اور باطل شکوک و شبہات کا پیدا کرنا، اور ان کے سلسلہ میں اشکال

وسوالات کرنا۔

★ ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بچے کو اسلامی نظام کے بارے میں شک و شبہ میں ڈال دیتے ہیں، مثلاً یہ کہنا کہ اسلامی اصولوں پر عمل کرنے کا ناز گزر چکا ہے، اور اس کے اغراض و مقصود ایک زمانے سے ختم ہو چکے ہیں، لہذا یہ اسلام اٹیم، بجلی اور علم کے دور کے ساتھ چلنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔

★ ان کا طریقہ یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو یہ باور کراتے ہیں کہ اسلام نے عورت پر پردہ لازم کیا ہے اور اس کو گھر کی چھار دیواری میں بند کر دیا، اور اس کو مرد کا غلام اور ذلیل و حقیر بنا دیا ہے اس کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں ہے کہ وہ حقوق کے حصول اور عزت و کرامت کی چوٹی تک پہنچے مگر یہ کہ وہ تمام ان قیود سے آزاد ہو جائے جو اسلام نے لاگو کی ہیں، اور ہر اس اچھی چیز کو چھوڑ دے جو دین نے پیش کی ہے۔

★ ان کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ بچے کو آزادی، شہوت پرستی، بے حیائی اور زنا کی طرف یہ کہہ کر ترغیب دی جائے کہ جنسی شہوت کے داعیہ پر بھی لبیک کہنا چاہیے، اور جنسی بخشش اور نفسیاتی انضباط سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے وغیرہ وغیرہ مختلف قسم کے اسالیب اور باطل قسم کے شکوک و شبہات اور گندے قسم کی بہکانے والی تدبیریں:

((ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ يٰۤاَقْوَاهُمْۙ يُضَاهَوْنَ قَوْلَ
الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُۙ قَتَلْتَهُمُ اللّٰهُۥ
اَنّٰی يُؤَفِّكُوْنَ))۔ التوبہ - ۳۰

یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے، ریس کرنے لگے
اگلے کافروں کی بات کی، اللہ ان کو ہلاک کرے کہاں
سے پھرے جاتے ہیں۔

مربی محترم! کیا آپ نے یہ سمجھ لیا کہ یہ نائن ایجنٹ جو شبہات پیدا کرتے اور شک و شبہ ڈالتے ہیں اس سے ان کا مقصد و غرض کیا ہے؟ بلاشبہ ان کا مقصد صرف اور صرف یہ ہے کہ مؤمن قوموں کے انجام اور اسلامی معاشرہ کو اپنے ان سربراہوں کی گاڑی کے ساتھ باندھ دیں جو کافرانہ عقیدے اور گمراہ کن مذاہب اور مخرب نظاموں کے مالک ہیں، تاکہ مسلمان نوجوان اور مسلمان عورت کے پاس اسلام نامی کوئی چیز باقی نہ رہے، یا ان کے یہاں عیب، حیا یا حرام نامی کوئی چیز باقی نہ رہے۔

اگر یہ کہیں عیار ایجنٹ اس گمراہی و گبی کے پھیلانے میں کامیاب ہو گئے اور ان کو یہ موقعہ دے دیا گیا کہ وہ اپنے منکر کا بازار گرم کر لیں، اور اس کے لیے متحد ہو جائیں، اور اپنے زہر اور کفریات کو پھیلا دیں، اور ہماری طرف سے ان کی کوئی

لہ ملاحظہ کیجیے، ہماری کتاب ”شبہات و ردود“ اس میں ان شبہات کی تردید میں نہایت مضبوط دلیلیں پیش کی گئی ہیں جو یہ لوگ پیدا کرتے ہیں۔

۲۔ ملاحظہ کیجیے ڈاکٹر نور الدین عتقی کی کتاب ”ماذا عن المرأة“ اور اس تاوہبی سلیمان غاویج کی کتاب ”المرأة المسلمة“ ان دونوں کتابوں میں خالص خیالات و افکار ایک بہت عمدہ تردید کی گئی ہے۔

مدافعت و مقادومت نہ ہوئی، اور ہم نے اپنی ذمہ داری کا احساس نہ کیا، اور رہنمائی، تلقین و تربیت کا اہتمام نہ کیا، تو خدا نے کرے پھر انجام یہ ہوگا کہ اسلامی معاشرے لازمی طور سے اہاجیت و آزادی اور الحاد کی جانب آگے بڑھیں گے، اور کھلم کھلا وہ جتنی طور سے مشرقی یا مغربی گاڑی کے ساتھ جُت جائیں گے، یا آپ چائیں تو یہ کہہ دیں کہ وہ شیوعی (کمیونسٹ) یا رأسمالی (سرمایہ دارانہ) نظام سے وابستہ ہو جائیں گے، اور اس وقت ہم دائمی رسوائی کو پہنچ گئے ہوں گے، اور گمراہی والے پاؤں لوٹنے کی بنا پر امت اسلامیہ کو ذلت و رسوائی اور غلامی کا شکار ہونا پڑے گا، اور ہم ان لوگوں میں سے بن جائیں گے جو قیامت تک کے لیے اللہ اور قوموں اور تاریخ کی لعنت کے مستحق بنے۔



مرتب محترم! جب آپ نے یہ منصوبے و سازشیں جان لیں جن کا مضبوط ترین جال شیوعیت، عیسائیت اور یہودی ماسونیت اور استعماری مذاہب اور خائن ایجنٹوں کی جماعتوں نے بنایا ہے، تو پھر یہ سب کچھ جان لینے کے بعد آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ خوب جدوجہد و محنت کریں، اور قومی عزم سے کام لیں، اور پکے ارادہ کے ساتھ اٹھ کھڑے ہوں، تاکہ اپنے اس اسلامی فریضے کو ادا کر سکیں جو بچوں کی تربیت، اور خاندان کی تلقین، اور ان لوگوں کی رہنمائی کے سلسلہ میں جن کی تربیت کی ذمہ داری آپ پر عائد ہے آپ کے خاندان کے سلسلہ میں آپ پر جو ذمہ داری ڈالی گئی ہے وہ ایک امانت ہے، اور یہ قیامت کے دن ذلت و رسوائی اور مذلت کا ذریعہ بنے گی مگر اس شخص کے لیے جو اس کے حق کو ادا کرے اور اس سلسلہ میں اپنی ذمہ داری کو پوری طرح سے ادا کرے۔

لہذا حساب و کتاب اور سوال سے قبل ہی اس حق کو صحیح طریقے سے ادا کیجیے تاکہ اللہ کی رضا اور جنت میں اس کا قرب اور ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہو سکے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے اور وہ انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین وغیرہ ہیں اور یہ حضرات بہت ہی عمدہ رفیق ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَقِفُوهُمْ اِنَّهُمْ مَسْئُولُونَ)) (الصافات: ۲۴)

اور فرمایا:

((فَوَرَّيْكَ لَسَالَتْهُمْ اٰجِمَعَيْنَ عَمَّا كَانُوا

لِعَمَلُوْنَ))

الحجہ: ۹۳ و ۹۲

سو تم ہے آپ کے رب کی ہم کو ان سب سے پوچھنا ہے جو کچھ وہ کرتے تھے۔

۱۔ اس کتاب "تربیت الاولاد" کی قسم ثانی میں مربیوں کی مسؤلیت کی بحث کے ذیل میں ہم تفصیل کلام کر چکے ہیں لہذا اس کا مطالعہ کر لیجیے۔
انشاء اللہ تعالیٰ کا پورا سامان مہیا مل جائے گا

② بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد

تربیت کے بنیادی اصول دو قاعدوں میں منحصر ہیں:

۱۔ ارتباط اور ربط و تعلق کا اصول۔

۲۔ متنبہ و چونکا کرنے کا قاعدہ۔

۱۔ ارتباط اور ربط و تعلق کا اصول:

یہ یقینی بات ہے کہ بچہ جب ہوشیاری اور سمجھداری کی عمر کو پہنچے اور اس کا تعلق اعتقادی اور روحانی روابط اور فکری، تاحی، معاشرتی و ریاضتی روابط سے مضبوط ہو، اور پھر جب وہ اور بڑا ہو اور نوجوانی میں قدم رکھ کر پورا آدمی بن جائے اور پھر ادھیڑ عمر کو پہنچ جائے تو بلاشبہ ایسے بچے میں ایمان کی مضبوطی اور یقین کی ٹھنڈک اور تقویٰ کی ایسی مضبوط دلیوا ہوگی جو اسے جاہلیت کی چیزوں سے کنارہ کش ہونے اور اس کے تمام تر تصورات و عقائد اور بنیادی اصولوں اور گمراہ کن باتوں سے بے تعلق ہونے اور ان کی اصل حقیقت جاننے میں مددگار ہوگی بلکہ ایسا بچہ ہر اس شخص کے مقابلہ پر شعلہ جوالہ ہوگا جو اسلامی نظام سے محارے، یا اس سے معاذانہ موقف اختیار کرے، یا اس کے ابدی بنیادی اصولوں پر کوئی حاسدانہ نظر ڈالے، ایسا کیوں ہوگا؟

اس لیے کہ بچہ کا ربط اسلام سے ہوگا عقیدہ کے لحاظ سے بھی اور عبادت کے لحاظ سے بھی، اور اخلاق کے لحاظ سے بھی اور نظام شریعت کے لحاظ سے بھی، اور عمل و تطبیق احکام کے لحاظ سے بھی، اور جہاد و دعوت کے لحاظ سے بھی، اور دین و حکومت کے لحاظ سے بھی، اور قرآن و تلواریں کے لحاظ سے بھی اور ثقافت و افکار کے لحاظ سے بھی۔

مرنی محترم! آپ کے سامنے وہ اہم روابط ذکر کیے جاتے ہیں جو آپ کے بچے کے لیے خیر کے ضامن ہیں، لہذا آپ ان کو جس قدر بھی نافذ کر سکتے ہوں نافذ کر دیں تاکہ آپ اپنے بچے کو نیک صالح مومنوں کی گنتی اور پاکیزہ ممتی لوگوں کے زمرہ اور مجاہدین احرار کی جماعت میں دیکھیں، اللہ کے لیے یہ کچھ بھی مشکل امر نہیں ہے

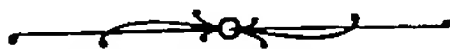
روابط و ارتباطات کچھ اس طرح سے ہیں :

① اعتقادی رابطہ

اس سے قبل ایمانی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ بچہ جب سے ہوش مند و سمجھدار ہو اسی وقت سے اس کا بنیادی ایمانی ارکان اور غیب سے متعلق حقائق اور ان تمام چیزوں سے تعلق و ارتباط ہونا چاہیے جو صادق امین صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے ہم تک اعتقادات و مغیبات (غیبی امور) کے قبیل سے پہنچی ہیں، لہذا مربی پر یہ لازم ہے کہ وہ بچے میں اللہ جل شانہ پر ایمان اور فرشتوں اور آسمانی کتابوں اور رسولوں اور قضاء و قدر اور فرشتوں کے سوال کرنے، اور عذاب قبر پر ایمان اور آخرت کے احوال، دوبارہ زندہ کیے جانے، اور حساب کتاب جنت و دوزخ وغیرہ غیبی امور پر ایمان اس کے دل میں سموئے۔

مربی محترم یہ بات آپ سے پوشیدہ نہ ہوگی کہ اگر آپ اپنے بچے میں ایمان باللہ کی حقیقت کو جاگزیں کر دیں، اور اس کے قلب و تصور میں ان غیبی امور کو راسخ کر دیں، اور ہمیشہ یہ کوشش کریں کہ بچے کا تعلق ربانی عقیدہ سے قائم رہے تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ آپ کا بیٹا اللہ کے مراقبے اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کے عقیدے اور اس سے خوف و خشیت، اور ہر پیش آمدہ امر و مصیبت میں اس کے سامنے گردن جھکانے، اور اس کے حکم پر عمل کرنے، اور ممنوعات سے رکنے میں پیش پیش ہوگا بلکہ اس میں ایمان کا اتنا احساس اور ضمیر کی ایسی غلش ہوگی جو اسے معاشرتی برائیوں اور نفسیاتی وساوس اور اخلاقی خرابیوں سے روک دے گی، اور اس طرح سے وہ روحانی و اخلاقی طور پر مکمل ٹھیک ٹھاک ہو جائے گا، اور عقلی اور کردار کے اعتبار سے کامل و مکمل ہو جائے گا۔ بلکہ اس کا شمار ان لوگوں میں ہوگا جن کی طرف انگلی سے اشارہ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت، صحیح راستے، دین اور حق پر قائم ہوگا۔

مربی محترم! میرا خیال ہے کہ آپ کے سامنے مجھے آپ کی ذمہ داری و مسئولیت کی وہ حدود ذکر کرنے کی ضرورت نہیں جو آپ پر اپنے بچے کی ایمانی تربیت کے سلسلہ میں لازم ہوتی ہیں۔ اس لیے کہ اس بحث پر اس کتاب تربیت الاولاد کی قسم ثانی میں ”ایمانی تربیت کی مسئولیت“ کی بحث میں ہر پہلو سے کلام کیا جا چکا ہے، لہذا اگر آپ دوبارہ اس کو پڑھنا چاہیں تو مذکورہ بحث مطالعہ کر لیجیے، وہاں آپ کو انشاء اللہ کافی پورا سامان مل جائے گا۔



روحانی ارتباط (۲)

روحانی ربط سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کی روح صاف و پاکیزہ اور روشن ہو جائے، اور اس کے دل سے ایمان و اخلاص پھوٹ سکے، اور اس کی نفس پاکیزگی و روحانیت کی فضا میں بندگی کی معراج کو پہنچ جائے، اسلام نے مسلمان کو مختلف قسم کے روحانی رابطوں سے مربوط رکھنے کے لیے ایک خاص منہج اور نظام مقرر کیا ہے تاکہ مسلمان اپنی پاکیزگی و نور اور اخلاص و صفا کو ہمیشہ ہمیشہ محفوظ رکھ سکے۔

اور وہ منہج و نظام درج ذیل ہے :

الف - بچے کو عبادت سے مربوط رکھنا :

اس لیے کہ حاکم اور ابوداؤد و حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اپنے بچوں کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں، اور نماز پڑھنے پر ان کو مارو جب وہ دس سال کے ہو جائیں اور ان کے پھونوں کو الگ الگ کر دو۔

اور نماز پر قیاس کرتے ہوئے بچہ کا تعلق روزے سے بھی قائم کیا جائے گا بشرطیکہ بچے میں روزہ رکھنے کی طاقت ہو، اسی طرح اگر باپ صاحب حیثیت ہو تو بچے کو حج سے بھی واقف کرائے، اور اگر مربی صاحب استطاعت ہو تو بچے کو زکاة سے بھی واقف کرائے۔

مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ بچہ کے یہ ذہن نشین کرادیں کہ اسلام میں عبادت صرف ان چاروں عبادات میں ہی محصور نہیں ہے بلکہ عبادت ہر اس نیک کام کو شامل ہے جس میں مسلمان آدمی اللہ کے نظام کو اختیار کرتا ہے، اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا مندی ہوتی ہے، عبادت کے اس عام معنی کا حاصل یہ نکلے گا کہ اگر تاجر اپنی تجارت میں اللہ کے نظام کے مطابق چلے گا اور خرید و فروخت میں حلال و حرام کا خیال رکھے گا اور اس سے مقصد اللہ کی رضا ہوگی تو ایسا تاجر بھی مؤمن بندہ میں شمار ہوگا۔

اس لیے ہر مربی پر لازم ہے کہ وہ بچے کو بچپن ہی میں خیر و شر کی بنیادی باتیں اور حلال و حرام اور حق و باطل کی نشانیاں اور علامتیں سمجھا دے تاکہ بچہ حلال کو اختیار کرے اور حرام سے بچے، بچنے کی اس طرح سے رہنمائی کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس رہنمائی کے مطابق ہے جو آپ نے مریدوں کو کی ہے، چنانچہ ابن جریر و ابن المنذر روایت

کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((اعملوا بطاعة الله ، واتقوا معاصي الله ،
وصروا اولادكم بامثال الاوامر واجتناب
النواهي ، فذلك وقاية لهم ولكم من
النار)) .

اللہ کی طاعت اختیار کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو
اور اپنے بچوں کو احکامات بجا لانے اور منہ پر چیزوں سے
رکنے کا حکم دیا کرو یہ ان کے اور تمہارے جہنم سے
بچنے کا ذریعہ ہے۔

لہذا اے مری محترم! بچے کا جب شروع ہی سے عبادت سے اس عمومی و خصوصی مفہوم کے ساتھ ربط ہوگا۔ اور
ان کے ادا کرنے کا عادی ہوگا، اور بچپن سے ہی اپنے فرض کو ادا کرتا ہوگا۔ اور اسی طرح جب اللہ کی اطاعت اور اس
کے حقوق کی ادائیگی اور اس کے شکر ادا کرنے اور اس کے نظام کو اپنانے کی تربیت پائے گا تو وہ بھی واقعی ایک صحیح
متوازن انسان اور مخلص شخص ہوگا جو دنیا میں ہر صاحب حق کے حق کو ادا کرے گا۔ اور اپنے اخلاق و معاملات اور
چال چلن و کردار میں دوسروں کے لیے بہترین نمونہ و مقتدی بنے گا۔ بلکہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف
انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔ اس لیے کہ وہ ہدایت، دین حق اور راہ راست پر قائم ہوگا۔

ب۔ بچے کا قرآن کریم سے ربط پیدا کرنا:

اس لیے کہ طبرانی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
اپنے بچوں کو تین خصلتوں کا عادی بناؤ: اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت، اور ان کے اہل بیت کی محبت
اور قرآن کریم کی تلاوت، اس لیے کہ حاملین قرآن اس روز انبیاء و مقرب بندوں کے ساتھ اللہ کے عرش کے سایے
میں ہوں گے جس روز اس کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

* علامہ ابن خلدون نے اپنی کتاب ”مقدمہ“ میں بچوں کو قرآن کریم حفظ کرانے اور اس کی تعلیم دینے کی اہمیت
ذکر کی ہے۔ اور یہ واضح کیا ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں میں قرآن کریم کی تعلیم ہی تمام تعلیمی نظام کی اساس و بنیاد ہے اس
لئے کہ یہ دین کے شعائر میں سے ایک ایسا شعار ہے جو عقیدہ کو مضبوط اور ایمان کو راسخ کرتا ہے۔

* ابن سینا نے کتاب ”السیاسة“ میں یہ نصیحت لکھی ہے کہ بچے میں جب جسمانی اور عقلی لحاظ سے استعداد و صلاحیت
پیدا ہو جائے۔ تو قرآن کریم کی تعلیم سے اس کی ابتدا کرنا چاہیے تاکہ بچپن سے ہی اصلی بنیادی عربی زبان اس کی گھٹی میں
پرٹ جائے، اور ایمان کی نشانیوں اس کی نفس میں راسخ ہو جائیں۔

* امام غزالی نے اپنی ”احیاء العلوم“ میں یہ وصیت کی ہے کہ بچے کو قرآن کریم اور احادیث اور نیک لوگوں کے واقعات
اور بعض دینی احکام کی تعلیم دینا چاہیے۔

اور ”ایمانی تربیت کی ذمہ داری“ کی فصل میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ پہلے زمانے کے لوگ اپنے بچوں کی تربیت

کالتنا اہتمام کیا کرتے تھے، اور ہمارے سمجھدار سلفِ صالحین اور ان کے والدین کس طرح اپنے بچوں کو اسٹاذ کے پاس بھیجتے تھے؟ چنانچہ یہ حضرات اسٹاذِ معلم کو سب سے پہلی نصیحت یہ کرتے تھے اور مشورہ یہ دیتے تھے کہ وہ ان کے بچوں کو قرآنِ کریم کی تعلیم دیں اور اسے یاد کرائیں، تاکہ ان کی زبان درست ہو اور روح میں بلندی اور دل میں خشوع پیدا ہو۔ اور آنکھوں میں آنسو آئیں اور ایمان و اسلام ان کی نفوس میں راسخ ہو جائے اور پھر وہ قرآن و اسلام کے سوا کسی چیز کو دستورِ نظام اور قانون نہ سمجھیں۔

اس لئے اے مری محترم! آپ کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ اس امت کے آخر کے لوگوں کی اصلاح بھی اسی سے ہوگی جس سے اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی، لہذا اگر اس امت کے پہلے لوگوں کی اصلاح قرآنِ کریم کی تلاوت اس پر عمل، اور اس کو اپنی زندگی میں عملی تطبیق دینے سے ہوئی، اور ان کو عزتِ اسلامی فکر اور اسلامی کردار اور حقیقی طور سے اسلام کو نافذ کرنے سے حاصل ہوئی تھی تو اس امت کے آخر زمانے کے لوگ بھی نہ اصلاح کے مرتبہ کو پہنچ سکتے ہیں اور نہ ان کو عزت حاصل ہوگی مگر یہ کہ ہم اپنے بچوں کا تعلق قرآنِ کریم سے پیدا کریں۔ ان کو اسے سمجھائیں، یاد کرائیں، تلاوت کرائیں، تفسیر پڑھائیں، اور اس کے ذریعہ ان میں نشوع پیدا کریں، اور عمل کرائیں اور کردار اس کے مطابق بنوائیں، اور ان سے اس کے احکامات پر عمل کرائیں، اگر ہم نے یہ کر لیا تو ہم اس موجودہ دور میں قرآن پر عامل، مؤمن، نیک، متقی قوم پیدا کر دیں گے جس کے ذریعہ اسلام کو سر بلندی حاصل ہوگی، اور اس کی بلند و بالا ہمت و محنت سے عالم میں اسلامی حکومت کی بنیاد پڑے گی، اور اس کا محل تعمیر ہوگا، تاکہ وہ اپنی عزت و وقار اور قوت و طاقت اور ثقافت میں دوسری قوموں سے مقابلہ کر سکے۔

اس لیے اے مری محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ اپنی اولاد اور بچیوں کے لیے ایسے آدمی کو مہیا کر دیں جو انہیں قرآنِ کریم کی تعلیم دے خواہ تعلیم قرآن گھر میں آکر دے یا مسجد میں یا قرآنِ کریم کی تعلیم کے مراکز میں سے کسی مرکز میں۔ اور آپ یہ یاد رکھیے کہ اگر آپ نے یہ فریضہ صحیح طریقے سے ادا کر دیا تو پھر آپ واقعہً اپنی وہ ذمہ داری پوری کرنے والے شمار ہوں گے جو آپ پر آپ کے بچے کے سلسلہ میں عائد ہوتی ہے، اور آپ اپنے بچے کو روحانی و فکری اور تلاوت و عمل و احکام کے اعتبار سے قرآنِ کریم کے ساتھ مرتبط کرنے والے ہوں گے۔

اگر آپ نے یہ کر لیا تو جب آپ کا بچہ اپنی دونوں آنکھیں کھولے گا تو وہ قرآنِ کریم کے بنیادی احکام کے سوا کسی ایسے قانون کو نہیں جانتا ہوگا جس پر اس کا عقیدہ ہو اور وہ قرآنِ کریم کی شریعت کے سوا کسی ایسی شریعت کو نہ جانتا ہوگا جس سے قانون یا جائے اور وہ اپنی روح کے لیے نسخہ شفاء و کامیاب مرہم اور اپنی نفس کا علاج سوائے قرآنِ کریم اور اس کی آیات کو نشوعِ مخصوص سے پڑھنے کے کسی اور تہذیب کو نہ سمجھے گا، جب یہ صورت حال متحقق ہو جائے گی تو آپ اپنے بچے کی روحانی اور ایمانی و اخلاقی تیاری کی منزل مقصود کو پہنچ جائیں گے، بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے ہوگا جس کی طرف

انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت اور حق اور راہِ راست پر قائم ہوگا۔
ج۔ بچے کو اللہ کے گھروں کے ساتھ مربوط کرنا؛

اس لیے کہ ترمذی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جب تم کسی شخص کو مسجد جانے آنے کا مادی دیکھو تو اس کے مؤمن ہونے کی گواہی دو“ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿إِنَّمَا يَعْزَمُ مَسْجِدًا اللَّهُ مَنْ آمَنَ بِاللهِ
 وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ ۖ﴾۔ التوبہ - ۱۸
 اللہ کی مسجد میں وہی آباد کرتا ہے جو ایمان لایا اللہ
 پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو۔

مرتب محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مسجد اسلام کی نظر میں ان اہم ترین ستونوں میں سے ہے جس پر سابقہ تمام ادوار میں فرد مسلم کی تیاری اور اسلامی معاشرہ کی تعمیر کا دار و مدار رہا ہے، اور مسلمانوں کے دورِ حاضر اور مستقبل میں بھی مسجد افراد و معاشرے کی تعمیر میں بنیادی اساسی ارکان میں سے رہی ہے اور رہے گی۔ اس لیے کہ مسجد کے بغیر نہ آپ کے بچے کی روحانی و ایمانی تربیت ہو سکتی ہے اور نہ اخلاقی و معاشرتی تعمیر، اور مسجد کے بغیر نہ آپ اللہ اکبر کی وہ آواز سن سکتے ہیں جو آسمان دنیا تک پہنچتی ہے اور جذبات کو جھنجھوڑتی اور دلوں کو حرکت دیتی ہے اور نہ ہی آپ کے پڑوسی اس عظیم الشان آواز کو سن سکتے ہیں۔

اور مسجد کے بغیر مسلمان کو وعظ و نصیحت اور وہ کلمہ حق سنا نصیب نہیں ہو سکتا جس کا اثر اس کی نفس و روح پر ہوتا ہے، اور جس کے اثر سے اس کے احساسات و شعور میں ہیجان پیدا ہو جاتا ہے۔
 اور مسجد کے بغیر مسلمان دین کے احکام، اور دنیوی تنظیم و ترتیب، اور حلال و حرام امور، اور زندگی گزارنے کا طرز و نظام، اور شریعت کی باریکیاں نہیں جان سکتا۔

اور مسجد کے بغیر عام مسلمان مشرق و مغرب کے مسلمانوں کے حالات و مصائب اور پریشانیاں اور حاجات نہیں جان سکتا۔

اور مسجد کے بغیر مسلمان کے لیے یہ قطعاً ممکن نہیں کہ اپنے مسلمان بھائی کے ساتھ مہربانی و شفقت سے پیش آئے، اور ان دونوں کی نفوس محبت، شفقت و رحمت اور تعاون و اتحاد و ہمدردی کی بنیاد پر ایک دوسرے کا ساتھ دیں۔

اور کوئی مسلمان اپنے لیے مصیبت کے وقت کوئی دادرسی و غمخواری اور گھبراہٹ و پریشانی کے وقت کوئی المیہاں و سکون کی جگہ مسجد کے علاوہ نہیں پاتا۔

یہ مسجد کے بعض وہ اعمال و کام ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت اور آپ کے بعد آنے والے

حلفاء و حکام کے زمانے میں تھے۔

اور اگر مسلمان یہ چاہتے ہیں کہ اپنے اسلامی معاشرہوں کو ہر جگہ مضبوط و مستحکم بنائیں، اور صحیح راستے اور محبت و بنیاد پر رہیں اور قوت اور علم و ثقافت میں بہترین قوم بنیں اور بعد میں بھی وہی عزت و رفعت اور حکومت و مرتبہ اور تشخص قائم رکھ سکیں جو ابتداء میں شروع کے لوگوں نے قائم کیا تھا تو مسجد کو ہمیشہ اسی معیار پر رہنا چاہیئے۔

مرنی محترم! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ مسجد کے اہم ترین تقاضوں میں سے یہ ہے کہ اللہ کے ذکر کے ذریعے قلوب کو اطمینان و سکون حاصل ہو، نیسے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

((إذا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوا
قَالُوا: يَا رَسُولَ اللَّهِ وَمَا رِیَاضُ الْجَنَّةِ؟
قَالَ: حُلُقُ الذِّكْرِ))۔ جامع ترمذی

مرنی محترم! کیا آپ جانتے ہیں کہ مسجد کے اہم تقاضوں میں سے قرآن کریم کا درس و تدریس ہے؟ نیسے نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں:

((وَمَا اجْتَمَعَ قَوْمٌ فِي بَيْتٍ مِنْ بُيُوتِ اللَّهِ
يَتْلُونَ كِتَابَ اللَّهِ وَيَتَادَرُسُونَهُ بَيْنَهُمْ
إِلَّا نَزَلَتْ عَلَيْهِمُ السَّكِينَةُ، وَغُشِّيَتْهُمْ
الرَّحْمَةُ، وَحُفَّتْهُمْ الْمَلَائِكَةُ، وَذَكَرَهُمُ اللَّهُ
فِي مَنْ عِنْدَهُ))۔

صحیح مسلم

مرنی محترم! کیا آپ کو معلوم ہے کہ مسجد کے اہم اغراض میں سے جماعت کی نماز ہے؟ ملاحظہ فرمائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

((أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى مَا يَمْحُو اللَّهُ بِهِ الْخَطَايَا
وَيَرْفَعُ بِهِ الدَّرَجَاتِ؟ قَالُوا بَلَى
يَا رَسُولَ اللَّهِ! قَالَ: إِسْبَاغُ الْوُضُوءِ عَلَى
الْمَكَارِ، وَكَثْرَةُ الْخَطَا إِلَى الْمَسَاجِدِ
وَانْتِظَارُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الصَّلَاةِ))۔

کیا میں تم لوگوں کو وہ چیز نہ بتلاؤں جس سے اللہ تعالیٰ گناہوں کو معاف کرتے ہیں اور درجات بلند فرماتے ہیں؟ صحابہ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ضرور سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ تکلیف کے وقت وضو کا اچھی طریقے سے کرنا، اور مسجدوں کی جانب کثرت سے چل کر

فذلکم الرباط))۔
 صبحِ مسلم
 جانا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا
 یہ قلعے ہیں۔

مسجد جانے آنے اور اس کی طرف ہر وقت رجوع کرنے میں جو فوائد ہیں یعنی درجات کی بلندی اور گناہوں کی معافی وہ اس کے علاوہ ہیں، ملاحظہ فرمائیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک:

((من تطهر فبیته ثم مضی الی بیت من بیوت اللہ لیقضی فربضۃ من فالض اللہ کانت خطواتہ إحداهما تحطُ خلیتہ والأخری ترفع درجۃ))۔
 صبحِ مسلم
 جس شخص نے اپنے گھر میں وضو کیا پھر اللہ کے گھروں میں کسی گھر کی طرف روانہ ہوا تاکہ وہاں اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرے تو اس کے قدموں میں سے ہر ایک قدم پر ایک گناہ معاف یہ جاتا ہے اور دوسرے قدم پر ایک درجہ بند ہوتا ہے

اور اس کے علاوہ مسجد جانے پر قیامت کے روز کامل و مکمل نور کی بشارت دی گئی ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مندرجہ ذیل فرمانِ عالی ملاحظہ فرمائیے:

((بشر المشائین فی الظلم إلی المساجد بالنور القام یوم القیامۃ))۔ ابو داؤد و ترمذی
 تاریکیوں میں مسجدوں کو جانے والوں کو قیامت کے دن کامل و مکمل نور کی بشارت دے دیجیے۔

مرتب محترم! مسجدوں کی جانب جانے والوں اور اس کی طرف رجوع کرنے والوں کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان احادیث و خوشخبریوں کی وجہ سے آپ خوب ہمت کیجیے، اور پختہ عزم کر کے اپنے بچوں کا اللہ کے گھروں سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کیجیے تاکہ مسجدوں میں ان کی ارواح کی تربیت اور عقلوں کی صفائی، اور نفوس کی تہذیب و ستھرائی ہو۔ اور پھر وہ اسلامی معاشرے کے افراد کے ساتھ مل کر اپنے اتحاد و وحدت کو ثابت کر سکیں۔

اگر آپ نے ایسا کر لیا اور اس دائمی تعلق کا خیال رکھا اور مسجد و گھر کا یہ تعلق دائمی ہو گیا، تو پھر آپ اپنے بیٹے کی روحانی، ایمانی و اخلاقی تعمیر میں اپنی مطلوبہ خواہش کو پہنچ جائیں گے، بلکہ پھر آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے ہوگا جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت اور دین حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

د۔ بچے کا اللہ کے ذکر سے رابطہ پیدا کرنا؛
 اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((فَاذْكُرُوا اللّٰهَ الَّذِیْ اٰذَنَکُمْ))۔ البقرہ۔ ۱۵۲

اور فرمایا:

اے ایمان والو! اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور

((يٰۤاَيُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ الَّذِیْ

صبح و شام اس کی تسبیح کرتے رہو۔

كَثِيرًا ۚ وَسَيَحْكُمُ بَيْنَكُمْ وَاصْبِلَا ۝۱۰۴ الاحزاب۔ ۱۰۴
اور فرمایا:

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہوئے۔

((فَإِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلَاةَ فَادْكُرُوا اللَّهَ قِيَمًا وَتَعُوذًا وَ عَلَى جُنُوبِكُمْ ۝۱۰۴ النساء۔ ۱۰۴))

اور ان کے علاوہ اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی اور دیگر بہت سی آیات مبارکہ۔ اور اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

((مثل الذی یدکر ربہ والذی لا یدکر اللہ مثل الحی والمیت))۔ صحیح بخاری

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بہت سی اقوام کو موتیوں کے منبروں پر بٹھائے گا۔ ان کے پہروں پر نور برسے گا جو گا سب لوگ ان پر رشک کریں گے، وہ لوگ نہ انبیاء ہوں گے نہ شہید ہوں گے، ایک ہونگے بن جو کر عرش کرنے لگے اے اللہ کے رسول ان کے اوصاف بتائیے تاکہ ہم انہیں پہچان لیں، تو آپ نے ارشاد فرمایا: وہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے لیے باہمی محبت کرتے ہیں اور مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں کے لوگ ہیں جو اللہ کے ذکر کے لیے جمع ہوتے ہیں اور اس کا ذکر کرنے لگتے ہیں۔

((لیبعثن اللہ اقواماً یوم الیمامة فی وجوہہم النور علی منابر للؤلؤ یغلمہم الناس لیسوا بانبیاء ولا شہداء))
مجنا اعرابی علی رکتیہ فقال یا رسول اللہ حلہم لنا عرفہم، قال: ((ہم المتحابون فی اللہ من قبل شتی وبلا دشتی یجتمعون علی ذکر اللہ یدکرونہ))۔

معجم طبرانی

اور آپ نے ارشاد فرمایا:

بندہ مجھ سے جیسا گمان کرتا ہے میں اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں، اور جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، پھر اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے کسی جماعت میں یاد کرتا ہے تو میں اسی جماعت میں یاد کرتا ہوں جو ان سے بہتر ہوتی ہے، اور اگر

((أنا عند ظن عندی بی، وأنا معہ إذا ذکرنی، فإن ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی، وإن ذکرنی فی ملا ذکرته فی ملا خیر منہم، وإن تقرب منی شبراً تقربت إلیہ ذراعاً، وإن تقرب إلی ذراعاً تقربت منہ باعاً،

وَابْتَغِ الْاٰتِيَ يَحْشَىٰ اٰتِيَةً
ہرولہ»۔

بخاری و مسلم

وہ مجھ سے ایک باشت قریب ہوتا ہے تو میں اس کے
ایک ہاتھ قریب ہوتا ہوں، اور اگر وہ مجھ سے ایک ہاتھ
قریب ہوتا ہے تو میں اس سے ایک باشت (یعنی دو ہاتھ
پھیلانے کی مقدار) قریب ہوتا ہوں اور اگر وہ میری طرف
چل کر آتا ہے تو میں اس کی طرف دوڑ کر آتا ہوں۔

ذکر کا مطلب یہ ہے کہ مومن کو جو حالات پیش آتے ہیں ان سب میں اللہ جل شانہ کی عظمت و بڑائی کا استحضار
کرے چاہے یہ استحضار ذہنی ہو یا قلبی، نفسی ہو یا زبانی یا فعلی، چاہے کھڑے ہونے کی حالت میں ہو یا بیٹھنے کی حالت
میں، لیٹنے کی حالت میں یا زمین پر چلنے کی حالت میں، قرآن کریم کی آیات پر غور کرنے، یا نصیحت کے سننے، یا اللہ
کی شریعت کو حکم بنانے میں، یا کسی ایسے کام کے کرنے میں جس سے مومن کا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہو، قرآن کریم
نے مختلف مناسبتوں پر ذکر کے یہی معنی بیان کیے ہیں۔

چنانچہ ذہنی نفسی ذکر کے بارے میں قرآن کریم میں ارشاد ہے،

((رَجُلًا لَا تُلَیْهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ
اللّٰهِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَآتٰ الزَّكٰوةَ يَخَافُوْنَ
یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ))۔

النور۔ ۳۷

اور قلبی ذکر کے بارے میں ارشادِ ربانی ہے،

((الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَتَظْمِنُ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ
اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَظْمِنُ الْقُلُوْبُ))۔

الرعد۔ ۲۸

وہ لوگ جو ایمان لائے اور ان کے دل چین پاتے ہیں اللہ
کی یاد سے، سن لیجیے اللہ کی یاد ہی سے دل چین پاتے
ہیں۔

اور قرآن کریم کی تمام وہ آیات جن میں اللہ جل شانہ کے ذکر کا حکم دیا گیا ہے ان کے مضمون میں لسانی ذکر سب
سے پہلے داخل ہے، اس لیے کہ اس ذکر سے ذکرِ لفظی سب سے پہلے مراد ہوتا ہے اور حکم بھی اس کا ہوتا ہے، اس
کی مزید تاکید حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس حدیث سے ہوتی ہے جسے ابن ماجہ وابن جبان نے روایت کیا
ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ عز وجل فرماتے ہیں: میں اپنے بندے کے ساتھ ہوتا ہوں
جب وہ میرا ذکر کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر کے لیے حرکت کرتے ہیں، اور ترمذی حضرت عبد اللہ بن
بُسر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول اسلام کے احکامات

بہت زیادہ ہیں، آپ مجھے کوئی ایسی چیز بتلا دیجیے کہ جسے میں خوب مضبوطی سے تھام لوں، تو آپ نے ارشاد فرمایا :

((لا يزال لسانك رطبا بذكر الله)) . تمہاری زبان ہر وقت اللہ کے ذکر سے تر رہنا چاہیے۔

ذکرِ سانی میں وہ تمام ماثور دعائیں بھی داخل ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح سند سے مروی ہیں یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور سلف صالحین رحمہم اللہ سے مروی ہیں، خواہ ان کا تعلق صبح و شام کی دعاؤں سے ہو، یا کھانا کھانے اور اس سے فارغ ہونے کی دعا سے، وہ سفر و اقامت کی دعائیں ہوں یا گھر میں داخل ہونے اور وہاں سے نکلنے کی یا سونے اور جاگنے کی دعائیں ہوں یا تہجد اور دنیا کی مخلوقات کو دیکھ کر پڑھنے کی دعائیں ہوں، اسی طرح ذکرِ سانی میں اللہ سے وہ فریاد رسی اور استغفار بھی داخل ہے جس کا قرآن کریم میں تذکرہ ہے اور جو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔

اور فعلی ذکر کے سلسلہ میں قرآن کریم میں ارشاد باری ہے :

((فَإِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِنْ فَضْلِ اللَّهِ وَاذْكُرُوا اللَّهَ كَثِيرًا لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ)) . الجمعہ - ۱۰

پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو، اور اللہ کو بکثرت یاد کرتے رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

اور ذکر کے عمومی و کلی معنی کے لحاظ سے قرآن کریم میں ارشاد ہے :

((إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَالاختلافِ الْآيَاتِ وَالنَّهَارِ آيَاتٍ لِأُولِي الْأَلْبَابِ ۚ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللَّهَ قَلِيلًا وَقَعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هَذَا بَاطِلًا ۖ سُبْحَنَكَ فَقَمْنَا عَذَابَ النَّارِ)) .

بے شک آسمان اور زمین کا بنانا اور رات دن کا آنا جانا اس میں عقل والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔ وہ جو یاد کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کھڑے پر لیٹے، اور فکر کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں اے ہمارے رب آپ نے یہ عبت نہیں بنایا، آپ پاک ہیں سب عیبوں سے، سو ہم کو دوزخ کے عذاب سے بچا لیجیے۔

آل عمران - ۱۹۰-۱۹۱

✽ ذکر میں قرآن کریم کی تلاوت بھی شامل ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((إِنَّا نَحْنُ نُزِّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ)) الحجر - ۹

ہم نے یہ نصیحت آداری ہے اور ہم ہی اس کے نگہبان ہیں۔

لے اذکار و دعاؤں کے لیے مندرجہ ذیل کتب ملاحظہ فرمائیں : ۱۔ امام نووی کی کتاب الاذکار - ۲۔ امام شہید کی کتاب المآثورات - ۳۔ شیخ عبد اللہ سراج الدین کی کتاب "الادعية والاذکار" نیز مولانا تھانوی رحمہ اللہ کی "مناجات مقبول" اور مولانا عاشق الہی صاحب کی "مسنون دعائیں"۔

✽ ذکر میں علم حاصل کرنا اور علماء سے پڑھنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

«فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ» (الانبیاء۔)

✽ ذکر سے مقصود اللہ کی عبادت ہی ہے اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلَاةِ مِنْ

يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَى ذِكْرِ اللَّهِ» (الجمعة۔ ۹)

مرتبہ محترم! آپ سمجھ گئے کہ ذکر سے کیا مراد ہے؟ کیا آپ نے یہ جان لیا کہ ذکر کسی ایک حالت کے ساتھ خالص نہیں ہے، اور اس کا مفہوم کسی مخصوص معین طریقہ کے ساتھ مختص نہیں ہے؟ کیا آپ نے یہ محسوس کر لیا کہ ذکر ایک ایسی نفسیاتی حالت ہے جو مومن کو اس مقام تک پہنچا دیتی ہے کہ وہ ہمیشہ اللہ کی عظمت کا استحضار رکھے۔

جب آپ نے یہ جان لیا اور سمجھ لیا تو پھر آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ کے بچے کی تربیت ان خطوط و معانی پر ہو کہ اسے ہر وقت اللہ کی عظمت کا استحضار رہے تاکہ وہ اللہ سے تنہائی میں بھی ڈرے اور ظاہری طور پر بھی، اور اٹھنے بیٹھنے میں بھی اور چلتے پھرتے بھی، اور حالتِ سفر میں بھی اور حالتِ اقامت میں بھی، اور کوچ کرنے میں بھی اور مقیم رہنے میں بھی، اور حالتِ جنگ میں بھی اور حالتِ اقامت میں بھی، اور گھر میں بھی اور بازار میں بھی اور ہر جگہ تاکہ وہ ان لوگوں میں سے بن جائے جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں مراد لیا ہے:

«إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ

قُلُوبُهُمْ وَإِذَا سُلِّيَتْ عَنْهُمْ أَمَانَةُ

زَادَتْهُمْ أَيْمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ»

ایمان والے وہ ہیں کہ جب اللہ کا نام آئے تو ان کے دل

ڈر جائیں، اور جب ان پر اس کا کلام پڑھا جائے تو ان

کا ایمان زیادہ ہو جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر بھروسہ

رکھتے ہیں۔

انفال۔ ۲

واقعی اگر اللہ تعالیٰ کا ذکر بچے میں جاگزیں ہو جائے، اور اللہ کی ذات کے مراقبہ کی کیفیت اس میں راسخ ہو جائے تو بچہ عبادت گزار، نیک صالح اور اللہ کی طرف رجوع کرنے والا بااخلاق و باوقار بنے گا، اور نہ کسی معصیت میں گرفتار ہوگا اور نہ کسی فاحشہ و برائی کا ارتکاب کرے گا، اور نہ کوئی گناہ کرے گا، اور بخدا بچے میں تقویٰ و نیکی کی منتہی یہی ہے۔ واقعی اسلام کا تربیت کا نظام اور طریقہ کتنا عظیم و زبردست ہے، اگر اس کی بتلائے ہوئے طریقہ پر مربی چلیں اور والدین و معلمین ان کے قواعد کو لازم پکڑ لیں تو بہت بڑا کام ہو سکتا ہے۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ ذکر کے مختلف اقسام و انواع کے ان معانی کے مطابق اپنے بچے کی تربیت کریں جن کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے، تاکہ آپ کا بچہ اخلاص، تقویٰ، اللہ جل شانہ کے مراقبے اور ہر حالت میں اس کی عظمت کے استحضار کی کیفیت پر بڑھے، اگر آپ نے یہ کر لیا تو آپ اس منزلِ مقصود کو پہنچ جائیں گے جو آپ

نے اپنے بچے کی روحانی تعمیر اور ایمانی و اخلاقی تیاری کے سلسلہ میں مقرر کر رکھی ہے، بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کہا جاتا ہے، اس لیے کہ وہ ہدایت اور دین حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

۵۔ نوافل کے ساتھ بچے کا ربط پیدا کرنا:

اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

«وَمِنَ الْبَيْتِ فَتَهَجِّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَنِّي أَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا».

بنی اسرائیل۔ ۹۰

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

«وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ شَبْرًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ ذِرَاعًا، وَمَنْ تَقَرَّبَ إِلَيَّ ذِرَاعًا تَقَرَّبْتُ إِلَيْهِ بَاعًا، وَإِذَا أَقْبَلَ إِلَيَّ يَمْشِي أُقْبِلْتُ إِلَيْهِ أَهْرُولًا».

بخاری و مسلم

اور اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّي لِلَّهِ تَعَالَى فِي كُلِّ يَوْمٍ اثْنَتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيضَةِ إِلَّا بَنَى اللَّهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ» صحیح مسلم

کوئی ایسا مسلمان بندہ نہیں جو اللہ کے لیے ہر روز فرض کے علاوہ بارہ رکعات نفل پڑھے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر بناتا ہے۔

نفل سے مراد فرض کے علاوہ عبادت ہے جس کے لیے بہت سی مناسبات و مواقع ہیں اور اگر میں اپنے مربی بھائی کو نفل نماز روزے کی اہم اقسام یا دودلادول تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے، تاکہ وہ خود بھی اس پر عمل کرے اور اپنی اولاد اور اہل و عیال کو بھی اس کا عادی بنائے:

الف۔ نفل نمازیں

۱۔ چاشت کی نماز: اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

تم میں سے ہر شخص کی ہڈیوں کے جوڑ پر ایک صدقہ واجب ہو جاتا ہے، اور اس کی طرف سے وہ دو رکعتیں کفایت

کرتی ہیں جو تم میں سے کوئی شخص چاشت کے وقت پڑھتا ہے۔

اور امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے، اور جتنی پہلے سے رکعات کی تعداد بڑھایا کرتے تھے۔

اور امام مسلم حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آٹھ رکعات پڑھا کرتے تھے، تو ان تین روایات سے یہ معلوم ہوا کہ چاشت کی نماز کی کم از کم دو رکعتیں ہیں اور درمیانہ درجہ چار رکعات اور افضل آٹھ رکعتیں ہیں اس لیے آدمی جتنی رکعات چاہے پڑھے، اس نماز کا وقت سورج نکلنے کے آدھ گھنٹے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ظہر سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل ختم ہو جاتا ہے۔

۲۔ نمازِ اوابین: یہ مغرب کے بعد چھ رکعات ہیں، اس لیے کہ ابن ماجہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے مغرب کے بعد چھ رکعات، اس طرح چھیں کہ ان کے دوران کوئی بری بات نہ کی تو یہ چھ رکعات بارہ سال کی عبادت کے برابر ہوتی ہیں، اگر کوئی شخص دو رکعتیں پڑھے تب بھی کافی ہے۔

۳۔ تحیۃ المسجد: اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں داخل ہو تو اس وقت تک نہ بیٹھے جب تک دو رکعت نہ پڑھے۔

۴۔ وضو کے بعد کی دو رکعتیں: اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال سے فرمایا: مجھے وہ عمل بتلاؤ جو اسلام قبول کرنے کے بعد تمہیں سب سے زیادہ امید دلانے والا ہو، اس لیے کہ میں نے جنت میں اپنے آگے تمہارے جو توں کی آواز سنی ہے، انہوں نے عرض کیا کہ میں نے کوئی عمل ایسا نہیں کیا جس سے مجھے سب سے زیادہ توقع وابستہ ہو سوائے اس کے کہ دن و رات میں جب بھی میں نے وضو کیا تو اس کے بعد اللہ نے مجھے جتنی توفیق دی اتنی نماز ضرور پڑھ لی۔

۵۔ تہجد: اس لیے کہ ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: فرض نماز کے بعد سب سے افضل نماز تہجد کی نماز ہے۔

اور مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کو ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے کہ جسے کوئی مسلمان آدمی ایسی حالت میں نہیں پاتا کہ وہ دنیا و آخرت کے امور میں سے کسی خیر کو مانگتا ہو مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اسے وہ عطا فرمادیتے ہیں اور یہ معاملہ ہر رات کو ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: رات

کے قیام کو لازم پکڑو اس لیے کہ یہ نیک و صالح لوگوں کی عادت ہے، اور یہ سب تمہارے رب سے قریب کرنے کا ذریعہ ہے، اور برائیوں کا کفارہ ہے، اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔
تہجد کی کم از کم تعداد دو رکعتیں ہیں۔ اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے، نوافل میں سب سے افضل تہجد کی نماز ہے اس لیے کہ اس میں اخلاص زیادہ ہوتا ہے۔

۶۔ نماز تراویح: جس کی بیس رکعتیں دس سلاموں کے ساتھ رمضان کی ہر رات کو پڑھی جاتی ہیں، تراویح عشاء کی فرض نماز کے بعد جماعت کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس لیے کہ بیہقی حضرت سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: وہ حضرت (صحابہ) حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور میں رمضان میں بیس رکعات پڑھا کرتے تھے، اور سو سو آیتیں پڑھتے تھے، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں طویل قیام کی وجہ سے عصا (چھڑی) پر ٹیک لگایا کرتے تھے۔

۷۔ نماز استسحارہ: دو رکعتیں پڑھ کر وہ دعا پڑھی جاتی ہے جسے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے اور بخاری نے نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَغِیْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاسْتَقْدِرُكَ
بِقُدْرَتِكَ وَاسْأَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِیْمِ
فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ
وَاَنْتَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ
تَعْلَمُ اَنَّ هَذَا الْاَمْرَ خَیْرٌ لِّیْ فِیْ دِیْنِیْ
وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ فَاقْدُرْهُ لِیْ
وَيَسِّرْهُ لِیْ ثُمَّ بَارِكْ لِیْ
فِیْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ
اَنَّ هَذَا الْاَمْرَ شَرٌّ لِّیْ فِیْ
دِیْنِیْ وَمَعَاشِیْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِیْ
فَاَصْرِفْهُ عَنِّیْ وَاصْرِفْهُ عَنِّیْ
وَاقْدُرْ لِیْ الْخَیْرَ حَیْثُ
كَانَ ثُمَّ رَضِّنِیْ بِہِ

اے اللہ میں آپ سے مشورہ کرتا ہوں آپ کے علم عظیم
کے ذریعہ سے، اور میں آپ کی قدرت عظیمہ سے قدرت
طلب کرتا ہوں، اور میں آپ سے آپ کے عظیم فضل کا
سوال کرتا ہوں، اس لیے کہ آپ قادر ہیں کسی چیز پر
قادر نہیں، اور آپ جانتے ہیں میں نہیں جانتا، اور آپ
غیب جاننے والے ہیں، اے اللہ اگر آپ یہ جانتے ہیں
کہ یہ کام میرے لیے میرے دین اور دنیا اور انجام کا
کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر فرمادیجیے
اور اس کو میرے لیے آسان فرمادیجیے، پھر اس پر
میرے لیے برکت دے دیجیے، اور اگر آپ یہ سمجھتے
ہیں کہ یہ کام میرے لیے میرے دین و دنیا اور انجام کا
کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے بھیر دیں اور مجھے اس سے بھیر دیں
اور جہاں بھی خیر ہو اس کو میرے لیے مقدر فرمادیں،
پھر مجھے اس پر راضی کر دیں۔

دعا میں جب خط کشیدہ الفاظ هَذَا الْأَمْرُ پر پہنچے تو (دل میں) اس ضرورت کا نام لے لے جس کے لیے استخارہ کر رہا ہے پھر اس کے بعد جس طرف طبیعت کا انشراح ہو وہ کر لے خواہ اس کام کے کرنے کی طرف طبیعت راغب ہو یا اس کے چھوڑنے کی طرف۔

۸۔ نماز حاجت : دو رکعتیں پڑھی جاتی ہیں پھر ان کے بعد مندرجہ ذیل سنون و ماثور دعا پڑھی جاتی ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ سُبْحَانَ
اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ الْحَمْدُ لِلَّهِ
سَرِّ الْعَالَمِينَ أَسْأَلُكَ هَوَاجَاتِ
رَحْمَتِكَ وَعِزَّائِمَ مَغْفِرَتِكَ وَ
الْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ وَالسَّلَامَةَ مِنْ
كُلِّ إِثْمٍ لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا عَفَرْتَهُ
وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجْتَهُ وَلَا حَاجَةً
هِيَ لَكَ رِضًى إِلَّا تَقَبَّلْتَهَا يَا
أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔ جامع روزے

نہیں ہے کوئی معبود سوائے حلیم و کریم اللہ کے پاک
ہے اللہ جو کہ رب ہے عظیم عرش کا تمام تعریفیں ہیں اس
اللہ کے لیے جو پروردگار ہے تمام جہان کا، میں آپ سے
سوال کرتا ہوں ایسے اعمال کا جو آپ کی رحمت کے موجب
ہوں اور آپ کی مغفرت لازم کرنے والے اور ہر نیکی میں
سے کچھ حصہ، اور ہر گناہ سے سلامتی و حفاظت کا، آپ
میرا کوئی گناہ نہ چھوڑیں مگر یہ کہ اس کو معاف فرمادیں،
اور نہ کسی پریشانی کو مگر یہ کہ اسے دور فرمادیں اور نہ کوئی
ایسی حاجت جس میں آپ کی رضا ہو مگر یہ کہ آپ —
اسے پورا فرمادیں اے ارحم الراحمین (تمام رحم کرنے
والوں سے زیادہ رحم کرنے والے)۔

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اور آپ کی
طرف آپ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نبی رحمت کے
ذریعہ متوجہ ہوتا ہوں، اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم، میں
آپ کے ذریعہ اپنے رب کی طرف اپنی حاجت و ضرورت
میں متوجہ ہوتا ہوں تاکہ میری حاجت پوری ہو جائے
اے اللہ ان کی سفارش میرے لیے قبول فرمایا لیجیے۔

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ وَأَتُوجِّهُ
إِلَيْكَ بِنَبِيِّكَ مُحَمَّدٍ نَبِيِّ الرَّحْمَةِ
يَا مُحَمَّدُ إِنِّي تَوَجَّهْتُ بِكَ إِلَى رَبِّي
فِي حَاجَتِي لِنَقْضِي لِحُ. اللَّهُمَّ
فَسَفِّعْهُ لِي»۔

❖ ❖ ❖

ب۔ نفل روزے :

نفل روزہ کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام مسلم نے اپنی صحیح میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت
کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ کا کوئی ایسا بندہ نہیں جو اللہ کے راستے میں ایک دن کا بھی روزہ رکھے
مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس دن کی وجہ سے اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال دور فرمادیتے ہیں

روزے کی بہت سی اقسام و انواع ہیں:

۱۔ عرفہ (نویں ذوالحجہ) کا روزہ: اس لیے کہ مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عرفہ کے دن کا روزہ، مجھے اللہ سے امید ہے کہ اس سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

۲۔ عاشوراء (دس محرم) اور نو محرم کا روزہ: اس لیے کہ مسلم حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ عاشوراء کے دن کا روزہ، اللہ سے مجھے امید ہے کہ اس سے ایک سال قبل و ایک سال بعد کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا: اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو نو محرم کا بھی روزہ رکھوں گا۔ یہ بھی درست ہے کہ عاشوراء کے ساتھ گیارہ محرم کا روزہ رکھ لیا جائے جیسا کہ آئندہ مسند احمد کی روایت میں آ رہا ہے، اور اس ایک اور روزے کے ملانے کی حکمت یہ ہے کہ یہودی کی مخالفت ہو جائے، تاکہ امت اسلامیہ اپنی عبادت میں دوسروں سے ممتاز رہے، امام احمد بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: عاشوراء کا روزہ رکھو اور یہودی کی مخالفت کرو، اور اس سے ایک روز پہلے کا روزہ رکھو یا اس کے بعد کے دن کا روزہ رکھو۔

۳۔ شوال کے چھ روزے: اس لیے کہ مسلم حضرت ابویوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے ماہ شوال کے رکھے تو یہ ایسا ہے کہ گویا پورے سال بھر کے روزے رکھے۔

۴۔ ایام بیض کے تین روزے: اس لیے کہ ترمذی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم جب مہینہ میں تین دن کے روزے رکھو تو تیرہ چودہ اور پندرہ تاریخ کے روزے رکھا کرو۔

۵۔ پیر اور جمعرات کا روزہ: اس لیے کہ ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان دو دنوں کے روزے رکھتے تھے، اور آپ سے جب اس کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: پیر و جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں کہ میرے اعمال ایسی حالت میں پیش کیے جائیں کہ میں روزہ دار ہوں۔

لہذا ایام بیض پانچ کے مہینہ کی تیرہویں چودھویں اور پندرہویں تاریخ کو کہتے ہیں، ان کو بیض اس لیے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں آسمان چاند کی روشنی سے نکشن ہوتا ہے۔

۶۔ ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن افطار کرنا: (یعنی روزہ رکھنا) اسے صوم داؤدی کہتے ہیں اس لیے کہ بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ ایک دن روزہ رکھو اور ایک افطار کرو (یعنی روزہ نہ رکھو) یہی حضرت داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور یہ افضل ترین روزہ ہے۔

اس کے علاوہ اور وہ دن اور مہینے جن میں روزہ رکھنا احادیث سے ثابت ہے، یاد رہے کہ جو شخص نفل روزہ رکھے تو اس کے لیے کسی وجہ سے روزہ افطار کرنا جائز ہے البتہ اس کی قضا رکھنا واجب ہے۔
یہ وہ اہم نوافل ہیں جن کا احادیث مبارکہ سے ثبوت ملتا ہے، اور یہ ان عظیم نیک کاموں میں سے ہیں جو بندہ کو اللہ تعالیٰ سے قریب کرتے ہیں اور اس کے نفس میں تقویٰ کا احساس اور یقین کی طمانیت اور ایمان کی علاؤ راسخ کرتے ہیں۔

اس لیے اے مہربان محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ آپ خود اپنے عمل سے بچوں کے لیے شاندار نمونہ پیش کریں، اور خود نفل نماز و روزے کو اختیار کریں تاکہ وہ آپ سے سیکھیں اور آپ کی اقتداء کریں، اور اپنے عمل کے ساتھ ساتھ ان کی رہنمائی بھی کریں اور پند و موعظت اور نصیحت بھی کریں، اس لیے کہ نوافل کے اجر و ثواب حاصل کرنے اور نوافل کو عمل میں لانے کی دعوت دینے سے آپ دیکھیں گے کہ آپ کے اہل و عیال اور بچے نفل نماز و روزے کے عادی بنیں گے، اور مخصوص اوقات اور مخصوص دنوں میں ان نوافل کو عملی تطبیق دیں گے اور عملی جامہ پہنائیں گے۔

بہذا نوافل کے ساتھ یہ ارتباط بچے کی ایمانی و روحانی شخصیت سازی اور اخلاقی و نفسیاتی تیاری کے بڑے عوامل میں سے ہے بلکہ یہی وہ چیز ہے جو بچے میں اخلاص، تقویٰ، اللہ کے مراقبہ کی کیفیت پیدا کرتی ہے اور ہر حالت میں اللہ کی عظمت کے استحضار کا باعث بنتی ہے۔

اے مہربان محترم! اگر آپ نے یہ کر لیا تو آپ اس منزل مقصود کو پہنچ جائیں گے جو روحانی ربط اور ربانی شخصیت سازی کے لیے مطلوب و مقصود ہے، بلکہ آپ کا بچہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہدایت اور دین حق اور صراط مستقیم پر قائم ہوگا۔

و۔ بچے کا اللہ تعالیٰ جل شانہ کے مراقبہ سے ربط پیدا کرنا:

اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((الَّذِي يَرِيكَ جَنِينَ تَقُومُ ۖ وَ تَقْلُبُكَ فِي

الشَّجَرِ)) ۖ

الشَّجَرِ ۖ

اور فرمایا:

جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور نائیل کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو دیکھتا ہے۔

اور وہ تمہارے ساتھ ہے خواہ تم کہیں بھی ہو۔

«وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ»۔ الحدید: ۲۰

اور ارشاد فرمایا:

اللہ پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں۔

«إِنَّ اللَّهَ لَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ»۔ آل عمران: ۵

اور اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

اخلاص یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے تو وہ تو تم کو دیکھ ہی رہا ہے۔

«إِذَا أَحْسَنَ أَنْ تَعْبُدَ اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ فَإِنْ لَمْ تَكُن تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ»۔ صحیح مسلم

اور ارشاد فرمایا:

تم جہاں بھی ہو اللہ سے ڈرو، اور برائی کے بعد اچائی کر لیا کرو اس سے برائی مٹ جاتی ہے، اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔

«اتَّقِ اللَّهَ حَيْثُمَا كُنْتَ، وَاتَّبِعِ السَّبِيلَ الْحَسَنَ تَهْتَدِ إِلَىٰ سَوَاءٍ»۔ جامع ترمذی

اور ارشاد فرمایا:

عقلندہ ہے جو اپنی نفس کا محاسبہ کرے اور مرنے کے بعد کی تیاری کرے۔ اور عاجز وہ شخص ہے جو اپنی نفس کو خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ سے امید و آرزو میں لگائے بیٹھا رہے۔

«الْكَيْسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهُ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنْ اتَّبَعَ نَفْسَهُ هَوَاهَا وَتَمَنَّىٰ عَلَى اللَّهِ الْإِصْلَافَ»۔ جامع ترمذی

قرآن کریم کی آیات اور احادیث نبویہ کے اس مجموعے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان فرد کی تربیت کا اس بنیاد پر اہتمام کیا ہے کہ اس میں ظاہر و باطن اللہ کے مراقبہ کی کیفیت پیدا ہو، اور ہر حرکت و سکون میں اپنی نفس کا محاسبہ کرے، اور اقامت و سفر دونوں حالتوں میں اللہ کے ڈر کو محسوس کرے۔

اے ربی محترم! جب آپ اپنے بچے کے ساتھ یہ اسلوب اپنائیں گے، اور اس کی دل کی گہرائیوں میں مراقبہ محاسبہ اور تقویٰ کے بیج بویں گے، اور اس کو ہر کام میں اللہ کے مراقبہ اور ہر سوچ و چار میں اپنی نفس کے محاسبہ، اور احساس و شعور میں اللہ کے تقویٰ کو سامنے رکھنے کا عادی بنادیں گے تو پھر وہ اپنے تمام اعمال و اقوال اور تمام تصرفات میں صرف اللہ رب العالمین کے لیے پورے اخلاص سے کام کرنے کی تربیت پائے گا اور پھر وہ کوئی نیت اور کوئی کام بھی اللہ کی رضا کے علاوہ اور کسی غرض سے نہ کرے گا۔

اس طرح وہ ہر اچھے پاکیزہ شعور کی تربیت پائے گا۔ بلکہ وہ نفس کے آفات سے بچ جائے گا۔ پھر نہ وہ حسد کرے گا۔ نہ کینہ رکھے گا۔ نہ جھل خوری کرے گا۔ اور نہ فانی حقیر اشیاء سے فائدہ اٹھائے گا۔ اور اگر اسے کوئی شیطان خیالی یا نفسِ امارہ کا نفسانی کچوک لگے گا تو وہ فوراً یہ یاد کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ہے، اس کی باتیں بھی سن رہا ہے۔ اور اسے دیکھ بھی رہا ہے، اور فوراً وہ صاحبِ بصیرت اور نصیحت حاصل کرنے والا بن جائے گا:

﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ ظِلْفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ (الاعراف: ۲۰)

جن کے دل میں ڈر ہے۔ جہاں ان پر پرگیا شیطان کا گور چونک گئے پھر اسی وقت ان کو سوجھ آجاتی ہے۔

اس سے قبل اس کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی کی ”ایمانی تربیت کی ذمہ داری“ کی بحث میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ اللہ جل شانہ کے مراجعے کا اس طرح سے عادی بنانا یہ سلفِ صالحین کی عادت اور طریقہ تھا، لیجیے ہم آپ کے سامنے اس سے پہلے ذکر کردہ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری کا واقعہ بیان کیے دیتے ہیں جسے امام غزالی نے ”احیاء العلوم“ میں لکھا ہے۔ حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں کہ میں تین سال کا تھا اور رات کو جاگ جاتا تھا اور اپنے مامول محمد بن سوار کو نماز پڑھتے دیکھتا تھا، ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا: کیا تم اپنے اس اللہ کو یاد نہیں کرتے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے؟! میں نے پوچھا: میں اس کو کس طرح یاد کروں؟ انہوں نے فرمایا: جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو زبان ہلائے بغیر دل میں تین مرتبہ یہ کہا کرو:

اللَّهُ مَعِيَ . اللَّهُ تَاْخِرِي . اللَّهُ شَاهِدِي .

اللہ میرے ساتھ ہے، اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، اللہ میرا مشاہدہ کر رہا ہے۔

میں نے یہ کہنا شروع کر دیا پھر میں نے انہیں یہ بات بتلائی تو انہوں نے فرمایا: اب ہر رات کو سات مرتبہ یہ کلمات کہا کرو، میں نے سات مرتبہ کہنا شروع کر دیے، پھر ان کو بتلایا تو انہوں نے فرمایا: یہی کلمات ہر رات کو گیارہ مرتبہ کہا کرو، میں نے گیارہ مرتبہ کہنا شروع کر دیے، اور پھر میرے دل میں ان کی شیرینی اثر کر گئی، جب ایک سال گزر گیا تو میرے مامول نے مجھ سے فرمایا: میں نے تمہیں جو تعلیم دی ہے اس کو یاد رکھنا اور مرتے دم تک اس پر مداومت کرنا، اس سے تمہیں دنیا و آخرت دونوں میں فائدہ پہنچے گا، میں کئی سال تک اس پر مداومت کرتا رہا تو میں نے اس کی حلالت اپنے باطن میں محسوس کی، پھر ایک روز میرے مامول نے مجھ سے کہا اے سہل بتلاؤ جس کے ساتھ اس کا خدا ہر وقت موجود ہو، اور وہ اسے دیکھ رہا ہو، اور اس کا مشاہدہ کر رہا ہو، تو کیا ایسا شخص اس خدا کی نافرمانی کر سکتا ہے؟! اس لیے تم معصیت و گناہوں سے بچتے رہنا۔

اس صحیح رہنمائی اور مستقل مشق اور برحق ربانی تربیت کی وجہ سے حضرت سہل رحمہ اللہ اللہ کے نیک بندے اور بڑے عارف باللہ بن گئے۔

علامہ احمد رفاہی رحمہ اللہ اپنی کتاب ”البرہان المنوید“ میں لکھتے ہیں کہ خشیتِ خداوندی کی وجہ سے انسان اپنا محاسب کرتا ہے اور محاسبہ کی وجہ سے مراقبہ کی توفیق ملتی ہے اور مراقبہ کی بدولت انسان ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول رہتا ہے۔

اس لیے اے مری محترم آپ یہ کوشش کریں کہ آپ خود بھی اور آپ کے اہل و عیال بیوی بچے اللہ سے ڈریں مراقبہ کریں، اور آپ انہیں اپنے نفس کے محاسبہ کا عادی بنائیں اور ان کی نفوس میں تقویٰ و خشیتِ خداوندی کو جاگزیں کر دیں، آپ جب یہ کر لیں گے تو پھر آپ اپنے اہل و عیال و اولاد کی روحانی تربیت اور ربانی شخصیت سازی میں منزل مقصود کو پہنچ چکے ہوں گے بلکہ آپ کا بیٹا ان لوگوں میں سے بنے گا جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے اس لیے کہ وہ ہدایت اور دینِ حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہوگا۔

مسلمان کے روحانی ربط اور ایمانی و اخلاقی تعمیر کے لیے اسلامی منہج و نظام کے یہ اہم اصول و قواعد ہیں، اور یہ حقیقت ہے کہ اگر شروع ہی سے بچے کا تعلق اللہ تعالیٰ کی عبادت سے قولاً و عملاً، اور قرآنِ کریم کی تلاوت سے غور و فکر کے لحاظ سے اور مساجد سے بار بار حاضری دینے اور آنے جانے کے لحاظ سے قائم کر دیں گے اور اللہ کے ذکر سے مستقل دواہمی ربط ہوگا اور نوافل کو ادا کرتا ہوگا اور اللہ کے لیے مراقبہ کر کے اپنا محاسبہ کرتا ہوگا تو لا محالہ بچہ صاف دل، روشن ضمیر ہوگا اور ایمان و اخلاص سے متصف اور ورع و تقویٰ میں معروف اور خشوع و خضوع اور اللہ رب العالمین کی طرف انابت و توجہ میں ممتاز ہوگا۔

اس لیے تمام مربیوں کو چاہیے کہ اسلام کے روحانی تربیت کے اس نظام کو بچوں میں نافذ کریں تاکہ وہ لوگوں میں نمایاں و ممتاز شخصیت بنیں اور روئے زمین پر چلنے والے فرشتوں کی طرح ثابت ہوں، اس لیے کہ انہوں نے اپنی نفوس میں ایمان و تقویٰ و مراقبہ کے اصول جاگزیں کر لیے ہیں، اور اپنے دلوں میں خشیتِ الہی اور توکل و محاسبہ کی بنیادیں راسخ کر لی ہیں، اور میرا خیال یہ ہے کہ یہ اصول و ضوابط اور یہ بنیادی قواعد بچے کی اخلاقی اصلاح اور معاشرتی تربیت اور نفسیاتی و عقلی درستگی کے اہم عوامل میں سے ہیں محنت کرنے والوں کو اسی طرح کے طریقہ پر محنت کرنا چاہیے



(۳) فکری ربط و ارتباط

فکری ربط سے مقصود یہ ہے کہ مسلمان جب عقل و شعور کی منزل میں قدم رکھے تو اس وقت سے لے کر فوجوانی اور پھر بھرپور جوانی اور اس سے پھر کامل مرد بننے تک اس کا تعلق دین و حکومت کے اعتبار سے اسلامی نظام سے ہی ہو، اور اس کے لیے دستور و شریعت قرآن کریم اور منہج احکام اور نظام علوم شرعیہ ہوں، اور اس کا مقتضی و روح اسلامی تاریخ، اور اس کی ترقی و تہذیب اسلامی ثقافت ہو، اور اسلامی دعوت و تبلیغ کا نظام اس کا مطمح نظر اور مقصود اصلی ہو۔

عقلی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم بعض وہ حقائق بیان کر چکے ہیں جو مربیوں کو اپنے بچوں کی فکری تعمیر کے سلسلہ میں اختیار کرنا چاہیے، اور اب ہم ان کو مختصر بعض اور نقاط کے اضافہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں، ایسے کہ ان کا ہماری سالانہ تحریر اور اب جو ہم بیان کریں گے اس کے ساتھ بہت گہرا تعلق ہے۔

وہ حقائق ترتیب وار یہ ہیں :

- ۱۔ اسلام کا ابدی اور ہر جگہ و ہر زمانہ کے لیے صلاحیت رکھنے والا ہونا، اس لیے کہ اسلام ایسے امتیازی امور پر مشتمل ہے جو محیط اور دائمی اور ابدی ہیں۔
 - ۲۔ پہلے زمانے کے والدین جس عزت و قوت اور ترقی کی چوٹی کو پہنچے ہیں وہ صرف اس لیے کہ انہوں نے اس اسلام کے ذریعہ عزت حاصل کی اور قرآن کریم کے نظام کی تطبیق دی اور اس کو نافذ کیا۔
 - ۳۔ اس اسلامی تہذیب سے پردہ ہٹانا جو شروع سے اب تک تمام دنیا کے لیے روشن مینارہ کا کام دے رہی ہے، اور اس کے نور سے مخلوق خدا ہدایت حاصل کر رہی ہے اور صدیوں اور طویل زمانے کے گزرنے کے باوجود بھی اس کے چشمہ فیض بخش سے سیرابی حاصل کر رہے ہیں۔
 - ۴۔ ان سازشوں کو بے نقاب کرنا جو اعداء اسلام اسلام کے خلاف کرتے رہتے ہیں :
- مکار یہودیت کی سازشیں۔
ظالم و غاصب استعمار کی سازشیں۔

لے فکری ربط میں تاریخی ارتباط بھی داخل ہے، اور قرآن کرام کو یہ ارتباط دہاں نمایاں معلوم ہوگا جہاں ہم فکری ارتباط کے سلسلہ میں گفتگو کریں گے
س لیے کہ دونوں میں نہایت گہرا تعلق ہے۔

محدثیو عیت (کمپوزم) کی سازشیں۔

کینہ پرور حامد عیسائیت کی سازشیں۔

ان سازشوں و منصوبوں کا مقصد رُئے زمین سے اسلامی عقیدے اور اس کے نام و نشان کا ختم کرنا، اور مسلمان معاشرے میں اتحاد کے بیج بونا، اور مسلمان خاندانوں میں آزادی و بے راہ روی کو عام کرنا، اور مسلمان نوجوانوں سے جہاد و مدافعت کی روح ختم کرنا، اور ذاتی اغراض اور شخصی منافع کی خاطر مسلمان ملکوں کے مال سے فائدہ اٹھانا، اور پھر عالم عربی و عالم اسلامی پر قبضہ کرنا ہے، تاکہ تمام مسلمان ہمیشہ کے لیے ان کے محکوم و ماتحت اور ان کے ملکوں کا ایسا جبر بن جائیں جو کبھی ان سے الگ و جدا نہ ہو سکے۔

۵۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلانا کہ امت مسلمہ دنیا میں اپنے کھوئے ہوئے مقام و مرتبے اور عزت و کرامت کی چوٹی کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتی جب تک اسلام کو اپنا قانون و نظام، اور قرآن کریم کو اپنا دستور و منبع احکام نہ بنالے، اور جب تک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فرمان مبارک ذیل اپنے سامنے نہ رکھے اور اسے اپنا شعار و بنیادی نقطہ نہ بنالے: ہم وہ قوم ہیں کہ ہمیں اللہ نے اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی ہے ہم جب بھی اس کے بغیر عزت تلاش کریں گے جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت عطا فرمائی تھی تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا۔

اور بعض حضرات کا یہ قول کتنا عمدہ ہے کہ ہم مسلمان تاریخ کے صفحات میں ابوہبیل، ابولہب و ابی بن خلف کی وجہ سے نہیں لکھے گئے، بلکہ ہم تو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کی وجہ سے صفحات تاریخ کی زینت بنے ہیں، اور ہم نے جو فتوحات حاصل کی ہیں وہ جنگ بسوس، داحس و طبرک کی بدولت نہیں بلکہ ہم نے فتوحات جنگ بدر، قادسیہ و یرموک کے ذریعے حاصل کی ہیں، اور ہم نے دنیا پر سبع مملکت کے ذریعے حکومت نہیں کی بلکہ ہم نے قرآن مجید کے ذریعے حکومت کی ہے، اور ہم نے لوگوں کو لائے و عزیزی نامی بتوں کا پیغام نہیں پہنچایا بلکہ ہم نے لوگوں کو اسلام کا پیغام اور قرآن کریم کی بنیادی باتیں پہنچائی ہیں۔

۶۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ یہ پس ماندگی اور اختلافات اور ٹکڑے ٹکڑے اور جماعتیں در جماعتیں ہونا جو اسلامی معاشرہ کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھیرے ہوئے ہے، اور یہ استعماری یہودی تسلط جو فلسطین و سبداقتی پر قائم ہے یہ صرف اس بات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان اللہ سے دور ہو گئے ہیں، اور اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتے، اور زمینیں پیدا کردہ ایسے نظاموں اور مختلف حکومتوں کے ایسے ایجاد کردہ قوانین سے مدد حاصل کرتے ہیں جو نہ آسمانی مذہب کے معترف ہیں اور نہ اخلاقی قدر و قیمت کی ان کے یہاں کوئی حیثیت اور وزن ہے، اور واقعی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل درست فرمایا ہے: اور نہیں حکم کرتے ان کے حکام اللہ کے نازل کردہ قانون

کے علاوہ کسی اور سے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے اور پھر وہ ان کے ہاتھ میں جو کچھ ہے اسے ختم کر ڈالتے ہیں۔ اور کوئی قوم ایسی نہیں کہ وہ اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کو چھوڑ دے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ ان کو باجم دست و گریبان کر دیتے ہیں۔

۷۔ ہمیشہ یہ بات یاد دلاتے رہنا کہ دشمن خواہ کتنی ہی سازشیں اور کافر کیسے ہی منصوبے کیوں نہ بنالیں مگر یہ کہ خوش آئند مستقبل اسلام ہی کا ہوگا، اس لیے کہ ایک صحیح حدیث میں جسے امام احمد و بنار و طیبی نے روایت کیا ہے یہ آتا ہے کہ: تمہارے دین کی ابتدا نبوت و رحمت سے ہوئی ہے، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے تم میں یہی کیفیت برقرار رہے گی، پھر اس (نبوت) کو اللہ جل شانہ اٹھالے گا پھر خلافت علی منہاج النبوة (نبوت کے طرز پر خلافت) ہوگی، اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے گا یہی کیفیت برقرار رہے گی، پھر اللہ تعالیٰ اسے اٹھالے گا پھر کاٹ کھانے والی بادشاہت ہوگی اور جب تک اللہ تعالیٰ چاہے وہ برقرار رہے گی، پھر اس کو اللہ جل شانہ اٹھالے گا اور جبری بادشاہت آجائے گی، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ رہے گی، پھر جب اللہ تعالیٰ چاہے گا اسے اٹھالے گا، پھر نبوت کے طرز پر خلافت قائم ہوگی، اس دور میں لوگ نبی کی سنت پر عمل کریں گے اور اسلام روئے زمین پر جڑ پکڑے گا۔ اور اس دور خلافت سے آسمان و زمین کے بسنے والے راضی ہوں گے، آسمان پانی کا ایک قطرہ بھی نہیں چھوڑے گا مگر یہ کہ اسے برسا دے گا، اور زمین اپنی پیداوار و برکتوں سب کو نکال ڈالے گی۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جبری حکومت کا آب دور آچکا ہے اور اس کی نشانیوں اور علامتوں میں سے یہ بہت سے انقلابات ہیں جو انقلاب لانے والوں کو قوم کی مرضی و رائے اور خواہش کے بغیر مسند حکومت تک پہنچا دیتے ہیں۔ یہ وہ ڈکٹیٹر شپ ہے جس کی ابتداء کمال آتارک نے ترکی میں کی پھر اس کے بعد ہر جگہ یہ قصہ پل پڑا، لیکن اسلامی شعور کی بیداری کی علامات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صورت حال زیادہ دیر تک نہیں چلے گی اور عنقریب وہ دن دوبارہ لوٹ آئے گا جس میں نبوت کے طرز پر خلافت قائم ہوگی، اور لوگوں کی زندگی اسلام کے طریقے کے مطابق ہوگی امید ہے کہ یہ وقت قریب ہی آجائے گا ان شاء اللہ تعالیٰ

۸۔ اس مہلک ترین نظریے سے ہمیشہ ڈراتے رہنا جو یہ کہتا ہے کہ جو کچھ ہونا تھا ہوگا اور تم تو عاجز ہو چکے ہیں۔ اس لیے اپنے گھر تک محصور ہو، اس لیے کہ اب جدوجہد و محنت اور جہاد سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا، آپ خود دیکھ لیجیے کہ فتنہ آن کریم ہمیں اس مایوس کرنے اور رکاوٹیں کھڑی کرنے والی جماعت سے درج ذیل الفاظ کے ذریعے ڈرا رہا ہے:

اللہ تم میں سے ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو مانع

((قَدْ يَعْلَمُ اللَّهُ الْمُعَوِّقِينَ مِنْكُمْ وَالْقَائِلِينَ

لہ ملاحظہ ہو ہماری کتاب ”حق تعالیٰ علم الشباب“ کی بحث ”سیاسی جہاد“ کا اخیر حصہ۔

لَا يَخَافُزِمَهُمْ هَلَمَّ الرَّيِّنَا وَلَا يَأْتُونَ النَّاسَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ أَسْتَحْثُّ عَلَيْكُمْ ۖ فَإِذَا جَاءَ الْخَوْفُ رَأَيْتَهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ تَدُورُ أَعْيُنُهُمْ كَالَّذِي يُغْشَىٰ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ فَإِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوكُمْ بِالنِّسَةِ جَدَادٍ أَسْتَحْثُّ عَلَيْكَ الْخَيْرِ ۖ أُولَٰئِكَ لَمْ يُؤْمِنُوا فَأَحْبَطَ اللَّهُ أَعْمَالَهُمْ ۖ ۝۱۰۰

الاحزاب - ۱۹ و ۱۸

ہوتے ہیں، اور جو اپنے بھائیوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ہمارے پاس آجاؤ، اور یہ لوگ لڑائی میں تو بس نام ہی کو آتے ہیں تمہارے حق میں غیال (ہو کر) پھر جب کوئی خطر پیش آئے تو آپ ان کو دیکھتے ہیں کہ وہ آپ کی طرف اس طرح دیکھنے لگتے ہیں کہ ان کی آنکھیں چکرائی جاتی ہیں جیسے کسی پر موت کی بے ہوشی طاری ہو، پھر جب وہ خطر دور ہو جاتا ہے تو ہمیں تیز زبانوں سے طعن دیتے ہیں۔ مال (غنیمت) پر حرص لیے ہوئے، یہ لوگ ایمان ہی نہیں لائے چنانچہ اللہ نے ان کے اعمال بیکار کر رکھے ہیں۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہمیں اُس جماعت سے خبردار کر رہے ہیں جو سیاسی و جہاد کے میدان میں آگے بڑھنے میں مسلمانوں کے لیے رکاوٹ بنتی ہے چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں، جو شخص یہ کہتا ہے کہ مسلمان ہلاک ہو گئے تو وہ ان سب میں زیادہ ہلاک ہونے والا ہے۔

اور لیجئے تاریخ کا مطالعہ کریجیے وہ صحیح بات نقل کرتی ہے، اور ان مہلک حوادث کا ذکر کرتی ہے جو پچھلے زمانوں میں مسلمانوں کو پہنچے لیکن نتیجہ کیا نکلا؟

الف - عیسائی جب بہت سے مسلم ممالک اور مسجد اقصیٰ پر ایک طویل زمانے تقریباً ایک صدی تک برسرِ اقتدار رہے تو اس وقت کون یہ گمان کرتا تھا کہ مسلمان دوبارہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر برسرِ اقتدار آجائیں گے؟ کون یہ گمان کرتا تھا کہ یہ ممالک عنقریب عظیم بہادر قائد سلطان صلاح الدین ایوبی کے ذریعہ فیصلہ کن جنگِ حطین میں آزاد ہو جائیں گے، اور مسلمانوں کو پھر وہ قوت عزت اور مرکزیت نصیب ہوگی۔ جو تاریخ کو روشن کر دے گی۔

ب - جب مغولیوں اور تاتاریوں نے عالمِ اسلامی کو ایک جانب سے دوسری جانب تک تباہ و برباد کر دیا اور جانوں مالوں اور عزت کو لوٹا تو کون یہ سوچ سکتا تھا کہ مسلمان دوبارہ عزت حاصل کر لیں گے؟ تاتاریوں نے ایسی قتل و غارت گری کی تھی کہ کہا جاتا ہے، ہلاک ہونے والے مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے ایک بلند وبالا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا۔

کون یہ سمجھتا تھا کہ عظیم بہادر "قطز" کے ذریعہ فیصلہ کن "عینِ جاووت" کی جنگ میں عنقریب اسلامی مملکت آزاد ہو جائے گی اور پھر مسلمانوں کو وہ عزت و عظمت، بلندی و سیادت حاصل ہوگی جس پر آنے والی قومیں

فکر کریں گی۔

کامیابی کی نیک فال لینا کامیابی کا پیش خیمہ ہوتی ہے، اور ہر قوم و امت میں معنوی قوت ایک ایسا ہی باعث ہے جو قوموں اور جوانوں کو مزید کامیابیوں و فتوحات حاصل کرنے کی جانب دھکیلتا ہے اور ہماری اس بات کا سب سے بڑا شاہد خود تاریخ ہے۔

مرنی محترم! یہ وہ حقائق ہیں جو آپ کو اپنے اہل و عیال اور بچوں کو صبح و شام سکھانا چاہیے اور ہمیشہ یہ چیزیں ان کے گوش گزار کرتے رہنا چاہیے، تاکہ سب کے سب نیک فال لینے والی متحرک نفوس اور مضبوط و عالی ہمتوں اور اسخ الایمان قلوب کے ساتھ اسلام کی جانب اٹھ کھڑے ہوں۔

میرے بھائی! میں آپ کو یہ خوش خبری دینا چاہتا ہوں کہ اگر آپ نے بچوں کی یہ اسلامی ذہن سازی کردی اور روحانی و فکری ربط قائم کر لیا، اور تاریخی و ثقافتی یاد دہانی سے کام لیا تو آپ سمجھ لیں کہ فکری طور پر بچوں کا اسلام سے ربط یقینی ہوگا اور وہ وجدانی اور شعوری طور پر اللہ کی طرف دعوت دینے والوں کی جماعت میں شامل ہوں گے، اور وہ اسلام کی پیش کردہ شریعت کے سوا کسی نظام کو دستور اور نظام نہ سمجھیں گے، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا کسی کو امام و مقتدی نہیں بنائیں گے، اور وہ کبھی بھی جھوٹے پروپیگنڈوں اور کھوٹی رسوم اور گمراہ کن باتوں اور ملحدانہ و کافرانہ عقائد سے متاثر نہ ہوں گے۔

مرنی محترم! یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ آپ ان لوگوں کے لیے جن کی تربیت آپ کے ذمہ ہے ایک ایسا گھروٹو کتب خانہ مہیا نہ کر دیں جس میں مختلف قسم کی دینی، فکری، تاریخی، ادبی، کہانیوں، قصوں، اور دعوت اسلام سے متعلق بڑے بڑے مسلمان مصنفوں اور عالم اسلام کے علماء کی کتابیں موجود ہوں، یہ مختلف قسم کی کتابیں اسلام کو اس کی اصل اور صحیح صاف ستھری شکل میں اس طرح پیش کریں جس طرح اسے ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے، اور جس طرح اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سمجھا تھا، اور جس طرح اس پر ہمارے سلف صالحین اور ان کے بعد والوں نے عمل کیا تھا۔

مرنی محترم! آپ جب بھی کوئی کتاب خریدنا چاہیں تو اس کے خریدنے سے قبل اس دور کے مخلص علماء اور دعوت اسلامی سے تعلق رکھنے والے سچے مبلغین سے مشورہ کر لیا کیجیے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپ کے گھر میں کوئی ایسی کتاب داخل ہو جائے جس کا نام اسلامی ہو اور اسلامی بحوث و جذبہ سے متعلق ہو لیکن اس کا مصنف مستشرقین و اہل مغرب کی ان افکار سے متاثر ہو جو وہ اس میدان میں پھیلاتے رہتے ہیں، وہ مصنف ان افکار کو حقائق سمجھ کر لکھ بیٹھے حالانکہ حقیقت میں وہ بالکل جھوٹ کا پلندہ ہوں، اور ان کا اسلام سے کوئی تعلق نہ ہو، وہ مصنف یہ سمجھ کر ان کو نقل کر دے

لے ملاحظہ ہو ہماری کتاب "حتیٰ یلیم الشباب" کی بحث بعنوان "سیاسی جہاد"۔

کہ وہ بہت اچھا کر رہا ہے حالانکہ حقیقت حال سے وہ بے خبر ہو چیلے کہ احمد امین، طلحہ حسین، حسین بیکل، خالد محمد خالد محمد فرید و جدی، جلال الدین الکٹک وغیرہ اور ان کے علاوہ دسیوں آدمیوں نے کیا ہے۔

مرتب محترم! وہ وسائل جو آپ کے بچے کو فکری و وجدانی طور پر اسلام سے مرتبط کرنے والے ہیں، ان میں سے دینی و غلط و تقاریر کا سننا اور ٹھوس قسم کے محاضرات و تقاریر اور بامقصد تاریخی پروگراموں کا دیکھنا بھی ہے۔

✽ اس لیے اے مرتب محترم آپ کو چاہیے کہ آپ جمعہ کی نماز کے لیے مناسب مسجد کا انتخاب کریں، اور آپ کا انتخاب اس وقت تک اچھا نہیں کہلائے گا جب تک کہ خطیب و اعظم نہایت مخلص و متقی اور سمجھدار اور اسلام کو پوری طرح سے سمجھنے والا اور جاذب انداز کا مالک اور تہذیب و ثقافت اور زندگی سے تعلق رکھنے والے حوادثات کا پورا علم نہ رکھتا ہو، تاکہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھایا جاسکے اور اس سے مستفید ہونے والے حسب منشا پورا پھل حاصل کر سکیں۔

✽ اور اے مرتب محترم! آپ کوشش کریں کہ تقاریر و محاضرات سننے کے لیے مناسب جگہ اختیار کریں، اور اسمیں آپ اس وقت تک کامیاب نہ ہوں گے جب تک کہ مقرر و خطیب مضبوط اور راسخ اسلامی عقیدے کا مالک اور کامل و مکمل اسلامی اخلاق کا نمونہ نہ ہوں تاکہ عظیم اسلام کے بارے میں جو کچھ وہ کہہ رہا ہے اس کا اس سے عقیدہ، علما، ثقافت اور فکری طور سے ربط ہو۔

✽ مرتب محترم! آپ کو یہ بھی کوشش کرنا چاہیے کہ بامقصد پروگرام کے سننے کے لیے مناسب جہت کا انتخاب کریں اور یہ اچھا انتخاب اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ جگہ جہاں یہ پروگرام ہو رہا ہے وہ منکرات اور اخلاق بابت فحش چیزوں سے دور نہ ہو، اور یہ انتخاب اس وقت تک مفید نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہ ڈرامہ و پروگرام تاریخ و بڑے لوگوں کے کارناموں پر مشتمل نہ ہو یا اس جاہل دور کا واقعی نقشہ نہ کھینچے جس میں مسلمان اٹلے سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں، لیکن اس ڈرامہ وغیرہ کے لیے شرط یہ ہے کہ جو اس کے کرتا دھرتا اور ذمہ دار ہیں وہ متقی بااخلاق، شریف و باکردار ہوں تاکہ اس پروگرام و ڈرامہ سے مقصد اصلی حاصل ہو، اور لوگ اس سے وہ فائدہ اٹھا سکیں جس کے لیے اس پروگرام کو ترتیب دیا گیا ہو۔

بچے کے فکری ارتباط و تعلق اور اس کے ایمانی اور عقیدے کے لحاظ سے تکمیل کے سلسلہ میں یہ وہ اہم وسائل ہیں جو میں اپنے مرتب محترم کے لیے پیش کرنا چاہتا ہوں۔

اور بخدا اگر آپ اپنے بچے کے ساتھ اس طریقے کو اپنائیں گے اور اس انداز کو اختیار کریں گے تو بچے میں ایمان کی ایسی قوت اور عقیدہ کی ایسی پختگی پیدا ہوگی جو اس کو جاہلیت کے درپیش تصورات و افکار اور گمراہی و الحاد کے مایوس اور غلط نظریات کا مقابلہ کرنے کا اہل بنا دے گی، بلکہ وہ ان تمام زمینی نظاموں پر غالب آجائے گا جو لوگوں نے ایجاد کیے ہیں، اس لیے کہ اللہ کا دین اس کے تصور و اعتقاد میں ہر عقیدہ و تصور سے بالاتر ہوگا، اور آپ ہی بتلائے

کہ یقین و ایمان رکھنے والوں کے لیے اللہ کے حکم سے بہتر اور کس کا حکم ہو سکتا ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ کا بچہ ایسا عظیم بن گیا ہے کہ جس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہو۔ اس لیے کہ وہ ہدایت اور دین حق اور صراطِ مستقیم پر قائم ہے۔

④ معاشرتی ارتباط

کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی کی معاشرتی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم پہلے یہ بیان کر چکے ہیں کہ مربیوں پر یہ بڑی ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ بچوں کو شروع ہی سے شاندار اسلامی معاشرتی آداب کا پابند بنائیں اور ایسے عظیم و نفیس اصولوں کا عادی بنائیں جن کا سرچشمہ ابدی اسلامی عقیدہ ہے اور جو گہرے برادرانہ شعور سے وجود میں آتے ہیں تاکہ بچہ اسلامی معاشرے میں حسنِ اخلاق، برادرانہ معاملہ، معاشرتی آداب، عقلی پختگی اور حکیمانہ انسانی تصرفات میں بہترین شکل و صورت میں ظاہر ہو۔

ہم نے ان وسائل کو جو اعلیٰ ترین معاشرتی تربیت کا ذریعہ بنتے ہیں چار امور میں محصور کر دیا ہے:

۱۔ شاندار نفسیاتی اصولوں کو جاگزین کرنا۔

۲۔ دوسروں کے حقوق کا خیال رکھنا۔

۳۔ عمومی معاشرتی آداب کو ملحوظ رکھنا۔

۴۔ معاشرتی دیکھ بھال اور نقد و عقیدہ۔

مربی محترم! آپ پر یہ بات قطعاً مخفی نہ ہوگی کہ ان وسائل سے بچے کے چال چلن اور اخلاق کی درستگی ہوگی۔ اور اس میں معاشرتی ذمہ داری ادا کرنے کی صلاحیت پیدا ہوگی، اور اس کی نفسیاتی شخصیت سازی ہوگی تاکہ وہ شاندار معاشرے کی تعمیر اور بہترین مثالی قوم و امت کی تخلیق میں بہترین بنیاد کا کام دے سکے۔ اور عمدہ معاشرے کی عمارت کی بہترین بنیاد ثابت ہو، اصلاح معاشرہ اور اس کی تعمیر کے سلسلہ میں اسلام کا یہی اسلوب ہے لیکن اب جبکہ ہم معاشرتی تربیت اور اس کے وسائل پر تفصیلی بحث کر چکے ہیں تو اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ معاشرتی ربط سے کیا مقصود ہے؟ اور معاشرتی طور پر بچے کے ارتباط سے کیا مراد ہے؟ اور اس رابطہ و ارتباط کا تربیت سے کیا تعلق ہے؟ ہم اس بحث میں ان تمام سوالوں کا جواب دیں گے۔ اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم مدد کے طالب ہیں۔

بچے کے معاشرے سے ارتباط سے ہماری مراد یہ ہے کہ مربی یہ کوشش کرے کہ بچہ جب سے چیزوں کی حقیقت سے واقف ہو جائے تو اس کا تعلق و رابطہ ایسے صاف ستھرے معاشرتی ماحول سے پیدا کر دے جس سے بچہ اپنی نفس

کاتزکیہ، اور قلب کی طہارت، اور ایمان میں مضبوطی، اور عقل کے لیے علم نافع، اور کردار کے لیے اخلاقِ فاضلہ، اور جسم کے لیے قوت و صحت، اور فکر کے لیے اسلامی سوچ و بوجھ، اور دعوت کے لیے جہادِ صادق، اور روح کے لیے ربانی نور، اور دین کے لیے ایمانی حرارت و جذبہ حاصل کر سکے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ معاشرہ میں ایسا اچھا و صالح معاشرہ کون سا ہے جس سے بچہ اچھی اور عمدہ صفات حاصل کر سکے اور جو اس کو ایک سمجھدار نیک صالح مثالی انسان بنا دے۔

میرا خیال ہے کہ اگر تین قسم کے تعلق و رابطے پیدا کر دیے جائیں تو یہ چیز حاصل ہو سکتی ہے :

۱۔ بچے کا پیرو مرشد سے ربط۔

۲۔ بچے کا اچھی صحبت سے ربط۔

۳۔ بچے کا دعوت و تبلیغ اور داعیوں سے ربط۔

① بچے کا پیرو مرشد سے ربط و تعلق

کوئی بھی دو آدمی اس سے اختلاف نہیں کریں گے کہ اگر بچے کا تعلق کسی ایسے نیک صالح مخلص پیرو مرشد سے قائم کر دیا جائے جو اسلام کی حقیقت سے باخبر اور اس کے لیے محبت و غیرت رکھنے والا، اور اس کی خاطر جہاد کرنے والا، اور اس کی حدود و احکام کو نافذ کرنے والا، اور اس کے احکامات پر عامل اور منہیات سے رکنے والا ہو، اور حق بات کہنے میں اسے کسی ملامت کرنے والے کی پرواہ نہ ہو، تو کوئی بھی اس بات سے اختلاف نہیں کرے گا کہ ایسا بچہ ایمانی و اخلاقی اعتبار سے کامل و مکمل، اور علمی و عقلی لحاظ سے پختہ، اور جہاد و دعوت کے لحاظ سے پورا پورا تیار ہوگا، اور عمومی طور سے وہ راسخ عقیدے اور کامل اسلام پر تربیت مائل کرے گا۔

لیکن اگر ہم دائیں بائیں نظر دوڑائیں، اور ان لوگوں کے حالات پر نظر ڈالیں جو نفوس کی تربیت اور اصلاح و ارشاد کا بیڑہ اٹھاتے ہیں تو ہمارے سامنے کیا آتا ہے؟

بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ان میں کی اکثریت اپنے شاگردوں اور مریدوں کے سامنے اسلام کی مسخ شدہ اور الٹی صورت پیش کرتی ہے یا پھر وہ اسلام کا صرف ایک مخصوص پہلو پیش کرتے ہیں، اور دوسرے پہلوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔

اسلام کا غلط اور غلاف واقع جو تصویر یہ حضرات پیش کرتے ہیں اس کی مثال ان کے درج ذیل اقوال ہیں :

✱ اسلام میں نظام حکومت کا ذکر نہیں ہے۔

✱ سالک و مرید کے لیے سیاست میں دخل دینا جائز نہیں ہے۔

✱ اے مرید اگر تم اپنے شیخ کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھو تو تمہیں اسے بھی نیکی شمار کرنا چاہیے۔

✱ شیخ و پیر نافرمانی و معصیت میں گرفتار نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ محفوظ و معصوم ہے۔

✱ مرید اس وقت تک برائیوں سے پاک صاف اور اچھائیوں سے آراستہ نہیں ہو سکتا، اور اللہ تک نہیں پہنچ

سکتا جب تک کہ اپنے شیخ کے سامنے اپنے ہر جرم و گناہ اور برائی کا اعتراف نہ کرے۔

✱ مرید اگر اپنے شیخ کے سامنے ہر چیز حتیٰ کہ دل میں آنے والے برے خیالات کا بھی اقرار نہ کرے تو اس کی

بیعت ٹوٹ جائے گی۔

اس کے علاوہ اس قسم کے اور دوسرے خیالات جو شریعت، الہیہ کے خلاف اور نظام اسلام کے برعکس ہیں۔

اور ان لوگوں کی مثالوں میں سے جو اسلام کے ایک پہلو کو لے لیتے ہیں اور دوسرے پہلوؤں کو چھوڑ دیتے

ہیں چند یہ ہیں :

✱ بعض پیر و غیرہ ایسے ہوتے ہیں جو اپنی پوری توجہ اور سارا زور نفس کی اصلاح اور اس کے تزکیہ پر خرچ کر دیتے

ہیں۔ اور اچھی باتوں کا حکم دینے اور برائیوں سے روکنے اور ظلم و ظالموں کا مقابلہ کرنے کا فریضہ چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

✱ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اسلامی مظہر اور روحانی شخصیت سازی اور عبادت کا تو خوب اہتمام

کرتے ہیں لیکن روئے زمین پر اللہ کا حکم قائم کرنے کے لیے عملی میدان اور اسلامی معاشرہ کے لیے مفید اعمال

کو بالکل چھوڑ بیٹھتے ہیں۔

✱ ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو سارا زور دعوت الی اللہ اور تبلیغ پر خرچ کر ڈالتے ہیں لیکن کسی ایک ایسی

تحریک یا نشاط یا عمل سے ان کا قریب یا دور کا بھی واسطہ نہیں ہوتا جو اسلام کی حکومت قائم کرنے کا ذریعہ بنے، اور ان

میں سے بعض ایسے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے ہیں یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ اسلام ایک ایسی کلی چیز

ہے جو تجویزی (جزر جزا ہونے) کو قبول نہیں کرتا، اور اسلام کے تشریعی احکام الگ الگ ہونے اور محوئے محوئے ہونے

کو قبول نہیں کرتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور بعض کو نہیں ملتے،

سو جو تم میں یہ کام کرتا ہے اس کی کوئی سزا نہیں مگر

دنیا کی زندگی میں رسوائی اور قیامت کے دن سخت

سخت عذاب پہنچائے جائیں۔

((أَفَتَوَفُّونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ

فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلُ ذَٰلِكَ مِنْكُمْ لَا خِزْيَ

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ إِلَيَّ

أَشَدَّ الْعَذَابِ ۚ))۔ البقرہ - ۸۵

اس لیے مرشدِ ربانی اور صحیح پختہ عالم وہ ہے جو اسلام کا پورا کمال مکمل نمونہ پیش کرے، اس کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے دین کے بیان کرنے میں کسی بات کو چھپائے یا حق کہنے میں سکوت اختیار کرے۔ یا برائی کو دیکھ کر چشم پوشی کرے، یا اپنے فریضے کے ادا کرنے میں سستی برتے، یا کسی بات کو اس کی جگہ سے ہٹا کر اس میں تحریف کرے، یا کسی انسان سے ڈرے، یا کسی بادشاہ و سربراہ یا مرتبہ والے کے ساتھ نمائشاہ کرے اور ان کا ساتھ دے اور مہنت کا ثبوت دے یا اللہ کے کسی حق کے سلسلہ میں کوئی بات کہہ سکتا ہو لیکن خاموش رہے، اگر وہ ان میں سے کسی بات کا مرتکب ہوگا تو وہ اللہ کی نازل کردہ آیات، بینات اور ہدایت کو چھپانے والا ہوگا، بلکہ وہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن کی طرف قیامت کے روز اللہ تعالیٰ نظرِ کرم نہیں فرمائیں گے۔ اور نہ ان کا تزکیہ فرمائیں گے، بلکہ ایسا آدمی ان لوگوں میں سے ہوگا جن پر اللہ اور لعنت کرنے والے لعنت بھیجتے ہیں، اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ ۖ أُولَٰئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ ۖ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا وَأَصْلَحُوا وَبَيَّنُّوا فَأُولَٰئِكَ أَتُوبُ عَلَيْهِمْ ۖ وَأَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝))

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے ان سے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں اس کے بعد کہ ہم ان کو لوگوں کے واسطے کتاب میں کھول چکے ان پر اللہ لعنت کرتا ہے اور ان پر لعنت کرتے ہیں لعنت کرنے والے، مگر جنہوں نے توبہ کی اور اپنے کام کو درست کیا اور حق بات کو بیان کر دیا تو ان کو معاف کرتا ہوں، اور میں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان ہوں۔

البقرہ - ۱۶۰، ۱۵۹

اور فرمایا:

((إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ مِنَ الْكِتَابِ وَيَشْتُرُونَ بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ أُولَٰئِكَ مَا يَأْكُلُونَ فِي بُطُونِهِمْ إِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللَّهُ يَوْمَ الْقِيَمَةِ وَلَا يُزَكِّيهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝))

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اللہ نے کتاب نازل کی اور اس پر تھوڑا سا مول لیتے ہیں وہ اپنے پیٹ کو نہیں بھرتے مگر آگ، اور اللہ ان سے بات نہیں کرے گا قیامت کے دن اور نہ ان کو پاک کرے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔

البقرہ - ۱۷۳

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر اس شخص کو جہنم کی آگ سے ڈرایا ہے جو کسی ایسی بات کو چھپائے جس سے دین کا فائدہ پہنچا ہو، یا دین سے متعلق کسی لازمی حق چیز کو بیان کرنے میں سکوت اختیار کرے اور جہنم بہت برا مکان ہے، چنانچہ ان ماجہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا، جس شخص نے کوئی ایسا علم چھپایا جس سے اللہ تعالیٰ دین کے معاملے میں فائدہ پہنچاتے ہوں تو قیامت کے روز

اس شخص کو آگ کی لگام پہنائی جائے گی۔

گزشتہ زمانوں میں جن مخلص مرشدوں اور ربانی علماء نے اصلاح، تربیت و ارشاد اور تزکیہ نفس کا بیڑا اٹھایا تھا وہ درحقیقت اسلام کی صحیح اور کامل فہم و سمجھ بوجھ کے مالک تھے۔ اور تقویٰ و ورع اور اللہ کی کتاب کے بیان کردہ اسلامی طریقے و نظام اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر عمل کرنے میں انتہائی غلیم درجہ رکھتے تھے، بلکہ وہ اپنے معاشرتی طور طریقوں، اسلامی سمجھ بوجھ، دعوت و ارشاد کی ذمہ داری اور تربیت کے فریضہ میں وہ اسلام کی سچی تصویر پیش کیا کرتے تھے، بلکہ اگر وہ کسی ایسی برائی کو دیکھ لیتے تھے جس کا بدلہ ضروری ہو تو وہ ہرگز خاموش نہ رہا کرتے تھے، اور اگر کسی حق کے سلسلہ میں کلام کرنے کو وہ مناسب سمجھتے تھے تو اس سے کبھی چشم پوشی نہ کرتے تھے، اور جس چیز کے خلاف جہاد کی ضرورت ہوتی اس سے کبھی پیچھے نہ رہتے تھے۔

رہا ان کا شرعیات پر عمل کرنا اور قرآن کریم و سنت نبویہ کو لازم پکڑنا، تو اس سلسلہ میں ہمیں وہ الفاظ سن لینا چاہیے جو ان ائمہ و مرشدین اور علماء ربانین کے بڑے حضرات کہہ گئے ہیں:

* عارف باللہ شیخ عبدالقادر گیلانی رحمہ اللہ اپنی کتاب الفتح الربانی (ص ۲۹) پر لکھتے ہیں: ہر وہ چیز اور حقیقت جس کی شرعیات شہادت نہ دیتی ہو، وہ زندہ ہے، تم اللہ جل شانہ کی طرف کتاب و سنت کے بازو سے اڑ کر پہنچو، اللہ کے دربار میں ایسی حالت میں داخل ہو کہ تمہارا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک میں ہو۔ اور وہ فرماتے ہیں: عبادات کا چھوڑنا زندہ و گمراہی ہے، اور ممنوع چیزوں کا ارتکاب کرنا گناہ و معصیت ہے، فراموش کسی بھی حالت و صورت میں ساقط نہیں ہوتے۔

* حضرت سہل تستری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارے طریقہ کے سات اصول ہیں: اللہ کی کتاب کو مضبوطی سے پکڑنا، سنت نبویہ کی اقتدار و پیروی کرنا، حلال کھانا، ایذا رسانی سے بچنا، سخا ہوں سے دور رہنا، ہمیشہ توبہ کرتے رہنا، اور حقوق کا ادا کرنا۔

* اور امام ابو الحسن شاذلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تمہارا کشف اللہ کی کتاب اور سنت نبوی کے ساتھ متعارض ہو تو تم اللہ کی کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑ لو اور اپنے کشف کو چھوڑ دو، اور اپنے نفس سے کہہ دو کہ اللہ نے میری

حفاظت و عصمت کتاب و سنت میں رکھی ہے نہ کہ کشف والہام میں اور نہ مشاہدہ میں مگر ان کو کتاب اللہ و سنت پر پیش کرنے کے بعد لے

✽ اور امام ابو سعید خدری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہر وہ باطن جس کا ظاہر اس کے خلاف ہو تو وہ باطل ہے۔

✽ اور ائمہ ربانیین کے شیخ محی الدین بن عربی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: تمام اہل تصوف اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ کے رسول جاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے بعد اب کوئی چیز نہ حرام کی جائے گی اور نہ حلال کی جائے گی، ہاں اب تو وہ خاص فہم و سمجھ باقی رہ گئی ہے جو قرآن کریم کے سمجھنے کے سلسلہ میں اللہ کے خاص بندوں کو دی جاتی ہے اور اللہ کے علم کا ایسا فیضان جو اللہ تعالیٰ اپنے فرمانبرداروں کو عطا فرمادیتے ہیں، اور ان پر الہام فرماتے ہیں۔ اور اس کے لیے نور مقرر فرمادیتے ہیں۔

بلکہ ہم ان علماء ربانیین میں ایسے علماء کو بھی پاتے ہیں جو ہمیں ان باطنی قسم کے دعویٰ اوروں کے خطرات پر مطلع و آگاہ کرتے ہیں جو اپنے اوپر سے فرائض و واجبات کو ختم کر دیتے ہیں اور شریعت کے احکام کو معطل کر دیتے ہیں۔ اور قرآن و احادیث کی نصوص کی خلاف واقع تاویل کرتے ہیں اور اپنے کردار و افعال میں اسلام کے طریقے کو چھوڑ دیتے ہیں، بلکہ ہم تو ان علماء ربانیین کو دیکھتے ہیں کہ وہ اس قسم کے شعبہ بازوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے بھی ڈرتے ہیں۔ اور ان کی گمراہ کن باتوں اور انحراف سے اظہارِ برارت کرتے ہیں، اور ان کی باطل آراء و افکار کی تشہیر کرتے ہیں۔

✽ حضرت ابو یزید بسطامی رحمہ اللہ اپنے بعض ساتھیوں سے ارشاد فرماتے ہیں کہ ذرا ہمارے ساتھ چلو تاکہ ہم اس شخص کو دیکھ لیں جس نے اپنے آپ کو ولی مشہور کر رکھا ہے، وہ شخص تقویٰ و زہد میں مشہور تھا، لوگ اس کے پاس جایا کرتے تھے، چنانچہ ہم بھی وہاں چلے گئے، جب وہ شخص اپنے گھر سے نکلا اور مسجد میں داخل ہوا تو اس نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا، یہ دیکھ کر حضرت ابو یزید وہیں سے واپس ہو گئے اور ان صاحب کو سلام تک نہ کیا اور یہ فرمایا کہ یہ صاحب تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے آداب میں سے ایک ادب کے بارے میں امین ثابت نہیں ہوئے تو پھر اپنے دعوے کے بارے میں کس طرح امین ہوں گے۔

اور حضرت ابو یزید رحمہ اللہ ہی فرماتے ہیں: اگر تم یہ دیکھو کہ کسی شخص کو بہت سی کرامتیں دے دی گئی ہیں حتیٰ کہ وہ ہوا میں اڑنے بھی لگے تب بھی اس کے بارے میں دھوکے میں نہ پڑو جب تک کہ تم یہ نہ دیکھ لو کہ وہ احکامات و

افضلہ ملاحظہ ہو کتاب التصوف الاسلامی والإمام الشافعی مولفہ طہ عبدالباقی سرسبز (ص ۷۰، ۷۱)۔

۱۲۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا اور لوگوں کے علاوہ آپ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی خصوصی تعلیمات دی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: جی نہیں قسم ہے اس ذات کی جس نے دامن کو چھاڑا اور ذی روح کو پھینکا، سوائے اپنی کتاب کی اس فہم و سمجھ کے جسے اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو چاہے عطا کر دیتا ہے، اس حدیث کو بخاری و ابوداؤد و نسائی نے روایت کیا ہے۔ ملاحظہ ہو التصوف الاسلامی والإمام الشافعی مولفہ طہ عبدالباقی سرسبز (ص ۷۱، ۷۲)۔

منہیات میں کیسا ہے، اور حدودِ النبیہ کی حفاظت کرتا ہے یا نہیں اور شریعت پر کتنا عامل ہے۔

✽ اور حضرت سہل بن عبد اللہ تستری فرماتے ہیں: تین قسم کے لوگوں کی صحبت سے بچو: غافل جابروں، مداہن قاریوں اور جاہل صوفیوں سے۔

✽ اور امام ربانی حضرت جنید رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ہمارا یہ مذہب کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقید و پابند ہے۔ مخلوق کے لیے تمام راستے بند ہیں سوائے اس کے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلتے۔

✽ اور امام شعرانی اپنی کتاب ”الایوقیت والجاہر“ میں لکھتے ہیں: جس شخص نے ایک لمحہ کے لیے بھی شریعت کی میزان کو اپنے ہاتھ سے چھوڑ دیا تو وہ ہلاک ہو گیا۔

رہا کلمہ حق کی سر بلندی کے لیے ان کا آواز اٹھانا، اور باطل و منکر کے سامنے سدِ سکندری بننا، اور اللہ کے راستے میں ان کا مقدس جہاد، تو اس سلسلہ میں بڑے بڑے محقق مصنفین نے ان ربانی مرشدوں کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، اور ان کے بہادری کے مواقف اور جہاد اور دعوت و تبلیغ میں ان کے اشارت، اور اصلاح و تربیت کے لیے ان کے ارشادات و توجیہات کے سلسلہ میں جو کچھ حوالہ قرطاس کیا ہے اسے بھی سن لیجیے:

✽ عظیم شیخ ابو زہری رحمہ اللہ فرماتے ہیں: بقول استاد فودہ ہمارے اخیر ادوار میں تصوف کا یہی حال تھا: تصوف بہت سی خصوصیات کا حامل تھا جس کے نہایت واضح اثرات تھے، چنانچہ مغربی، جنوبی اور وسطی افریقہ کے مسلمان اور ان کا مضبوط ایمان درحقیقت تصوف کے ثمرات و نتائج ہی میں سے تھا۔

اور امام سنوسی کبیر نے جب مسلمانوں کی اصلاح کرنا چاہی تو انہوں نے جو راستہ سب سے پہلے اختیار کیا وہ تصوف کا راستہ اور طریقہ تھا کیلئے اور ان کا طرز اور نظام بھی فی نفسہ بڑا عجیب و غریب نظام تھا۔ اس لیے کہ انہوں نے

۱۔ لہ لائحہ ہو کتاب ”شرح الطریقہ المحمدیہ“ مؤلفہ شیخ عبد الغنی النابلسی (۱-۱۵۵)۔

۲۔ شرح الحکم مؤلفہ ابن عجمیہ (۱-۷۶)۔

۳۔ الرسائل القشیریہ (ص ۱۹)۔

یہ تصوف کے معنی ہیں شریعت اسلامیہ کے رکن احسان کو پیکر کرنا جس کا حدیث جبریل علیہ السلام میں تذکرہ آتا ہے جب انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے احسان کے بارے میں دریافت کیا، تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: احسان یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت اس طرح کرو کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ ہی رہا ہے۔ اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حقیقی تصوف کی تربیت کا مقصد ہی احسان کے معنی تک پہنچنا ہوتا ہے۔ اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ تصوف صفاً مشتق ہے اس لیے کہ صوفی کا باطن دوسروں کی نسبت زیادہ پاک صاف ہوتا ہے۔ اس لیے شاعر نے کہا ہے:

بقیہ حاشیہ آئندہ سفر پر ملاحظہ فرمائیں

پہلے تو لوگوں کو مرید بنایا پھر انہی میں سے کام کے آدمی تیار کیے، اور اس غرض کے لیے مختلف خانقاہیں بنائیں۔ سب سے پہلی خانقاہ مکہ مکرمہ کے قریب ایک پہاڑ میں بنائی، پھر اپنے خانقاہوں کے ساتھ ایلیا کے صحراء میں منتقل ہو گئے، یہ خانقاہیں صحراء کے درمیان رگیاتانی میدان تھے اور ان کے مریدین کی محنت و جدوجہد سے وہاں پانی نکلا اور کھیت باغات و پھلدار درخت اُگ آئے۔

انہوں نے ان کی رہنمائی کی، اور انہیں امور جنگ اور تیر اندازی سکھائی۔ حتیٰ کہ انہوں نے بیس سال سے زیادہ عرصہ تک اٹلی والوں کی نیند حرام کر دی یہ وہ وقت تھا جب دولت عثمانی بھی اہل لیڈیا کی امداد سے عاجز آچکی تھی۔ ان خانقاہوں سے سنوسی مداخلت جاری رہی حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے حکومت اٹلی کا بستر ابوریا گول کر دیا اور سنوسیت از سر نو زندہ کی جانے لگی۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ وہ اسی طرح زندہ رہے جس طرح اس کی ابتداء ایک قومی ترین فصال صوفیت کے طریقے سے ہوئی تھی بلکہ

✽ استاد صبری عابدین لواء الاسلام کی ایک مجلس میں کہتے ہیں کہ... حقیقت یہ ہے کہ صوفیاء حضرات عالم میں اسلام کو پھیلاتے ہیں، اور میں آپ کے سامنے یہ ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ تقریباً پچاس سال قبل شیخ بکری نے ایک کتاب لکھی تھی جس میں انہوں نے مبشرین کا یہ قول نقل کیا تھا کہ ہم افریقہ کے ترقی اور تمدن سے دور دراز صوبوں اور ایشیا کے بعید ترین علاقوں میں جہاں کہیں بھی گئے وہاں ہم نے یہ ہی دیکھا کہ ہم سے پہلے صوفی وہاں پہنچ چکے ہیں اور ہم پر غلبہ حاصل کر چکے ہیں۔

کاش مسلمان یہ سمجھ لیتے کہ تصوف میں روحانی و مادی کیا قوت ہے، اس لیے کہ صوفیاء کے شکر اسلام کے لیے ہمہ وقت مسلح رہتے ہیں۔

وكلهم قال قولاً غير معروف
اور ہر ایک نے غیر معروف قول ہی کہا
صافی فصوف حتی سہمی الصوفی
جس نے صفائی کی کوشش کی اور اسکی صفائی ہوئی تھی کہ اس کا نام بھی صوفی ہو گیا

بقیہ حاشیہ
صوفی گذشتہ
تخالف الناس فی الصوفی و اختلفوا
لوگوں میں صوفی کے بارے میں اختلاف ہو گیا اور اپنے اختلاف کیا
ولست اُمنع هذا الاسم غیر فتی
میں یہ لقب سوائے اس نوجوان کے کسی اور کو نہ دوں گا
اور شاعر کہتے ہیں:

ولا بكاؤك انت غنى الغنونا
اور نہ گانے والوں کے گانے کوں کر دے گا نام ہے
وتتبع الحق والاسلام والدینا
اور حق اور اسلام اور دین کی اتباع کرو

لیس التصوف لبس الصوف ترقعه
تصوف اون کے پونڈ لگا کر ادنیٰ کپڑے پہننے کا نام نہیں ہے
بل التصوف انت تصفوب لا کدر
بلکہ تصوف یہ ہے کہ تم بلا کسی گندہ کے صافی تمہرے بوجاؤ

میں نے جیشہ سوڈان اور اریٹیریا کی حدود پر مسیحی مبلغین کی ایک سوڈیش جماعت دیکھی جن کے پہلو میں صوفیوں کی جھونپڑیاں تھیں جنہوں نے سوڈیش مسیحی مبلغوں کو چالیس سال تک قدم نہ جانے دیا، اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہم ان جماعتوں کی سرکوبی کے لیے باہمی تعاون کریں جو ہمیں دینی اور سیاسی طور پر ایذا پہنچاتی ہیں، اور جو لوگ دنیا پر اعتراضات کرتے ہیں وہ صرف شبہات کی حد تک محدود ہیں بلکہ وہ لوگ حقیقت میں شبہات و خدشات میں ہی غرق ہیں۔

✽ اور مبلغ کبیر شیخ ابوالحسن ندوی اپنی کتاب ”رجال افکار والدعوة الاسلامیہ“ میں عالم ربانی شیخ عبدالقادر جیلانی کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ ان کی مجلس میں تقریباً ستر ہزار افراد حاضر ہوتے تھے، اور ان کے ہاتھ پر پانچ ہزار سے زیادہ یہودی و عیسائی مسلمان ہوئے، اور ایک لاکھ سے زیادہ گناہگار قسم کے لوگوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی، اور انہوں نے بیعت اور توبہ کا دروازہ کھول رکھا تھا چنانچہ اس میں داخل ہونے والوں کی صحیح تعداد اللہ کے سوا کوئی نہیں جانتا، ان لوگوں کے حالات سدرھے، اور دینی حالت بہتر ہو گئی، اور شیخ عبدالقادر جیلانی ان کی تربیت اور دیکھ بھال کرتے رہے، اور ان کو ترقی کے منازل طے کراتے رہے اور یہ روحانی شاگرد توبہ بیعت اور تجدید ایمان کے بعد اپنی ذمہ داریوں اور مسئولیت کا احساس کرنے لگے، اور پھر شیخ جن میں استقامت، کمال اور تربیت و اصلاح کی صلاحیت و اہلیت دیکھتے تھے انہیں بیعت کی اجازت بھی دے دیا کرتے تھے، چنانچہ ان کے یہ خلفاء اللہ کی دعوت اور مخلوق خدا کو خدا سے ملانے اور تربیت نفوس اور شرک و بدعت اور جاہلیت و نفاق سے جنگ کرنے کے لیے اطراف عالم میں پھیل گئے، جس کی وجہ سے دینی دعوت پھیلی، اور عالم اسلام کے اطراف میں ایمانی مراکز اور تصوف کے مدارس اور جہاد کے مراکز اور اخوت و برادری محبت کی مجالس قائم ہوئیں۔

اور ان کے خلفاء و شاگردوں اور ان کے بعد والے دور میں جو بڑے بڑے مبلغ اور تربیت کرنے والے ان کے اس دعوت اور نفوس کی اصلاح کے طریقے پر چلے ان کا اسلام کی روح اور ایمان کے شعلہ کی حفاظت، اور دعوت و اصلاح کی جرأت، اور جہاد کا دلولہ پیدا کرنے، اور شہوات و نفسانیت کی سرکشی کو کنٹرول کرنے میں بہت بڑا ہاتھ ہے، اور اگر یہ لوگ نہ ہوتے تو وہ مادیت جو حکومتوں اور تمدن کے زیر اثر رداں و وال تھی وہ اس امت کو ہضم کر جاتی، اور اس امت کے افراد کے دلوں سے زندگی اور محبت کی چنگاری بجھ جاتی، اسی طرح ان حضرات کا ان دور دراز کے علاقوں میں اسلام کے پھیلانے میں بھی بہت بڑا ہاتھ ہے جہاں مسلمانوں کے لشکر نہ پہنچ سکے یا ان علاقوں کو اسلامی حکومت کے زیر اثر لانے پر قادر نہ ہو سکے، اور سیاہ افریقہ اور انڈونیشیا اور محیط ہند کی جزیروں اور چین و ہند میں اسلام پھیل گیا۔

✽ اور سمارے استاذ مکرم شیخ محمد راغب الطباخ رحمہ اللہ اپنی کتاب ”الثقافة الاسلامیہ“ میں لکھتے ہیں کہ امت

اسلامیہ میں صوفیاء کے عظیم اعمال اور شاندار کارناموں میں سے یہ بھی ہے کہ بادشاہوں اور حکام نے جب جہاد کا ارادہ کیا تو ان صوفیاء کی اکثریت خواہ صراحتہ اشارہ نہ بھی کریں تب بھی یہ حضرات اپنے متبعین و مریدین کو جہاد میں نکلنے پر ابھارتے تھے، اور چونکہ مریدین اپنے پیروں کے بڑے خالی معتقد اور فرمانبردار ہوتے ہیں اس لیے وہ مجاہدوں کی صفوں میں شریک ہونے میں سبقت لے جاتے تھے، اور اس طرح مملکت کے اطراف سے ایک بڑی تعداد اکٹھا ہو جایا کرتی تھی، اور بسا اوقات یہ صوفیاء و پیر حضرات خود بھی لشکر کے ساتھ نکلتے اور لڑتے اور اپنے مریدوں کو ابھارتے تھے جو فتح و نصرت کا سبب بنتا تھا۔

✽ اور عظیم اسلامی مصنف امیر شکیب ارسلان اپنی کتاب ”حاضر العالم الاسلامی“ میں ”افریقہ میں اسلام کی ترقی اور اس کے اسباب“ کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں کہ، اٹھارویں اور انیسویں صدی میں قادری و شاذلی طریقہ کے متبعین میں ترقی کے ایک نئے باب کا اضافہ ہوا اور تیجانی اور سنوسی کے نام سے دو سلسلے وجود میں آئے۔

سلسلہ قادریہ کے پیروکار مغربی افریقہ میں منگال سے بنین جو حصہ دریاء نیجر کے ڈیلٹا کے قریب واقع ہے اس تمام خطہ میں دین اسلام کے بہادر مبلغ و داعی ہیں، اور یہ حضرات نہایت پرسکون انداز سے تجارت و تعلیم کے ذریعہ اسلام کو پھیلا رہے ہیں، چنانچہ یہ حضرات تعلیم و تدریس کے دوران حبشی بچوں کو دین اسلام کی تلقین کرتے ہیں اور اپنے شاگردوں میں سے سمجھدار طلبہ کو خانقاہوں کے خرچے پر طرابلس اور قیروان کے مدارس اور فاس کی جامع القرویین اور مصر کی جامعہ ازہر بھیجتے ہیں، یہ طلبہ وہاں سے مجاز و سند بن کر نکلتے ہیں اور پھر ان شہروں میں آکر سوڈان میں عیسائی مشنری کی مدافعت و سد باب کرتے ہیں۔

قادریہ سلسلہ کے ایک شیخ کے بارے میں لکھتے ہوئے کہا ہے: ”اور شیخ عبدالقادر جیلانی جو فارس کے شہر جیلان کے تھے وہ بڑے عظیم صوفی و ذکی شخص تھے، ان کے لاتعداد پیروکار پائے جاتے ہیں، ان کا سلسلہ تصوف اسبانیاسک پہنچ چکا ہے، پھر جب غرناطہ سے عربوں کی حکومت ختم ہو گئی تو اس سلسلہ کا مرکز ”فاس“ منتقل ہو گیا۔ اور اس سلسلہ کے برکات و انوارات کے سبب بربر والوں میں سے بدعات کا وجود ختم ہو گیا۔ اور انہوں نے اہلسنت و الجماعت کے طریقے کو اپنایا جیسا کہ اسی سلسلہ کی وجہ سے پندرہویں صدی میں مغربی افریقہ کے بہت سے حبشیوں نے ہدایت حاصل کی۔“

اور سلسلہ سنوسیہ کے بارے میں انہوں نے بھی وہی بات لکھی ہے جو شیخ ابوزہرہ نے لکھا ہے کہ اس فرقے نے ابنی اٹلیوں کے نفوذ کے خلاف اس وقت تک جنگ کی جب تک کہ اللہ نے ان کو فتح نہ دلا دی، اس لیے سنوسیہ کے بارے میں ان کے کلام کا تذکرہ ہمیں کر رہا تاکہ ایک ہی بات مکرر نہ ہو جائے۔

سلسلہ شاذلیہ کے سلسلہ میں گفتگو کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ شاذلی سلسلہ کی نسبت شیخ ابوالحسن شاذلی کی طرف سے۔

جنہوں نے شیخ عبدالسلام بن شیش سے اور انہوں نے شیخ ابو مدین سے یہ علم حاصل کیا تھا، اور یہ سلسلہ شاذلیہ ان ابتدائی داسی سلسلوں میں سے ہے جس نے تصوف کو مغرب میں پہنچایا، اس سلسلہ کا مرکز مراکش میں ہے۔ اس کے مشائخ میں سے سیدی الشیخ العربی الدرقاوی (متوفی ۱۸۲۳ء) بھی تھے جنہوں نے اپنے مریدوں میں ایسی دینی حمیت و جرأت پیدا کی جس کا دائرہ مغرب اوسط تک پہنچ گیا، اور فرانسیسی فتح کی روک تھام و مدافعت کرنے میں سلسلہ درقاویہ کا بہت بڑا ہاتھ تھا۔

ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ یہ حضرات جن کا تذکرہ ابھی گزرا ہے یہ وہ علماء ربانیین اور باصفا صوفیاء اور مخلص اصحاب طریقت ہیں جنہوں نے پچھلے زمانوں اور صدیوں میں دعوت الی اللہ کی زمام نصابی اور اسلام کا پیغام برحق لوگوں تک پہنچایا، اور یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے عبادت اور جہاد کو جمع کیا، اور حقوق اللہ اور حقوق العباد میں ہم آہنگی پیدا کی، اور دونوں کا حق ادا کیا، اور یہی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے ظالموں و جابروں کے سامنے حق کی آواز بلند کی اور دھوکہ باز مستعمرین کے سامنے بڑی بہادری سے ڈٹے رہے۔

یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے دین برحق اسلام کی شریعت کے ساتھ حق کو وابستہ کیا، ذکر اپنی فانی ذات کے ساتھ۔ انہوں نے شریعت کے احکامات کو بالادستی عطا کی خواہ وہ ان کے حق میں ہو یا ان کے برخلاف، یہ حضرات اگر غلطی کر بیٹھتے تھے تو اس پر تنقید کو قبول کرتے تھے، اور اگر کوئی کوتاہی ہو جائے تو نصیحت پر کان دھرتے تھے، اس لیے کہ وہ یہ سمجھتے تھے کہ وہ بھی انسان اور بشر ہیں، ان سے غلطی بھی ہوتی ہے، اور صحیح و درست کام بھی، اس لیے کہ عصمت انبیاء کرام علیہم السلام کا خلاصہ ہے، اللہ تعالیٰ رحم فرمائے امام مالکؒ پر وہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ہم جس سے کوئی شخص ایسا نہیں جس نے تردید نہ کی ہو اور جس پر رد نہ کیا گیا ہو سوائے اس قبر مبارک والی بستی کے، یہ کہہ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اطہر کی جانب اشارہ کیا۔

وہ تاریخی وابدی مواقف جو علماء حقانین اور مخلص ارباب شریعت نے پیش کیے ہیں عالم عصر اور مرشد شیخ سعید نوری ترکی جن کا لقب بدیع الزمان رحمہ اللہ ہے ان کا موقف بھی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے جب یہ محسوس کیا کہ ان کے بعض طلبہ، شاگرد اور مرید ان کی تعظیم و تقدیس میں حد سے آگے بڑھ گئے ہیں اور حق کو ان کی فانی ذات سے وابستہ سمجھتے ہیں، تو انہوں نے ان کی رہنمائی و ہدایت کی غرض سے یہ نصیحت و وصیت کی فرمایا، یاد رکھو اس بات سے بچنا کہ تم اس حق کو جس کی میں تمہیں دعوت دیتا ہوں اسے میری فانی ذات سے مترتب سمجھو، تمہیں سبقت لے جانا چاہیے اور اسے اس کے مقدس سرچشمہ کتاب اللہ اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے مربوط رکھنا چاہیے، اور تم کو یہ سمجھ لینا چاہیے کہ میری حیثیت اس دلال سے زیادہ نہیں جو اللہ جل جلالہ کے ساز و سامان کی طرف رہنمائی کرنے والا ہوا، تم لوگوں کو جان لینا چاہیے کہ میں معصوم نہیں ہوں مجھ سے کبھی گناہ بھی سر نہ ہو سکتا ہے اور انحراف بھی ہو سکتا ہے، جس کی وجہ سے یہ ڈر ہے

کہ اس حق کا ظاہر و مظہر یہ نما ہو جائے جو آپ لوگوں نے مجھ سے مرتبط کر رکھا ہے، اس گناہ اور انحراف یا بدیہوں کے ارتکاب سے اس حق پر بد نما داغ لگ سکتا ہے، یا میرے گناہ و انحراف کی وجہ سے حق کی جو شکل بگڑے گی اور اس میں خلط ملط ہو گا اس سے لوگ حق سے روگردانی کر سکتے ہیں۔

سلف صالحین اور علماء ربانین کے یادگار مواقع میں سے حضرت عبداللہ بن المبارک کا حضرت فضیل بن عیاض کے سلسلہ میں وہ موقف بھی ہے جو انہوں نے اس وقت اختیار کیا تھا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ حضرت فضیل حرم مکہ میں عبادت کے لیے گوشہ نشینی کو اختیار کر بیٹھے ہیں اور جہاد فی سبیل اللہ پر سلامتی کو ترجیح دی ہے۔ تو حضرت عبداللہ بن المبارک نے انہیں اشعار کا ایک قصیدہ لکھ بھیجا جس کے صرف درج ذیل اشعار پر ہم اکتفا کرتے ہیں:

یا عابد الحرمین لو أبصرنا	لو جددت أُنْک بالعبادة تلعب
اے حرمین میں عبادت کرنے والے اگر آپ میں دیکھ لیتے	تو یہ سمجھ لیتے کہ آپ عبادت کا مذاق اڑا رہے ہیں
من کان يتعب خيله في باطل	فخیولنا یوم الکسریه ت تعب
جو شخص اپنے گھوڑوں کو فصول تکھاتا ہے اے جان لینا چلیے کہ	ہمارے گھوڑے جنگ کے دن تھکتے ہیں
أو کان یخضب خده بد موجه	فنعورنا بد مائنا تتخضب
یا وہ جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کرتا ہے	تو ہمارے سینے ہمارے خون سے رنگے ہاتھ ہیں
ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا	رھج السنا بک والغبار الاطیب
عبیر کی خوشبو آپ لوگوں کے لیے ہے اور ہماری خوشبو	کھروں کی گردوغبار اور پاکیزہ مٹی ہے

حضرت فضیل کو جب یہ اشعار پہنچے تو وہ رونے لگے اور انہوں نے فرمایا کہ میرے بھائی نے بالکل سچ کہا اور میرے ساتھ خیر خواہی کی۔

حضرت عبداللہ بن المبارک رحمہ اللہ نے حضرت فضیل رحمہ اللہ کو جب یہ اشعار لکھے تھے وہ اس وقت سرزمین شام میں جہاد کے لیے تیاری میں مصروف تھے، اللہ ان سے راضی ہو اور ان پر رحم کرے۔

عالم و مرشد جب اپنے آپ کو حق کے مطابق ڈھالتا ہے نہ کہ حق کو اپنے مطابق تولیے موقع پر وہ کتنا عظیم ہوتا ہے اور جب وہ اپنے طرز عمل سے لوگوں کو اسلام کا ایسا محیط و عام منہاج پیش کرتا ہے جو خواہ عقیدہ سے متعلق ہو یا تشریح سے، دین سے متعلق ہو یا حکومت سے، تزکیہ سے متعلق ہو یا جہاد سے، عبادت سے متعلق رکھتا ہو یا سیاست سے، امر بالمعروف اور حق بات کہنے سے متعلق ہو یا نہی عن المنکر سے ایسے موقع پر اس کا نمونہ عمل کیا عظیم ہوا کرتا ہے۔

اس لیے اے مری محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ کسی ایسے عالم و مرشد ربانی کو تلاش کریں جس میں یہ تمام صفات

مجمع ہوں، اور اس کی شخصیت میں یہ تمام مفہوم کامل طور سے موجود ہوں، تاکہ جب آپ کے بیٹے کا اس سے تعلق قائم ہو تو وہ اس کو اسلامی تعلیمات کا صحیح اور کامل و مکمل نمونہ پائے، اور وہ اس کو صحیح اسلامی تعلیمات کی تلقین کرے، اور اس کے دل و دماغ، روح و افکار کو اسلام کے محیط نظام و منہج کی طرف راغب کرے، اور اس کا تعلق حق اور شریعت اور سلف صالحین کے ارشادات سے جوڑے نہ کہ اپنی فانی ذات اور غیر معصوم شخصیت سے۔

مرتب محترم! آپ ایسا ہرگز نہ کیجیے گا کہ آپ اپنے بچے کا تعلق ان لوگوں سے قائم کریں جو پیری مریدی کے دعویدار اور تصوف سے نااہل ہیں، جو منافقین کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں، جو آج کل بہت بڑی تعداد میں پائے جاتے ہیں۔

★ جو مرشد اپنے آپ کو معصوم سمجھے اور محفوظ و معصوم ہونے کا دعویٰ کرے وہ جاہل و بددین ہے۔

★ اور جو مرشد اپنے مریدوں سے اس بات کا خواہاں ہو کہ وہ اس کے ارتکاب کردہ گناہوں کو مان لیں اور اس پر نکیڑہ کریں تو وہ جاہل و بددین ہے۔

★ اور وہ مرشد جو اپنے مرید کو اپنی باتوں سے امید و لالچ میں مبتلا کرتا ہے اور اس کو قرآن کریم کی تاثیر و ہدایت سے دور رکھتا ہے اور سنت نبویہ کی تعلیمات سے بے بہرہ رکھتا ہے وہ جاہل و بے وقوف ہے۔

★ اور جو مرشد ایسے علم کو چھپاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ دین کے معاملہ میں نفع پہنچائے، یا کسی ایسے دینی معاملہ میں سکوت اختیار کرتا ہے اور حق بات نہیں کہتا جس کا دین سے ہونا بدیہی طور پر معلوم ہو تو ایسا مرشد جاہل و بے وقوف ہے۔

★ اور ایسا مرشد جو اسلام کو صرف تزکیۂ نفس اور نفس انسانی کی اصلاح تک محدود رکھتا ہو اور اسلام کے دوسرے وہ بنیادی احکام جو نظام حکومت اور دنیاوی زندگی سے متعلق ہیں انہیں معطل چھوڑ دیتا ہو تو وہ بھی جاہل و بے وقوف ہے۔

★ وہ مرشد جو حکام کے ساتھ منافقت سے پیش آتا ہو اور ان کی تعریف کی تسبیحیں پڑھتا رہتا ہو اور ان کے دسترخوان پر آتا جاتا رہتا ہو وہ بھی جاہل و بے وقوف ہے۔

مرتب محترم! اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بچے کا تعلق ایسے مجبور مقتدی سے ہوگا جس کے اوصاف ہم نے بیان کیے، اور ایسے عالم ربانی مرشد سے ہوگا جس کے اوصاف ہم ذکر کر چکے ہیں تو بلاشبہ ایسی صورت میں بچہ تقویٰ اور اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی تربیت حاصل کرے گا، اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور حق کے بارے میں جبری ہونے کا وصف اس میں نمایاں ہوگا، اور وہ محراب میں عبادت الہی اور میدان کارزار میں دشمنوں کی سرکوبی کرے گا اور پھر وہ روئے زمین پر اللہ کے حکم کو قائم کرنے کے لیے ایمانی حرارت، اسلام کی شجاعت، جوانی کی قوت، پختگی و عزم، سمجھ و ذکاوت اور مسئولیت کے احساس کے ساتھ آگے بڑھے گا، اور اس پر شاعر کا درج ذیل شعر صادق ہوگا:

وَتَأْتِي عَلَى قَدَرِ الْكِرَامِ الْمَكَارِمِ

اور شہداء کے تہذیب و منزلت کے اعتبار سے انکے انعامات ہوتے ہیں

عَلَى قَدَرِ أَهْلِ الْعِزِّ تَأْتِي الْعِزَامُ

انسانوں کی قوت و عزم کے مطابق ہی ان سے بلند امور صادر ہوتے ہیں

وتعظم فی عین الصغیر صغارها وتصغرفی عین العظیم العظام
اور چھوٹوں کی نظر میں معمولی چیز بھی بڑی بن جاتی ہے اور بڑوں کی نظر میں بڑی چیزیں بھی معمولی بن جاتی ہیں

اس تعلیم و تربیت اور شخصیت سازی کی وجہ سے ایسے مرشد ربانی کے ہاتھوں سے بچہ ایک شاندار اسلامی مملکت کے قیام کے لیے بہترین اینٹ کا کام دے گا۔ اور اس کے ذریعہ سے اسلام کی سرزندگی اور مسلمانوں کی فتح و جود میں آئے گی، اور قرآن پر عمل کرنے والی مضبوط حکومت قائم ہو جائے گی، اور اللہ تعالیٰ جل شانہ کے لیے یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔

۲۔ بچے کو اچھی صحبت اور نیک لوگوں سے وابستہ کرنا

بچے کی ایمانی و نفسیاتی شخصیت سازی اور معاشرتی و اخلاقی تعمیر کے اہم عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو شروع ہی سے نیک صالح لوگوں کی صحبت مہیا کی جائے، تاکہ بچہ ان سے وہ شاندار روحانیت اور علم نافع اور برتر آداب اور شاندار اخلاق حاصل کر سکے جس سے اس کی شخصیت اجاگر ہو۔

مرتب کو چاہیے کہ وہ بچے میں مرشد ربانی سے تعلق اور نیک صالح افراد کی صحبت سے ارتباط کا پورا خیال رکھے۔ اس لیے کہ ان دونوں میں تناقض اور غیر ہم آہنگی اور ان دونوں تعلقات میں ایک دوسرے سے دوری بااوقات و نہایت خطرناک حالات سے دوچار کر دیتی ہے :

۱۔ تربیت و رہنمائی میں تعارض و ٹکراؤ۔

۲۔ کردار و چال چلن میں انحراف۔

تربیت و رہنمائی میں تعارض و ٹکراؤ سے مراد یہ ہے کہ وہ بچہ جو کسی سمجھدار مرشد ربانی سے تربیت حاصل کرے گا وہ اگر ایسے لوگوں کے ساتھ رہے گا جو اسلامی سوچ بچار اور کامل پختہ ذہن کے مالک نہیں ہیں تو ہو سکتا ہے کہ بچہ ان سے متاثر ہو جائے اور ان کا اثر قبول کر لے اور ان کی طرف مائل ہو جائے، اور ان جیسے کام کرنے لگے، اور ان کے افکار کو قبول کر لے، اس لیے کہ وہ اب تک علم و عقل کی پختگی کے اس درجے کو نہیں پہنچا ہے جو اسے اس قابل بنا دے کہ وہ اس کے ذریعہ سے صحیح اور غلط میں امتیاز کر سکے، اور اس کا اثر یہ ہو گا کہ بچہ دو قسم کے افکار سے متاثر ہوگا، اور دو شخصیتوں سے انہض کرے گا، ایک کامل و سمجھدار شخصیت اور دوسری جاہل و ناقص شخصیت، اور پھر وہ سخت حیرت و پریشانی اور تکلیف دہ فکری و نفسیاتی جنگ کا شکار ہو جائے گا، اور اسے یہ معلوم نہ ہو گا کہ وہ کس طرف جائے اور نہ یہ معلوم ہو گا کہ کیا کرے؟ اور چال چلن و کردار کے انحراف سے میری مراد یہ ہے کہ بچہ جب مرشد ربانی یا سمجھدار مسلمانوں کی جماعت کو یہ

دیکھئے گا کہ وہ اسے ایسا اسلام اور علم دے رہے ہیں جو اس اسلام و علم سے بالکل مختلف ہے جو اسے اپنے ساتھیوں کی صحبت اور ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے حاصل ہوتا ہے تو ظاہر ہے کہ بچہ اس تناقض سے متاثر ہوگا۔ اور سوال افکار و پریشانی کے جال پھنس جائے گا جو ہو سکتا ہے کہ اسے کردار و عقیدہ میں انحراف تک پہنچا دے، جو سراسر ان تناقض اور ایک دوسرے کی ضد صورت حال کا رد عمل ہوگا، اس لیے مرشد اور اچھی صحبت کے ساتھ ارتباط میں برابری کا خیال رکھنا بچے کی شخصیت سازی اور اس کی نفسیاتی و اخلاقی تیاری کے اہم ترین عوامل میں سے ہے، تاکہ بچہ تناقض اور شخصیت تباہ کرنے اور حیران کن امور اور نفسیاتی جنگ کا شکار نہ ہو۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ اپنے بچے کے لیے ایسے دوستوں کو تلاش کرے جو ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے ایسے سمجھدار باکمال مرشد ربانی کے ہاتھ سے تربیت حاصل کی ہو جس کے اوصاف اس سے پہلے ذکر ہو چکے ہیں، اور جس کے افکار و خیالات کا ایک حصہ ہم اس سے قبل جان چکے ہیں، اور ایسی صورت میں ربط مضبوط اور تاثیر قوی اور بچے کی شخصیت میں اعلیٰ ترین کمال ہوگا۔



جن امور کا مربی کو خیال رکھنا اور خوب اہتمام کرنا چاہیے، اور ان کو یقینی بنانے کی کوشش کرنا چاہیے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کا چار قسم کے ساتھیوں سے تعلق قائم کرنا چاہیے:

۱۔ گھر کی صحبت۔

۲۔ محلہ کی صحبت۔

۳۔ مسجد کے رفقاء۔

۴۔ مدرسہ یا کام کی جگہ کے ساتھی۔

✽ گھر کی صحبت و رفاقت سے مراد ہے بھائیوں اور قرابت داروں کی رفاقت، اس لیے کہ یہ پہلے وہ افراد ہیں جن سے بچہ ملتا اور ان کے ساتھ اکٹھا ہوتا اور ان سے تعلق پیدا کرتا ہے، اور یہی وہ اولین افراد ہیں جن سے بچہ اخذ کرتا اور چل کر تاتا اور ان سے متعلق ہوتا ہے۔ اس لیے مربی کا یہ فریضہ ہے کہ وہ خوب دیکھ بھال اور اچھی طرح سے نظر رکھے، جس کی وجہ سے وہ خواہ قریب ہو یا دور ان لوگوں کے حالات سے باخبر رہے جن سے بچہ ملتا جلتا اور جن کے ساتھ اٹھتا بیٹھتا ہے خواہ وہ اس کے بہن بھائی ہوں یا دوسرے عزیز رشتہ دار۔

یہ ایک ظاہری بات ہے کہ بچے کا بڑا بھائی اچھائی یا بڑائی اور خیر و شریں دوسری تمام اولاد کے لیے ایک نمونہ اور مثال بنتا ہے۔ اس لیے اگر باپ یا ماں بچے یا بچی کو بالکل آزاد و بے لگام چھوڑ دیں گے اور دوسروں سے میل جول اور اٹھنے بیٹھنے میں کوئی گرفت نہ کریں گے تو ایسے بداخلاق بھائی یا بہن کا بانی بہن بھائیوں کے اخلاق پر بھی برا اثر پڑے گا۔ اور پھر

کے سامنے بہت برے اخلاق و تہذیب کا مظاہرہ کرتے ہیں۔

یہ بہت خطرناک مرض ہے۔ مریضوں اور مسئولین کو اس کا علاج کرنا چاہیے، اور اس کی بیخ کنی کرنے کے لیے تمام لوگوں کو معاونت کرنا چاہیے۔ اور اس سلسلہ میں ہم اخلاقی تربیت کی مسئولیت کے ذیل میں نہایت کافی شافی بحث کر چکے ہیں اس لیے اس کا مطالعہ کر لیجیے وہاں تشفی کا سامان مل جائے گا۔

اس وقت اس مرض کے بارے میں ہم جس طرف توجہ مبذول کرنا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ مریضوں کی توجہ اس تکلیف دہ اور افسوسناک حالت کی طرف پھیر دیں جس تک ہمارے اکثر بچے بد اخلاقی اور تربیت کی خرابی اور عقیدہ کے انحراف میں مبتلا ہو گئے ہیں، تاکہ مرنے اپنی جد و جہد و محنت و گنی کر دے۔ اور بچے کے عقیدے کی اصلاح اور اخلاق کے بنانے میں اپنی مسلسل طاقت خرچ کرے اور بچے کو اس فاسد بھٹی اور گندے ماحول سے بچانے کے لیے جس میں ہمارے اکثر بچے رہتے ہیں مفید ترین اسباب اور وسائل اختیار کرے۔

اکثر علماء تربیت و اصلاح کی نظر میں اس کے کامیاب ترین وسائل میں سے یہ ہے کہ بچے کا اچھی صحبت کے ساتھ رابطہ پیدا کیا جائے، اور اس صحبت و تعلق کا کامیاب ترین راستہ و طریقہ یہ ہے کہ محلے یا پڑوس کے کسی صالح و نیک ساتھی سے بچے کا رابطہ پیدا کر دینا چاہیے جس سے وہ مسجد میں، اور فارغ اوقات، یا علمی مباحث، یا کھیل کود، یا سیر و تفریح میں ہمیشہ رابطہ رکھے۔

اور واقعہ یہ ہے کہ اگر محلہ کے ایسے اچھے ساتھیوں سے بچے کا تعلق قائم کر دیا جائے تو وہ اس سے محفوظ رہے گا کہ محلہ کے گندے لڑکوں اور بد کردار ساتھیوں اور خراب دوستوں سے میل جول قائم کرے، بلکہ اس کا عقیدہ زلیغ و گمراہی سے اور اس کے اخلاق بگڑنے اور بے راہ روی سے بچ جائیں گے۔

اس لیے اے محترم مرنے والے صاحبان آپ یہ کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کا محلے کے شریف و نیک بچوں سے رابطہ قائم کریں۔ اور ساتھ ساتھ ہمیشہ کڑی نگرانی، دیکھ بھال، اور رہنمائی بھی کرتے ہیں تاکہ آپ کا بچہ نیک صالح مومن بندو کی فہرست میں شامل ہو۔



✽ مسجد کی صحبت سے میری مراد یہ ہے کہ بچے کا ایسے بچوں سے رابطہ پیدا کیا جائے جو اس کے ہم عمر ہوں، اور محلہ کی مسجد میں جماعت سے نماز پڑھتے ہوں، جمعہ اور اسباق وغیرہ میں پابندی سے شرکت کرتے ہوں۔

میرا اندازہ یہ ہے کہ جو بچہ خود اپنے طور پر یا اپنے والدین یا مرنے والے کی رہنمائی سے مسجد کا عادی ہو جائے گا وہ ایسا بچہ ہوگا جس کی نفس میں ایمان کی روح، اور اللہ کی فرمانبرداری، اور اسلام کے احکامات و منہیات کے سامنے گردن جھکانے کی عادت مستحکم ہو جائے گی، اور ایسے ہی بچے سے خیر کی امید رکھی جاسکتی ہے، اور اس کے وجود سے نفع و بھلائی کی آرزو

کی جاسکتی ہے۔

اور اگر ایسے بچے کے لیے جو مسجد جانے کا عادی ہو کوئی ایسا شخص میسر آ جائے جو اس کی رہنمائی کرے اور اسے تعلیم دے اور ٹھوس اسلامی بنیادوں اور شاندار اخلاقی اصولوں پر اس کی تربیت کرے اور اس میں فکری سمجھ پیدا کرنے کا کام کرے تو بلاشبہ ایسا بچہ ان لوگوں میں سے ہوگا جن سے اسلام کا قلعہ تعمیر کرنے اور مضبوط ترین حکومت قائم کرنے کی امید رکھی جاسکتی ہے۔

میں جس چیز کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ محلہ والوں کی صحبت اور مسجد کے ساتھیوں کی رفاقت لازم ملزوم ہیں۔ ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے جدا نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ محلہ کے ایسے ساتھی کا کیا فائدہ جو نماز نہ پڑھے اور مسجد آنے جانے کا عادی نہ ہو؟ اور جو شخص مسجد آتا جاتا ہو اس کو محلہ کے ایسے ساتھی کے میل جول سے کیا فائدہ پہنچے گا جو ایسے گھروں کا رخ بھی نہ کرتا ہو جہاں اللہ کا ذکر ہوتا ہو؟

اور اگر کوئی شخص یہ چاہتا ہے کہ اپنے بچے کے لیے بہترین ساتھی اور عمدہ دوست منتخب کرے، تاکہ اس کا بچہ ان کے ساتھ اٹھے بیٹھے اور ان سے تعلق قائم کرے تو اسے چاہیے کہ ایسے دوست ان لوگوں میں سے منتخب کرے جو محلہ کی مسجد میں جانے کے عادی ہوں، اس لئے کہ وہی لوگ صحیح فطرت اور حقیقی ایمان اور پاک صاف اچھے اخلاق کے مالک ہیں۔

یہیں سے مربی کی ذمہ داری شروع ہو جاتی ہے کہ وہ بچے اور اس کے دوستوں اور ساتھیوں پر نظر رکھے کہ وہ جماعت سے نماز پڑھتے اور اسباق و دروس اور الہی اچھی مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں یا نہیں جو مسجد میں منعقد ہوتی ہیں؟ اور یہ بد نظر رکھے کہ کیا یہ لوگ قرآن کریم کے حلقوں اور اللہ کے گھروں میں علماء و اساتذہ جو قرآن کریم و تجوید کا درس دیتے ہیں اس سے ان کا تعلق ہے یا نہیں؟

مربی کو بچوں کو مسجد آنے جانے کی عادت ڈالنے کی ترغیب دیتے رہنا چاہیے تاکہ نماز کے اوقات میں وہ مسجد کا رخ کریں اور جماعت کے وقت وہ مسجد جانے میں ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں، اور قرآن کریم کے حلقہ درس اور دینی تعلیمات کی مجالس میں ان کے مقررہ اوقات پر شرکت کرنے کے شوقین و حریص بنیں۔

اس لیے اے مربی محترم! آپ یہ کوشش کیجیے کہ اپنے بچے کو مسجد سے تعلق رکھنے والے ایسے ساتھیوں سے رابطہ رکھنے کا عادی بنائیں جن کا تذکرہ ہم کر چکے ہیں، اور پھر ان پر کڑی نظر بھی رکھیں، اور انہیں ترغیب بھی دیتے رہیں اور تربیت افزائی بھی کرتے رہیں۔ تاکہ آپ کا بیٹا اللہ کے فضل سے پاکباز مسلمانوں اور اچھے صالحین کی جماعت میں شامل ہو۔



✽ مدرسہ، اسکول یا کارخانے کی رفاقت و صحبت سے میری مراد بچے کا اپنی جماعت کے ساتھیوں اور اسکول میں اپنے

ہم عمروں کے ساتھ رفاقت ہے جہاں وہ پڑھتا ہے اور جس میں وہ داخل ہے، یا وہ کارخانہ جہاں وہ کام کرتا ہے اور وہاں سے کمائی کرتا ہے اور اس کی طرف منسوب ہے۔

مدرسہ کے ساتھیوں سے رفاقت کے سلسلہ میں گفتگو کے ذیل میں میں یہ چاہتا ہوں کہ مریضوں کی توجہ ایک اہم ترین حقیقت کی جانب مبذول کرادوں جس کے سلسلہ میں بحث اور اس پر کلام کرنا بہت ضروری ہے۔

اس حقیقت کا خلاصہ یہ ہے کہ آج کل وہ ممالک اور شہر جہاں گمراہ کن افکار اور ملحدانہ نظریات پھیلے ہوئے اور غیروں کے اصول و ضوابط چھائے ہوئے ہیں وہاں مدرسہ واسکول خطرناک نظریات و افکار اور آراء کا نہایت سرسبز باغ بن گیا ہے جو بہت افسوس کی بات ہے، اور یہ سب کچھ کس کے ہاتھوں سے ہو رہا ہے؟

یہ سب کچھ ایسے اساتذہ کے ذریعے ہو رہا ہے جنہوں نے اپنے ضمیر کو شیطان کے ہاتھ اور اپنی نفوس کو دوسروں کے ہاتھ بیچ دیا ہے۔

ایسی گمراہ کن نظریاتی جماعتوں کے ذریعے ہو رہا ہے جن کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ دین میں شکوک و شبہات پیدا کیے جائیں اور اسلام کے خلاف جنگ کریں۔

ایسی طلبہ تنظیموں کے ذریعے سے جو ان جماعتوں سے احکامات حاصل کرتی ہیں جن کی طرف ان کی نسبت ہے تاکہ طلبہ وطالبات کو گمراہ کرنے اور دوسروں کا غلام بنانے اور شک و شبہ میں گرفتار کرنے کا اپنا فریضہ ادا کر سکیں۔ عورتوں کی ایسی جماعتوں کے ذریعے جن کا اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ اس اسلامی پردے کے سامنے صف بستہ ہو جائیں جو پاکیزگی و عفت کا شعار ہے، اور اس اسلامی نظام کا مقابلہ کریں جو عورت کے ساتھ انصاف کرتا ہے۔ اور حقوق سے متعلق اسلام کے ایسے بنیادی قواعد کا مقابلہ کریں جنہوں نے ہر صاحب حق کو اس کا پورا پورا حق دیا، اور یہ جماعتیں عام طور سے کبھی تو عورت کی آزادی کی علمبرداری کا دعویٰ کرتی ہیں، اور کبھی عورت کو مرد کے مساوی قرار دینے کا نام لے کر آگے بڑھتی ہیں۔

یہ تمام زہر اس مسموم فضا کے علاوہ ہے جو مدارس واسکولوں میں مختلف نظریات، اور ایک دوسرے کی ضد افکار اور آزادی و بے راہ روی و بیکاری کے دور دورہ کی وجہ سے عام ہے، مدرسہ کی فضا میں ہمیں ایسے آدمی بہت کم ملتے ہیں جو صحیح دین اور برحق اسلام اور اچھے اخلاق اور صحیح بنیادی تربیتی اصولوں کی طرف دعوت دینے والے ہوں۔ اس اہم حقیقت کے آشکارا کرنے کے بعد اے مری مہترم! آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ اپنے بچے کو اس تاریک و سیاہ فضا اور اس گمراہ کن فاسد ماحول سے بچانے کے لیے پوری جدوجہد صرف کریں اور اپنی کوشش کو دوچند کر دیں، اور بچوں کو ایسی فضا و ماحول سے اسی وقت بچانا ممکن ہوگا جب ان کو مدرسہ میں سمجھدار نیک صالح طلبہ کی صحبت و رفاقت مہیا کی جائے، تاکہ علمی تلقین اور ثقافتی شخصیت سازی خواہ وہ تعلیم کے ابتدائی مرحلہ میں ہو یا اعدادی یا ثانوی یا یونیورسٹی

کی سطح پر ان تمام مراحل میں آپ کا بچہ ایسے سنجیدہ و نیک طلبہ سے مربوط رہے۔ ایسے طلبہ کا انتخاب بہتر یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے ہو جن کے ساتھ بچہ محلہ یا مسجد میں اٹھتا بیٹھتا ہو۔ تاکہ صحبت و رفاقت کا پورا اثر پڑے۔ اور بچے کے لیے خیر و بھلائی کے نتائج زیادہ بہتر و اچھے ہوں۔ لیکن اگر ایسے طلبہ نہ پائے جائیں تو سمجھ بوجھ اور عقیدہ کی سلامتی و اخلاق کی درستگی اور عبادات کی ادائیگی خصوصاً نماز کی ادائیگی کی بنیاد پر انتخاب کر لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ شاعر و رحیم کرے فرماتے ہیں :

فان الحر في الدنيا قليل

تمسك ان ظفرت بذيل حر

اس لیے کہ دنیا میں شریف آدمی کم ہی ہوتے ہیں

اگر تم کسی شریف آدمی کا دامن تھام سکو تو تھام لو

مدرسہ و اسکول کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں مربی محترم کی توجہ ایک اور حقیقت کی طرف بھی مبذول کر دوں جس کا اہتمام بہت ضروری ہے اور اس طرف توجہ کرنا لازمی ہے۔ اور وہ ہے لڑکی کو اسکول میں داخل کرنا اور اس کے نفسیاتی و جذباتی تاثر کے حالات۔

مربی محترم! آپ کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ عورت میں جذباتی مزاج رکھا گیا ہے اور وہ برا نگہبختہ کرنے والی چیزوں و آرزوؤں سے بہت جلد متاثر ہو جاتی ہے۔ اور جدید تمدن کے فتنے اور دنیا کی زیر و زینت اور اس کے دھوکہ دینے والے مظاہر کی جانب بہہ جاتی ہے، اس کی وجہ سے وہ حق سے بہت جلد دور ہو جاتی، اور ماحول کے رنگ میں رنگ جاتی، اور خواہشات کی رو میں بہہ جاتی، اور فضا کے ساتھ ساتھ چلنے لگتی ہے۔ اس میں نہ دین کی طرف سے کوئی رکاوٹ ہوتی ہے نہ ضمیر کی طرف سے کوئی مانع اور نہ عقل کی پٹنگل ہوتی ہے نہ انجام پر نظر۔

اس لیے آپ کا یہ فریضہ ہے کہ آپ لڑکوں سے زیادہ لڑکیوں کا خیال رکھیں۔ تاکہ ان کا ایمان متزلزل اور اخلاق خراب نہ ہوں، اور وہ بے حیائی و آوارگی کی تباہ کن گھاٹیوں میں قدم نہ رکھیں، اور وہ لادینی جماعتوں سے وابستہ نہ ہوں جس کی وجہ سے وہ عزیز ترین چیز اسلام و شرافت سے بھی عاری ہو جائیں، اسے تربیت کرنے والو! اسلام آپ پر یہ لازم کرتا ہے کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے اپنے گھر و مدرسہ میں اچھا ماحول اور صحیح فضا مہیا کریں تاکہ آپ اسے لغزش سے محفوظ رکھ سکیں اور انحرف سے بچا لیں۔

اچھے ماحول کے مہیا کرنے والے وسائل و اسباب میں سے یہ بھی ہے کہ آپ ایسی اچھی نیک پارما اور دعوت دین دینے والی عورتوں سے اس کا جوڑ پیدا کر دیں جن سے وہ ہمیشہ میل جول رکھے۔ اور ان کے پاس آتی جاتی رہے ان وسائل میں سے یہ بھی کہ آپ اپنی بیٹی کے لیے ایسی نیک صالح سہیلیوں کو مہیا کریں جن سے اس کا رابطہ رہے اور ان سے اچھی باتیں سیکھے، یہ سہیلیاں خواہ گھر و محلہ میں رشتہ داروں میں سے ہوں یا اسکول کی ساتھی، اس کے ساتھ ساتھ بچی پر ہمیشہ نظر رکھنا چاہیے، اسے وقتاً فوقتاً اپنی نصیحتوں سے آراستہ کرتے رہنا چاہیے تاکہ وہ اپنی اصلیت پر باقی رہے۔ اور ایمان و استقامت و حق پر قائم رہے۔ اور اسلام کے بنیادی اصولوں اور روشن تعلیمات پر عمل پیرا رہے۔ اور اگر باپ یہ سمجھے کہ وہ اپنی بچی کی پاکبازی

و پاکدامنی اور اس کی عصمت کی حفاظت کرنے کے اسباب مہیا کرنے پر قادر نہیں اور اپنی جگر گوشہ کے لیے اچھی فضا و ماحول نہیں پیدا کر سکتا ہے تو ایسے باپ کے لیے یہ شرعاً حرام ہے کہ وہ اس لڑکی کو ان خرابیوں کے مرکز میں داخل کرے اور ان ہلاکت و تباہی کی جگہ پھینک دے تاکہ وہ بھی اپنے عزیز ترین دین اور عزت و عصمت کو گم نہ کر بیٹھے۔

مرئی محترم! آپ کو یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ جو اثرات مدرسہ و اسکول کی صحبت سے پڑتے ہیں۔ ویسے ہی اثرات اسکول و کارخانوں کے ساتھیوں کی صحبت سے بھی پڑتے ہیں، اس لیے کہ یہ نہایت افسوسناک بات ہے کہ اکثر فیکٹریوں و کارخانوں اور اداروں کے کام کرنے والے افراد اخلاق باختہ بے ادب اور بے دین ہوتے ہیں، بلکہ ان مزدوروں میں ان کے درجات کے تفاوت کے اعتبار سے ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو سرخ الحاد اور کافرانہ شیعویت کے قبول کرنے والوں میں سے ہوتے ہیں، ان میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دوسروں کے لیے کام کرنے والی ایسی تنظیموں کی طرف منسوب ہوتے ہیں جن کے نزدیک دین اور ان اخلاقی اقدار کی کوئی حیثیت، مرتبہ، وزن نہیں ہوتا جنہیں اسلام لے کر آیا ہے ان کام کرنے والوں میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو جانوروں کی طرح سے آزاد زندگی گزارتے اور اخلاق باختہ حرکات اختیار کرتے ہیں، جن کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے کہ اپنی جنسی خواہشات کو پورا کریں اور سخی جذبات کو تسکین پہنچائیں، اور ان کا سوا غم اس کے اور کوئی مطلع نظر نہیں ہوتا کہ وہ شراب، جوئے اور برائی کی دلدل میں پڑے رہیں، اور فحش ترین گانے سنیں، اور اخلاق باختہ مجالس و ڈراموں میں شرکت کر کے اپنی مردانگی، عزت و شرافت کو ہر دار فاشہ مغنیہ، یا گری پڑی رقاصہ، یا زانیہ و بے حیا عورت کے قدموں پر قربان کر دیں۔

لیکن اس کے ساتھ ساتھ مزدوروں اور ملازمین میں ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں جو دین مستقیم و اخلاق عالیہ پر قائم اور اس اسلامی نظام کو اپنائے ہوئے ہیں جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں، لیکن ایسے لوگ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں بہت کم ہیں، اور اکثر علاقوں میں ایسے لوگ ان غیر دیندار و بد اخلاق جماعتوں کے مقابلے میں تھوڑے سے ہیں جن کی کارخانوں و فیکٹریوں اور عمومی و خصوصی اداروں میں بھر مار ہے، اس لیے اے مرئی محترم! اسلام آپ پر یہ لازم کرتا ہے کہ آپ کارخانے و فیکٹری میں اس نیک جماعت اور مومن باکدار افراد کو تلاش کریں تاکہ آپ اپنے بچے کا ان سے تعلق قائم کریں، تاکہ اگر وہ معمول چائے تو یہ یاد دلا دیں اور اگر اسے اپنا سبق یاد ہو تو یہ اس کے مددگار بنیں اور اگر اسے غلط راستے اور بری جگہ جاتے دیکھیں تو اسے تباہی سے بچائیں اور اس کا گھیراؤ کر لیں تاکہ وہ ہمیشہ ہمیشہ استقامت و اخلاق پر قائم رہے۔

اور جب گھر کی دیکھ بھال راہنمائی کا نیک صحبت کے ساتھ تعاون اور امداد باہمی جاری ہوگی تو یہ صحبت خواہ مدرسہ لی ہو یا کارخانے کی، مملکت کی ہو یا مسجد کی تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے کے حالات درست اور معاملات ٹھیک ہو جائیں گے۔ اور اس کی اسلامی شخصیت کامل و مکمل ہو جائے گی، اور وہ ہمیشہ ہمیشہ اپنے عہد و استقامت و اخلاق عالیہ پر برقرار

رہے گا۔ اس لیے ابن سینا نے بچے کی تربیت کے سلسلہ میں درج ذیل وصیت کی ہے کہ بچے کے ساتھ اس کے مکتب و مدرس میں ایسے بچے ہوں جن کے اخلاق و آداب اچھے اور عادات پسندیدہ ہوں اس لیے کہ بچہ بچے سے بہت زیادہ اخذ کرتا اور اس سے سیکھتا اور مانوس ہوتا ہے۔

اس لیے اے مہربان محترم آپ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ آپ تربیت کے ان بنیادی اصولوں اور اسلام کے ان اعلیٰ اساسی قواعد پر عمل پیرا ہوں، تاکہ آپ کا بچہ ضائع نہ ہو، اور گمراہی، انحراف اور چھپورے پن میں مبتلا نہ ہو۔ اور اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ آپ اس کا تعلق ایسے اچھے ساتھیوں سے پیدا کریں جن کا تذکرہ ہم تفصیل سے کر چکے ہیں۔ تاکہ آپ ہمیشہ صحیح راستے اور بصیرت پر رہیں اور منزل مقصود سے باخبر رہیں:

«قُلْ هَذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو إِلَى اللَّهِ عَلَى بَصِيرَةٍ أَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِي وَسُبْحَنَ اللَّهُ وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ» ۱۰۸۔ یوسف

آپ کہہ دیجیے کہ یہ میری راہ ہے میں بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر اور جو میرے ساتھ ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں شریک بنانے والوں میں سے نہیں ہوں۔



مہربان محترم! ہم اخیر میں آپ کے سامنے اسلام کی ان تعلیمات کو پیش کر دیتے ہیں جو اس نے برے ساتھیوں اور منفرد و بے دین رفتار سے اجتناب و دور رہنے کے سلسلہ میں دی ہیں، تاکہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ اسلام نے نیک صحبت کے اختیار کرنے کا کتنا اہتمام کیا ہے اور اس کا کس شدت سے حکم دیا اور اس کی تعلیم دی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«وَيَوْمَ يَعِضُ الظَّالِمُ عَلَى يَدَيْهِ يَقُولُ لِيَلَنَّتَنِي إِتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِيلًا ۚ يُؤْنِسُ لِيَلَنَّتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فَلَانًا خَلِيلًا ۚ لَقَدْ أَضَلَّنِي عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ إِذْ جَاءَنِي ۚ وَكَانَ الشَّيْطَانُ لِلْإِنْسَانِ خَدًّا وَلَا ۚ»

اور جس روز ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کھلے گا،
کہے گا کہ کاش میں رسول کے ساتھ راہ پر لگ لیتا
ہائے میری شامت! کاش میں نے فلاں شخص کو دوست
نہ بنایا ہوتا، یقیناً اس نے نصیحت آئے پیچھے مجھے اس سے
بہکا دیا، اور شیطان تو انسان کو ادا و کرنے سے جواب
دے ہی دیتا ہے۔

الفرقان۔ ۲۹ تا ۲۷

نیز ارشاد فرمایا:

«قَالَ قَرِينُهُ رَبَّنَا مَا أَطْعَمْتُهُ وَلَكِنْ كَانَ فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ» ۱۰۹۔

(تب) اس کے ساتھ رہنے والا شیطان کہے گا اے ہمارے
پروردگار میں نے اسے نہیں بھوکایا تھا بلکہ یہ خود ہی دور
دراڑگی گمراہی میں تھا۔

ق۔ ۲۷

اسی طرح ارشاد فرمایا:

اس روز (دنیا کے) جگری دوست ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے مگر ہاں متیقن (نہیں)۔

انسان اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے اس لیے تم میں سے ہر شخص کو یہ دیکھ لینا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے۔

((الْأَخِلَاءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ إِلَّا الْمُتَّقِينَ))۔
الزخرف۔ ۶۷

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
((المراء على دين خليله فلينظر أحدكم من يخالل))۔

جامع ترمذی

نیز فرمایا:

اچھے ساتھی اور برے ساتھی کی مثال مشک والے اور بھٹی والے کی سی ہے۔ مشک والا یا تو ہمیں مشک بڑھ دے گا۔ یا تم اس سے غریبہ لو گے۔ یا تم اس کے پاس سے اچھی مہک پاؤ گے۔ اور بھٹی پھونکنے والا یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا یا تم اس سے بدبو پاؤ گے۔

ۛ ۛ ۛ

((مثل المجلس الصالح والمجلس السوء كمثل حاصل المسك وناخ الكلبين فخال المسك إما أن يحذيك، أو تشتري منه، أو تجد منه ريحاً طيبة. وناخ الكلب إما أن يحرق ثيابك، أو تجد منه ريحاً منتنة))۔
بخاری و مسلم

اور فرمایا:

((إياك ودين السوء فإنك به تعرف))۔
ابن عساکر

اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے کہا ہے:

فكل قرين بالمقارن يقتدى
اس لیے کہ ہر ساتھی اپنے ہم مشرب و ہم ذوق کی اقتدار کرتا ہے

عن المرء لا تسأل و سئل عن قرينه
آدی کے بارے میں سوال نہ کرو بلکہ اس کے ساتھی کے بارے میں نہ پوچھو

۳۔ بچے کا دعوتِ دین اور دین کی دعوت دینے والوں سے ارتباط پیدا کرنا

بچے کی شخصیت مکمل کرنے اور اس کو نفسیاتی، معاشرتی تیاری اور دینی دعوت دینے کے قابل بنانے کے بنیادی عوامل میں سے یہ ہے کہ چھ برس وقت سے زندگی کے گورکھ و صندل کو سمجھنے لگے اور اس کی ذمہ داری جان جائے تو اس وقت سے

اس کا دعوت دین اور دین کی دعوت دینے والوں اور اللہ کے کلمہ اور دین کی سر بلندی کے لیے حرکت سے رابطہ پیدا کر دینا چاہیے جس کا مقصد یہ ہے کہ بچے کی نفس میں دعوت الی اللہ اور حق کے بارے میں جرأت اور صبر کی عادت ڈالنے کی روح پیدا ہو اور بڑھتی جائے تاکہ جب اس میں دعوت کے یہ معانی جاگزیں ہو جائیں، اور یہ نفسیاتی صفات گھر کر جائیں تو وہ شیر کی طرح اللہ کے دین کی تبلیغ کرے اور اس سلسلہ میں اسے کسی بھی ملامت کرنے والے کی پرواہ ہو اور نہ دنیاوی پریشانیوں اور زندگی میں پیش آنے والی رکاوٹیں اس کو اس کے عزم سے باز رکھ سکیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب وہ مرشد ربانی جن سے بچے کا تعلق و رابطہ ہوگا اس میں وہ صفات پوری طرح موجود ہوں گی جو وعظ و ارشاد میں کام دیتی ہیں یعنی کامل فہم و سمجھ، دور اندیشی، اسلام کے لیے لگن، اور اس کے راستے میں جدوجہد تو اس کا اثر یہ ہوگا کہ بچے میں دعوت و تبلیغ اور جہاد کی روح بڑھے گی، اور سنولیت کا احساس پیدا ہوگا اور صلا، کلمہ اللہ کے لیے مستقل جدوجہد کرے گا بلکہ اس سے وہ اس قابل بن جائے گا کہ وہ حق کے لشکر کا سپاہی اور اسلام کی دعوت دینے والوں میں سے ایک داعی بن کر اپنے رب کے پیغام کو ہلاک کی خوف و جھجک کے دوسروں تک پہنچا دے۔

اور وہ امور جن میں کسی کو بھی شک و شبہ نہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ جب بچے کے لیے دعوت و تبلیغ کے میدان کے لیے تمام اسباب و وسائل مہیا ہوں گے اور اس کے لیے تبلیغی جہاد کے تمام لوازمات و ظروف موجود ہوں گے تو بلاشبہ بچہ جب عقل و شعور کی عمر میں قدم رکھے گا تو اس میں جہاد اور دعوت و تبلیغ اور لوگوں کی رہنمائی اور راہ راست پر لانے اور بشریت و انسانیت کو تباہی سے بچانے کی روح بیدار ہوگی بلکہ اس کی نفس میں جہاد اور دعوت و تبلیغ کی روح جاگزیں ہو جائے گی، اور اچھی طرح گھر کرے گی۔ اور بالآخر یہ اس کی طبیعت، عادت و مزاج بن جائے گی۔

اور یہ بالکل یقینی بات ہے کہ جب بچہ اپنے فارغ اوقات میں دعوت کے کاموں اور تبلیغی میدان میں مشغول ہوگا اور اس سلسلہ میں لوگوں کے ساتھ میل جول، ملاقات و گفتگو کرتا رہے گا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے اس کا فارغ وقت ایسے کاموں میں مشغول کر دیا جس کا فائدہ خود اس کو پہنچے گا، اور اس کے اچھے اثرات امت و معاشرے کے افراد پر پڑیں گے، اور ساتھ ہی ساتھ ہم نے بچے میں ایسا معاشرتی و اجتماعی شعور پیدا کر دیا ہوگا جو اس کی خداداد صلاحیتوں میں نکھار پیدا کرے گا، اور اس کی شخصیت سازی کرے گا، اور اس کو اس قابل بنا دے گا کہ وہ حق کا سپاہی اور دعوت و تبلیغ اور اسلام کا مردِ مجاہد بن سکے۔

لیکن بچے کو داعی و مبلغ بنانے کی کیا تدبیر ہے؟ اور وہ مراحل کیا ہیں جن کو تدریجاً اختیار کرنا چاہیے تاکہ بچہ امت از مبلغین کی صف اور بڑے کام کرنے والے لوگوں کے مرتبہ کو پہنچ جائے؟

۱۔ نفسیاتی تیاری

جس کا طریقہ یہ ہے کہ اس دردناک حقیقت کی تصویر کشی کی جائے جس تک عالم اسلامی ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک پہنچ چکا ہے، افکار و بنیادی اصولوں کی باہمی جنگ کی تصویر، سیاسی و معاشرتی اختلافات کی تصویر، آزادی و اباحت کے مرض کی تصویر کشی، صلیبی، یہودی، شیوعی و استعماری سازشوں کی تصویر، اور اس ناامیدی و مایوسی کی تصویر جو بہت سے مسلمانوں پر چھائی ہوئی ہے، اور اس کے علاوہ اس جیسے اور دوسرے تصورات جو عالم اسلام کے کسی معمولی سے مسلمان پر بھی مخفی نہیں ہیں۔

موجودہ حالات اور واقعہ کی یہ تصویر اور جو کچھ ہو رہا ہے اس کو بیان کرنا بچے کو اس بات پر مجبور کر دے گا کہ وہ دعوت کے عملی کام اور تبلیغی جہاد کی ضرورت کو سمجھے، اور اس طرح ہم اسے نفسیاتی طور پر اس قابل بنادیں گے کہ وہ ایمان و یقین اور قوت و طاقت اور پورے اعتماد کے ساتھ دعوت کے میدان میں آگے بڑھے۔

۲۔ ضرب الامثال کا بیان کرنا

مرئی و مرشد ربانی کا کام یہ ہے کہ وہ بچے کو یہ باور کرادے کہ اللہ کی شریعت کی سر بلندی اور اسلام کا پرچم بلند کرنے کے لیے دعوتِ کامل اور تبلیغی جہاد نہایت ضروری ہے۔ ضرب الامثال کے دو طریقے ہیں:

۱۔ ضرب الامثال کی ایک قسم تو وہ ہے جو نفس کی ناامیدی و مایوسی کو ختم کر دیتی ہے اور اس کو پر امید بنا دیتی ہے اور نیک خالی کا ذریعہ بنتی ہے۔

۲۔ ضرب الامثال کی دوسری قسم وہ ہے جو مسلمان کو عمل و قربانی اور خواہ کسی ہی رکاوٹیں کیوں نہ ہوں پھر بھی ثابت قدم رہنے کا درس دیتی ہیں۔

پہلی قسم کے لیے مندرجہ ذیل تاریخی واقعات سے استنباد کیا جاسکتا ہے:

✽ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد جب لوگوں میں وقتی انتشار پھیلنا اور لوگ مختلف جماعتوں میں بٹ گئے، اور کچھ مرتد ہو گئے تو اس وقت کون یہ سمجھتا تھا کہ اسلام کا علم پھر بلند ہوگا، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خلافت کے پہلے مرحلہ میں جاہلی تعصب نے شیطان کے سینگ کی طرح اپنے سینگ نکال لیے اور اہل عرب کے بہت سے افراد اسلام کو چھوڑ بیٹھے، اور بہت سے ان لوگوں نے جو ظاہری طور پر مسلمان ہونے کے دعویدار تھے زکاۃ دینے سے انکار کر دیا، اور بعض نے نماز کو ختم کر دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمانوں کی بالکل وہی مثال تھی جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بیان کی کہ وہ ایسے تھے جیسے کہ بکری بارش کی رات میں ہوتی ہے۔ اور مسلمانوں پر انتہائی مایوسی کی کیفیت طاری ہو چکی تھی حتیٰ کہ بعض حضرات حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے پاس حاضر ہوئے اور ان سے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کے خلیفہ آپ تمام عرب سے جنگ کرنے کی قدرت نہیں رکھتے ہیں اس لیے بہتر یہ ہے کہ آپ گھر میں

گوشہ نشین ہو جائیں، دروازہ بند کر کے بیٹھ جائیں، اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں لگے رہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کے اس نرم دل، متعل مزاج، رونے اور خشوع و خضوع کرنے والے بندے کے دل پر مایوسی کا ذرا بھی گزرنہ ہو، اور وہ اللہ کی رحمت و نصرت سے قطعاً مایوس نہ ہوئے، بلکہ اپنی خلافت کے دور کے اس خطرناک موڑ پر ٹھانٹھیں مارتے ہوتے ہوئے سمندر کی طرح جو شیلے شخص اور دھاڑتے ہوئے شیر کی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یوں گویا ہوئے کہ کیا تم زمانہ جاہلیت میں نہایت جابر و سخت تھے اور زمانہ اسلام میں ایسے بے ہمت و کمزور بن جاؤ گے؟ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ میں ان کے ساتھ جادو کے زور یا شعر و شاعری سے دھمکی کروں گا؟ ہرگز نہیں ہرگز نہیں!! اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے تشریف لے چکے، اور وحی کا سلسلہ منقطع ہو چکا، بخدا جب تک میرے ہاتھ میں تلوار ہے میں ان سے جہاد کرتا رہوں گا، بخدا میں ہر اس شخص سے جنگ کروں گا جو نماز اور زکوٰۃ میں تفریق کرے گا۔ وحی کامل و مکمل ہو چکی ہے، کیا میرے زندہ ہوتے ہوئے دین میں نقص دہی آسکتی ہے؟ بخدا اگر وہ ایک بکری کے بچے یا اونٹ کی رسی دینے سے بھی انکار کریں گے تو میں اس پر ان سے جنگ کروں گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ نے حضرت ابو بکر کے سینے کو جنگ کے لیے کھول دیا تھا، اور میں یہ سمجھ گیا کہ وہ بالکل حق بات کہہ رہے ہیں۔

اور اس طرح سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ایمان و عزم، اور جہاد و ہمت نفس سے اس بات پر قادر ہو گئے کہ سلطنت اسلام کو دوبارہ استحکام بخشیں اور اس کے دبدبہ کو مستحکم اور بقا کو یقینی بنادیں۔

✽ صلیبی و مسیحی جب اکثر اسلامی ممالک اور مسجد اقصیٰ اور اس کے گرد و نواح میں ایک عرصے تک غالب رہے تو اس وقت یہ کون تصور کر سکتا تھا کہ اس جگہ دوبارہ اسلام کو سر بلندی حاصل ہوگی۔

کون جانتا تھا کہ یہ ممالک سلطان صلاح الدین ایوبی جیسے بہادر کے ذریعہ فیصلہ کن جنگ حطین میں آزادی حاصل کر لیں گے اور ان کو پھر وہی عزت و شان شوکت اور مقام حاصل ہو جائے گا جو تاریخ کا سنہرے باب بنے گا۔

✽ جب مغولیوں اور تاتاریوں نے عالم اسلام کو ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک تباہ و برباد کر دیا، اور لوٹ مار اور قتل کا بازار گرم کیا، اور بے انتہا خون خرابہ کیا، حتیٰ کہ یہ کہا جاتا تھا کہ ہلاکونے مسلمانوں کی کھوپڑیوں سے ایک اونچا پہاڑ کھڑا کر دیا تھا، ایسے موقع پر کون یہ سمجھ سکتا تھا کہ مسلمانوں کو دوبارہ اقتدار نصیب ہوگا۔

کون یہ گمان کر سکتا تھا کہ مملکت اسلام عظیم بہادر قطر کے ذریعہ جنگ عین جالوت میں فتح و آزادی حاصل کرے گی اور مسلمانوں کو ایسی عظمت و فتح نصیب ہوگی جس پر نسلیں فخر کریں گی۔

فتح و کامیابی سے نیک فال لینا کامیابی کا پیش خیمہ ہوتا ہے، اور کسی بھی قوم و امت کی معنوی طاقت ہی ایک ایسی چیز ہے جو اس کے نوجوانوں اور مردوں کو اس بات پر آمادہ کرتی ہے کہ وہ ناامیدی کو امید سے اور شکست کو فتح سے اور کمزوری

وضف کو طاقت و قوت سے اور ذلت کو عزت سے اور پراگندگی اور تشتت و تفرق کو وحدت سے بل دیں۔
اے مرنی محترم! جب آپ بچے میں امید و نیک فالی کے یہ جذبات اور معانی پیدا کر دیں گے تو لامحالہ وہ دعوت
الی اللہ کے میدان کی طرف بڑھے گا بلکہ اس کے لشکر کا ایک فوجی اور اس کے نوجوانوں میں سے ایک طاقتور بہادر و
صابر جوان بن جائے گا۔

دوسری قسم کے لیے مندرجہ ذیل مقتداؤں اور نمونوں سے استہادہ کیا جاسکتا ہے:
✽ ہمارے سب سے بڑے اور پہلے مقتدا و رہنما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنہوں نے دعوتِ اسلام کے راستے میں مختلف
قسم کی تکلیفیں جھیلیں اور طرح طرح کے امتحانات سے گزرے اور مصائب و آلام برداشت کیے، سیرتِ نبویہ پر لکھی جانے
والی کتابیں ان امثال و واقعات سے بھری ہوئی ہیں۔

✽ وہ مقتدا و رہنما جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور اس جماعت کی پہلی فوج ہیں جنہوں نے اللہ کے راستے
میں جہاد کا حق ادا کیا، اور مکہ کی زندگی میں دعوت کی محنت میں پہاڑ کی طرح ایمان کے ساتھ داخل ہوئے نہ ان میں کسی قسم کی
سستی آئی نہ ضعف و کمزوری بلکہ امتحانات و مصائب نے ان کے ایمان و اسلام کو اور بڑھا دیا، یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم
ہی وہ حضرات ہیں جن کے بارے میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے:

جو شخص کسی کی پیروی و اقتداء کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی پیروی کرے، اس
لیے کہ یہ حضرات اس امت کے تمام افراد سے زیادہ نیک دل، اور وسیع و گہرے علم والے، اور کم تکلف والے، اور راہ
راست پر زیادہ قائم، اور بہت زیادہ اچھی حالت میں تھے، ان حضرات کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی
صحبت اور اپنے دین کے قائم کرنے کے لیے پسند فرمایا تھا، اس لیے ان کے فضل و مرتبہ کو پہچانو اور ان کی پیروی کرو، اس
لیے کہ یہ صحیح و سیدھے راستہ پر گامزن و قائم تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی قربانی و ثبات قدمی اور صبر کی مثالیں بہت
کثیر اور زیادہ ہیں۔

✽ وہ مقتدا و حضرات جو تاریخ کے ابتدائی دور سے آج تک دعوت و تبلیغ کے میدان میں لگے ہوئے ہیں، ان حضرات
کے ایسے بڑے بڑے اور شاندار کارنامے اور زندہ جاوید قربانیاں ہیں جن پر قومیں ہر دور و ہر زمانے میں فخر کرتی ہیں جیسے کہ
حضرت حسن بصری، عذرا بن عبد السلام، منذر بن سعید، امام احمد بن حنبل، ابو غیاث زاہد، حسن بنا اور سید قطب وغیرہ
سینکڑوں حضرات جو عمل کے پہاڑ اور ثبات قدمی میں شیر کی مانند اور صبر و قربانی میں ضرب المثل تھے۔

اس لیے اے مرنی محترم! آپ جب دعوتِ اسلام اور تبلیغ کے سلسلہ میں بچے میں قربانی، صبر و ثبات قدمی کے یہ
جذبات پیدا کر دیں گے تو بلاشبہ یہ کارنامے بچے کے تصور میں گھر کر جائیں گے اور اس کے نفس و دل میں سلیرت کر جائیں گے
اور پھر وہ اپنی زندگی میں مقتدا کی لیے راستہ بنا لے گا اور ان حضرات کے نقش قدم پر چلے گا اور ان کے راستے کو اپنائے

گا اور ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں ذکر فرمایا ہے :

«أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَاهُمْ أَقْتَدِ» .

یہ وہ لوگ تھے جن کو اللہ نے ہدایت کی سو آپ ان کے طریقہ پر چلیے۔

الانعام - ۹۰

۳۔ دعوت الی اللہ کی فضیلت و مرتبہ ظاہر کرنا

اس مرحلہ میں مربی کو چاہیے کہ بچے کے ذہن میں اس عظیم اجر و ثواب کو راسخ کر دے جو دین کی دعوت دینے والے کو دعوتِ دین اور اسلام کے ابدی پیغام کے پہنچانے پر ملتا ہے۔

بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دینا چاہیے کہ دین کی دعوت دینے والے لوگ ہی تمام لوگوں سے افضل و برتر و بہتر ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

«كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ» .

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور برے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔

آل عمران - ۱۱۰

بچے کے ذہن میں یہ بات راسخ کر دینا چاہیے کہ دین کی دعوت دینے والے ہی دنیا و آخرت میں کامیاب و کامران ہوں گے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

«وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ» .

اور چاہیے کہ تم میں ایک ایسی جماعت رہے جو نیک کام کی طرف بلاتی رہے اور نیک کام کی طرف حکم کرتی رہے اور برائی سے منع کریں اور وہی اپنی مراد کو پہنچے۔

آل عمران - ۱۱۰

اور بچے کے ذہن میں یہ بات ڈال دینا چاہیے کہ مرتبہ و مکانت، اور عزت و شرافت اور حسنِ افعال میں دعوت دینے والوں کا کوئی ہم پلہ و نظیر نہیں ہے اس لیے کہ اللہ جل شانہ فرماتے ہیں :

«وَمَنْ أَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَا إِلَى اللَّهِ وَعَمِلَ صَالِحًا وَقَالَ إِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ» .

اور اس سے بہتر بات کس کی ہے جو (دوسروں کو) اللہ کی طرف بلائے اور (خود) نیک عمل کرے اور کہے کہ میں تو (مسلم) ہوں۔

حم اسجدہ - ۳۳

اور بچے کے ذہن میں یہ بات بٹھا دے کہ تبلیغ اور دعوت کا کام کرنے والوں کو اتنا ہی اجر ملے گا جتنا ان کی اقتداء پیروی کرنے والوں کو ملتا ہے، لیکن ان پیروی کرنے والے لوگوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، چنانچہ امام مسلم و اصحاب سنن روایت کرتے ہیں :

«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَتْ لَهُ

جس نے کسی اچھے کام کی طرف دعوت دی تو اس کو

من الفجر مثل أجور من اتبعه
لا ينقص ذلك من أجورهم شيئاً»
آنا ہی اجر ملے گا جتنا اجر ان لوگوں کو ملے گا جو اس کی
پیروی کرنے والے ہیں اس کی وجہ سے ان لوگوں کے
ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔

✽ اور اس کے ذہن میں یہ بات ڈال دے کہ دعوت و تبلیغ کرنے والوں کا معاشرہ پر جو اثر پڑتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے
ذریعے سے جو لوگوں کو ہدایت دیتے ہیں وہ ان کے لیے اس سب سے بہتر ہے جس پر سورج نکلے اور غروب ہوتا ہے۔ اس
لیے کہ امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان مبارک کو روایت کرتے ہیں:

«فواللہ لأن یهدی اللہ بک ما جلدًا
واحداً خیر لک من أن تکون لک حملاً نعیم»
وفی رواية: «أخیر لک ما طلعت
علیہ الشمس وغربت»۔

بمذا اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعے سے ایک آدمی کو بھی
ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سُرخ اونٹوں سے
زیادہ بہتر ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ تمہارے
لیے اس سب سے بہتر ہے جس پر سورج نکلے اور
غروب ہو۔

مرتب محترم! جب آپ بچے کے سامنے دعوت و تبلیغ سے متعلق یہ فضائل و حقائق رکھیں گے اور اس کے ذہن میں
انہیں راسخ اور جاگزین کر دیں گے تو بچہ خوشی خوشی اس میدان میں آگے بڑھے گا تاکہ اس زبردست شہنشاہ عظیم ذات سے
اجرو ثواب حاصل کر سکے جس کے دست قدرت میں تمام جہان کی کنجیاں ہیں۔

۴۔ دعوت و تبلیغ کے رہنما اصول کا بیان

اس مرحلہ پر مربی کو چاہیے کہ دعوت و تبلیغ کے سلسلہ کے رہنما اصولوں کو بیان کر دے تاکہ بچہ ان کو اختیار کرے اور ان
کے مطابق بغیر اس کے کام کرے کہ اس میں کوئی کمی یا ٹیڑھا پن پیدا ہو تاکہ دوسروں پر اس کا اثر زیادہ پڑے اور وہ اچھے داعی
قسم کے نتائج حاصل کر سکے۔

وہ اصول مختصراً درج ذیل ہیں:

الف۔ جس چیز کی طرف دعوت دے رہا ہے یا جس سے روک رہا ہے اس کے حکم سے
واقف ہو:

تاکہ اس کا حکم دینا یا روکنا ہمیشہ شرعی احکام اور اسلام کے بنیادی اصولوں کے مطابق ہو، واقعی اللہ تعالیٰ درج ذیل
آیت میں بالکل بجا ارشاد فرماتے ہیں:

لے سرخ اونٹ اہل عرب کے یہاں نہایت قیمتی و قابلِ فخر مانور شمار ہوتے تھے۔

«قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ» الزمر-۹

آپ کیسے کر کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں۔

ب۔ اس کا فعل ہمیشہ قول کے مطابق ہو:

تاکہ لوگ اس کے طریقے کو قبول کریں اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں، اور ایسے لوگ کتنے بد بخت ہوتے ہیں جو ایسی باتیں کہتے ہیں جن پر وہ خود عمل نہیں کرتے، اور ایسے لوگ کتنے بڑے احمق ہوتے ہیں جو دوسروں کو تو اچھی باتوں کا حکم دیتے ہیں لیکن خود اپنے آپ کو بھلا دیتے ہیں خود ان پر عمل پیرا نہیں ہوتے، اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے لوگوں کے بارے میں کتنی شدید بات فرمائی ہے!

اے ایمان والو ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو
اللہ کے نزدیک یہ بات بہت ناراضگی کی ہے کہ ایسی بات
کہو جو کرو نہیں۔

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَعْمَلُونَ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللَّهِ أَنْ تَقُولُوا مَا لَا تَعْمَلُونَ))
الصف-۳۰۲

اور ارشاد فرمایا:

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور اپنے آپ
کو بھولتے ہو اور تم تو کتاب پڑھتے ہو پھر سوچتے
کیوں نہیں ہو۔

((أَتَأْمُرُونَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ أَفَلَا تَعْقِلُونَ))
البقرہ-۴۴

ج۔ جس بات پر نکیر و اعتراض کیا جا رہا ہے وہ سب کے

نزدیک متفق علیہ طور پر برمی ہو:

تاکہ لوگ اس کے تعصب کی وجہ سے فکری و نفسیاتی و معاشرتی کشش و جذبہ میں گرفتار نہ ہوں، خصوصاً وہ معاملہ جن میں قطعی فیصلہ اجتہاد اور ائمہ کی رائے سے ہوتا ہے، اور یہ پہلے سے کہا جاتا ہے کہ جو شخص کسی عالم کی تقلید کرے گا وہ اللہ سے صحیح سالم ملے گا (یعنی گرفت سے بچ جائے گا)۔

د۔ بُرائی کے بدلنے میں تدریج سے کام لینا چاہیے:

تاکہ انجام کار میں ایسے شدید و سخت نتائج تک نہ پہنچے جو خواب و خیال میں بھی نہ ہوں، اس لیے تدریج سے کام لینا چاہیے نصیحت و غیر خواہی کرے، اللہ سے ڈرائے، دھمکائے، پھر زبانی سختی سے کام لے، پھر بھی اگر اصلاح نہ ہو تو ہاتھ و طاقت و قوت کے ذریعے سے اس بُرائی کو بدل ڈالے، یہی صحیح طریقہ اور حکمت کا تقاضا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَمَنْ يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا)) البقرة: ۱۲۹ اور جس کو سمجھ ملے اس کو بڑی خوبی ملی

۴۔ نرم مزاج و خوش اخلاق ہونا چاہیے:

تاکہ اپنی نرمی اور خوش اخلاقی سے لوگوں کے دلوں پر قبضہ کر لے اور لوگ اس کی نصیحت و اچھی باتوں پر لبیک کہیں اللہ تعالیٰ جل شانہ نے بالکل سچ فرمایا ہے:

((ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحُكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ)) النحل: ۱۲۵
بلائیے اپنے رب کی راہ پر مکی باتیں سمجھا کر اور اچھی طرح نصیحت سنا کر اور الزام دیکھے ان کو جس طرح بہتر ہو

۵۔ تکالیف پر صبر کرنا چاہیے:

تاکہ متکبروں کی سختی و تشدد اور جاہلوں کی حماقت، اور مذاق اڑانے والوں کے مذاق اڑانے سے یا لوس و تنگ دل و شکست خوردہ نہ ہو، اس سلسلہ میں وہ نصیحت سنیے جو حضرت لقمان حکیم نے اپنے بیٹے کو کی تھی جس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا ہے:

((يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلَاةَ وَامْرُ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَى مَا اَصَابَكَ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُورِ))
اے میرے بیٹے نماز کو قائم رکھ، اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر، اور برے کام سے منع کیا کر، اور جو کچھ پیش آئے اس پر صبر کیا کر، اے شک یہ (صبر) ہمت

لقمان - ۱۷ کے کاموں میں سے ہے

مرنی محترم! دعوت اسلام، تبلیغ، اور لوگوں کی شر و بھلائی کی طرف رہنمائی کرنے کے سلسلہ کے یہ اہم رہنما اصول ہیں۔ اس لیے آپ کو چاہیے کہ جب آپ کا بچہ سن شعور کو پہنچ جائے اور ہوش سنبھال لے تو اسی وقت سے بچے کو یہ باتیں سکھائیں اور سمجھائیں تاکہ وہ ان کا عادی بنے، اور تدریجاً ان کو سیکھے، اور ان کے مراحل اور اصولوں کو سمجھے، تاکہ مستقبل میں وہ ایسا مؤفق داعی بن جائے جس کی حکمت و حسن تدبیر و خوش اسلوبی، حسن معاشرت اور لطیف اخلاق اور عظیم تاثیر کی جانب لوگ انگلیوں سے اشارہ کریں۔

۵۔ رہنمائی و توجہ سے عملی تطبیق تک

اس اہم مرحلہ میں مرنے بچے کے ساتھ معاشرتی زندگی کی تیاری اور دعوت کے لیے اس کو تیار کرنے میں عملی تطبیق کے

لے کتاب تربیۃ الاولاد فی الاسلام (اسلام اور تربیت اولاد) کی قسم ثانی کی چھٹی فصل کی ”معاشرتی تنقید اور دیکھ بھال“ نامی بحث پڑھیے، وہاں آپ کو یہ تمام بنیادی باتیں اور اصول و دلائل و شواہد کے ساتھ مفصل موجود ملیں گے۔

پہلو کی طرف منتقل ہوتا ہے۔

اس دعوت کے لیے تیار کرنے کے مرحلہ میں مربی کے لیے بہتر یہ ہوگا کہ وہ اپنے بچے کا کسی مخلص مبلغ و تجربہ کار داعی سے تعلق قائم کر دے جس سے بچہ رہنمائی حاصل کرے، اور دعوت کے اصول سیکھے، اور اس کی صحبت میں رہ کر لوگوں کو خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے کے عملی پہلو کو دیکھے اور اس کی مشق کرے۔

یہ بات کوئی دھکی چھپی نہیں ہے کہ ابتدائی عمر میں اس طرح کا تعلق قائم کر دینے سے بچے کو دعوت کے لیے پختہ کرنے، اور معاشرے کے لیے تیار کرنے، اور اس کی شخصیت کی نفسیاتی و کردار کے اعتبار سے تکمیل کرنے میں بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔

اس مرحلہ کے بعد پھر ہدایت و اصلاح کے لیے انفرادی ملاقات کی مشق کا مرحلہ آتا ہے، اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ بچہ تنہا اکیلے بغیر کسی مرشد کی معیت یا کسی دوسرے کی مرافقت کے عملی طور پر دوسروں کو اچھی باتوں کی طرف دعوت دینے کی مشق نہ کرے۔

لیکن اس سے قبل کہ بچہ کسی انسان کو خیر و بھلائی کی طرف دعوت دینے کا عملی تجربہ کرے بہتر یہ ہے کہ مربی یا داعی بچے کو دعوت و تبلیغ کے اصول اور اس کے مراحل یاد دلا دے، تاکہ وہ خوب باریک بینی و مہدگی سے ان کی تنفیذ کر سکے، اور پھر خود خوشی خوشی نہایت اطمینان و انشراح کے ساتھ دعوت و تبلیغ کے میدان میں کام کرے، کبھی اس دعوت کے میدان میں ایسا ہوگا کہ یہ اپنے مدرسہ یا اسکول کے ایسے ساتھی کو دعوت دے گا جس کی نظر میں عبادت کی کوئی حیثیت نہیں، جو نماز کی مطلق پرواہ نہیں کرتا ہوگا، اور نیک لوگوں کی زندگی قطعاً نہ گزارتا ہوگا۔

ایسے موقع پر دعوت و تبلیغ میں بچے کا کمال اس وقت ظاہر ہوگا جب وہ اس ساتھی کو نہایت مہدگی سے نماز کی دعوت دے، اور اس کو فاسد و خراب ماحول سے بچالے، ایسے موقع پر اس کی موثر شخصیت کا اظہار ہوگا کہ وہ اس ساتھی کو سمجھا دے، اس کی تشفی کرے کہ اسے راہ راست پر لے آئے، اور ایسے موقع پر اس کی موثر شخصیت کا اظہار ہوگا جب وہ دوسرے کی تشفی کرے کہ اس کی بات منہ پر دوسرے کو ہدایت دے سکے، اور ایسی صورت حال میں دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس کی مقدرت اور طاقت مجہم ہو کر سامنے آئے گی، اس معنی کہ وہ لوگوں کو کتنا اپنی طرف مائل کرتا ہے اور لوگ اس سے کتنے متاثر ہوتے ہیں، اور دوسروں کو وہ اپنا کتنا گرویدہ بناتا ہے۔ اور جس چسبہ کی دعوت، اور جس بات کا حکم دے رہا ہے اس میں لوگ کس حد تک اس کی پذیرائی کرتے اور اس کی بات کو قبول کرتے ہیں!!

بچے کے دعوت و تبلیغ کے اس عملی مرحلہ سے فارغ ہونے کے بعد مربی یا مرشد یا داعی کے لیے پھر ایک اور دور اور مرحلہ آتا ہے، تاکہ وہ بچے سے ان نتائج کے بارے میں دریافت کرے جو اس نے حاصل کیے ہیں، اور جن مراحل سے بچہ گزر چکا ہے ان کا محاسبہ کرے، اور پھر اگر وہ یہ محسوس کرے کہ بچے نے دعوت کے میدان میں صحیح طریقہ اختیار کیا ہے، اور ضروری قواعد کی

بیروی کی ہے۔ اور تمام مراحل پر مرحلہ وار عمل کیا ہے تو بچے کے اس اچھے کارنامے و کارکردگی کی تعریف کرے، اور اس پر اس کی ہمت افزائی سے کام لے اور معاشرے میں دعوت و تبلیغ کے میدان میں اس سے اور نشاط و ہمت سے کام کرنے کا مطالبہ کرے۔

اور اگر وہ یہ دیکھے کہ لڑکے نے صحیح انداز سے کام نہیں کیا اور اصول کے مطابق صحیح دعوت نہیں دے سکا، تو سیدھے راستے اور صحیح طریقے کی طرف اس کی رہنمائی کرے، لہذا ایسے موقع پر دعوت و تبلیغ کے نگران اور مربی پر یہ لازم ہے کہ وہ بچے کے ساتھ اس طریقے کو اختیار کرے۔ اور بچہ دعوت و تبلیغ کے جس کام کو بھی کرے اس سے اس کے بارے میں استفسار کرتا رہے اور اس کا محاسبہ کرتا رہے۔ اور پھر جب یہ محسوس کرے کہ وہ اس کام میں منجھ گیا ہے اور کردار و اعمال میں پختہ ہو گیا ہے تو اسے جہالت سے لبریز ماحول و معاشرے میں چھوڑ دے تاکہ وہ نہایت عمدگی اور خوش اسلوبی سے دعوت و اصلاح کا کام کر سکے۔ اور دنیا میں اسلام کے بنیادی احکامات کی تبلیغ بلا کسی خوف و خطر کے کر سکے خواہ اس کام میں اس کو طرح طرح کے مصائب و تکالیف و مزاؤں کو کیوں نہ برداشت کرنا پڑے، ایسی صورت حال میں اس کے فخر و اعزاز کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی پیروی کر رہا ہے، اور انبیاء علیہم السلام کو اس راستے میں جو تکالیف پیش آئی ہیں یہ بھی ان کی طرح انہیں برداشت کر رہا ہے، اور ان بڑے بڑے مصلحین کے نقش قدم پر چل رہا ہے جنہوں نے اس راستے میں ہر قسم کی مصیبتیں جھیلی ہیں۔ خیر و اصلاح کی طرف دعوت دینے والے ہر دہائی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا یہی دستور رہا ہے، آپ اللہ کے اس دستور کو کبھی بدلتا ہوا نہیں پائیں گے اور نہ ہی اللہ کی اس سنت میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی پائیں گے۔



مربی محترم! اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ کا بچہ اسلام کے لشکر کا سپاہی اور حق کی دعوت دینے والے داعیوں میں سے بن جائے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اپنے بچے کا ایسے سچے داعیوں اور مخلص مبلغین سے جوڑ قائم کر دیں جن سے آپ کا بچہ ایمان کا عزم و یقین حاصل کرے، اور ان کے ذریعے جہاد کی طرف چل پڑے، اور ان کی جدوجہد سے دعوت الی اللہ کے میدان میں کام کرنے لگے۔ تاکہ جب ان کے ہاتھوں وہ کمال کو پہنچ جائے اور دعوت کے میدان میں عملی قدم رکھے تو بلا کسی سستی کا ہل تقصیر و کوتاہی کے لوگوں کو گمراہی سے نکالنے صحیح راستے کی طرف ہدایت دینے کی کوشش اور دعوت و ارشاد اور اصلاح و تبلیغ میں زبردست کارنامہ انجام دے سکے، آج دنیا اسلام کو ایسے ہونہاروں کی سخت ضرورت ہے جن کی گھٹی میں بچیں ہی سے دعوت اسلام پر مبنی ہوئی ہو، اور جو بالغ ہونے سے قبل ہی تبلیغی جہاد اور دعوت الی اللہ کے عملی میدان میں بڑھے ہوں تاکہ جب وہ اس عمر کو پہنچیں جس میں اسلام کے ابدی پیغام کے اٹھانے کے قابل ہوں تو دور دراز علاقوں میں پہنچ کر لوگوں کو تہذیب یافتہ اور امتوں کو باعزت بنائیں، اور علم و معرفت سے آشنا کرائیں، اور حق کی مدد کریں،

اور ہدایت کی طرف دعوت دیں، اور روئے زمین کو عدل و انصاف، امن و استحکام اور سکون و قرار کا گہوارہ بنادیں۔

وہ دعوت و جہاد کے میدان میں بلا کسی خوف و خطر کے آگے بڑھتے جائیں، اور کسی کے خوف و ڈر کے بغیر اپنے رب کے پیغام کو پہنچاتے جائیں، تاکہ انجام کار میں اللہ کی شریعت کو نافذ اور اسلامی حکومت کو قائم کر سکیں، اور اس عظیم عزت و بزرگی اور قوت و طاقت کو دوبارہ حاصل کر سکیں جسے ان کے سابقین اولین نے حاصل کیا تھا اور اس وسیع و عریض حکومت کو قائم کر سکیں جس کی سرزمین سے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا تھا، اور یہ اللہ جل شانہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔



۵۔ ورزش و ریاضت

معاشرہ کے افراد کی جسمانی تربیت اور صحت کو برقرار رکھنے کے لیے اسلام نے جن اہم اور نفع بخش وسائل کو مقرر کیا ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ موقع کی مناسبت اور حالات کے مطابق فارغ وقت کو جہاد کے کاموں، فوجی مشقوں اور ورزش وغیرہ میں مصروف کر دیا جائے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام نے اپنے شاندار بنیادی اصولوں اور عالی ترین تعلیمات کے ذریعہ ایک ہی وقت میں حقیقت اور واقع اور صاف ستھرے کھیل کو دو کیلجا کر دیا ہے اور روح کی ضروریات اور جسم کی ضروریات کے درمیان تطبیق پیدا کر دی ہے، اور جسم کی تربیت اور روح کی اصلاح کا پورے طور سے خیال رکھا ہے۔

بچہ جب سے عقل و سمجھ کی عمر کو پہنچے اسی وقت سے اس کی صحت اور جسم دونوں کا خیال رکھنا چاہیے بلکہ مناسب یہ ہے کہ اس کے فارغ اوقات کو ایسے مشاغل سے مصروف کر دیا جائے جن سے اس کو جسمانی صحت حاصل ہو اور اعضاء میں قوت پیدا ہو اور اس کا سارا بدن چست اور چاق و چوبند رہے یہ تین وجہ سے ضروری ہے:

۱۔ اس کو حاصل شدہ بہت سے فارغ وقت کی وجہ سے۔

۲۔ اس کو بہت سی بیماریوں و امراض سے بچانے کے لیے۔

۳۔ بچپن ہی سے اسے ورزش اور جہاد کے کاموں کی مشق کرانے اور عادی بنانے کے لیے۔

مرئی محترم اسلام نے ریاضت و ورزش اور فوجی تیاری کے سلسلہ میں جو اہتمام کیا ہے اسے ظاہر کرنے کے لیے آپ کے سامنے دینی نصوص اور آیات و احادیث کا ایک مجموعہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ ہر آنکھیں رکھنے والا شخص یہ جان لے کہ اسلام ہی اللہ تعالیٰ کا وہ اہدی دین ہے جو عزت و قوت اور جہاد کے وسائل کی طرف دعوت دیتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُهْبِئُونَ بِهِ عِدَّاءَ اللَّهِ وَ عِدَّاءَكُمْ»۔
 الانفال۔ ۶۰

اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پہلے ہوئے گھوڑوں سے، کہ اس سے اللہ کے دشمنوں پر دھاک پڑے اور تمہارے دشمنوں پر۔

* امام مسلم اپنی صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«الْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللَّهِ»

طاقتور مؤمن بہتر ہے اور اللہ کو زیادہ محبوب و پسندیدہ

من المؤمن الضعیف»۔

ہے کمزور مؤمن ہے۔

* اور طبرانی سنجدید کے ساتھ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«کل شیء لیس من ذکر اللہ فهو

ہر وہ چیز جو اللہ کے ذکر میں سے نہ ہو وہ مکمل کو دے

لہو أو سهل إلا أربع خصال :

یا بھول سوائے چار چیزوں کے: تیر اندازی کے لیے

مشی الرجل بین الغرضین، وقادیہ

انسان کا دونوںوں کے درمیان چلنا، اور اپنے گھوڑے

فرسہ، وملاعبتہ أهله، وتعلیمہ

کو تربیت دینا، اور اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی،

السباحۃ»۔

اور تیرنا سیکھنا۔

* اور امام مسلم اپنی کتاب صحیح میں روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ جل شانہ کا فرمان مبارک

ذیل تلاوت فرمایا:

«وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ»۔

اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کرو جو کچھ قوت جمع کر سکو۔

پھر ارشاد فرمایا:

«أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِي، أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِي،

خبردار سن لو کہ قوت تیر اندازی ہے، خبردار سن لو کہ قوت

أَلَا إِنَّ الْقُوَّةَ الرَّمِي»۔

تیر اندازی ہے، خبردار سن لو کہ قوت تیر اندازی ہے۔

* امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اپنے حکام کو لکھا تھا کہ: اللہ کی حمد و ثناء کے بعد (میں یہ لکھنا چاہتا ہوں کہ) اپنے بھول کو تیر اندازی اور تیرنا اور شہ سواری سکھاؤ۔

اور امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حبشہ کے لوگوں کو یہ اجازت دی تھی کہ وہ آپ کی مسجد مبارک میں اپنے نیزوں سے کھیلیں، اور اپنی زوجہ مطہرہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ اجازت دی کہ وہ ان کی نیزہ بازی کو دیکھیں، وہ حبشی اس نیزہ بازی میں مصروف تھے کہ اسی اثناء میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف لے آئے اور انہوں نے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے اٹھا کر ان کو مارے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: کہ اے عمر ان کو چھوڑ دو۔

* اور امام احمد و بخاری روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قبیلہ اسلم کے کچھ لوگوں کے پاس سے گزرے جو بازار کے قریب تیر اندازی کر رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد تیر اندازی کرو اس لیے کہ تمہارے جد امجد بھی تیر انداز تھے، تم تیر اندازی کرو میں بنو فلان کے ساتھ ہوں یہ سن کر ایک جماعت تیر اندازی سے رک گئی، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم تیر اندازی نہیں کر رہے ہو انہوں نے عرض کیا: اب ہم بھلا کیسے تیر اندازی کر سکتے ہیں جب کہ آپ تو ان کے ساتھ ہیں!! اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا: تم بھی تیر اندازی کرو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔

* اور امام احمد و ابو داؤد حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوڑنے میں مجھ سے مقابلہ کیا تو میں آپ سے آگے بڑھ گئی، کچھ عرصہ بعد جب میرا جسم ذرا بجاری ہو گیا تو آپ نے مجھ سے پھر مقابلہ کیا اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے اور فرمایا: یہ اس دن کا بدلہ ہو گیا۔

* اور ابو داؤد حضرت محمد بن علی بن رکانہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رکاز سے کشتی لڑی اور آپ نے ان کو بچھاڑ دیا۔

* اور حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«ارموا واركبوا وأن تر مواخير من تير اندازی کرو اور شہ سواری بھی، اور تم تیر اندازی کرو یہ اس سے بہتر ہے کہ تم شہ سواری کرو۔»

* اور امام احمد و بخاری رحمہما اللہ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "عضبا" نامی ایک اونٹنی تھی جس سے کوئی آگے نہ بڑھ پاتا تھا، ایک اعرابی (بدو)، اپنی ایک فوجوان اونٹنی پر سوار ہو کر آیا۔ اور اس عضبا اونٹنی سے آگے بڑھ گیا، تو اس سے مسلمانوں کو سخت تکلیف ہوئی اور انہوں نے کہا کہ عضبا تو پیچھے رہ گئی، نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

«إن حقاً على الله أن لا يرفع شيئاً من الدنيا إلا وضعه». اللہ کا دستور یہ ہے کہ وہ دنیا کی جس چیز کو بلند ہی مٹا کر تھپے اے گرتا بھی ہے۔

ان احادیث سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام نے ورزش پر مبنی کھیلوں اور جہاد میں معاون ورزش اور مشقوں مثلاً کشتی، دوڑنا، تیرنا، تیر اندازی و شہ سواری کو اس لیے جائز قرار دیا ہے تاکہ مسلمان قوم عزت اور فتح و نصرت اور ریادت کے اسباب کو اختیار کرے، اور انفرادی و اجتماعی طور پر قوت و جہاد کی اسباب کی تربیت حاصل کرے تاکہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے فرمان مبارک «وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ» کو نافذ کر سکے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان مبارک: «المؤمن القوي خير وأحب إلى الله من المؤمن الضعيف» پر عمل پیرا ہو۔

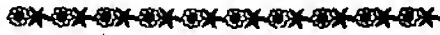
کوئی بھی دو آدمی اس میں اختلاف نہیں کریں گے کہ جب اسلام کے دشمنوں کو یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ امت مسلمہ عسکری و جنگی طور پر تیار، اور جسمانی و صحت کے لحاظ سے توانا، اور ایمانی و نفسیاتی لحاظ سے کامل ہے، اور اس نے حقیقی و واقعی طور پر جہاد کا عزم کر لیا ہے، تو بلاشبہ اسلام کے دشمن اپنی بے چین و بزدل اور حقیر نفوس کی وجہ سے اس سے پہلے ہی شکست کھا جائیں

لے ترجمہ، اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کر دہ کچھ قوت جمع کر سکو۔

لے ترجمہ، طاقتور مؤمن اللہ کو زیادہ محبوب اور بہتر ہے کمزور مؤمن سے۔

گئے کہ وہ جہاد و جنگ کے مقابلہ میں شکست خوردہ ہوں، یہی چیز آج مسلح امن کے نام سے معروف ہے اور یہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے درج ذیل فرمانِ مبارک میں مراد لیا ہے:

«نصرت بالرعب مسيرة شهر»۔ ایک ماہ کے فاصلہ سے ہی رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی ہے۔



اور سابقہ تفصیل کے مطابق بچہ جب اس جسمانی و دیکھ بھال اور ورزشی مشقوں کا زیادہ مستحق ہے تو کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ لڑکا اس میدان میں بغیر قیود و حدود کے نکل کھڑا ہو، یا اسے کسی دائرہ میں رہ کر حدود کی پابندی کرتے ہوئے ایک نظام کے مطابق چلنا ہوگا؟

حقیقت اور واقعہ یہ ہے کہ ورزش سے بچے کو اس وقت تک مطلوبہ فائدہ نہیں پہنچ سکتا اور اس سے حسبِ منشا نتیجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا جب تک وہ اس نظام کے مطابق نہ ہو جو اسلام نے مقرر کیا ہے۔

ہم مربی محترم کے سامنے اس نظام کے اہم امور اور متعین خطوط و حدود پیش کرتے ہیں:

۱۔ توازن پیدا کرنا

یہ قطعاً نامناسب ہے کہ ورزش و ریاضت سے بچے کا تعلق دوسرے فرائض و واجبات کے کھاتے میں ہو اور اس پر جو ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں اور جو کام اس کے ذمہ ہیں ان کو چھوڑ کر ورزش و ریاضت میں لگ جائے، مثلاً بچہ اپنا تمام وقت فٹ بال کھیلنے، کشتی، تیرنے، یا تیر اندازی میں خرچ کر ڈالے اور اللہ نے جو عبادات فرض کی ہیں یا اس پر علم حاصل کرنے کا جو فریضہ لاگو ہوتا ہے، یا اپنے والدین کی اطاعت و حسن سلوک کی ذمہ داری ہے، یا اسلام نے جو فریضہ دعوت و تبلیغ عائد کیا ہے اس سب سے غافل ہو جائے۔

اس لیے ورزش و ریاضت کے ساتھ بچے کا تعلق درمیانہ روی و اعتدال سے ہونا چاہیے تاکہ دوسرے فرائض و واجبات کا حق بھی ادا ہو اور کسی ایک کی وجہ سے دوسرے حق کی حق تلفی نہ ہو، یا ایک ذمہ داری پر دوسری ذمہ داری کو غالب نہ کر دیا جائے۔ یہ اس لیے ضروری ہے تاکہ وہ توازن و عدل قائم کیا جاسکے جس کے اصول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت مقرر کر دیے تھے جب آپ نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے ارشاد فرمایا تھا:

«ان الله كاتم پر حق ہے، اور تمہارے بدن کا بھی تم پر

«ان الله عليك حقاً، وان لبدنك

عليك حقاً ، وإن لأهلك عليك حقاً...
فإنعط كل ذي حق حقه» .
حق ہے ، اور تمہارے اہل و عیال کا بھی تم پر حق ہے...
اس لیے ہر صاحب حق کو اس کا حق دو۔

۲۔ اللہ کی مقررہ کردہ حدود کا خیال رکھنا

جو صاحب بھی بچے کو ریاضت و ورزش کی مشق کرائیں اور اس کو ٹسکری و فوجی تیاری میں لگائیں ان کو چاہیے کہ مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں :

الف۔ ورزش و ریاضت کا جو لباس بچے کو پہنایا جائے وہ ناف سے گھٹنے تک ہونا چاہیے جیسا کہ احادیث ذیل میں آتا ہے :

✽ دارقطنی حضرت ابوالیوب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ :

((مافوق الركبتين من العورة ، وما
أسفل من السرة من العورة)) .
گھٹنوں سے اوپر کا حصہ عورت (قابلِ ستر) ہے اور
ناف سے نیچے کا حصہ عورت (قابلِ ستر) ہے۔

✽ اور حاکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا : ناف اور گھٹنے کے درمیان (کا حصہ) قابلِ ستر ہے۔

✽ اور ابو داؤد ، حاکم اور بزار حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اپنی رانوں کو نہ کھولو ، اور نہ کسی زندہ کی ران کو دیکھو نہ کسی مردہ کی۔

✽ اور امام بخاری اپنی تاریخ میں اور امام احمد و حاکم حضرت محمد بن جحش رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت معمر کے پاس سے گزر ہوا ، تو ان کی دونوں رانیں کھلی ہوئی تھیں ، آپ نے فرمایا : اے معمر اپنی دونوں رانیں ڈھک لو اس لیے کہ رانیں عورت ہیں (بچھی ہونا چاہئیں)۔

✽ اور عقبہ بن علقمہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : گھٹنے عورت (شرمگاہ یعنی ستور حصہ) میں سے ہے۔

لہذا مشق کرانے والے کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ لڑکے کو ورزش و ریاضت کا ایسا لباس پہنائے جس سے ران دکھائی ہوئی۔ اور گھٹنے چھپا ہوا نہ ہو جیسا کہ ابھی مندرجہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہوتا ہے ، اور مربی و مشق کرانے والا اگر اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ احکامات و حدود کی پابندی نہیں کرے گا تو وہ گناہگار ہوگا اور اللہ تعالیٰ اس سے اس حکم عدولی و زیادتی کا حساب لے گا۔

ج۔ ریاضت میں کمال و سبقت لے جانے پر ہمت افزائی ناجائز شرط اور

ناجائز امور سے نہ ہو :

اس لیے کہ ابو داؤد و ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و احمد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«لَا سَبَقَ إِلَّا فِي خَفِّ أَوْ حَافِرٍ أَوْ نَصْلٍ»۔

مقابلہ و مسابقت سوائے اونٹوں اور گھوڑوں اور

تیراندازی کے کسی میں جائز نہیں۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسابقت و مقابلہ دو شرطوں کے ساتھ جائز ہے :

۱۔ مسابقت جنگ و جہاد کے لیے وسیلہ کے طور پر ہو مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی دوڑ یا تیراندازی و نشاندہ بازی وغیرہ۔
۲۔ دوسرے جدید قسم کے جنگی وسائل۔

۲۔ جیتنے والوں کو جو انعام دیا جائے وہ دونوں مقابلہ کرنے والوں یا دونوں میں سے کسی ایک کی طرف سے ہو بلکہ کسی تیسرے کی طرف سے ہو، لیکن اگر دو مقابلہ کرنے والے یہ طے کر لیں کہ دونوں میں سے جو آگے بڑھے گا وہ دونوں کا مقرر کردہ انعام لے لے گا تو یہ قمار اور حرام و ناجائز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے گھوڑے کو جو بازی یا اس قسم کے مقابلہ کے لیے رکھا جائے اسے "شیطان کے گھوڑے" کا نام دیا ہے، اور اس کی قیمت کو حرام اور اس کے گھاس چارے کو بوجھ، اور اس کی سواری کو گناہ قرار دیا ہے، لیکن اگر انعام کسی تیسرے آدمی یا جماعت کی طرف سے ہو یا حکومت یا وزارت یا مدرسہ یا کسی جمعیت کی طرف سے ہو تو ایسا انعام شرعاً جائز ہے، اس لیے کہ اس میں قمار و جوا نہیں ہوتا چاہے یہ ہمت افزائی جنگی تیاری کے واسطے ہو یا ریاضت میں کمال پیدا کرنے کے لیے، اس کے جواز پر وہ حدیث دلالت کرتی ہے جسے امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان دوڑنے میں مقابلہ کرایا اور سبقت لے جانے والے کو انعام دیا۔

۳۔ حُرْنِیت و اخلاص کا پیدا کرنا

بچے کی تربیت اور جسم و صحت بنانے کے ذمہ دار مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کے کان میں یہ بات ڈال دے کہ وہ جو جسمانی ورزش و ریاضت اور عسکری و جنگی مشقیں کر رہا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ جسمانی طور سے طاقتور اور صحت کے اعتبار سے شاندار اور فوجی تربیت اور جہاد کی مشقوں کے لحاظ سے کامل و مکمل ہو جائے، تاکہ جب وہ اس عمر کو پہنچ جائے جس میں وہ روزانہ کی ذمہ داریاں اٹھانے کا اہل بن جائے اور روزانہ کے فرائض کو ادا کر سکے اور اسلام کی مدد کرنے میں اپنے فریضے کی آواز پر لبیک کہہ سکے تو اپنی ذمہ داری اور فریضہ کو بغیر کسی کمزوری و تقصیر اور کوتاہی کے ادا کر سکے

اس میں ذرہ برابر بھی شبہ نہیں کہ بچے کے کان میں شروع ہی سے یہ آواز ڈال دینا اور اس کی مستقل رہنمائی کرتے رہنا اس کو ہمیشہ نیتِ نیک کرنے کا عادی بنا دے گا اور وہ ہر موقع پر اپنے نفس کا محاسبہ کرے گا کہ جو ریاضت اور ورزش وغیرہ وہ کر رہا ہے وہ صرف اس لیے ہے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمانِ مبارک پر عمل پیرا ہو سکے،

«المؤمن القویٰ خیرٌ وأحبُّ إلى الله من المؤمن الضعیف»۔

کمزور مؤمن سے طاقتور مؤمن بہتر اور اللہ کو زیادہ محبوب ہے۔

اور درج ذیل فرمانِ پر بھی:

«رحم الله امرأً أتت زوجها من نفسه قوۃ»۔

اللہ تعالیٰ ایسے شخص پر رحم کرے جو ان (دشمنوں کے سامنے) اپنے آپ کو طاقتور ظاہر کرے۔

اور وہ جو فوجی مشقیں اور جہاد کی تیاری کر رہا ہے وہ اس لیے ہے تاکہ اللہ تعالیٰ سبحانہ کے مندرجہ ذیل حکم کو نافذ کر سکے،

«وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهَبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ»۔

اور ان کی لڑائی کے واسطے تیار کر دو جو کچھ قوت سے جمع کر سکو اور پہلے بٹے گھوڑوں سے کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر اور تمہارے دشمنوں پر۔

الانفال - ۶۰۔

بچے کے جسم کو قوی و طاقتور بنانے کی تربیت اور جہاد کے کارناموں میں نفس کو حصہ لینے کے قابل بنانے کی مشقوں میں ہم بچے کی اس طرح نیت درست کر کے بچے کا رابطہ اسلام سے عقیدہ و فکر کے لحاظ سے، اور جہاد سے قربانی اور دین کے لیے اٹھ کھڑے ہونے کے اعتبار سے، اور روزانہ کے فرائض سے نشاط و پستی کے اعتبار سے تعلق قائم کر دیں گے، اور اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اس کو قابل بنادیا ہوگا کہ وہ اسلام کے فوجیوں میں سے ایک فوجی بن جائے۔ جو دنیا کے کارنامے انجام دے اور دین کے لیے جہاد کرے، اور اپنے مخلص و دیانتدار جسم میں ایمان و اخلاق اور عزت و نیک فالی اور اس عظیم اسلام کی نصرت کے عظیم مقاصد و معانی پیدا کر لے۔

اس نیتِ صالحہ ہی کی بدولت بچہ اپنے دل کی گہرائیوں اور دہان میں یہ محسوس کرے گا کہ وہ جو مشق و ورزش کر رہا ہے وہ کھیل کود اور فضول چیزیں نہیں ہے بلکہ وہ ایک عظیم مقصد کی تیاری اور اس کے حصول کے لیے ہے، اور اس اچھے دھچے جذبہ و شعور کی وجہ سے وہ مشق و ریاضت وغیرہ کو اخلاص نیت اور سچے و پکے عزم اور پوری یکتہی اور نشاط کے ساتھ کرے گا، اور اور اس وقت سے فائدہ اٹھائے گا اور اپنے فارغ وقت کو اس میں صرف کرے گا۔

اور جب بچے کے دل میں ہم یہ باتیں بٹھا دیں گے، اور یہ ہدایات اس کے کانوں میں دیتے رہیں گے، اور اس کے نفس میں یہ اچھی و شاندار باتیں رائج کر دیں گے تو بچہ ایک نئی زندگی اور نیا سبق حاصل کرے گا۔

۲۔ متنبہ وچوکنہ کرنے کا قاعدہ:

اب جبکہ ہم ربط و ارتباط کے موضوع پر خوب تفصیل سے روشنی ڈال چکے اور بچے کی تربیت اور اس کی شخصیت سازی اور اس کے کردار و چال چلن پر اس کا جو زبردست اثر پڑتا ہے اس کو بیان کر چکے ہیں، تو اب ہم بچے کی تربیت کے بنیادی قاعدوں میں سے دوسرے قاعدے پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں، جو متنبہ وچوکنہ کرنے کا قاعدہ ہے۔

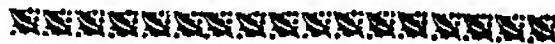
اس وقت جس موضوع پر ہم گفتگو کرنا چاہتے ہیں وہ بھی ان دوسرے موضوعات سے کچھ کم اہمیت اور اثر و فائدہ کا حامل نہیں ہے جن پر ہم اس سے پہلے گفتگو کر چکے ہیں، بلکہ یہ تو ان بنیادی عوامل میں سے ہے جو بچے کے ذہن کو گندے افکار اور باطل و گمراہ کن نظریات سے دھو ڈالتا ہے، بلکہ اس کی قوت ایمانی و ذہنی پختگی سے ایک ایسا مضبوط قلعہ تعمیر کر دیتا ہے جو اس کو گمراہ کرنے والوں کے افکار اور آزادی پسندوں کی بے راہ روی اور اخلاق بانٹہ لوگوں و بدکرداروں کی محبت سے بچا لیتا ہے۔

اس سے قبل کہ میں ان اہم بنیہات کے سلسلہ میں گفتگو کروں جن کا حاصل کرنا بچے کے لیے ضروری ہے، اسے مرنی محترم آپ کے لیے مناسب یہ ہے کہ آپ مندرجہ ذیل دو حقیقتوں کو سمجھ لیں:

۱۔ بچے کو ہمیشہ متنبہ و خبردار کرتے رہنا اس کے دل میں شر و فساد کی کراہیت بٹھا دیتا ہے، اور اس کے نفس میں زینغ و ضلال سے نفرت پیدا کر دیتا ہے۔

۲۔ زینغ و ضلال، الحاد و آزادی اور بے راہ روی وغیرہ کو کھول کر بیان کر دینا مرنی کے لیے مسؤلیت کے بار اٹھانے میں عزم و پختگی کو بڑھا دیتا ہے اور بچے کو شر سے دور رہنے اور باطل سے کنارہ کش ہونے کی تعلیم دینے اور رہنمائی کرنے میں مدد و معاون بناتا ہے۔

ان دو حقائق کو بیان کرنے کے بعد اب ہم اصل موضوع کی طرف لوٹتے ہیں تاکہ اس کے ہر پہلو پر اچھی طرح روشنی ڈال سکیں، اور اللہ ہی مددگار ہے۔ اور اس پر اعتماد و بھروسہ ہے۔



اگر ہم اللہ تعالیٰ کی کتاب اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو غور سے پڑھیں اور ان پر ایک نظر ڈالیں تو ہم یہ عکس کر سکیں گے کہ شر سے بچانے اور باطل کو کھول کر بیان کرنے کا اسلوب و انداز قرآن کریم کی بہت سی آیات اور بے شمار احادیث میں بالکل عیاں و نمایاں اور صاف صاف نظر آتا ہے۔ ان آیات و احادیث کا کچھ حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

اللہ تعالیٰ سورۃ اسرار میں فرماتے ہیں:

«لَا تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُومًا مَّخَذُومًا ۖ»
بنی اسرائیل - ۲۲

ارشاد فرمایا:

«وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا ۖ»
بنی اسرائیل - ۲۹

پھر فرمایا:

«وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ خَشْيَةً إِمَّا يَكُونُوا لَكُمْ رِزْقًا فَهُمْ وَإِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطَاً كَبِيرًا ۖ»
بنی اسرائیل - ۳۱

اور فرمایا:

«وَلَا تَقْرُبُوا الزَّوْجَ الَّذِي هُوَ لَكُمْ فَحِشَّةٌ وَسَاءَ سَبِيلًا ۖ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُومًا فَقَدْ جَعَلْنَا لَوْلِيَّتِهِ سُلْطَانًا فَلَا يَبْرِفُ فِي الْقَتْلِ إِنَّهُ كَانَ مَنْصُورًا ۖ وَلَا تَقْرُبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ۖ»
بنی اسرائیل - ۳۴ تا ۳۶

اور ارشاد فرمایا:

«وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ۖ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۖ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ۖ كُلُّ ذَلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ۖ»
بنی اسرائیل - ۳۸ تا ۴۰

اللہ کے ساتھ دوسرا مکتب ٹھہرایے نہ چھریٹھری
آپ الزام کھا کر بے کس ہو کر

اور اپنے ہاتھ کو نہ مارا ہوا رکھیں اپنی گردن کے ساتھ اور
نہ کھول دیں اس کو بالکل کھول دینا پھر آپ بیٹھ رہیں الزام
کھائے ہوئے ہمارے ہوئے۔

اور اپنی اولاد کو نہ مارو الوطلسی کے خوف سے، ہم بوزی
دیتے ہیں ان کو اور تم کو، بے شک ان کا مارنا بڑی
خطا ہے۔

اور زنا کے پاس نہ جاؤ وہ بے حیائی ہے اور بری راہ ہے
اور اس جان کو نہ مارو جس کو اللہ نے منع کر دیا ہے مگر
حق پر، اور جو ظلم سے مارا گیا تو ہم نے اس کے وارث
کو زور دیا، سو قتل کرنے میں مدد نہ نکل جائے، اس
کو مدد ملتی ہے۔ اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر جس
طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچیں اپنی جوانی کو، اور عہد
کو پورا کرو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی۔

اور آپ اس بات کے پیچھے نہ پڑیں جس کی آپ کو خبر
نہیں، بے شک کان اور آنکھ اور دل ان سب کی
اس سے پوچھ ہوگی۔ اور زمین پر اترتے ہوئے دست
پٹھے، نہ آپ زمین کو چھاڑو دلیس گے اور نہ لمبا ہو کر
پہاڑوں تک پہنچیں گے۔ یہ جتنی باتیں ہیں اس سب میں
آپ کے رب کی بیزاری بری چیز ہے۔

وراس کے علاوہ دوسری اور بہت سی آیاتِ کریمہ جو عقیدہ میں زینج و کجی، اور اخلاق میں فساد و خرابی، اور معاملہ میں کوتاہی و خامی سے منع کرتی اور ڈراتی ہیں، اور اس طرح کے مضامین پر مشتمل آیاتِ قرآنِ کریم میں بہت کثرت سے پائی جاتی ہیں۔

اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام فرماتے ہیں:

تم جھوٹ سے بچو اس لیے کہ جھوٹ ایمان کی ضد ہے۔

«إياكم والكذب فإن الكذب بجانب للإيمان»

مسند احمد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ و ابوداؤد

اور فرمایا:

تم خرید و فروخت میں زیادہ قسم کھانے سے بچو اس لیے کہ اس سے سود اتو غوب بکتا ہے لیکن برکت ختم ہو جاتی ہے۔

«إياكم وكثرة الحلف في البيع فإنه ينفق ثم يحق»

صحیح مسلم و مسند احمد

اور فرمایا:

تم بدگمانی سے بچو اس لیے کہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے۔ انجس نہ کرو، اور چپکے سے کسی بات کے معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو، اور منافست نہ کرو، اور حسد نہ کرو، اور بغض نہ کرو، اور ایک دوسرے سے پیٹھ نہ پھیرو، اور اللہ کے بندے اور بھائی بھائی بن جاؤ، اور تم میں سے کوئی شخص اسی جگہ پر کلاچ نہ بھیجے جہاں اس کے بھائی نے پیغام نکاح بھیجا ہو جب تک کہ وہ یا تو نکاح نہ کر لے یہ وہاں سے بات چیت ختم نہ کر دے۔

«إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث»

ولا تجسوا، ولا تحسوا، ولا تافسوا، ولا تحاسدوا

ولا تباغضوا، ولا تدابروا، وكونوا عباد الله

إخواناً، ولا يخطب أحدكم على خطبة أخيه

حتى ينكح أو يترك»

صحیح بخاری و صحیح مسلم

اور فرمایا:

تم زیادہ ہنسنے سے بچو اس لیے کہ اس سے دل مردہ جاتا ہے اور اہل جنت کا نور ختم ہو جاتا ہے۔

«إياكم وكثرة الضحك، فإنه يميت القلب

ويذهب بنور أهل الجنة» سنن ابن ماجہ

اور فرمایا:

تم عجیوں کا سابل اس پہننے سے بچو۔

«إياكم وزي الأعاجم» صحیح ابن حبان

اور فرمایا:

تم ہرے ساتھی سے بچو اس لیے کہ اسی کے ذریعہ سے

«إياك وقرين السوء فإنك به

تم پہچانے جاؤ گے۔

تعرف۔ ابنِ عساکر

اور فرمایا:

تم حرص و نمل سے بچو اس لیے کہ تم سے پہلے لوگوں کو حرص و
نمل ہی نے ہلاک کیا ہے اس نے ان کو نمل کا حکم دیا اور
انہوں نے نمل سے کام لیا، اس نے انہیں قطع رحمی کا حکم دیا
اور انہوں نے قطع رحمی کی، اور اس نے انہیں فسق و فجور کا
حکم دیا اور انہوں نے فسق و فجور کو اختیار کیا۔

«إياكم والشفع فإنا أهلك من كان قبلكم
الشفع، أمرهم بالجعل فجعلوا، وأمرهم بالقطيعة
فقطعوا، وأمرهم بالنجور فنجروا»۔

ابوداؤد و حاکم

اور اس کے علاوہ اور دوسری وہ احادیث جو بانی و شر سے روکتی اور فساد سے ڈراتی ہیں۔ اور ان ان کو اس طرف متوجہ
کرتی ہیں کہ وہ زینغ و ضلال اور بد اخلاقی سے بچے، اور اس مضمون والی احادیث کتب احادیث میں بہت کثرت سے
پائی جاتی ہیں۔



متنبہ کرنے اور ڈرانے کا طریقہ مزیدوں کا ایجاد کردہ کوئی نیا طریقہ نہیں ہے، اور نہ ہی یہ معاشرہ سے تعلق رکھنے والے
فلسفیوں کی اختراع ہے، بلکہ یہ تو وہ طریقہ ہے جسے قرآن کریم نے لوگوں کی شخصیت سازی، اور احادیث نبویہ نے معاشرہ
کے افراد کی تربیت کے لیے اختیار کیا ہے واقعی اللہ تعالیٰ بالکل بجا ارشاد فرماتے ہیں:

«إِنَّ هَذَا الْقُرْآنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ» یعنی سب سے بہتر راہ ہے۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل درست ارشاد فرمایا ہے کہ:

((... فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ ..)) پس تمہیں چاہیے کہ میری سنت اور ہدایت یافتہ خلفاء،

الہدیین، عضو علیہا بالنواجذ))۔

راشدین کی سنت کو اختیار کرو اور اسے مضبوطی سے

مقام لو۔

کتب سنن و صحیح ابنِ جان

اور لیجیے اب ہم مزیدوں کے سامنے ڈرانے و متنبہ کرنے کے سلسلہ میں وہ اہم مسائل ذکر کیے دیتے ہیں جو بچے
میں شعور پیدا کریں، اور اس کے ذہن کو صاف کریں، اور عقیدے کو مضبوط کریں، اور اس کے اخلاق و کردار کو سنوار دیں
تاکہ وہ ان پر عمل پیرا ہوں اور ان کا خیال رکھیں، اور اس کی تلقین و تبلیغ کا اپنے آپ کو مکلف بنائیں۔

اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو وہ ان لوگوں کی فہرست میں شامل ہو جائیں گے جنہوں نے تربیت کے میدان میں اپنا فہرہ اور
دینی مسئولیت و ذمہ داری کو بہترین طریقے اور عمدگی سے ادا کیا، اور وہ ان لوگوں کی جماعت میں سے بن جائیں گے جنہیں
اللہ تعالیٰ نے اپنی بیویوں بچوں کی طرف سے چین و سکون اور آنکھوں کی ٹھنڈک عطا کی اور انہیں نیک و متقیوں کا امام بنادیا۔

مرتب محترم! لیجیے اب آپ کے سامنے ہم وہ اہم تنبیہات دروکنے والی نصوص پیش کرتے ہیں :

۱۔ ردت (مرتد ہونے) سے ڈرنا اور اس پر تنبیہ

مرتب محترم! ردت کا مطلب یہ ہے کہ مسلمان اپنے اس دین کو چھوڑ دے جو اللہ نے اس کے لیے پسند کیا تھا، اور اس کے بجائے کوئی اور ایسا مذہب یا عقیدہ اختیار کر لے جو دین اسلام کے خلاف ہو۔

ارتداد کے بے شمار مظاہر ہیں:

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے ایک مظہر یہ ہے کہ ایسے نعرے بلند کیے جائیں جو مسلمان کو اللہ جل شانہ کے معبود و مقصود بنانے سے روک دیں، یا اسلام کو مقصود و مطلوب بنانے کے آڑے آجائیں، اس قسم میں بہت سی حالتیں آجاتی ہیں:

الف۔ انسان قومیت کے لیے کام کرے اور اسی شعار کو اپنا ہدف و مقصد بنالے، اسی کی طرف دعوت دے۔ اسی کے لیے دوڑ دھوپ کرے، اسی کے لیے لڑے۔ اسی کو جاہلی تعصب کہا جاتا ہے جس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا اور ڈرایا ہے فرمایا:

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصیت کی طرف بلائے۔
اور وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب کی خاطر لڑے، اور
وہ شخص ہم میں سے نہیں جو تعصب پر مرے۔

«لین منا من دعا الی عصیة، ولین منا من قاتل علی عصیة، ولین منا من مات علی عصیة»۔
سنن ابی داؤد

ب۔ وطنیت و قومیت کے نام پر کام کرنا اور اس شعار کو اپنا ہدف و مقصد بنالینا، اس کی دعوت دینا اس کے لیے تگ و دو کرنا، اور اس کی طرف سے ممانعت کرنا، اللہ تعالیٰ نے ایسی قوموں کی مذمت کی ہے جو اپنے وطن سے چمٹ جاتے ہیں چنانچہ ارشاد فرمایا:

اور اگر ہم ان پر حکم کرتے کہ اپنی جان کو ہلاک کر دیا اپنے
گھر کو چھوڑ نکلو تو ایسا نہ کرتے مگر ان میں سے تھوڑے،
اور اگر یہ لوگ کریں وہ جوان کو نصیحت کی بہاتی ہے تو
البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور دین میں زیادہ ثابت
رکھنے والا ہو۔

«وَلَوْ اَنَّا كَتَبْنَا عَلَیْهِمْ اَنِ اقْتُلُواْ اَنْفُسَكُمْ
اَوْ اَخْرَجُوْا مِنْ دِیَارِكُمْ مَا فَعَلُوْهُ اِلَّا قَلِیْلٌ
مِّنْهُمْ وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُواْ مَا یُوْعَظُوْنَ لَہُمْ
لَکَانَ خَیْرًا لَّھُمْ وَاَشَدَّ تَنْبِیْئًا»۔

النساء - ۶۶

ارتداد کا انحصار اس میں ہے کہ مقصد و ہدف یہ ہو کہ ان چیزوں کی سر بلندی اور تقدس ہو، اور ان کو عبادت کا درجہ دے

دیا جائے، اس میں نہ خدا کا نام ہو نہ اس پر ایمان لانے کا ذکر، نہ اس کی شریعت پر عمل سے کوئی تعلق، لیکن اگر مقصود اللہ کی ذات ہو، اور اس کے احکامات کا نافذ کرنا مطلوب ہو، اور اس میں وطن اسلامی کی مصلحت ہو، اور عزت و آبرو نفس و مال و جان اور دین سے دفاع ہو۔ تو یہی عبادت ہے جو ایسا کرنے والے اور اس راہ میں لڑنے والے کو اللہ جل شانہ کی رضا و ثواب کا مستحق بنادیتی ہے، اور اگر ایسا آدمی مارا جائے تو وہ اللہ کے راستے میں شہید شمار ہوتا ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

«من قتل دون ماله فهو شهيد، ومن قتل دون دمه فهو شهيد، ومن قتل دون دينه فهو شهيد، ومن قتل دون أهله فهو شهيد»۔
 جو شخص اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے،
 اور جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہو مارا جائے وہ شہید ہے،
 اور جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہو مارا جائے وہ شہید ہے،
 اور جو شخص اپنے اہل و عیال کی حفاظت کرتا ہو مارا جائے وہ شہید ہے۔
 سنن ابی داؤد

ج۔ انسان صرف انسانیت کے نام پر کام کرے، اور اس کے دل میں اس کا ذرہ بھی خیال نہ گزرے کہ وہ یہ محنت اس لیے کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے انسانیت کے راہ راست پر لانے کی محنت، اور مختلف قوموں سے میل جول، اور کمالات کے ساتھ باہمی تعاون کا حکم دیا ہے، یہ وہ شعار ہے جس کی علمبردار وہ ماسونیت ہے جس کے درپردہ بین الاقوامی یہودیوں کے ہاتھ حرکت کر رہے ہیں۔

مختصر اجم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہر وہ آواز اور شعار جسے کوئی مسلمان بلند کرے اور اس سے اس کا مقصد اللہ کی رضا اس کے دین کی سرپرستی، اور اسلام کے جھنڈے کا بلند کرنا نہ ہو تو وہ جاہلیت کی آواز اور شعار ہے، لہذا جو شخص اس کو بلند کرتا ہے، اور اس کی طرف بلاتا ہے، اور اس کے لیے جدوجہد کرتا، اور اس کی خاطر لڑتا ہے، ایسا شخص مرتد اور دین اسلام سے خارج اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کا دشمن ہے خواہ وہ کتنا ہی ایمان کا دعویٰ اور کیسے ہی اسلام کا اظہار کیوں نہ کرے۔

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ دوستی، تعلق، محبت اور مالکیت و اطاعت غیر اللہ کی کی جائے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :

«وَمَنْ لَّمْ يَخُفْ يَخُفْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ»۔ المائدہ - ۴۴
 اور جو کوئی اس کے موافق حکم نہ کرے جو کہ اللہ نے اتارا
 سو وہی لوگ کافر ہیں۔

اور فرمایا :
 «ثُمَّ جَعَلْنَاكَ عَلَىٰ شَرِيعَةٍ مِّنَ الْأَمْرِ فَاتَّبِعْهَا»

پھر ہم نے آپ کو دین کے ایک خاص طریقہ پر کر دیا سو اس

پر چلے جائیے اور بے علموں کی خواہشوں کی پیروی نہ کیجیے

وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ «الْبَاقِيَةُ»
اور فرمایا:

اسے ایمان والو یہود اور نصاریٰ کو درست نہ بناؤ۔ وہ آپس
میں ایک دوسرے کے دوست ہیں، اور جو کوئی تم میں سے
ان سے دوستی کرے تو وہ انہی میں ہے، اللہ عالم لوگوں کو
ہدایت نہیں کرتا۔

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّبِعُوا الْيَهُودَ
وَالنَّصَارَىٰ ۚ أُولَٰئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۚ
وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَتَوَلَّاهُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ
لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿۵۰﴾» المائدہ - ۵۱
اور فرمایا:

اے ایمان والو موت پر چڑھو اپنے باپوں کو اور بھائیوں کو رفق
اگر وہ کفر کو عزیز رکھیں ایمان سے، اور تم میں سے جو ان کی رفاقت
کرے سو وہی لوگ گناہگار ہیں۔

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ
وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى
الْإِيمَانِ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ فَيَتَوَلَّاهُمْ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ»
التوبہ - ۲۳

اور امام احمد و ترمذی وابن جریر حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ اسلام لانے سے قبل
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، اور ان کی گردن میں پٹائی کی بنی ہوئی صلیب پڑی تھی، تو نبی کریم
صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل آیت تلاوت کی:

مٹھ لیا اپنے مالوں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر۔

«إِتَّخَذُوا أَوْلِيَاءَهُمْ دُونَهُمْ أَنَا مِمَّنْ دُونِ اللَّهِ» التوبہ - ۲۴

عدی نے کہا کہ لوگوں نے ان کی عبادت تو نہیں کی تھی، تو آپ نے ارشاد فرمایا:

کیوں نہیں ان (اجارہ دار بہنوں) نے ان کے ادھر پر

«بَلَىٰ! إِنَّهُمْ حَرَمُوا عَلَيْهِمُ

حلال چیزوں کو حرام کر دیا اور حرام کو حلال کر دیا، اور ان

المحلال، وأحلوا لهم المحرم

لوگوں نے ان کی بات مانی، یہی ان لوگوں کا ان کی عبادت

فاتبعوهم، فذلك عبادتهم

کرنا ہے۔

إياهم»۔

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کسی فرضیہ کا ناپسند کرنا بھی ہے، مثلاً کوئی کہنے والا یہ کہے کہ میں روزہ کو
اس لیے ناپسند کرتا ہوں کہ اس سے امت اقتصادی لحاظ سے پس ماندہ ہو جاتی ہے، یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں عورت
کے لیے حجاب و پردہ کو اس لیے اچھا نہیں سمجھتا کہ یہ پس ماندگی کی علامت ہے یا کوئی شخص یہ کہے کہ میں اسلام کے
مالیاتی نظام کو اس لیے برا سمجھتا ہوں کہ اس میں ربا وغیرہ حرام ہے، اللہ تعالیٰ جل شانہ ایسے لوگوں کے بارے میں
ارشاد فرماتے ہیں:

اور جو لوگ کافر ہیں ان کے لیے بربادی ہے، اور اللہ

«وَالَّذِينَ كَفَرُوا فَتَنَّا لَهُمْ وَأَضَلَّ

أَعْمَالَهُمْ ۖ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَرِهُوا مَا أُنْزِلَ اللَّهُ
فَاحْبَطُوا أَعْمَالَهُمْ ۖ)) .

سورہ محمد ۹۸

ان کے اعمال کا لغو کر دے گا یہ اس سبب سے کہ انہوں
نے اللہ کے احکام کو ناگوار جانا اس نے
ان کے اعمال کو اکارت کر دیا۔

✽ ارتداد کی علامات میں سے یہ بھی ہے کہ دین کی کسی بات کا مذاق اڑایا جائے، اسلام کے شعائر میں سے کسی شعار کا استہزاء
کیا جائے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

«يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تُنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ
تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ ۚ قُلِ اسْتَغْفِرُوا ۚ
إِنَّ اللَّهَ مُخِيرٌ مَّا تَحْذَرُونَ ۖ وَلَكِنْ
سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ
قُلْ أَبِاللَّهِ وَآيَاتِهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ
تَسْتَهْزِئُونَ ۖ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ كَفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ ۚ إِنْ نَعْفُ عَنْ طَائِفَةٍ
مِّنْكُمْ نُعَذِّبُ طَائِفَةٌ ۚ بِأَنَّهُمْ
كَاَنُوا مُجْرِمِينَ ۖ)) .

التوبہ ۶۴ تا ۶۶

منافق اس بات سے ڈرا کرتے ہیں کہ مسلمانوں پر ایسی
سورت نازل ہو کہ بتا دے ان کو جو ان کے دل میں ہے
آپ کہہ دیجیے کہ تمہیں کسے رہو اللہ اس چیز کو کھول کر
رہے گا جس کا تم کو ڈر ہے، اور اگر آپ ان سے پوچھیں تو وہ
کہیں گے کہ ہم تو بات چیت کرتے تھے اور دل ملی، آپ
کہہ دیجیے کہ کیا تم اللہ سے اور اس کے رسول سے ٹھٹھے کرتے
تھے، یہاں سے مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے ایمان کا انہار کرنے
کے بعد اگر ہم تم میں سے بعضوں کو معاف کر دیں گے تو
البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو اس سبب سے کہ وہ
گناہگار تھے۔

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ ان چیزوں کو حلال کیا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے، اور ان چیزوں
کو حرام سمجھا جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

«وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ أَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ
هَٰذَا حَلَالٌ ۚ وَهَٰذَا حَرَامٌ لَّتَعْتَدُوا عَلَى اللَّهِ
الْكَذِبَ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا
يُفْلِحُونَ مَتَّاعٌ قَلِيلٌ ۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۖ))

النمل ۲۸

اور اپنی زبانوں کے جھوٹ بنالینے سے یہ مت کہو کہ یہ
حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر ہتھان باندھو بے شک
جو اللہ پر ہتھان باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تصور اس
فائدہ اٹھالیں اور ان کے واسطے دردناک عذاب ہے۔

جو شخص ایسا کرے گا تو وہ دین کے لازمی احکامات کا منکر اور اللہ کی حاکمیت و شریعت کا مقابلہ کرنے والا شمار ہوگا اور
مرتد و کافر ہو جائے گا۔

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے اسلام کے کچھ حصے پر ایمان لانا اور کچھ کا انکار و کفر کرنا بھی شامل ہے، مثلاً یہ کہ کوئی مسلمان یہ
ایمان رکھے کہ اسلام عبادت پر مشتمل دین ہے، اور اس سے انکار کرے کہ اسلام نظام و قانون والا دین ہے، یا یہ مان لے کہ

اسلام روحانی، اخلاقی و تربیتی نظام توپیش کرتا ہے لیکن اسلام کے دوسرے نظام کا انکار کر کے مثلاً سیاسی، اقتصادی یا معاشرتی و اجتماعی نظام کا، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«أَفَتُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ»
 فَمَا جَزَاءُ مَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ مِنْكُمْ إِلَّا خِزْيٌ
 فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يُرَدُّونَ
 إِلَيْنَا أَشَدَّ الْعَذَابِ ۚ» البقرہ - ۸۵

تو کیا بعض کتاب کو مانستے ہو اور بعض کو نہیں مانتے ہو جو
 تم میں سے یہ کام کرتا ہے اس کی کوئی سزا نہیں سوائے دنیاوی
 زندگی میں رسوائی کے، اور قیامت کے دن سخت سے سخت
 عذاب میں پہنچائے جائیں گے۔

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے صرف قرآن کریم پر ایمان لانا اور سنت نبویہ کا انکار بھی ہے، جیسے کہ وہ قادیانی فرقہ جس کی کاشت
 انگریز نے ہندوستان میں کی تھی، جس کا مقصد شریعت اسلامیہ کی بیخ کنی اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت میں شک
 پیدا کرنا تھا۔

قرآن کریم نے ہر اس شخص سے ایمان کی نفی کی ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں آپ اور آپ کے
 دنیا سے تشریف لے جانے کے بعد آپ کی سنت کو حکم و فیصل نہ بنائے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

«فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ
 فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ
 حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا»
 النساء - ۶۵

سو قسم ہے آپ کے رب کی وہ اس وقت تک مومن
 نہ ہوں گے جب تک کہ آپ ہی کو منصف نہ جائیں اس
 جھگڑے میں جو ان میں اٹھے، پھر اپنے جی میں آپ کے
 فیصلے سے تنگی نہ پائیں اور خوشی سے قبول کریں۔

یہ بات بالکل یقینی طور سے معلوم ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہے، اللہ تعالیٰ
 ارشاد فرماتے ہیں:

«مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ» النساء - ۸۰

جس نے رسول کا حکم مانا اس نے اللہ کا حکم مانا۔

امام ترمذی، ابو داؤد وابن ماجہ حضرت مقلہ بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ
 علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«أَلَا هَلْ عَسَىٰ وَجَلْ يَبْلُغُهُ الْحَدِيثُ
 عَنِّي وَهُوَ مَتَكِّمٌ عَلَىٰ أُرَيْكَةَ فَيَقُولُ: بَيْنَنَا
 وَبَيْنَكُمْ كِتَابُ اللَّهِ، فَمَا وَجَدْنَا
 فِيهِ حَلَالًا إِلَّا اسْتَحْلَلْنَاهُ،
 وَمَا وَجَدْنَا فِيهِ حَرَامًا

سن لو قریب ہے کہ ایک شخص کو میری حدیث پہنچے
 گی جو اپنے تخت پر ٹیک لگائے بیٹھا ہوا ہوگا اور یہ
 کہے گا کہ ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب
 فیصل ہے، لہذا جو چیز ہم اس میں حلال پائیں گے آپ
 حلال قرار دیں گے، اور جو چیز ہم اس میں حرام پائیں گے

حرمنا، وإن ما حرم رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم كما حرمه الله»۔

ﷺ ﷺ ﷺ

اور ابو داؤد کی روایت میں ہے:

«أَلَا إِنِّي أَوْتِيتُ الْكِتَابَ وَمِثْلَهُ
مَعَهُ»۔

سنن لوجھے کتاب اللہ دی گئی ہے اور اس جیسی اس
کے ساتھ اور بھی (یعنی سنت و احادیث)۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے واجب ہونے کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کا ایک عمومی حکم ہے، فرمایا:
«وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ
فَانْتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ»۔

اور رسول جو کچھ تمہیں دے دیا کریں وہ لے لیا کرو، اور
جس سے وہ تمہیں روک دیں رک جایا کرو، اللہ سے ڈرو
بے شک اللہ سزا دینے میں بڑا سخت ہے۔

المشرع

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے یہ بھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال میں سے کسی فعل کا مذاق اڑایا جائے یا
اس پر تمکیر کی جائے، جیسے کہ وہ لوگ جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ شادیاں کرنے پر اعتراض کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ
وسلم نے بیک وقت نو ازواج مطہرات سے شادی کر رکھی تھی، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ
فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ
كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَن تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ
وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ»۔

اے ایمان والو اپنی آوازوں کو بغیر کسی آواز سے بلند نہ
کیا کرو، اور نہ ان سے ایسے کھل کر بولا کرو جیسے آپس
میں کھل کر بولا کرتے ہو، کہ کہیں تمہارے اعمال برباد
نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو۔

المحرات - ۲

آپ بتائیے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آواز کا بلند کرنا ہی ردت کا احتمال رکھتا ہے تو پھر ان باتوں
کا کیا ہوگا جو اس سے بھی زیادہ بڑی ہیں؟

✽ ارتداد کے مظاہر میں سے بعض لوگوں کا یہ دعویٰ بھی ہے کہ قرآن کریم کا ایک باطن ہے جو ظاہر کے بالکل برعکس ہے
اور ایک ظاہر ہے جو باطن کے برعکس ہے، اور اس باطن کا علم صرف بعض مخصوص لوگوں کو ان کے دعوے کے مطابق الہام
سے ہوتا ہے، اس دعویٰ کا مطلب یہ ہے کہ شریعت اسلامیہ کی نصوص کو معطل کر کے شریعت کو ہی معطل کر دیا جائے، اس
دعویٰ کے بعد پھر کوئی ایسی اصل باقی نہ رہے گی، جس کی طرف رجوع کیا جائے، اور نہ عربی لغت کے کوئی ایسے قاعدے جن

ہے اس موضوع پر تشفی کن و سیر حاصل بحث کے لیے ہماری کتاب "تعدد الزوجات والحكمة من تعدد أنواع النبي صلى الله عليه وسلم" کا
حالہ کیجیے وہاں آپ کو اس کثرت سے شادیوں کی حکمت پڑھ کر کافی تسلی ہوگی۔ اور اس موضوع پر کافی سامان یکجا ملے گا۔

کو حکم بنایا جائے، قرآن کریم تو صاف ستھری واضح عربی زبان میں نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ»

ہم نے اتارا ہے اس کو قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو۔

یوسف ۲۰

اور فرمایا:

«وَكَذَلِكَ أَنْزَلْنَاهُ حُكْمًا وَعَذِيبًا» الرعد ۲۴

اور اسی طرح ہم نے اتارا یہ حکم عربی زبان میں۔

لہذا قرآن کریم کی کسی بھی آیت کی ہر وہ تفسیر جس کی بنیاد کوئی اثر و روایت یا لغت عربیہ و عربی زبان کا قاعدہ و اصول اور اقوال عرب نہ ہوں تو وہ تفسیر قطعاً باطل ہوگی اور ایسی تفسیر کرنے والا دائرہ ایمان اور اسلام سے خارج شمار ہوگا، حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کے گمراہ کن دعوے کرنے والے کفر و گمراہی والحاد کے اعتبار سے سب سے بڑے کج رو اور زانیع ہیں۔

قرآن کریم نے اس قسم کے لوگوں کا تذکرہ کیا ہے جو فتنہ انگیزی و گمراہ کرنے کے لیے قرآن کریم کے متشابہات کے درپے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

«هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُخَكَّمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ ٥ رَبَّنَا لَا تَجْعَلْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ٦»

وہی ہے جس نے آپ پر کتاب اتاری، اس کی بعض آیتیں حکم ہیں یعنی ان کے معنی واضح ہیں، وہ اصل ہیں کتاب کی، اور دوسری متشابہ ہیں یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں، سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کی پیروی کرتے ہیں گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی وجہ سے، اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا اللہ کے سوا، اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب کی طرف سے اتاری ہیں، اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے، اسے رب نہ پھرے بے ہمارے دلوں کو جبکہ آپ ہدایت دے چکے اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت عنایت فرمائیے سب کچھ دینے والے آپ ہی ہیں۔

☆ ☆ ☆ ☆ ☆

ال عمران ، ۵۰

آیت میں مذکور ابتغاء الفتنة (فتنہ کی خاطر) سے مراد یہ ہے کہ مسلمانوں کو ان کے دین میں شک و تلبیس میں مبتلا کر کے اور شبہات پیدا کر کے فتنہ میں ڈال دیا جائے۔

اور "ابتغاء تأویلہ" سے مراد یہ ہے کہ کتاب اللہ میں تاویل و تحریف کرنا یعنی ایسی غلط تاویل جو من مانی و اپنی مرضی

اللہ یہ تفسیر شیخ حسین مخلوت کی "منہج البیان" (۱-۹۶) سے منقول ہے

کے مطابق ہو اور اپنی خواہش کے مطابق تحریف کی جائے اور یہ سمجھا جائے کہ یہی اس کی مراد ہے، اہل بدعات و ملاحدہ ہر دور میں ایسا ہی کیا کرتے ہیں۔

✽ ارشاد کے نمونوں میں سے اللہ کی صحیح معرفت کا نہ حاصل کرنا بھی ہے، مثلاً یہ اعتقاد رکھنا کہ (العیاذ باللہ) اللہ تعالیٰ اپنی بعض مخلوق میں حلول کر جاتے ہیں، یا اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت کے ساتھ متصف کرنا جو اس کی عظمت و جلال کے منافی ہو۔ لہذا جو شخص یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض اشخاص میں حلول فرماتے ہیں، یا وہ کائنات میں حلول کیسے ہوئے ہیں یا وہ کسی جہت میں محصور ہیں تو ایسا شخص کافر اور دین اسلام سے خارج ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

«لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ»۔ الانعام - ۱۰۳

اور نہایت لطیف اور خبردار ہے۔

اور فرمایا:

«لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ وَهُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ»۔ الشوری - ۱۱

کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی (ہر بات کا) سننے والا ہے (ہر چیز کا) دیکھنے والا ہے۔

اور فرمایا:

«وَجَعَلُوا لَهُ مِنْ عِبَادٍ جُزْءًا ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُورٌ مُبِينٌ»۔ الزمر - ۱۵

اور ان لوگوں نے اللہ کا جزء اللہ کے بندوں میں سے ٹھہرا لیا بے شک انسان کھانا شکر ہے۔

اور فرمایا:

«لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ»۔ المائدہ - ۱۷

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا۔

اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ تین خداؤں میں سے ایک خدا اللہ تعالیٰ بھی ہے تو وہ بھی گمراہ کن گمراہ اور کافر ہے۔

«لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَلَاثُ شَلَاثَةٍ»۔ المائدہ - ۳۰

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ تین میں کا ایک ہے۔

اور جو شخص اللہ جل شانہ کی طرف لڑکے کی نسبت کرتا ہے وہ بھی گمراہ و کافر ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

«وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَنُ وَلَدًا ۚ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْئًا إِذَا ۚ تَنَزَّاهُ السَّمَوَاتُ يَعْظُمْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْأَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًا ۚ أَنْ دَعَوْا

اور (یہ لوگ) کہتے ہیں کہ خدا نے رحمن نے اولاد اختیار کر رکھی ہے، تم نے یہ حرکت ایسی سخت کی ہے کہ کچھ بعد نہیں جو اس کے باعث آسمان ٹوٹ پڑیں اور زمین پھٹ

لِلرَّحْمَنِ وَلَكَآ ۝ وَمَا يَنْبَغِي لِلرَّحْمَنِ أَنْ يَتَّخِذَ
وَلَكَآ ۝

مریم ۸۸-۹۳

جائے اور پہاڑ کا نپ کر گر پڑیں اس بات سے کہ یہ لوگ
خدا کے رحمن کی طرف بیٹے کی نسبت کرتے ہیں۔ اور خدا
رحمن کے لائق یہ (کسی طرح) نہیں کہ وہ بیٹا اختیار کرے۔

اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو کسی ایسی صفت سے متصف کرتا ہے جو اس کی شان کے لائق نہ ہو تو وہ بھی گمراہ
و کافر ہے۔ ارشاد فرمایا :

«لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ
فَقِيْرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۖ» المائدہ - ۱۸۰

نیز ارشاد فرمایا :

«وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُوْلَةٌ غَلَّتْ أَيْدِيهِمْ
وَلُعِنُوا بِمَا قَالُوا ۖ إِنَّمَا يَدُ اللَّهِ مَبْسُوطَةٌ ۖ»

المائدہ - ۶۴

اور یہود دیکھتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا، انہی کے ہاتھ بند
ہو جائیں، اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو
دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔

اس کے علاوہ ارتداد کے اور دوسرے وہ مظاہر و علامات جو ان کے حامل و مرتکب افراد کو اسلام سے نکال دیتی ہیں
اور کفر و کلمہ لابی، زندقہ و الحاد کے دائرے میں داخل کر دیتی ہیں۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس زمانے سے ڈرایا ہے جس زمانے میں ارتداد بہت عام ہو گا، اور صبح و شام
اس فتنہ کا حملہ و دور دورہ ہو گا، اور ایسی صورت حال میں مومنوں کو اس بات پر ابھارا ہے کہ وہ اعمال صالحہ کی طرف سبقت
لے جائیں، اور ایمان کے محفوظ قلعہ میں پناہ لیں، تاکہ کفر کی تاریکی میں گرفتار اور ارتداد میں ڈالنے والی کسی چیز سے متاثر نہ ہوں
نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں :

«بادروا إلى الأعمال الصالحة فإن
ستكون فتن قطع الليل المظلم، يمسي
الرجل مؤمناً ويصبح كافراً، و
يصبح مؤمناً ويمسي كافراً يبيع
دينه بعرض من الدنيا قليل» .

طبرانی وابن ماجہ

نیک اعمال کی طرف سبقت لے جاؤ اور جلدی کرو اس
لیے کہ منقریب بہت سے فتنے سیاہ رات کے ٹکڑوں
کی طرح سے آئیں گے، جن میں ایک شخص صبح کو مومن ہو گا
اور صبح کو کافر ہو جائے گا، اور ایک شخص صبح کو مومن ہو گا اور
اور شام کو کافر ہو جائے گا۔ اپنے دین کو دنیا کے تھوڑے
سے سامان کے عوض بیچ دے گا۔

اور ارشاد باری ہے :

«رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ

اے رب نہ پھیرے ہمارے دلوں کو جب آپ ہدایت

لے چکے۔ اور غایت کیجیے ہم کو اپنے پاس سے رحمت
آپ ہی سب کچھ دینے والے ہیں۔

لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رِخْلَةٌ، إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝
آل عمران - ۸



۲۔ الحاد سے ڈرنا

الحاد سے مراد ہے اللہ کی ذات کا انکار کرنا، اور ان شرعیاتوں کا انکار کرنا جنہیں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم لے کر گئے
ہیں، اور ان اچھے کاموں و فضائل اور بہترین باتوں کا انکار کرنا جن کی نسبت آسمانی وحی کی طرف ہے، الحاد بھی ارتداد کی ایک
قسم ہے بلکہ یہ تو اس سے بھی بدتر و بری چیز ہے جیسا کہ ہم آئندہ بیان کریں گے۔
بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ الحاد ایک ایسا مستقل نظام بن گیا ہے جسے بڑی بڑی حکومتوں نے اپنایا ہوا ہے،
اور وہ اس الحاد کو طاقت و قوت کے بل بوتے پر زبردستی جبر کے ساتھ ان حکومتوں پر تھوپ دیتے ہیں جو ان
کے زیر سایہ ہیں۔

ان حکومتوں کے چھو و کا ندے ہر ملک و حکومت میں موجود ہیں جو نہایت ڈھٹائی سے کھلم کھلا الحاد کی دعوت دیتے
ہیں، اور مذہب و ادیان اور نبیوں کا بلا کسی جھجک و شرم و حیا کے انکار کر دیتے ہیں۔
بلکہ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ یہ ملکی حکومتیں جنہوں نے مارکس و لینن کے عقائد و افکار اپنائے ہوئے ہیں، یہ خصوصی طور سے اپنی
محمدانہ دعوت کا نشاد و محور اسلامی حکومتوں اور مسلمان ملکوں کو ہی بناتے ہیں، اس لیے کہ یہ جانتے ہیں کہ اسلام کے بنیادی اصولوں
میں تمدنی، ثقافتی، سیاسی اور علمی لحاظ سے کتنی قوتِ مدافعت ہے، اور یہ احکامات کس قدر عام، محیط اور ہر زمانہ و ہر جگہ کے
ساتھ چلنے کی پوری پوری صلاحیت رکھتے ہیں۔

ان ممالک کے الحاد کی طرف دعوت دینے کا جو طریقہ ہے اگر ہم اس کا متبع کریں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ یہ اپنے
محمدانہ نظریات و اصولوں کو پھیلانے میں کس قدر مختلف طریقوں اور طرح طرح کے اسالیب سے کام لیتے ہیں، تاکہ گمراہی
و کفر کو عام کیا جاسکے۔

✽ چنانچہ کبھی تو یہ لوگ مارکسیت کو اسلام کا لبادہ اڑھا دیتے ہیں، اور یہ کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پہلی وہ سستی
تھے جس نے اشتراکیت کی دعوت دی، اور مالدار و غریب میں برابری قائم کی، اور پہلے وہ شخص تھے جنہوں نے شہنشاہیت
کا خاتمہ کیا لہذا آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) مارکسیت کے رسول اور شیوعیت کے نبی ہیں۔

✽ کبھی یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ کمونزم کے بنیادی اصول اسلام کے بنیادی اصولوں کے منافی و خلاف نہیں، اور ان کا اسلام
کی معاشرتی و اجتماعی عدالت سے کوئی تعارض نہیں ہے۔

لے باہر آنے والے ان اقتصادی نظاموں سے اسلام بالکل سٹغنی ہے۔ لاسخو فرمائیے ہماری کتاب الکافل الاجامی (بقیہ ماشیہ آئندہ صفحہ پر لکھیں)

✽ کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ اگر ہم کمیونسٹ نظام کا اقتصادی نظام اپنالیں اور اپنے دین پر مسلمان بھی برقرار رہیں تو اس سے کیا چیز مانع ہے؟

✽ کبھی وہ یہ کہتے ہیں کہ دین ایک الگ چیز ہے اور سیاسی و اقتصادی مذاہب ایک الگ چیز ہیں، اس لیے ہمیں دین کو سیاست سے غلط ملط نہیں کرنا چاہیے یا ہمیں اقتصادی نظاموں اور علمی نظریات کو دین میں داخل نہیں کرنا چاہیے۔
✽ اور بسا اوقات کھلم کھلا چیلنج دیا جاتا ہے، اور کج رول اور آزادی پسندوں کی نفوس میں شکوک و شبہات و کفر کی جڑیں بونے کے لیے الحاد کھل کر سامنے آتا ہے مثلاً جیسے ان میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ اللہ اور مذاہب و ادیان اور جاگیر دارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام اور استعمار اور استحصالی قوتیں اور تمام وہ نظام اور اچھائیاں جو گذشتہ معاشرہ پر چھائی ہوئی تھیں یہ سب تاریخ کی نمائش گاہ میں مٹی لگی ہوئی گڑبالی ہیں۔

یہ کہتے ہیں کہ کائنات میں کوئی معبود نہیں ہے، اور زندگی مادے کا نام ہے، اور دین قوموں کے لیے افسوس اور (العیاذ باللہ) انبیاء پر جور و جھوٹے ہیں۔

اپنے الحاد کو رائج کرنے اور دوسروں کو گمراہ کرنے کے لیے ان کے جو طریقے ہیں ان میں سے علمی نظریات سے فائدہ اٹھانا، اور جس کو گمراہ کیا جا رہا ہے اسے یہ باور کرانا بھی ہے کہ یہ سب ثابت شدہ شدہ حقائق ہیں جیسے کہ ان لوگوں کا ڈارون کے نظریہ کا رائج کرنا جس میں انسان کی اصلی حقیقت بتلائی گئی ہے۔ اور سمجھ لیا گیا ہے کہ زندگی کی ابتدا کہاں سے ہوئی، اور ترقی کرتے کرتے اس بلند مرتبہ تک پہنچی اور اخیر میں انسان کے شکل میں وجود پذیر ہوئی، یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ علم و تحقیق نے اس نظریہ کو غلط قرار دیا ہے، اور اس کو بیکار و مہل باتوں کی ٹوکری میں ڈال دیا ہے۔

یا جیسے کہ ان کا فرائڈ کے نظریہ کو عام و رائج کرنا جس کا محور اس بات پر ہے کہ ہر چیز کا تعلق جنس اور شہوت سے ہے جو انسان کے کردار کی ہر چیز کی تفسیر جنسی خواہش کے راستے سے کرتا ہے، اس عقیدہ کی ترویج کا گھناؤنا مقصد عظیم خالق ذات کا انکار کرنا ہے۔

مختلف اسالیب کے اختیار کرنے میں یہ فتن اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ محمدانہ مارکسیت ہر حالت کو اس کے مناسب لباس پہناتی ہے۔ اور ہر جماعت کو اس کے مناسب حال تشفی کراتی ہے، اور انسانوں کے ہر طبقہ میں اس کے مناسب حال جھوٹ و دھوکا سے کام لیتی ہے۔ اور پھر جب وہ شخص جس کو دھوکا دیا جا رہا ہے اس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور شکاری کے جال میں پھنس جاتا ہے تو پھر مارکسیت کے داعی اس کے سامنے مادی مذاہب اور محمدانہ عقائد کو مزین و آراستہ کر کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے) فی الاسلام اور سید قطب کی کتاب "العدالة الاجتماعية" جہاں آپ کو اس باب میں تشفی کا پورا سامان ملے گا کہ معاشرہ سے فقر و فاقہ کے ختم کرنے کے لیے اسلام نے کیا وسائل ایجاد و اختیار کیے ہیں۔

لے ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب شہادت درود جس میں ہم نے نہایت مدلل طریقے سے دارون کے نظریہ کی تردید کی ہے، اور علمی تحقیقی اعتبار سے اس کو باطل ثابت کیا ہے۔

پیش کرتے ہیں، تاکہ اس کو گمراہ کرنے کے اپنے خبیث مقصد کو حاصل کر سکیں۔ اور پھر وہ شخص نہ تو کسی دین کو ماننا ہے، اور نہ خدا کا اعتقاد رکھتا ہے، اور نہ زندگی میں کسی کارنامے اور اچھائی کا طلب گار ہوتا ہے، بلکہ وہ اس گمراہ کا فرجامعت میں شامل ہو جاتا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

((اُولَٰئِكَ الَّذِیْنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَاصْمَهُمْ وَاَعْمٰی اَنْصَارُهُمْ ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَتَّعُوْا مَآ سَخَطَ اللّٰهُ وَكَرِهُوْا رِضْوَانَهٗ فَاجْبَطَ اَعْمَالُهُمْ))
عسدر - ۲۸ تا ۲۳

یہی لوگ تو ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے سوائے پہلے کر دیا اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے... یہ (سب) اس سبب سے ہو گا کہ یہ اس راہ پر چلے جو طریقہ اللہ کی ناخوشی کا تھا، اور اس کی صفائے بیزار ہے، سوائے ان کے اعمال اکارت کر دیے۔

الحمد اگرچہ روت و انداد کے مفہوم ہی میں داخل ہے لیکن یہ معاشرے اور اس کے افراد کے حق میں ارتداد کی دوسری اقسام مثلاً یہودیت یا عیسائیت کا اختیار کرنا، یا برہمن بننے سے بھی زیادہ برا اور خطرناک ترین ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ الحمد حمد کے دل سے سولیت کا احساس ختم کر دیتا ہے، اور اس کے دل سے ایمان بالغیب اور شاندار اخلاقی کارناموں کی روح ختم کر دیتا ہے، اور اس کو اس بات پر آمادہ کر دیتا ہے کہ وہ اس بے مقصد زندگی میں حیوانوں کی طرح زندگی بسر کرے، نہ تو دین اس کی رہنمائی کرے، اور نہ اس کو بھنخورنے والا ضمیر ہو، اور نہ اللہ کے مواخذہ اور پھر کا ڈر ہو، نہ آخرت کے ثواب کی امید ہو، اور نہ اسے اس دن کے عذاب و گرفت کا ڈر ہو جس دن تمام لوگ حکم الحاکمین کے دربار میں کھڑے ہوں گے۔ قرآن کریم نے اس فاسق و فاجر کمینی جماعت کا درجہ ذیل آیت میں مذاق اڑایا ہے:

((وَ قَالُوا مَا هِیْ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْدِیْکُمْ اِلَّا الذَّهْرُ ۚ وَمَا لَہُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنّٰ ہُمْ اِلَّا یُظْہَوْنَ))

اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ بھڑ ہماری اس دنیوی حیات کے اور کوئی حیات نہیں، ہم بس ایک ہی بار مرتے اور بس ایک ہی بار زندگی پاتے اور ہم کو صرف زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے، دراصل مالک ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں یہ محض اٹکل سے ہانک رہے ہیں۔

الحجۃ - ۳۳

اور قرآن کریم نے ان کے اس مذموم اندھے پن اور پست قسم کی حیوانیت اور گھناؤنی آزادی و باحیث پسند کو کھول کر بیان فرمایا ہے ارشاد ہے:

((وَ لَقَدْ ذَرٰنَا لِبَہْتَمَ کَثِیْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَ اِلَٰ نٰسٍ ۚ لَّہُمْ قُلُوْبٌ لَا یَفْقَہُوْنَ بِہَا ۚ وَ لَہُمْ اَعْیُنٌ لَا یُبْصِرُوْنَ بِہَا ۚ

اور ہم نے پیدا کیے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی، ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں، اور ان کی آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں، اور کان ہیں کہ

ان سے سختے نہیں، وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ۔ وہی لوگ غافل ہیں۔

وَلَهُمْ اِذَا نُنِیْ لَا یَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولَیْکَ کَالَاَنْعَامِ
بَلْ هُمْ اَضَلُّ دَاوُلَیْکَ هُمْ لَیْغِفُوْنَ» (الاحزاب- ۱۷۹)

نیز ارشاد فرمایا:

اور جو کافر ہیں وہ عیش کر رہے ہیں اور کھا (پی) رہے ہیں جس طرح چوپائے کھاتے (پیتے) ہیں، آگ ہی ان کا ٹھکانا ہے

«وَالَّذِیْنَ کَفَرُوا یَتَمَتَّعُوْنَ وَیَاکُلُوْنَ کَمَا کُلَّا کُلُّ
الْاَنْعَامِ وَالتَّارُ مَثْوًی لَهُمْ» (۱۷۹)۔

سورۃ محمد - ۱۳

اور فرمایا:

چھوڑ دیجیے ان کو کہ کھالیں اور فائدہ اٹھالیں اور امیدیں گئے رہیں سو آئندہ معلوم کر لیں گے۔

«ذَرَهُمْ یَاکُلُوْا وَیَتَمَتَّعُوْا وَیَلْبِیْهِمُ الْاَمَلُ
فَسَوْفَ یَعْلَمُوْنَ» (الحجر - ۳)

دین اسلام نے مرتدوں اور محمدین کے سلسلہ میں نہایت سخت و فیصلہ کن موقف اختیار کیا ہے، اس لیے کہ اسلام نے ان کے کفر پر اصرار اور واضح و صاف صاف دین حق سے اعراض کرنے کی منازت قرار سے گردن اڑانا مقرر کی ہے چنانچہ امام بخاری و احمد رحمہما اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا،

«مَنْ بَدَلَ دِیْنَهُ فَاَقْتُلُوْهُ»۔

اور امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں:

«لَا یُجِلُّ دَمُ اِمْرِئٍ مُّسْلِمٍ اِلَّا بِاِحْدَى

ثَلَاثٍ، الشَّیْبِ الزَّانِی، وَالنَّفْسِ بِالنَّفْسِ،

وَالْتَارِكِ لِدِیْنِهِ الْمَفَارِقِ لِلْجَمَاعَةِ»۔

کی (جماعت سے علیحدہ ہو جائے)۔

لیکن مرتد یا ملحد کو اس وقت تک قتل نہیں کیا جائے گا جب تک کہ اسے تین یوم کی مہلت نہ دے دی جائے، ان تین دنوں کے دوران اہل علم و ارباب فہم اس سے مرتد ہونے کے اسباب پر بحث مباحثہ کریں گے، اور اس کے ذہن میں جو شبہات و خیالات ہیں انہیں دور کریں گے، اور دین متین اسلام کے زہرین اصولوں، اور حقانیت کو اس کے سامنے کھول کھول کر بیان کریں گے، پھر اگر اس کے بعد بھی وہ کفر و الحاد پر مصر رہے اور حق کھل کر سامنے آنے کے باوجود بھی اس کی طرف رجوع نہ کرے تو تلوار سے اس کی گردن اڑادی جائے گی تاکہ دوسرے لوگوں کے لیے عبرت کا ذریعہ بن جائے۔

اور اگر مرتد و محمدین طاقت و قوت پیدا کر لیں اور اپنی کوئی تنظیم یا جماعت قائم کر لیں تو مسلمانوں کے حکام اور ذمہ داروں پر یہ فرض ہے کہ وہ ان سے اس وقت تک جنگ کریں جب تک کہ وہ دین برحق اسلام کی طرف دوبارہ لوٹ کر نہ آجائیں،

اور ان سے اس کے علاوہ کوئی اور چیز قطعاً قبول نہ کریں، جیسے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مرتدوں سے جنگ کی اور اسلام قبول کرنے کے علاوہ کسی اور بات پر رضامند نہ ہوئے، اور جیسے کہ خلیفہ عباسی مہدی نے اس متفیع نامی شخص سے جنگ کی تھی جس نے خراسان میں خدائی کا دعویٰ کیا تھا اور اپنے متبعین و پیروکاروں پر سے نماز، روزہ، زکوٰۃ و حج معاف کر دیا تھا، اور لوگوں کے لیے مال و دولت اور عورتیں حلال و جائز کر دی تھیں، یہ سلسلہ کا واقعہ ہے۔

ملاحظہ و مرتدین کے سلسلہ میں اسلام نے اتنی سخت و شدید تین اسباب کی وجہ سے مقرر کی ہے:

۱۔ تاکہ ابھارنے و آمادہ کرنے والی چیزیں بعض کمزور نفوس کو اپنی طرف راغب نہ کر سکیں، اور اس کے ذریعہ انہیں رتداد و الحاد پر آمادہ نہ کر سکیں۔

۲۔ تاکہ کوئی منافق یہ سوچ کر اسلام میں داخل نہ ہو کہ وہ پھر دوبارہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، اور اس طرح ارتداد و الحاد کی ہمت افزائی ہوگی اور مسلم معاشرے میں فتنہ و آزمائش کا دور دورہ ہو جائے گا۔

۳۔ تاکہ کفر کی عزت و قوت میں اضافہ نہ ہو کہ پھر وہ اسلامی مملکت کے لیے بڑا خطرہ ثابت ہو اور جب موقعہ و مہلت ملے تو مسلمانوں کی بیچ کنی کی خاطر ان کے خلاف جنگ برپا کر دیں۔

الحاد کی حقیقت اور ملحدین جو سازشیں اور جال بچھاتے ہیں اور جس طرح سے اندرونی طور پر محرمانہ حرکات کرتے ہیں ان کو کھول کر بیان کرنے اور واضح کرنے کے لیے میں اسے مرنے پر مجبور کر رہا ہوں تاکہ آپ کو معلوم ہو جائے کہ اگر ان ملحدین کو موقع مل جائے تو وہ مسلمانوں کے خلاف کیا کچھ کرنا چاہتے ہیں، اور اگر ان مجرموں کے لیے حالات سازگار ہو جائیں تو وہ کیا کچھ کر بیٹھیں گے:

✽ کیونسٹ چین اور کیونسٹ روس نے ۱۶ ملین مسلمانوں کو سال میں ایک ملین کے حساب سے ختم کر ڈالا، اور مسلمانوں کی بیچ کنی کرنے کی یہ تدابیر و سازشیں اب تک جاری ہیں، اور چینی علاقے کے مسلم ترکستان میں چینیوں نے وہ وحشیانہ مظالم کیے ہیں جنہوں نے ماضی کے تاتاریوں کے مظالم پر پردہ ڈال دیا ہے، مسلمانوں کے ایک سربزہ کولا یا گیا اور ایک عام راستے میں اس کے لیے ایک گڑھا کھودا گیا اور مسلمانوں کو طاقت و قوت کے بل بوتے پر اس بات پر مجبور کیا گیا کہ وہ اپنے فضلات (گندگی پیشاب پاخانے) کو لا کر اس مسلمان سربزہ کے اوپر اس گڑھے میں ڈالتے رہیں، یہ حرکت تین دن تک مسلسل جاری رہی اور اس سزا کے دوران اس مسلمان رہنما کی روح اس گڑھے میں پرواز کر گئی۔

✽ کیونسٹ ملک یوگوسلاویہ نے بھی اپنے ملک کے مسلمانوں کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کیا اور اس ملک میں جب سے کیونسٹوں کا دور دورہ ہوا ہے اس وقت سے آج تک ایک ملین مسلمانوں کو ختم کیا جا چکا ہے، اور وحشیانہ سزائیں اور

مسلمانوں کو ختم کرنے کا سلسلہ اب تک جاری ہے، جس کی سب سے وحشیانہ و ظالمانہ سرکاری مثالوں میں سے مسلمان مردوں اور عورتوں کا قیمہ کی ان مشینوں میں ڈالنا ہے جو گوشت کو رول کی شکل میں بنادیتی ہیں تاکہ دوسری جانب سے یہ مسلمان مرد و عورتیں گوشت و ہڈیوں و خون کا مرکب قیمہ بن کر نکلیں۔

✽ جو کچھ یوگوسلاویہ میں ہو رہا ہے وہ سب کچھ کمیونسٹ بلاک کے تمام ممالک میں اب تک ہوتا ہے اور ہو رہا ہے چنانچہ کمیونسٹوں نے عراق کے شہر موصل میں عبدالکریم قاسم کے دور میں جو قتل و غارت کا بازار گرم کیا اس کے بارے میں کتنی مرتبہ ہم نے سن رکھا ہے، اسی طرح دعوتِ اسلام دینے والوں اور مسلمان جماعت کے ساتھ جو کچھ قتل و غارت وغیرہ کا بازار ”سحل“ کے حوادث میں گرم ہوا وہ بھی ہمارے سامنے ہے، ان سے جو کچھ مجرمانہ حرکات اور غدر و خیانت صادر ہوتی ہے اس کے بارے میں حق تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک بالکل برحق و سچ ہے :

«كَيْفَ وَ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا ظُهُورَهُمْ» . التوبہ - ۸
کیوں کر صلح رہے اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لٹاؤ کریں تمہاری قربت کا اور نہ عہد کا۔

اور فرمان مبارک :

«لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنِينَ إِلَّا ظُهُورَهُمْ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ» . التوبہ - ۱۰
نہیں لٹاؤ گے کسی مسلمان کے حقِ قربت کا اور نہ عہد کا، اور وہی ہیں زیادتی پر۔

اس لیے اے مری محترم جب آپ نے یہ حقائق جان لیے تو اب آپ کا فریضہ یہ ہے کہ آپ خوب اچھی طرح سے اس بات کی کوشش کریں کہ آپ اپنے بچے کو ارتداد کے خونخوار پنجوں اور الحاد کے دام سے بچائیں، تاکہ آپ کا بچہ راسخ ایمان اور مضبوط اسلام والا بنے، اور شاندار استقامت پر قائم ہو، اور اس کی فطرتِ سلیمہ اور صاف ستھرے دل اور معصوم نفس میں یہ معانی جاگزین ہو جائیں، اور اگر ایسا ہو گیا تو پھر وہ اللہ کے سوا کسی کو رب بنانے، اور اسلام کے علاوہ کسی مذہب کو دین تسلیم کرنے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کو نبی و رسول ماننے اور قرآنِ عظیم کے سوا کسی کو امام و منہاج ماننے پر راضی نہ ہوگا، اور وہ ان لوگوں میں سے بن جائے گا جن کو اللہ نے نعمتِ ایمان اور اسلام کی عورت و کرامت سے قیامت تک کے لیے نوازا دیا ہے۔

۱۔ ملاحظہ فرمائیے کتاب ”شیوعیت اور اسلام“ مؤلفہ مرحوم عباس محمود عقاد، اور استاذ احمد عبدالغفور عطار، اسی طرح تفسیر ”ظلال القرآن“ کی سورۃ توبہ کی آیت «كَيْفَ وَ إِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا عَلَيْكُمْ إِلَّا ظُهُورَهُمْ» جہاں آپ کو مسلمان ممالک، اور مسلمانوں کے خلاف شیوعیت اور کمیونسٹوں نے جو سازشیں اور مجرمانہ تدابیر و حرکات کی ہیں ان کے بارے میں دل کو پاش پاش کرنے والی باتیں پڑھنے کو ملیں گی، ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ ہم نے کچھ تفصیل ”تربیت کے سلسلہ میں مؤثر وسائل کی فصل میں بیان کر دی ہے، جس سے شیوعیت کی وہ سازشیں جو وہ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کرتے ہیں ان کی وضاحت ہوتی ہے لہذا آپ اس کا مطالعہ کر لیجیے۔

۳۔ حرام کھیل کود سے بچانا

اسلام نے اپنی بلند ترین شریعت و نظام اور حکیمانہ بنیادی اصولوں کے ذریعہ مسلمانوں پر ایسے بہت سے کھیل کود اور سامانِ عیش و عشرت کو حرام قرار دے دیا ہے جس کا افراد کے اخلاق اور معاشرے کی اقتصادیات، دولت اور حکومت کے تشخص، امت کی کرامت، اور خاندانوں کے وقار و رکھ رکھاؤ پر بُرا اثر پڑتا ہے۔

اب ہم مربیانِ کرام کے سامنے ان حرام دنیا جائز کھیل کود کی کچھ اقسام بیان کیے دیتے ہیں تاکہ وہ ان کو سمجھیں اور ان سے بچنے اور دور رہنے میں اپنے آپ کو مقتدا و نمونہ ثابت کر دکھائیں، اللہ ہی سیدھا راستہ دکھانے والا ہے اور اسی سے ہم توفیق و مدد کے طلب گار ہیں:

۱۔ نرد سے کھیلنا

(یہ ایک قسم کا کھیل ہے جسے ارد شیر بن بابک شاہ ایران نے ایجاد کیا تھا:

حرام کھیلوں میں سے نرد سے کھیلنا بھی ہے، خواہ یہ شرط لگا کر کھیلا جائے یا یوں ہی دل بہلانے اور وقت پاس کرنے کی خاطر اس کھیل کے حرام ہونے پر وہ حدیث دلائل کرتی ہے جسے امام مسلم، احمد و ابو داؤد رحمہم اللہ نے حضرت برید رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«من لعب بالنردوشين فکانما صیغ یدہ فی لحم خنزیر و دمہ»۔
گوشت و خون سے رنگ لیا۔
جو شخص نردوش سے کھیلا اس نے گویا پناہ خنزیر کے

اور امام احمد، ابو داؤد، ابن ماجہ و مالک رحمہم اللہ حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«من لعب بالنرد فقد عصى الله»۔
جو شخص نرد سے کھیلا اس نے اللہ اور اس کے رسول کو نافرمانی کی۔
(ورسولہ)۔

لے اس سلسلہ میں استاذِ قرناوی نے اپنی کتاب "حرام و ملال" میں شوکانی سے بواسطہ ابن المیثب و ابن مفضل یہ نقل کیا ہے کہ ان دونوں حضرات نے نرد کے کھیلنے کی اس صورت میں اجازت دی ہے جبکہ جو بازی نہ ہو، صاحب کتاب کی یہ نقل غیر معتبر ہے اس لیے کہ شوکانی نے جس صنف کے ذریعہ اس قول کو نقل کیا ہے وہ "مردی" ہے جو ضعیف پر دلالت کرتا ہے، اور جو خود ضعیف ہو۔ اس کے ذریعہ شریعت کے احکام میں سے کسی حکم کو ثابت نہیں کیا جاسکتا، ہم نے نرد سے کھیلنے کے حرام ہونے کے سلسلہ میں جو احادیث نقل کی ہیں یہ احادیث ہر اس شخص کے خلاف دلیلِ محکمہ ہیں جو اس کے جواز کا قائل ہو۔ حق کے پہچاننے کا معیار شہادتیں نہیں ہوتیں بلکہ شخصیات کو حق کے پیدہ جاننا چاہتا ہے۔

اس کھیل کو حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ مرد سے کھیلنا خواہ بلا شرط و جوابی کیوں نہ ہو تب بھی یہ اس کھیل میں مشغول ہونے والوں کے اوقات کا بڑا حصہ برباد و ضائع کر دیتا ہے۔ اور وقت کی یہ بربادی و ضیاع ان کو ان کے بہت سے دینی، ترقی و دنیوی فرائض سے روک دیتا ہے، اور ساتھ ہی یہ شرط لگا کر کھیلنے کا ذریعہ بھی بناتا ہے جو بالکل قمار و جواب ہے، مسلمان کو اس دنیا میں اس لیے پیدا کیا گیا ہے تاکہ وہ پیغام اور امانت کو پہنچائے، اور اپنے فریضہ کو ادا کرے، کیا اس کے بعد بھی انسان کے پاس اتنا وقت بچتا ہے کہ وہ اس لالچنی کھیل میں مست ہو اور اس حرام و ناجائز لذت سے لطف اندوز ہو؟ واقعی کسی نے بالکل سچ کہا ہے کہ فرائض اوقات سے بہت زیادہ ہیں، اور کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ وقت کی مثال تلوار کی طرح ہے اگر تم اس کو نہ کاٹو گے تو وہ تمہیں کاٹ ڈالے گی۔

اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مسلمان کو اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ اپنی اس دنیاوی زندگی کو غنیمت جانے اور اس سے خوب فائدہ اٹھائے، اور خیر و اچھائیوں میں لگائے چاہے یہ نفع و خیر اس کے اپنے لیے ہو یا اس کے اہل و عیال کے لیے یا معاشرہ و قوم کے لیے۔

علامہ حاکم رحمہ اللہ صحیح سند سے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے قبل غنیمت سمجھو: اپنی زندگی کو
غنیمت سمجھو مرنے سے پہلے، اور اپنی صحت کو بیماری
سے قبل، اور اپنی فراغت کو مشغولیت سے پہلے، اور اپنی
یوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور اپنی توانگری و مالداری کو
فقر و فاقہ سے پہلے غنیمت سمجھو۔

((اغتنم خمساً قبل خمس: حياتك
قبل موتك، وصحتك قبل سقمك، و
فراغك قبل شغلك، وشبابك قبل
هرك، وغناك قبل فقرك))۔

۲۔ گانے، بجانے اور موسیقی کا سننا

ناجائز و حرام کھیل کو وہیں ایسے گانے کا سننا بھی داخل ہے جس میں موسیقی ہو چاہے یہ گانا مباح قسم کا ہی کیوں نہ ہو اس لیے کہ اس موسیقی کی حرمت کے سلسلہ میں آئندہ دلائل پیش کیے جا رہے ہیں، اسی طرح وہ فحش گانا بھی جو شہوت اور جنسی جذبات کو ابھارنے والا ہو، اور وہ گانا بھی جس میں کسی مخصوص عورت کے اوصاف بیان کیے گئے ہوں اور اس کا نقشہ کھینچا گیا ہو، اور اسی طرح وہ گانے بھی جو کافرانہ رسوم اور گمراہ کن باتوں اور عقائد وغیرہ کی طرف دعوت دینے والے ہوں۔

اس کے حرام ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے ابن عساکر اپنی تاریخ میں اور ابن مصری اپنے امالی میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص کسی فاحشہ کے گانے کو سننے کے لیے بیٹھ گیا

قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کے کانوں میں سیر بگھلا کر ڈالیں گے۔

اور امام ترمذی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے نقل فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب میری امت پندرہ کام کرے گی۔ تو اس پر آزمائش و ابتلاء کا دور دورہ شروع ہو جائے گا:

«إِذَا كَانَ الْمَغْنَمُ دَوْلًا، وَالْأَمَانَةُ مَغْنَمًا،
وَالزَّكَاةُ مَغْرَمًا، وَأُلْهِيَ الرَّجُلُ زَوْجَتَهُ
وَعَقَّ أُمَّهُ، وَبَرَصْدِيقَهُ وَجَفَا أَثْبَاهَهُ،
وَارْتَفَعَتِ الْأَصْوَاتُ فِي الْمَسَاجِدِ، وَسَادَ
الْقَبِيلَةَ فَاسِقُهُمْ، وَكَانَ زَعِيمُ الْقَوْمِ
أَرْذَلَهُمْ، وَأَكْرَمُ الرَّجُلِ مَخَافَتَهُ
شُرَّةً، وَشَرِبَتِ الْخُمُرُ، وَلَبَسَ الْحَرِيرُ،
وَاتَّخَذَتِ الْقَبِيلَاتُ وَالْمَعَازِفُ، وَلَعَنَ
آخِرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ أَوَّلَهَا، فَلْيَرْتَبِعُوا عِنْدَ
ذَلِكَ رِيحًا حَرَمًا، أَوْ خَسْفًا أَوْ مَسْحًا»۔

جب مالِ غنیمت دولت جمع کرنے کا ذریعہ اور امانت مال
غنیمت اور زکوٰۃ بوجھ بن جائے اور انسان بیوی کی اطاعت
کرنے لگے اور ماں کی نافرمانی، اور دوست کے ساتھ حسن سلوک
اور والد کے ساتھ سختی، اور مسجدوں میں آوازیں بلند ہونے لگیں
اور قبیلے کا سردار ان میں کا فاسق شخص بن جائے، اور قوم کا سردار
کمترین و حقیر شخص ہو جائے، اور انسان کا کرام اس سے ڈر کی
وجہ سے کیا جانے لگے۔ اور شراب پی جانے لگے۔ اور بڑھیا پٹا بننے
لگے۔ اور مغنیات و گانے بجانے کے آلات عام ہو جائیں۔ اور
اس امت کے اخیر کے لوگ اس امت کے پہلے گزرے ہوئے
لوگوں پر لعنت بھیجیں گے۔ تو ایسے موقع پر سُرخ آندھی یا زمین میں

دھنسنے یا صومریں سبھ ہونے کا انتظار کرو۔

اور مُسَدِّدُ ابْنِ جَبَانِ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اخیر زمانہ میں میری امت میں سے ایک قوم کی صورتیں مسخ کر کے بندر و خنزیر بنادیں جائیں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول کیا وہ لوگ مسلمان ہوں گے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: ہاں وہ لا الہ الا اللہ اور میرے اللہ کے رسول ہونے کی گواہی دیتے ہوں گے۔ اور روزہ رکھتے ہوں گے۔ صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ان کے ساتھ ایسا کیوں ہوگا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انہوں نے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات اور دف کا استعمال شروع کر دیا ہوگا۔ اور شراب پینے لگے ہوں گے۔ وہ رات کو اسی شراب و کباب و کھیل کو وہیں مست ہوں گے اور وہ صبح ایسی حالت میں کریں گے کہ ان کی صورتیں مسخ کر دی گئی ہوں گی۔

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیث ہیں جن سے فحش اور بے ہودہ جنسی جذبات ابھارنے والے گانوں کی حرمت معلوم ہوتی ہے۔

رہا وہ گانا جو حلال و مباح ہے اس کے سلسلہ میں آپ کے سامنے اس تحریر کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو شیخ محمد حامد نے اپنے رسالے "حکم الإسلام فی الغناء" میں فقہاء سے نقل کیا ہے لکھتے ہیں: اگر کسی مشکل و سخت کام میں بہت

بڑھانے یا جنگلات و دیران سفروں میں دل کو خوش کرنے کے لیے اشعار وغیرہ پڑھے جائیں تو یہ مباح ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے مسجد نبوی کی تعمیر اور خندق کے کھودنے کے وقت اشعار پڑھے ہیں، اور اسی طرح وہ اشعار بھی مباح ہیں جن کے ذریعہ سے دیہاتی لوگ اپنے اذٹوں کی خودی خوانی (یعنی اذٹوں کو چلنے اور دوڑنے پر مست کرنے کے لیے اشعار پڑھا کرتے تھے) اسی طرح وہ اشعار جو خوش گوئی اور شراب و کباب اور اس کی دکانوں کی مدح سرائی سے خالی ہوں، اور کسی مخصوص معین زندہ عورت کے محاسن و اوصاف کا ان میں تذکرہ نہ ہو، اور اسی طرح وہ اشعار جو کسی مسلمان یا ذمی کی مذمت و جھوٹے خالی ہوں تو ایسے اشعار مباح ہیں لیکن اگر ان قیود کا خیال نہ رکھا گیا ہو تو وہ غناء حرام ہے۔

لیکن اگر کسی غیر متعین عورت کے اوصاف و محاسن کا تذکرہ ہو تو یہ جائز ہے جیسے کہ کعب بن زہیر نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے درج ذیل اشعار پڑھے :

إلا أغن غضيض الطرف مكحول
نہیں تھی گرفتہ والی (مرئی) نیچے نگاہیں بھگائے راور سرگین چشم والی
كانه منهل بالراح معلول

عرب کا کہ وہ رمنہ بار اول چلا گیا ہے شراب و اور بار دیگر بھی

وما سعاد غداة البيت إذ رحلوا
جدا کی صبح جس دن لوگوں نے کوچ کیا اس دن سعاد (محبوبہ)
تجلو عوارض ذي ظلم إذا ابتسمت

وہ جب سرائی تو بھک دار دانت چمکا دیتا ہے

اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا وہ قصیدہ بھی سنا تھا جس کے شروع میں یہ شعر تھا:

تسقى الفصيح ببارد بسام

جو اپنے پہلو میں بیٹے والے کو سکراتے ہوئے موتی سے دانت چمکاتے ہیں

تلمت فؤادك في المنام حريده

خواب میں آپ کے دل کو ایسی دوشیزا نے چھین لیا

اسی مباح قسم کے غناء میں وہ اشعار بھی داخل ہیں جو عورتیں بہوں کو سنانے کے لیے لوری کے طور پر پڑھتی ہیں اور اسی قسم کے تحت وہ صاف ستھری غزلیں بھی داخل ہیں جو شادی کے موقع پر مردوں کی غیر موجودگی میں عورتیں پڑھتی ہیں، چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں کو درج ذیل اشعار پڑھنے کی اجازت دی تھی:

فحيانا وحيّاكم

اللہ تمہیں اور ہمیں زندہ و تابندہ رکھے

ماحللنا بواديكم

تو ہم تمہاری وادی میں قیام نہ کرتے

أتيناكم أتيناكم

ہم تمہارے پاس آگئے ہیں، ہم تمہارے پاس آگئے ہیں

ولولا المحبة السمر

اگر گندم گوں دان نہ ہوتا

اسی ذیل میں وہ صاف ستھرے اشعار بھی آتے ہیں جن میں پھولوں، باغوں اور نہروں کی تعریف و توصیف ہو تو اس قسم کے تمام اشعار جائز ہیں بشرطیکہ اس میں کوئی حرام و ممنوع قسم کا آلہ غناء شامل نہ ہو، ورنہ اگر ایسا ہوا تو وہ حرام ہو جائے

گاہ خواہ وہ پند و موعظت پر مشتمل کیوں نہ ہوں، لیکن وہ ان ناجائز آلاتِ غناء کی بنا پر ناجائز ہو جائے گا ذکرِ مباح اشعار و غنا کی وجہ سے۔



گانے، بجانے کے آلات کا استعمال کرنا اور ان کا سُنا

مندرجہ ذیل ادلہ کی وجہ سے حرام ہے:

* ابھی ابھی کچھ پہلے ہم یہ حدیث بیان کر چکے ہیں کہ حبیب میری امت پندرہ کام کر لے گی تو اس پر آزمائش و امتحانات نازل ہو جائیں گے۔ ان میں سے یہ بھی ہے کہ گانے والیاں اور گانے بجانے کا سامان اختیار کر لیا جائے۔
* اس سے قبل ہم یہ بھی بیان کر چکے ہیں کہ اخیر زمانے میں صورتیں مسخ ہوں گی جس کے اسباب میں سے گانے بجانے کا سامان اور مغنیات و گلوکارائیں بھی ہیں۔

* اور امام احمد بن حنبل، احمد بن منیع اور حارث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے اور وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ عَزَّ وَجَلَّ بَعَثَنِي رَجُلًا وَهَدَى
لِلْعَالَمِينَ، وَأَمَرَنِي أَنْ أَهْبِطَ الْمَزَامِيرَ
وَالْمَعَازِفَ وَالنُّمُورَ وَالْأَوْثَانَ التَّحَى
تَعْبِدُ فِي الْجَاهِلِيَّةِ»۔

* اور امام بخاری، احمد و ابن ماجہ وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:
«لَيَكُونَنَّ فِي أُمَّتِي أَقْوَامٌ يَسْتَحْلُونَ الْحَرَّ
وَالْمَحْرَبَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ»۔

اور اس کے علاوہ اور دوسری بہت سی وہ احادیث جن سے گانے بجانے کے آلات کے اپنے پاس رکھنے، ان کے بجانے، اور ان کے سننے کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔

ان چیزوں کو حرام قرار دینے کی حکمت ظاہر ہے کہ:

جو شخص بے ہودہ گانوں کی مجالس، اور عیش و عشرت کے مراکز، اور کھیل کود کی جگہوں، اور ایسے مقامات پر جانے گا جہاں گلے بجانے کا ساز و سامان ہو وہ وہاں جا کر کیا حاصل کرے گا؟

۳۔ سینما تھیٹر اور ٹیلی ویژن کا دیکھنا

کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں ”اخلاقی تربیت کی ذمہ داری“ کی فصل میں ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ اطلاعات و نشریات کے جدید وسائل مثلاً ریڈیو، ٹیلی ویژن، ٹیپ ریکارڈر اور سینما وغیرہ اس زمانے کے وہ ترقی یافتہ آلاتِ جدیدہ ہیں جہاں تک انسانی عقل کی رسائی ہو سکی ہے۔ بلکہ یہ بیسویں صدی کی مادی ترقی کی سب سے بڑی پیداوار ہیں۔ یہ چیزیں درحقیقت دودھاری ہتھیار ہیں جو اچھائی و خیر اور برائی و شر دونوں کے لیے استعمال کیے جاسکتے ہیں۔

ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں کہ ان ایجادات کو اگر خیر و بھلائی اور علم کی نشر و اشاعت، اور اسلامی عقیدہ کی پختگی، اور اچھے اخلاق جاگزین کرنے، اور موجودہ معاشرے کو اپنے اکابرین و تاریخ کے ساتھ مربوط کرنے اور امت کی ان چیزوں کی طرف رہنمائی کے لیے استعمال کیا جائے جو اس کے دین و دنیا کی کامیابی کا ذریعہ ہوں تو پھر اس میں کوئی بھی دو آدمی اختلاف نہیں کریں گے کہ ان کا رکھنا استعمال کرنا اور دیکھنا جائز ہے، لیکن اگر ان چیزوں کو فساد و انحراف کے راسخ کرنے، اور آزادی و بد اخلاقی و بے راہ روی کے پھیلائے، اور موجودہ معاشرے کو اسلامی راستے کے بجائے کسی اور راستے کی طرف چلانے کے لیے استعمال کیا جائے تو پھر کسی بھی عقل و ہوش کے مالک ایسے منصف شخص کو جو اللہ اور قیامت پر یقین رکھتا ہو ان کے استعمال کے حرام ہونے، ان کے رکھنے کے گناہ ہونے، اور سننے کو باعثِ مواخذہ ہونے میں ذرا بھی شک نہ ہوگا۔

ہم یہ بھی لکھ چکے ہیں کہ اگر ہم ٹیلی ویژن کے ان پروگراموں کا جائزہ لیں جو ہمارے یہاں عام طور سے دکھائے جاتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوگا کہ اس کے اکثر پروگرام عزت و شرافت کا جائزہ نکالنے والے، اور بے ہودگی و آوارگی و زنا کاری کی طرف دعوت دینے والے، اور اباحت و بے راہ روی اور معاشرتی خرابیوں کی طرف دھکیلنے والے ہیں، اور ٹیلی ویژن پر ایسے پروگرام بہت ہی کم دکھائے جاتے ہیں جن کا مقصد علم ہو، اور جو اچھائی و خیر کی طرف متوجہ کرنے والے ہوں، اور قوم کو دین و دنیا کے لحاظ سے فائدہ پہنچانے والے ہوں۔

تمام بحث کے بعد ہم نے نتیجہ نکالا اور حکم بتلایا تھا کہ ٹیلی ویژن کا رکھنا، اس کا دیکھنا، اس کے موجودہ پروگراموں کا دیکھنا قطعاً حرام و ناجائز اور سب سے بڑا گناہ ہے۔

ٹیلی ویژن کے ساتھ حرمت و گناہ ہونے میں سینما گھر وں، تھیٹر وں اور رات کے فحش پروگراموں اور بے حیائی و فسق و فجور کی جگہوں میں جانا بھی شامل ہے جس کی دلیلیں درج ذیل ہیں:

۱۔ اسلامی شریعت کے مقاصد میں سے عزت و آبرو اور نسب کی حفاظت بھی ہے، اور اس اعتبار سے کمال فلموں

لے علماء کے یہاں احادیث کے مطابق تصویریں بنانا ان کا دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔

۲۔ کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی کی ”اخلاقی تربیت کی ذمہ داری“ کی فصل میں ہم ٹیلی ویژن کی حرمت پر دلالت (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ پر ملاحظہ فرمائیں)

ڈراموں، اور کھیل کود کے مراکز میں جو چیزیں عام طور سے دکھائی جاتی ہیں ان کا مقصد عزت و شرف اور کرامت کا ختم کرنا اور آبرو اور نسب کی دھجیاں بکھیرنا ہوتا ہے اس لیے وہاں جانا ان جگہوں کا قصد کرنا، اور وہاں جو کچھ دکھایا جاتا ہے اس کا دیکھنا یہ سب ناجائز و حرام اور گناہ ہے، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ناراضگی کا ذریعہ اور ان کے غضب کو دعوت دینے والا ہے۔

۲۔ امام مالک، ابن ماجہ و دارقطنی حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نہ ضرر و نقصان اٹھاؤ نہ نقصان پہنچاؤ، اور چونکہ موجودہ دور کی فلمیں، اور رات کے ڈرامے و پروگرام ایسی چیزیں پیش کرتے ہیں جو بے راہ روی، اخلاق باطنی اور آزادی کا سبب بنتی ہیں، اور یہ معاشرہ میں منہی انار کی اور شہوانی خیالات کے ابھارنے و بھڑکانے کا موجب ہیں، اور زنا و حرام کاری و بے ہودگی کی طرف لے جاتی ہیں، اس لیے مسلمانوں کے لیے ان جگہوں کا قصد کرنا اور جو کچھ وہاں پیش کیا جاتا ہے اس کا مشاہدہ کرنا قطعاً حرام ہے تاکہ افراد و معاشرے کے اخلاق محفوظ رہ سکیں اور فساد و بے راہ روی و آزادی کی بیخ کنی ہو، اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک پر عمل ہو کہ «لا ضرر ولا ضرار» نہ ضرر پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔

۳۔ یہ ایک ظاہری بات ہے کہ سینما و ٹیلی ویژن اور تفریح کے ان مراکز میں جو کچھ بھی دکھایا جاتا ہے اس کے ساتھ گانے بجانے کے آلات اور فحش قسم کے بے ہودہ گانے اور نیم عریاں فحش رقص و ڈانس ضرور ہوتا ہے، اور چونکہ یہ تمام چیزیں حرام ہیں (جیسا کہ اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے) اس لیے ان جگہوں کی طرف جانا، اور وہاں جو حرام و ناجائز کھیل کود ہوتا ہے اس کو دیکھنا یہ ناجائز و فحش میں داخل ہے، بلکہ یہ سب سے بڑا گناہ اور قطعاً حرام و ناجائز ہے۔

ٹیلی ویژن اور سینما و ٹیلی ویژن پر کلام و گفتگو کرتے ہوئے میں یہ چاہتا ہوں کہ ہر اس مربی کے سامنے مندرجہ ذیل حقیقت کھول کر بیان کر دوں جو اللہ تعالیٰ و اس کے رسول پر ایمان رکھتا ہو کہ :

یہود کے منصوبوں میں یہ منصوبہ و سازش بھی داخل ہے کہ غیر یہودی انسانی معاشرہ اور قوموں میں اخلاق کی دھجیاں بکھیر دی جائیں، چنانچہ ان کے پروٹوکول میں لکھا ہے کہ :

”ہمیں یہ کوشش کرنا چاہیے کہ ہم ہر جگہ اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کر دیں، تاکہ ہم سہولت ان پر غلبہ حاصل کر سکیں“ قرآن ہم میں سے ہے اور وہ دن دھاڑے کھلے عام جنسی تعلقات کے نمونے پیش کرتا رہے گا تاکہ نوجوانوں کی نظریں کوئی چیز مقدس باقی نہ رہے، اور ان کا مقصد اصلی ہی جنسی جذبات اور خواہشات کا پورا کرنا بن جائے، اور جب وہ اس کو اپنا مقصود بنالیں گے تو پھر ان کی اخلاقی حالت ختم اور ہنس نہس ہو جائے گی :

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ سے آگے کرنے والی دلیلیں ذکر کر چکے ہیں، اور ہم وہی ادلہ کچھ تعریف کے ساتھ بھی پیش کر رہے ہیں اس لیے کہ ٹیلی ویژن اور سینما و ٹیلی ویژن میں بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

ان کی نظروں میں اخلاق کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے وسائل میں سے ایک وسیلہ یہ بھی ہے کہ نشر و اشاعت ریڈیو و ٹیلی ویژن، اور سینما و تھیٹر، اور یومیہ کے نشریاتی پروگراموں اور ہر اس خان ایجنٹ اور کرایے کے صحافی سے کام لیا جائے جو ان کے منصوبہ میں ان کا ہاتھ بٹائے یہودی اپنی مکاری و عیاری سے اس منصوبے میں کامیاب ہو گئے کہ قوموں کو ثقافت، کھیل کود، اور فنون کے نام پر بے حیائی و بے راہ روی اور اخلاق باختگی کے مراکز کے ذریعے سے تباہ و برباد کر دیں، ملاحظہ فرمائیے یہ لوگ تیرھویں پروٹوکول میں کیا لکھتے ہیں:

غیر یہودی قوموں اور عوام کو ہمارے خلاف کسی نئی راہ اختیار کرنے سے روکنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ہم ان کو مختلف قسم کے کھیل کود اور لہو و لعب وغیرہ میں مصروف کر دیں، اور بہت جلد ہی ہم اخبارات میں لوگوں کو مختلف قسم کے پروگراموں اور منصوبوں میں مقابلہ کی دعوت دیں گے، جن میں ریاضت و دیگر مختلف قسم کے فنون شامل ہوں گے، سیر کا یہ جدید قسم کا سامان عوام کے ذہن کو یقینی طور سے ان مسائل سے غافل کر دے گا جن میں ہمارا ان سے اختلاف ہے، اور پھر جب آہستہ آہستہ عوام اپنے طور پر غور و فکر کی نعمت سے محروم ہو جائیں گے تو پھر سب کے سب ہمارے ساتھ صرف اس وجہ سے ایک آواز ہوں گے کہ معاشرے میں صرف ہم ہی وہ منفرد افراد ہوں گے جو نئی سوچ و بچار کی راہیں کھولنے کے اہل ہوں گے، اور یہ نئے خطوط ہم صرف اپنے ہی مسخر کردہ وسائل کے ذریعے پیش کریں گے، اور ایسے افراد کے ذریعے پیش کریں گے جن کے ہمارا حلیف و ساتھی ہونے کا کسی کو وہم و گمان بھی نہ ہوگا، آزادی پسند مثالی لوگوں کا دور اس وقت ختم ہو جائے گا جب ہماری حکومت کو تسلیم کر لیا جائے گا، اور یہ لوگ وقت بڑھنے پر ہمارے لیے نہایت قابلِ قدر خدمات انجام دیں گے۔

مر بنی محترم! کیا آپ نے محسوس کر لیا کہ یہود اپنے پروٹوکول میں کیا کیا منصوبے بنائے بیٹھیں ہیں؟ کیا یہ لوگ لوگوں کی عقلوں کو مسخ کرنے اور اخلاق کو بگاڑنے کے دن و رات درپے نہیں ہیں تاکہ وہ اس کے ذریعہ سے اپنی متوقع حکومت قائم کر سکیں جس کا ان کو انتظار ہے؟

کیا ان کے منصوبوں میں سے یہ نہیں ہے کہ لوگ کھیل کود اور جنس و شہوات اور عیاشی میں مست ہو کر عقل سلیم اور غور و فکر اور مفید کارناموں اور وطن کے لیے اخلاص سے کام کرنے سے عاری ہو جائیں؟

مر بنی محترم! کیا آپ یہ جانتے ہیں کہ جو نوجوان مرد و عورتیں زنا کاری، الحاد، بے حیائی و آزادی، شہوات، گندی فلموں، اور رات کو ہر پا ہونے والی گندی مفلوں اور پروگراموں کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ چاہے سمجھیں یا نہ سمجھیں درحقیقت وہ یہود کے منصوبوں کو عملی جامہ پہنا رہے ہیں؟

مر بنی محترم! جب آپ یہ سمجھ گئے ہیں تو پھر آپ پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ آپ اپنے بچوں کو ان وبائی مقامات اور فتنے کی جگہوں سے دور رکھیں چاہے وہ سینما ہو یا تھیٹر، یا دوسرے کھیل کود کے مراکز، اس لیے کہ اپنی اس

موجودہ شکل میں یہ سب کے سب عقیدہ و اخلاق کو بگاڑنے والے ہیں، بلکہ جیسا آپ نے ابھی پڑھا ہے ان سازشوں و منصوبوں کا جزو ہیں جو یہود نے مسلمان افراد اور مسلمان خاندانوں اور مسلمان معاشرے کو خراب کرنے کے لیے تیار کیے ہیں، اس لیے اس کو خوب سمجھ لینا چاہیے اس میں سمجھداروں کے لیے عبرت کا کافی و وافی سامان ہے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ اگر سینما یا تھیٹر وغیرہ میں ایسے پروگرام پیش کیے جائیں جو قوم کے لیے دینی، اخلاقی اور تاریخی لحاظ سے مفید و نافع ہوں تو پھر وہاں جانے میں کیا قباحت ہے؟

یہ اعتراض مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے مردود و ناقابل قبول ہے :

- ۱۔ ان پروگراموں میں مرد و زن کا باہمی اختلاط ہوتا ہے جو اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔
- ۲۔ ان پروگراموں میں تاریخی فلموں یا تاریخی ڈراموں میں فتنہ انگیز عریاں عورتیں سامنے آتی ہیں، یا ان میں زمانہ جاہلیت کے بے ہودہ ڈانس اور فحش گانوں کے نمونے پیش کیے جاتے ہیں۔ اور اسلام نے ہر ایسی چیز کی طرف دیکھنے کو حرام قرار دیا ہے جو جنسی جذبات کو ابھارے اور فتنہ سامانی پیدا کرے۔
- ۳۔ سینما و تھیٹر میں عام طور سے ایسے مناظر ہی پیش کیے جاتے ہیں جو گندے، بے ہودہ، فحش اور اخلاق باختہ ہوتے ہیں، اسی لیے یہ مراکز بے راہ روی کی علامت، اور فساد کا عنوان بن گئے ہیں، اور مسلمان کے لیے یہ قطعاً ناجائز ہے کہ وہ مشتبہ جگہوں کا قصد کرے اور ترہمت کی جگہ بلے، اس لیے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں جو شخص مشتبہ چیزوں میں پڑ گیا وہ حرام میں پڑ گیا۔
- ۴۔ یہ مراکز انسان کو اپنی طرف بار بار آنے پر مجبور کر دیتے ہیں، شروع میں پہلی مرتبہ وہاں جاتے ہوئے انسان میں اسلامی حیا سامنے آجاتی ہے، اور صبر تو درحقیقت وہی ہے جو پہلے صدمہ کے وقت کیا جائے، پھر دوسری اور تیسری مرتبہ جانے میں نہ کوئی رکاوٹ ہوتی ہے اور نہ مانع اور پھر تدریجاً شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے، اور پھر عام طور سے یہ شذوذ و انحراف اور بڑی خرابی تک پہنچا دیتا ہے۔
- ہاں اگر کوئی قابل اعتماد ایسی دینی جماعت موجود ہو جو کچھ مراکز اور سینماؤں کو مستقل علمی و معاشرتی فلموں اور تاریخی و رہنما ڈراموں کے لیے مخصوص کر دے اور وہاں کسی قسم کی برائی، خرابی، فتنہ سامانی، اور حرام و ممنوع چیز نہ ہو تو پھر مسلمان نوجوانوں کے لیے فائدہ و استفادہ کی خاطر ایسے اہم قیمتی موضوعات پر مشتمل پروگراموں سے فائدہ اٹھانا درست ہو جائے گا۔ لیکن اس کے علاوہ کسی صورت میں ان جگہوں پر جانا بہت بڑا گناہ اور اسلام کی نظر میں سخت حرام ہے۔
- کوئی شخص یہ اعتراض کر سکتا ہے کہ نفع بخش امور اور مفید پروگراموں مثلاً قرآن کریم کی تلاوت، خبریں اور علم و اصلاح

لہ جیسا ہم نے پہلے ذکر کیا ان چیزوں کا دیکھنا ممنوع ہے یہ مزلت کی اپنی رائے ہے۔

سے متعلق پروگراموں کے لیے ٹیلیویشن استعمال کرنے میں کیا حرج ہے، خصوصاً جبکہ اس میں دوسرے گندے فرش مناظر نہ دیکھے جائیں؟

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس دعویٰ کا حقیقت اور واقع سے کچھ بھی تعلق نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بالکل مشابہہ بات ہے کہ جو شخص بھی ٹیلیویشن رکھتا ہے وہ جب تک الف سے لے کر یا، تک رات کے سارے پروگرام نہ دیکھ لے اس وقت تک بس نہیں کرتا، اس لیے کہ شیطان۔ اللہ اس کو سوا کرے۔ انسان کی گھات میں بیٹھا رہتا ہے، اس کے دل میں یہ خیال پیدا کرتا اور اس کو یہ سمجھاتا ہے کہ اس پروگرام یا اس گانے یا اس خبر کے بعد اب مفید پروگرام آنے والا ہے، اور یوں کرتے کرتے ان پروگراموں کا پورا وقت ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر یہ فرض بھی کر لیا جائے کہ وہ شخص اپنے اوپر پورا کنٹرول رکھتا ہے، اور اس میں زبردست قوت ارادی ہے، اور وہ ایسی قوی شخصیت کا مالک ہے جو اسے ان پروگراموں میں سے مفید و نفع بخش پروگراموں کے منتخب کرنے کی قوت بہم پہنچائے گی، لیکن کیا اس بات کی کوئی ضمانت اور گارنٹی ہے کہ جب وہ گھر میں موجود نہ ہوگا تو اس وقت بھی اس کے بیوی بچے اس پابندی کو ملحوظ خاطر رکھیں گے؟ اس کا یقینی جواب نفی میں ہوگا۔ پھر سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کسی پروگرام کے خراب ہونے کا فیصلہ کس طرح ہوگا۔ ظاہر ہے اس کے دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کیا جاسکے گا جس کا مطلب یہ ہوا کہ اس صبح واپس پروگراموں کے انتخاب کے لیے اس کی بیٹیوں گھر والوں اور اس کے خاندان کے افراد نے اس کے سامنے اس فرش پروگرام کو دیکھ لیا، لیکن کیا اس کی گارنٹی اور کوئی ضمانت ہے کہ جب وہ ٹیلیویشن بیوی بچوں کے پاس چھوڑ کر جائے گا تو اس کی غیر موجودگی میں یہ لوگ اس وقت بھی اسی اصول پر کاربند رہیں گے؟ اس کا لازمی جواب نفی میں ہوگا۔

پھر جب اس پروگرام پر گندے اور خراب ہونے کا حکم اس کے دیکھنے کے بعد لگایا جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس خاندان نے یہ گندے فرش پروگرام ہلاروک لوگ دیکھ لیا، اور شیطان نے منکر و خرابی کے اچھا بنا کر پیش کرنے اور باطل کو آراستہ کر کے پورا پروگرام دکھانے کے لیے اپنا کام مکمل کر لیا ہے۔

اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب کوئی غیرت مند باپ ان پروگراموں میں ایسے مناظر دیکھتا ہے جو ادب و حیا کے خلاف ہوتے ہیں، اور بے راہ روی و اخلاق باختگی پر مبنی ہوتے ہیں، اور ان کی وجہ سے وہ ٹیلیویشن بند کرنا چاہتا ہے تو اسے کبھی اس کی بیوی اور کبھی بچے یا کوئی دوسرا عزیز اس سے روک دیتا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ خاندان کے افراد میں آپس میں رس کشی اور اختلاف پیدا ہو جاتا ہے، اور پھر اس لڑائی جھگڑے کے نفسیاتی و معاشرتی جو اثرات پڑتے ہیں وہ ہم شمار نہیں کر سکتے، اور اس کے جو نہایت خطرناک نتائج نکلتے ہیں وہ بھی ناقابل بیان ہیں؟ کتنے ہی گھرانوں میں طلاق واقع ہو جاتی ہے، اور کتنے ہی گھروں میں ان لڑائی جھگڑوں کی وجہ سے بچوں میں طرح طرح کی غریباں اور خاندان کے افراد میں عجیب امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔

لہذا ہم نے جو کچھ ذکر کیا ہے اس سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ ٹیلیویشن کے پروگراموں میں سے مفید و نافع کے انتخاب کا قصد و ارادہ کرنا تقریباً ناممکن سا ہے، بلکہ حقیقت میں اس کا متحقق ہونا ناممکن ہے، اور اپنے دین و عزت کی حفاظت کرنا مسلمان پر فرض ہے، اسی طرح اپنے خاندان کی تربیت بھی فرض ہے، اور یہ فرض جب ہی پورا ہو سکتا ہے کہ گھر و خاندان کی فضا سے خطرہ کو دور رکھا جائے، اور آپ خود ہی بتلائیے کہ عزت و آبرو اور اخلاق و شرف کے لیے ٹیلیویشن کے موجودہ پروگراموں سے بڑھ کر اور کیا چیز خطرناک ہو سکتی ہے؟

ایک بات رہ گئی ہے جس پر متنبہ کرنا اور اس کی طرف اشارہ کرنا ضروری ہے:

اور وہ یہ کہ بعض والدین اپنے بچوں کے لیے ٹیلیویشن اس لیے خریدتے ہیں تاکہ انہیں سینما تھیٹر وغیرہ کھیل کود و بے حیائی کے مقامات سے روک سکیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان کی یہ دلیل نہایت بودھی اور ان کا یہ دعویٰ مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے باطل و غلط ہے:

۱۔ کسی برائی کو اس طرح ختم نہیں کیا جاسکتا کہ اس کی جگہ کسی اور برائی کو جگہ دے دی جائے۔
۲۔ ٹیلیویشن رکھنے سے جو خرابی پیدا ہوتی ہے وہ اس منکر و خرابی سے کہیں زیادہ ہے جو ان کھیل کود و بے حیائی کے مقامات پر جانے سے وجود میں آتی ہے، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیلیویشن کا فساد روزانہ اور دائمی جاری رہتا ہے جس کو چھوٹے بڑے، اچھے اور برے، مرد و عورت سب دیکھتے ہیں، لیکن اس کے برخلاف کھیل کود و فحاشی کے مقامات کی برائیاں وقتی اور موسمی ہوتی ہیں جو بے راہ رولٹوں اور بد اخلاق و ناپسندیدہ مردوں تک ہی محدود رہتی ہیں۔

۳۔ ٹیلیویشن رکھنے کی وجہ سے بہت سی بڑی بڑی معاشرتی تباہیاں اور ایسی اخلاقی خرابیاں پیدا ہوتی ہیں جن کا انجام بہت برا ہوتا ہے، جس کا سبب خاندان کے افراد کا پروگرام دیکھنے کے لیے دیر تک جاگنا، اور پڑوسیوں دوستوں مردوں عورتوں کا مستقل اجتماع و اختلاط ایک ایسا المیہ ہے جس کی وجہ سے بہت سی عزتیں لوٹی گئیں، اور خون خرابہ ہوئے، اور بہت سی لڑائیوں اور جھگڑوں کی داغ بیل پڑی، جس کا اصل سبب ٹیلیویشن کی لعنت اور باہمی اختلاط ہی ہے۔

جو کچھ ہم نے بیان کیا ہے اس کے بعد ان لوگوں کے پاس اور کوئی حجت و دلیل باقی نہیں رہ جاتی جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ گھر میں ٹیلیویشن کا موجود ہونا بچوں کو برائی سے روکتا اور مفاسد سے باز رکھتا ہے۔
یہ اس سب کے علاوہ ہے جو ٹیلیویشن کے صحت پر مضر اثرات پڑتے ہیں مثلاً نگاہ کا کمزور ہونا، اور دوسرے نفسیاتی نقصانات مثلاً کسی حسین و جمیل کپڑے کو دیکھ کر اس پر دل کا آجانا، اور عقل و افکار کا اس میں الجھ کر رہ جانا۔

اور تعلیمی نقصان مثلاً بچوں کا مدرسہ کے کام کاج سے رہ جانا اور اس میں دل نہ لگنا۔
 اور فکری نقصانات مثلاً حافظہ کا کمزور ہونا، اور فہم و سمجھ اور غور و فکر کے ملکہ کا ضعیف ہونا۔
 اور اقتصادی نقصانات مثلاً اس کے خریدنے کے لیے مال برباد کرنا جبکہ افراد خانہ کو اس سے بھی زیادہ ضروری اشیاء
 درکار ہوں۔

۴۔ قمار بازی و جوا

اسلام کی نظر میں حرام کھیل کود میں جوئے کی تمام اقسام و انواع اور مختلف شکلیں بھی داخل ہیں، جوئے سے مراد ہر
 وہ کھیل ہے جو دو فریقوں کے درمیان ہو اور اس میں ایک فریق نقصان میں جائے اور دوسرا فریق خوش قسمتی یا اتفاق سے
 نفع اٹھائے۔

اس کے حرام ہونے کی دلیل اللہ تبارک و تعالیٰ کا درج ذیل فرمانِ مبارک ہے :

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ
 وَالْأَنصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ
 فَاجْتَنِبُوا لَعَلَّكُمْ تَعْلَمُونَ» ۱۰۰-۹۱
 اے ایمان والو! جو شراب اور جوا اور بت اور پانسے میں
 یہ سب شیطان کے گندے کام ہیں، سو ان سے بچتے رہو تاکہ
 تم نہ بات پاؤ، شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں دشمنی
 اور ہیر پڑالے پڑیو، شراب اور جوئے کے اور تم کو اللہ
 کی یاد اور زمانہ سے روکے سو اب بھی تم باز آؤ گے۔

فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۱۰۱-۹۲
 اس کے حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ :

۱۔ جو انسان کو اس بات کا عادی بنا دیتا ہے کہ انسان کمائی میں نصیب و اتفاق اور خالی و فارغ امیدوں و آرزوں پر
 اعتماد و بھروسہ کرے، عملی جدوجہد اور حقیقی محنت اور کمائی کے لیے پسینہ بہانے اور جائز و مشروع اسباب اختیار کرنے
 کی ضرورت نہ پڑے۔

۲۔ جو خوش و غم اور آباد گھروں کو تباہ و برباد کرنے اور بھری جیبوں کو خالی کرنے اور مالدار خاندانوں کو محتاج و فقیر
 بنانے اور باعزت نفوس کو ذلیل کرنے کا سامان ہے، ہم نے کتنی ہی ایسی نفوس کے بارے میں سنا ہے جو عزت کے بعد ذلیل
 ہوئیں اور کتنی ہی خاندانوں کے بارے میں سنا ہے جو دولت کے بعد فقیر و غریب بن گئے۔

۳۔ جو اقمار و دنوں اپنے کھیلنے والوں کے درمیان انہض و عداوت پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ وہ ایک دوسرے کا مال غلط طریقے

۱۔ مؤلف نے اپنی کتاب ”علم الاسلام فی وسائل الاعلام“ میں جو کچھ لکھا ہے اس کا مطالعہ کر لیجیے، وہاں آپ کو ٹیلیوژن سینما و تھیٹر وغیرہ کے
 بارے میں اسلام نے جو حکم دیا ہے اس سے متعلق کافی ثانی بحث مل جائے گی۔

سے ہضم کر لیتے ہیں اور بغیر حق کے دوسرے کے مال پر قابض ہو جاتے ہیں۔

• جو اللہ کے ذکر و نماز سے روک دیتا ہے اور اپنے کھیلنے والوں کو بدترین اخلاق اور قبیح عادات و اطوار کی جانب ڈھکیل دیتا ہے، امام بیہقی روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو مرد سے کھیل رہے تھے تو آپ نے ارشاد فرمایا، غافل دل ہیں جن کے ہاتھ مشغول ہیں اور زبانیں لغویں مصروف ہیں، یعنی ایسی باتیں کر رہے ہیں جو خود مصوٹ ہیں۔

• جو وقتار ایسا بدترین گناہ ہے جو وقت اور محنت کو ہضم کر جاتا ہے، اور سستی و گنہامی کا عادی بناتا ہے، اور لوگوں کو کام کاج اور محنت سے روک دیتا ہے۔

• جو جو بے باز کو جرم پر مجبور کرتا ہے۔ اس لیے کہ جو فرتی تلاش و فقیر ہو جاتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ جس طریقے سے بھی ہو مال کو حاصل کر لے خواہ اس کے لیے چوری کرنا پڑے یا ڈاکہ ڈالنا پڑے یا رشوت دینا پڑے یا کسی کا مال چھینا پڑے۔

• جو قلق و بے چینی پیدا کرتا ہے اور بہت سے امراض و بیماریوں کا ذریعہ بنتا ہے، اور اعصاب کو کمزور کرتا، اور مقصد و جد پیدا کرتا ہے اور عام طور سے جرم یا خودکشی یا دیوانہ پن یا لاعلاج بیماری کا ذریعہ بنتا ہے۔

بقول استاد قرضاوی کے جو شخص ان لوگوں کے بقول ”سبز و سرخوان“ کا عادی بن جائے تو اس سے یہ بھی مستبعد نہیں کہ وہ اس کی وجہ سے اپنے دین، عزت و آبرو، اور وطن تک کو بیچ ڈالے، تاکہ مال و جنس کے سلسلہ میں اسکی خواہشات پوری ہو سکیں۔

حرام و ناجائز قمار و جوئے کے اقسام و انواع میں سے:

• انعامی بونڈ کا خریدنا بھی ہے، اس لیے کہ اس قسم کے انعامی ٹکٹ قسمت و اتفاق پر مبنی ہوتے ہیں، اور یہ بھی حرام و ناجائز جوئے کی اقسام میں سے ایک قسم ہے جس میں قطعاً نرمی نہیں برتنا چاہیے اور نہ اس میں کسی قسم کا تامل کرنا چاہیے خواہ یہ انعامی ٹکٹ کسی فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی جماعت کی طرف سے ہی کیوں نہ ہوں؛ ساتھ ہی یہ بھی ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ زمانہ جاہلیت میں جو خوارا رائج تھا اس کا مقصد بھی کسی کے ساتھ بھلائی یا کوئی اچھا مقصد ہی ہوا کرتا تھا، اس میں نفع حاصل کرنے والا اپنے لیے کچھ نہ لیا کرتا تھا، وہ بھی بہت بڑی حد تک ان انعامی ٹکٹوں کے مشابہ تھا جو آج کل فلاحی ادارے یا انسانی بہبود سے تعلق رکھنے والی تنظیمیں جاری کیا کرتی ہیں۔

اسلام اس قاعدے کو کہ ”مقاصد و مسائل کے جائز ہونے کا ذریعہ بنتے ہیں“ یعنی اگر مقصد نیک ہو تو اس کے حاصل کرنے کے لیے جو ذریعہ بھی اختیار کیا جائے وہ درست ہے، ان خطرناک اصولوں میں شمار کرتا ہے جنہیں یہودی اپنے مقاصد حاصل کرنے کے لیے رواج دیتے ہیں، اسلام کسی اچھی غرض و غایت کو حاصل کرنے کے لیے جس چیز کو مبدأ و بنیاد بناتا ہے وہ ہے شرفیاء و مسائل کا اختیار کرنا، چنانچہ کسی بھی انسانی فلاحی کام کے لیے مثلاً اللہ کچھ دینے کو اسلام

اس وقت تک تسلیم نہیں کرتا جب تک کہ اس تک پہنچانے والے وسائل و اسباب صاف ستھرے و مہذب و شریفانہ نہ ہوں، لیکن حرام و ناجائز جوئے یا ڈاکہ وغیرہ کے ذریعہ سے حاصل کردہ مال کو اسلام قطعاً قبول نہیں کرتا، اور بھلا ایسا پیسہ دینے کی کیا قیمت و منزلت ہوگی جس کے وسائل خیر کے جذبہ اور رحم و احسان اور حسن سلوک کے جذبات سے عاری ہوں؟

اور ایسے خرچ کرنے کی کیا حیثیت ہے جو خالص ایمان کے جذبہ اور اسلام کے شیریں منبع سے متاثر نہ ہو؟ اس لیے ہمیں اپنے بچوں کو اخلاص سے خرچ کرنے اور جائز و حلال طریقے پر پیسہ صرف کرنے کا عادی بنانا چاہیے تاکہ وہ خود بخود خیر کے کاموں میں حصہ لیں اور اللہ رب العالمین کے دربار میں اجر و ثواب کے مستحق بنیں۔

• ناجائز و تمہار و جوئے میں شرط لگا کر کھیلنا بھی داخل ہے، خواہ یہ شرط لگانا فٹبال کے کھیل میں ہو یا کبوتر بازی یا شرطیج وغیرہ کھیلوں میں۔

اور اس کی صورت یہ ہے کہ دونوں فریقین میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے شرط لگائے، یا ایک فریق دوسرے پر کچھ مال مقرر کر دے خواہ اسے نقصان ہو یا فائدہ، تو یہ بھی جوابن جائے گا، اس لیے کہ اس میں ایک فریق کو فائدہ ہوگا اور دوسرے کو نقصان۔ اور ایک دوسرے کا ناحق مال کھا جائے گا۔

اس شرط بازی سے وہ کھیل مستثنیٰ ہیں جو جنگی تیاری اور جہاد کے سلسلہ میں ہوں، مثلاً اونٹوں یا گھوڑوں کی ریس لگانا، یا تیر اندازی یا نشانہ بازی وغیرہ اس طرح کی اور وہ چیزیں جو جدید جنگی ساز و سامان سے تعلق رکھتی ہیں۔ اس لیے کہ اصحاب سنن و امام احمد رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان مبارک روایت کرتے ہیں کہ:

« لا سبقت الا فحخت او حافر »

مقابلہ جائز نہیں ہے سوائے اونٹوں گھوڑوں کی ریس

اور تیر اندازی کے۔

او نصل))۔

لیکن اس مقابلہ میں بھی یہ شرط ہے کہ جو انعام مقرر کیا جا رہا ہے وہ دونوں فریقین کے علاوہ کسی اور کی جانب سے ہو یا ان میں سے صرف کسی ایک کی جانب سے ہو۔

لیکن اگر دونوں دو مقابل اس طرح اپنی اپنی طرف سے انعام مقرر کریں کہ ان دونوں میں سے جو بھی سبقت لے جائے گا وہ دونوں انعام کا مستحق ہوگا تو یہ ناجائز اور جوابن جائے گا، اور اس قسم کی گھڑ دوڑ جو شرطیہ اور جوئے کے لیے لگائی جاتی ہے اسے شیطان کے گھوڑے سے تعبیر کیا گیا ہے جیسا کہ اس سے قبل ہم بیان کر چکے ہیں۔

اس کے برخلاف اگر کھیلنے والوں کے علاوہ کسی تیسرے کی جانب سے انعام مقرر ہو مثلاً حکومت یا وزارت یا مدرسہ والوں کی طرف سے، تو ایسی صورت میں انعام دینا و لینا دونوں شرعاً جائز ہیں۔ اس لیے کہ ایسی صورت میں تمہار و جو انہیں پلایا جاتا، اور اس کا مقصد بہت افزائی کرنا ہوتا ہے، یہ بہت افزائی خواہ جنگی تیاری کے سلسلہ کی ہو مثلاً تیر اندازی وغیرہ، یا جسمانی

ورزش اور اس میں جیتنے سے متعلق ہو مثلاً کشتی یا فٹبال وغیرہ اور اس کے جائز ہونے کی دلیل وہ روایت ہے جسے امام احمد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کی دوڑ میں مقابلہ کرایا اور جیتنے والے کو انعام دیا۔

شرعیات اسلامیہ نے جس طرح کھیل کود کی مختلف انواع و اقسام کو اس لیے حرام قرار دیا ہے کہ روحانیت نفس اور اخلاق و معاشرے پر ان کے برے اثرات پڑتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ابناء اسلام کی دلجوئی اور ان میں اپنے فرائض و واجبات کے ادا کرنے کے لیے مستعد رہنے کے لیے بہت سے مباح کھیلوں کے دروازے بھی کھول دیے ہیں تاکہ وہ چاق و چوبند بھی رہیں اور طاقتور و مستعد بھی، اور ساتھ ہی ساتھ جہاد فی سبیل اللہ کے وسائل کی مشق بھی ہو جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جس طرح جسم تھک جاتا ہے اس طرح دل بھی تنگ ہو جاتا ہے میں اس لیے ان میں نشاط پیدا کرنے کے لیے حکمت و دانائی کی دلچسپ باتیں تلاش کرو۔

نیز وہ فرماتے ہیں: وقفہ وقفہ سے دلوں کو راحت پہنچاتے رہا کرو اس لیے کہ اگر دل پر اکراہ و جبر کیا جائے تو وہ اندھا ہو جاتا ہے۔

اور امام بخاری اپنی کتاب "الادب المفرد" میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دل لگی میں ایک دوسرے کو خوبزور بھی دے مارا کرتے تھے لیکن جب کام کا وقت آتا تو وہ زبردست آدمی بن جاتے تھے۔ اس لیے مسلمان کے لیے اس میں کوئی مضائقہ نہیں کہ وہ کھیلے کودے دل لگی کرے اور دل خوش کرے بشرطیکہ اس کو اپنی عادت و مزاج نہ بنالے، اور صبح و شام اپنا تمام وقت اس میں صرف نہ کرے، اور حقیقت و واقعیت کے بجائے کھیل کود میں مست نہ رہے۔ اور کام کاج کے وقت کو عبث اور لغو و باطل میں نہ گزارے۔ اور کسی نے کتنی شاندار بات کہی ہے کہ مباح کھیل کود کو وقت کا اتنا حصہ ہی دو جتنا حصہ کھانے میں نمک کو دیا جاتا ہے۔

کھیل کود کی وہ اقسام و انواع جنہیں اسلام نے جائز قرار دیا ہے:

الف - بھاگنے دوڑنے میں مقابلہ

جائز کھیل کی اقسام میں سے دوڑنا بھی ہے، اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین دوڑنے میں مقابلہ کیا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی، بلکہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اہلیہ مطہرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ملہ حصہ استاذ یوسف قرضاوی کی کتاب "الحلال والحرام" (ص ۲۱۱) سے کچھ تصرف کے ساتھ لیا گیا ہے۔

لے ساتھ دوڑے میں مقابلہ ان کو خوش کرنے اور صحابہ کو تعلیم دینے کے لیے کیا کرتے تھے۔

امام احمد و ابو داؤد و حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ دوڑ لگائی تو میں ان سے جیت گئی، پھر کچھ زمانے کے بعد جب میرا جسم ذرا بھاری ہو گیا تو آپ نے پھر میرے ساتھ دوڑ لگائی اور آپ مجھ سے آگے بڑھ گئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جیت اس کا بدلہ ہو گئی یعنی پہلے تم جیتی تھیں اور اب میں جیت گیا۔

ب۔ کشتی

امام ابو داؤد روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رکانہ سے کشتی لڑی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کئی مرتبہ بچھاڑ دیا، ایک اور روایت میں یوں آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے (جو بہت طاقتور تھے) کشتی کی، انہوں نے کہا کہ اگر آپ جیت گئے تو میں بحری دود گاؤں آپ دیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بچھاڑ دیا تو انہوں نے کہا کہ دوبارہ لڑیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پھر زیر کر دیا، انہوں نے پھر کہا کہ پھر سے لڑیں، تو پھر تیسری مرتبہ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بچھاڑ دیا تو رکانہ نے کہا: اب میں اپنے گھروالوں سے جا کر کیا کہوں گا؟ کہوں گا کہ ایک بحری کو تو بھیرٹا کھا گیا اور دوسری بھاگ گئی لیکن تیسری کے بارے میں کیا کہوں گا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ہم یہ نہیں کر سکتے کہ ہمیں بچھاڑ بھی دیں اور تم پر تاوان و دُزد بھی آجائے اس لیے تم اپنی بحریاں لے لو۔

ج۔ تیر اندازی

جانور کھیلوں کی اقسام میں سے ایک قسم نیزہ بازی اور تیر اندازی بھی ہے، اور اس سے قبل ہم یہ بیان کر چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کے ان حلقوں میں سے گزرتے تھے جو تیر اندازی کرتے ہوتے تھے تو آپ ان کی ہمت فزانی فرماتے اور ان سے یہ ارشاد فرماتے تھے کہ تم سب تیر اندازی کرتے رہو میں تم سب کے ساتھ ہوں۔
البتہ اس قسم کے کھیل کھیلنے والوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے کہ وہ چوپایوں یا پالتو جانوروں کو تیر اندازی یا اس کی مشق کے لیے نشانہ بنائیں جیسا کہ زمانہ جاہلیت میں وہ لوگ ایسا کیا کرتے تھے۔

امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر نے ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ تیر اندازی میں چوپایوں پر نشانہ بازی کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص پر پر لعنت بھیجی ہے جو کسی جاندار پر نشانہ بازی کا ذریعہ بنائے۔

اور ابو داؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع کیا ہے۔

یہ واقعہ لازمی طور سے جوہر کے حرام ہونے سے قبل کا ہے، اور اس موقع پر بھی آپ نے دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کی بحریاں نہیں کو داپس لوٹادیں اور خود نہ لیں گویا کہ جوہر کی حرمت کے لیے پہلے ہی سے ایک یہ مہد تھی۔

یعنی ایک دوسرے کو اس طرح چھوڑ دیا جائے کہ دونوں میں سے ایک مر جائے یا اس کو نقصان پہنچے جیسا کہ اہل عرب زمانہ جاہلیت میں کیا کرتے تھے۔

ان احادیث سے ہمیں یہ پتہ چلتا ہے کہ دین اسلام نے حیوانوں کے ساتھ کس طرح نرمی سے پیش آنے کا حکم دیا ہے اور ان کو سزا دینے اور ان کے ساتھ برا سلوک کرنے سے منع کیا ہے۔ بلکہ ہمیں اسلام کے اس حکم کا بھی علم ہے جو اس نے اس مقابلے کے بارے میں دیا ہے جو آج بیلوں کی لڑائی کے نام سے مشہور و معروف ہے۔

۵۔ نیزہ بازی

مباح کھیلوں میں سے نیزہ بازی کا کھیل بھی ہے، اور اس سے قبل ہم یہ بتا چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل حبشہ کو اپنی مبارک مسجد میں نیزہ بازی کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، اور اپنی اہلیہ مطہرہ۔ حضرت عائشہ کو ان کی اس نیزہ بازی دیکھنے کی بھی اجازت دی تھی۔

یہ نبی کریم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرخ دلی ہے کہ آپ نے اس جیسے کھیل کی اپنی مبارک مسجد میں اجازت عطا فرمائی، تاکہ وہاں دین و دنیا، اور عبادت و جہاد دونوں کو جمع فرمادیں، اور پھر یہ کہ یہ صرف کھیل ہی نہیں ہے بلکہ یہ ایک ورزش و مشق و تیاری بھی ہے۔

۶۔ شہسواری

اس سے پہلے ہم ریاضت و ورزش سے ارتباط کی بحث میں اس موضوع پر نہایت کافی روشنی ڈال چکے ہیں، اس لیے اسے ملاحظہ فرمایا جیسے آپ کو تشفی کا پورا سامان وہاں پر مل جائے گا۔

اس کی بنیاد وہ روایت ہے جسے طبرانی سند جید کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ: ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر خیر نہ ہو وہ کھیل کود اور معمول ہے سوائے چار چیزوں کے، تیر اندازی کے لیے دونوں نشانوں کے درمیان دوڑنا، اور اپنے گھوڑے کی تربیت کرنا، اور اپنی بیوی سے دل لگی اور تیرنا سیکھنا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اپنی اولاد کو تیرنا اور تیر اندازی سکھاؤ اور انہیں اس کا حکم دو کہ وہ گھوڑے کی پشت پر کود کر سوار ہونا سیکھیں۔

۷۔ شکار

جائز و مباح اور نفع بخش و کھیل جنہیں اسلام نے برقرار رکھا ہے ان میں سے دریائی و بری شکار بھی ہیں، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

سَلَالُ جَوَاتِبَارٍ لِّیَ دَرِیَا کَاشْکَارٍ اَوْدَرِیَا کَاکْهَامَا تَبَارَی
اور سب مسافروں کے فائدہ کے واسطے اور جنگل کا شکار

«اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا
لَکُمْ وَلِلنَّیَّارَةِ وَحُتِمَ عَلَیْکُمْ صَیْدُ الْبَرِّ»

مَا دُمْنَتْ حُرْمًا»۔ مانہ ۹۶۔ تم پر حرام ہوا جب تک تم حرام میں رہو۔

ربا یہ مسئلہ کہ شکار کس چیز سے ہوگا تو اس کی دو قسمیں ہیں:

الف - زخمی کرنے والے آلات جیسے کہ تلوار، تیر اور نیزے جس کی طرف درج ذیل آیت میں اشارہ ہے:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيُذَلِّكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِنَ الصَّيِّدِ ثَمَلًا لَّئِيْذِيْكُمْ وَرِمَا حُكْمٌ))۔ مانہ ۱۳۰۔

اسے ایمان والو! اللہ تم کو آزمائے گا ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچتے ہیں۔

ب۔ ایسا زخمی کرنے والا جانور جو سیکہ سکے جیسے کہ کتا و چیتا وغیرہ پھانک کھانے والے درندے اور باز، شکر وغیرہ پھاڑ

کھانے والے پرندے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((قُلْ أَجَلٌ لَّكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَيْكُمْ مِّنَ

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِينَ تُعَلِّمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ))۔

المانہ ۴۔

آپ کہہ دیجیے کہ تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں تمہری

چیزیں اور جو سداؤ شکاری جانور شکار پر دوڑانے کے

لیے کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں سے جو اللہ نے تم کو

سکھایا ہے۔

✽ ✽ ✽ ✽

شکار سے متعلق عمومی احکامات:

۱۔ شکاری کا شکار سے مقصد اس کا کھانا اور اس سے فائدہ اٹھانا ہو۔ اس لیے کہ انسانی و ابنِ حبان اپنی صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی چڑیا کو بلا وجہ مار ڈالا تو وہ قیامت کے روز اللہ کے دربار میں شور مچائے گی اور یہ کہے گی: اے رب! فلاں شخص نے مجھے بلا وجہ مار ڈالا تھا کسی مقصد فائدہ کی خاطر میرا خون نہیں کیا تھا۔

۲۔ شکاری حج یا عمرے کا احرام نہ باندھے ہوئے ہو اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَحَرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدَ الْبَرِّ مَا دُمْنَتْ حُرْمًا))۔ المانہ ۹۶۔ اور حرام کیا گیا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو۔

۳۔ شکار نفوذ کرنے اور زخمی کرنے والے آلے سے ہونا چاہیے، دباؤ اور جھٹکے سے مارنے والی چیزیں نہیں ہونا چاہیے

اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

سے سوال کیا اور عرض کیا کہ میں اس تیر سے شکار کو مارتا ہوں جس میں پر نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا: اگر تم بے پر کے تیر سے

مارو اور وہ تیر شکار کے جسم میں گھس جائے تو اس شکار کو کھالو اور جو تیر اس کو عرض میں لگے تو اس جانور کو موت کھاؤ، جس کا

لہ۔ یہ بڑی خوشگلی کے جانوروں کے شکار سے متعلق ہے جیسا کہ خود قرآن کریم کی آیت میں مذکور ہے، لیکن بحری جانوروں کا شکار کرنا جائز ہے خواہ انسان

محرم ہو یا غیر محرّم اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ((أَجَلٌ لَّكُمْ صَيْدٌ لِّبَحْرِ وَطَعَامُهُ)) تمہارے لیے حلال کر دیا گیا بحری شکار اور اس کا کھانا۔

مطلب یہ ہوا کہ یہ جانور جھٹکا لگنے کی وجہ سے مرا ہے تیرا میں گھسا نہیں ہے، اور حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ جس چیز سے شکار کو مارا جائے اس کا شکار کے جسم میں گھسا اور نفوذ کرنا معتبر ہے، لہذا ایسے جانور جن کو پستول، بندوق یا رافٹل وغیرہ کی گولی سے مارا جائے تو وہ جانور حلال ہوگا اس لیے کہ گولی جسم میں تیر و نیزے سے زیادہ سختی سے نفوذ کرتی ہے۔

۴۔ جب شکار کرنے والے آلے کو پھینکا جائے یا تر بیت یافتہ شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا جائے تو اس وقت اللہ کا نام لے کر چھوڑنا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«وَاذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهِ». المائدہ - ۴ اور اس پر اللہ کا نام لو۔

لیکن اگر تیر پھینکتے یا جانور شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اکثر فقہاء کے یہاں اس شکار کا کھانا جائز ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی بھول چوک اور غلطی پر مؤاخذہ کو چھوڑ دیا ہے۔

۵۔ اگر شکار پانی میں گر جائے اور اس کو پانی میں سے مردہ حالت میں نکالا جائے تو اس کا کھانا جائز نہیں ہے اس لیے کہ امام بخاری و مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِذَا رَمَيْتَ سَهْمَكَ فَبِإِنْ وَجَدْتَهُ
قَدْ قُتِلَ فَكُلْ إِلَّا أَنْ تَجِدَهُ قَدْ وَقَعَ
فِي مَاءٍ فَإِنَّكَ لَا تَدْرِي الْمَاءُ قَتَلَهُ أَمْ
سَهْمُكَ؟»۔

جب تم اپنا تیر پھینکو تو پھر اگر یہ دیکھو کہ اس نے
(شکار) کو قتل کر دیا ہے تو اس کو کھا لو مگر یہ کہ اس کو
پانی میں گرا ہوا پاؤ تو نہ کھاؤ اس لیے کہ تمہیں معلوم نہیں
ہے کہ اس کو پانی نے مارا ہے یا تمہارے تیر نے۔

ز۔ شطرنج کھیلنا

کھیل کی معروف اقسام میں سے شطرنج کھیلنا بھی ہے، اور صحابہ و تابعین اور فقہاء شطرنج کے معاملے میں دو فرقوں میں بٹ گئے ہیں:

۱۔ ایک فرقہ اس کے حرام ہونے کا قائل ہے اور اس میں حضرت علی بن ابی طالب، حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہم اور امام مالک و امام ابو حنیفہ و امام احمد رحمہم اللہ شامل ہیں۔

۲۔ دوسری جماعت اس کے حلال کی قائل ہے جس میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب و سعید بن جبیر و ابن سیرین اور امام شافعی داخل ہیں۔

جو حضرات اس کے مباح و جائز ہونے کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ تمام اشیاء میں اصل اباحت ہے اور اس کے

لے یہ مصنف کی رائے ہے ورنہ اگر حرام کے یہاں ایسا جانور حرام ہے۔

لے فقہاء حنفیہ کے یہاں ایسا جانور مردار شمار ہوگا۔

حرام ہونے کے سلسلہ میں کوئی نفس وارد نہیں ہوتی ہے اور یہ شرط نرج نزد سے دو جہوں سے الگ ہے:

۱۔ نزد کا سارا دار و مدار قسمت پر ہوتا ہے لہذا یہ تیروں سے فال لینے کے مشابہ ہے اور شرط نرج کا دار و مدار تجربہ غور و فکر اور تدبیر و تفکیک پر ہوتا ہے لہذا یہ تیر اندازی کے مقابلہ کی طرح ہوگئی۔

۲۔ شرط نرج میں جنگ اور اس کی تدابیر کی مشق ہوتی ہے، اور نزد میں فضول بے کار کھیل میں بلا کسی مقصد و فائدہ کے وقت ضائع ہوتا ہے۔

جن حضرات نے شرط نرج کھیلنے کی اجازت دی ہے انہوں نے اس کو تین شرطوں کے ساتھ مشروط رکھا ہے:

۱۔ شرط نرج کھیلنے والا کسی نماز کو اس کے وقت سے مؤخر نہ کرے۔

۲۔ شرط بازی نہ ہو ورنہ یہ قمار و جوا بن جائے گا۔

۳۔ کھیلنے والا اپنی زبان کو فحش گوئی اور گندی باتوں سے بچائے۔

لیکن اگر ان شرطوں میں سے کوئی شرط نہ پائی جائے تو پھر اس کا کھیلنا حرام ہو جائے گا۔

مرتب محترم! آپ نے "حرام کھیل کود سے بچانا" نامی عنوان کے تحت یہ پڑھ لیا ہوگا کہ اسلام نے کھیل کی بہت سے اقسام کو حرام قرار دیا ہے، اس لیے کہ ان کا معاشرے اور فرد کے اخلاق پر بہت برا اثر پڑتا ہے، اور اس قسم کے کھیل انسان کی نفسیات و کردار پر بڑے اثرات چھوڑتے ہیں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ یہ کوشش کریں کہ اپنے بچوں کو ان سے بچائیں اور ان سے روکیں تاکہ وہ تباہی میں گرفتار نہ ہوں، اور آزادی و بے راہ روی کی دلدل میں نہ پھنسیں، اور آپ نے یہ بھی جان لیا کہ اسلام نے اسلامی معاشرے کے افراد کے لیے بامقصد مباح کھیلوں کے دروازے کھول دیے ہیں، اس لیے کہ انسانی نفوس کی راحت اور نشاط و جیتی کو لوٹانے کے سلسلہ میں ان کا بہت اثر ہوتا ہے، اور اسی طرح اس کا ایجابی اثر افراد کی فوجی تربیت اور جہاد کی تیاری پر بھی پڑتا ہے، اس لیے اسے مرتب محترم جہاں تک ہو سکے اپنے بچے کی اس تربیت کی جانب آپ پوری توجہ رکھیں، اور اسے اس قسم کی تیاری و مشق کراتے رہیں تاکہ وہ شجاعت و بہادری میں مثال اور عزت و افتخار اور خود داری میں بہترین نمونہ بنے۔

لے زمانہ جاہلیت میں عربوں میں یہ دستور تھا کہ تین تیر لیتے تھے، ایک پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور دوسرے پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے منع کر دیا ہے، اور تیسرے پر کچھ نہیں لکھتے تھے، پھر جب سفر یا جنگ یا شادی وغیرہ کا ارادہ کرتے تھے تو بت شانے جس میں یہ تیر ہوتے تھے وہاں آتے، اور تیروں سے فال لیتے پھر اگر وہ تیر نکل آتا جس میں کرنے کا لکھا ہوتا تھا تو اس کام کو کر لیتے تھے اور اگر وہ تیر نکلتا جس میں منع کیا گیا ہوتا تو اس کام سے رک جایا کرتے تھے، اور اگر بغیر لکھا ہوا تیر نکلتا تو یکے بعد دیگرے دوبارہ دوبارہ تیر نکالتے رہتے۔

۴۔ اندھی تقلید سے بچنا

وہ اہم امور جن کا تربیت کرنے والوں کو بہت اہتمام کرنا چاہیے ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو بلا سوچے سمجھے اندھی تقلید اور بغیر غور و فکر کے دوسروں کی مشابہت اختیار کرنے سے بچائیں۔

اور اس کی درج ذیل وجوہات ہیں:

✽ اندھی تقلید روحانی و نفسیاتی شکست اور خود پراعتما د و بھروسہ نہ ہونے کی دلیل ہے۔ بلکہ انسان اپنی ذات و شخصیت کو اپنے پسندیدہ شخص کی شخصیت میں ختم اور فنا کر دیتا ہے۔

✽ اس لیے کہ اندھی تقلید عام طور سے لوگوں کو دنیاوی زندگی اور اس کے مظاہر کے فتنہ میں مبتلا کر دیتی ہے جو لازماً غرور و بڑائی میں گرفتار کر دیتا ہے، اس لیے کہ ایسا آدمی اپنے لباس کی شان و شوکت اور ظاہر کی چمک دمک اور فاخرانہ لباس میں مست ہوتا ہے۔

✽ اس لیے کہ برے اخلاق میں اندھی تقلید انسان کو یقینی طور سے ڈھیلے پن اور آزادی و بے راہ روی کی زندگی تک پہنچا دیتی ہے۔

✽ اس لیے کہ اندھی تقلید قوموں اور جماعتوں کو یقینی ہلاکت اور لازمی تباہی تک پہنچا دیتی ہے۔ بلکہ ایسی قومیں اپنے وجود کے تمام لازمی اجزاء اور اپنی بقاء و عزت کے اسباب کو کھو بیٹھتی ہیں، اس لیے کہ وہ ناشکری و نافرمانی کے راستے پر چل پڑتی ہیں۔

اس کی تائید فرانسیسی کاتب "اندریا موروا" کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اپنی کتاب "اسباب انہیار فرنسا" میں لکھا ہے کہ: دوسری عالمی جنگ میں فرانس کے سقوط کے اہم اسباب میں سے فرانسیسی قوم کا اس وجہ سے فاسد و بے کار ہونا بھی ہے کہ اس کے افراد میں برائیاں عام ہو گئی تھیں۔

اس بات نے جنرل ڈیگال کو (جب انہوں نے فرانس کا زمام حکومت سنبھالا) اس بات پر مجبور کیا کہ وہ پیرس کی پولیس کے سربراہ کو یہ آرڈر دیں کہ: میرے ملک میں ان بے حیائی کے اڈوں اور بے راہ روی کے مراکز کو فوراً بند کر دیا جائے۔

✽ اس لیے کہ اندھی تقلید ان لوگوں کو جو دوسروں کے طریقوں، عادات اور لباس و اخلاق کو اپناتے ہیں اور ان کے پیچھے جہے چلے جاتے ہیں۔ بہت سے دینی فرائض و واجبات اور معاشرتی و ممداریوں سے روک دیتی ہے، اور اقتصادی تعمیر اور ثقافتی میدان میں آگے بڑھنے سے مانع بن جاتی ہے۔

✽ اس لیے کہ اندھی تقلید حافظہ کے کمزور کرنے، اور شخصیت کے تباہ کرنے، اور اخلاق کے بگاڑنے، اور مردانگی ختم کرنے

اور مختلف قسم کی بیماریاں پیدا کرنے، اور عزت و شرافت و پاکدامنی جیسے فضائل کی بچ گئی کے بڑے عوامل اور تباہ کن بیماریوں میں سے ہے۔ اس لیے کہ اس اندھی تقلید کی وجہ سے جذبات بے لگام اور شہوات و افکار و بے قابو ہو جاتے ہیں۔

ڈاکٹر ”اگس کاریل“ اپنی کتاب ”الان ذلک الجہول“ میں لکھتے ہیں کہ: جب انسان میں جذبات موجزن ہوتے ہیں تو ایک قسم کا مادہ خون کے ساتھ مل کر دماغ تک پہنچ کر اس کو مدہوش کر دیتا ہے، پھر انسان صحیح سوچ بچار پر قادر نہیں رہتا۔

اور تاجارج بالوشی ”اپنی کتاب“ الثورۃ الجنسیہ میں لکھتے ہیں کہ ۱۹۶۲ء میں کنیڈی نے صاف صاف کہا کہ امریکہ کا مستقبل خطرے میں ہے۔ اس لیے کہ اس کے نوجوان بے راہ روی اور جنسی جذبات میں غرق ہیں۔ وہ ان ذمہ داریوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکتے جو ان کے کاڈھوں پر ڈالی گئی ہیں۔ اور ہر وہ سات جوان جو فوج میں بھرتی ہونے آتے ہیں ان میں سے چھ بھرتی کے قابل اس لیے نہیں ہوتے کہ وہ جن جنسی کھیلوں میں مست رہے ہیں۔ انہوں نے ان کی نفسیاتی و جسمانی صلاحیت کو ختم کر دیا ہے۔

اس لیے اگر ہم یہ دیکھیں کہ اسلام نے دوسروں کی مشابہت سے روکا اور اندھی تقلید سے منع کیا ہے تو اس میں کچھ تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

اس سلسلہ کی بعض اہم نصوص آپ کے سامنے پیش کی جاتی ہیں:

★ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لیس منا من تشبه بغیرنا لا تشبهوا»
 بالیہود ولا بالنصارى»۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں جس نے دوسروں کے ساتھ
 مشابہت اختیار کی، یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت
 اختیار نہ کرے۔

★ اور امام احمد والبوداؤد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

«من تشبه بقوم فهو منهم»۔

جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی
 میں شمار ہوگا۔

★ اور امام بخاری، البوداؤد و ترمذی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

«لَعَنَ اللَّهُ الْمُخَنَّثِينَ مِنْ الرِّجَالِ

وَالْمُتَجَلِّاتِ مِنَ النِّسَاءِ» .

اللہ کی لعنت جو ان مردوں پر جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں سے مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

☆ اور امام بخاری و مسلم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ الْيَهُودَ وَالنَّصَارَى لَا يَصْبِغُونَ

فَخَالِفُوهُمْ» .

اور یہود اور عیسائی (اپنی داڑھی کو) رنگتے نہیں ہیں (خدا سے نہیں لگاتے) لہذا تم ان کی مخالفت کرو۔

☆ اور امام ترمذی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَكُنْ أَحَدُكُمْ إِمْعَةً يَقُولُ: أَنَا مَعَ

النَّاسِ إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَحْسَنَتْ

وَأِنْ أَسَاءَ وَأَسَاءَتْ، وَلَكِنْ وَطَنُوا أَنْفُسَكُمْ

إِنْ أَحْسَنَ النَّاسُ أَنْفَ تَحْسِنُوا وَإِنْ

أَسَاءَ وَأَنْ تَحْسِنُوا إِيَّاهُمْ» .

تم میں کوئی شخص ہر ایک کی رائے کی پیروی کرنے والا نہ بنے اور نہ یہ کہے کہ میں تو لوگوں کے ساتھ ہوں اگر لوگ اچھا کریں گے تو میں بھی اچھا کروں گا اور اگر لوگ برا کریں گے تو میں بھی برا کروں گا۔ بلکہ اپنے آپ کو قابو میں رکھو اگر لوگ اچھا سلوک کریں تو تم بھی اچھا سلوک کرو اور اگر لوگ برائی کریں تو تم ان کی برائی کا بدلہ اچھائی سے دو۔

یہ احادیث نبویہ جن امور سے منع کر رہی ہیں وہ سب اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ انسان اپنے کردار، اخلاق و عادات اور لباس میں ان امور کی وجہ سے جو ہم نے ابھی ابھی ذکر کیے دوسروں کی اندھی تقلید سے بچے۔

لیکن ایسی چیزوں میں تقلید و اتباع کرنا جو امت اسلامیہ کے لیے علمی طور سے مفید ہوں، اور اس کو مادی و ثقافتی لحاظ سے بلند کریں مثلاً علوم طب و ہندسہ و فنزکس وغیرہ سے فائدہ اٹھانا اور ایٹم اور جدید جنگی وسائل کے اسرار وغیرہ معلوم کرنا تو یہ سب کے نزدیک بالاتفاق جائز ہے، اس لیے کہ یہ امور اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک کے تحت داخل ہیں:

«وَأَعِزُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ مِنْ قُوَّةٍ» (الأنفال: ۱۰)

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے

اور اسی طرح درج ذیل حدیث کا مضمون بھی اس بات پر دلالت کرتا ہے جسے ترمذی و عسکری نے روایت کیا ہے:

«الْحِكْمَةُ ضَالَةٌ كُلُّ حَكِيمٍ فَبِأِذَا

وَدَانَتْهُ بَاتِ حَكِيمٌ كَمُثَلِّهِ

وَجَدَهَا فَهُوَ أَحَقُّ بِهَا» .

حکمت و دانائی کی بات حکیم کی گمشدہ چیز ہے وہ اسے جہاں بھی پائے وہی اس کا سب سے زیادہ حقدار ہے۔



ہماری عورتوں میں اندھی تقلید کے خاص خاص مظاہر

درج ذیل ہیں:

بہت سی عورتوں کا ایسا لباس زیب تن کر کے نکلتا جو عریانی کی طرح ہو جس میں جسم کھلا ہوا ہوا اور نمائش ہو رہی ہو، نبی برحق صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے کہ ایسی عورتیں نہ جنت میں داخل ہوں گی اور نہ اس کی خوشبو سونگھیں گی۔

امام مسلم اپنی کتاب ”صحیح“ میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«صنفان من أهل النار لم أرهما: قوم معهم سياط كأذناب البقر يضربون بها الناس، ونساء كاسيات عاريات مائلات مهيلات^۱ لرؤسهن كأسمنة البغث، لا يدخلن الجنة ولا يجدن ريحها، وإن ريحها ليوجد من مسيرة خمسمائة عام»۔

دوزخ کی استحقاق قیس لہی ہیں جن کو میں نے نہیں دیکھا :
ایک تو وہ قوم ہے جن کے پاس گائے کی دم کی طرح کے
کوڑے ہوں گے جن سے وہ لوگوں کو ماریں گے، اور ایسی
عورتیں جو لباس پہن کر بھی نکلی ہوں گی، اٹل ہونے والی اور
مائل کرنے والی ہوں گی، ان کے سر (کے جوڑے) ایسے ہوں
گے جیسے نمٹی اونٹوں کے کوبان، یہ نہ جنت میں داخل ہوں گی
اور نہ اس کی خوشبو پائیں گی، حالانکہ اس کی خوشبو پانچ سو

سال کے فاصلے سے بھی پائی جاتی ہے۔

‡ ‡ ‡

موت وغیرہ مصیبت کے وقت سیاہ لباس کا عیسائیوں کی مشابہت میں پہننا۔

خوشیوں اور شادیوں کے موقع پر مغنیات کے گانوں کے سننے اور رقاصوں کا ناچ دیکھنے کے لیے جمع ہونا۔

عام حالات اور غصے میں غیر اللہ کے نام کی قسم کھانا۔

غیر محرموں مثلاً دیور، چچا زاد بھائیوں وغیرہ کے سامنے بے پردہ کھلے سر جانا، ہمارے نوجوانوں میں اندھی تقلید کے

مظاہر میں سے سب سے کھلا نمونہ ان کا جڑاپن اور عورتوں کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور ان کی حرکات سکنت کی نقل اتارنا ہے بلکہ ہمارے بعض نوجوان تو یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بال بڑھائے اور کانوں سے نیچے تک بھی رکھے ہیں تو پھر اہل علم و ہدایت کی شکل صورت وغیرہ پر کیوں اعتراض و نکیر کرتے ہیں؟

۱۔ مائلات: یعنی چال میں شک کر چلنے والیاں، اور میلالت یعنی اپنی بے حیائی و بیجاں تعجیزی سے مردوں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرنے والیاں۔
۲۔ ہمارے یہاں کالا لباس شیعوں کا نامی لباس ہے۔

ہم اس قسم کے لوگوں سے یہ کہتے ہیں کہ:

۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بالوں کے طویل رکھنے کی صورت میں یہ ثابت نہیں ہے کہ آپ لوگوں کے سامنے ننگے سر نکلتے ہوں، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہ عمامہ باندھ کر نکلتے تھے جو تاج نبوت اور اسلام کا شعار ہے، اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درج ذیل شعر کہا ہے:

وجعت حولک یا رسول صعباً بعنائم أذھی من التیجان

اے اللہ کے رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ نے اپنے ارد گرد ان عمار کو محبہ کیا جو ایسے عمامہ باندھے ہوئے ہوتے تھے جو تاجوں سے زیادہ شاندار ہیں

۲۔ یہی ازم آج بے راہ روی کا شعار اور آزادی وہ بے لگامی کا نشان بن گیا ہے، تو پھر بھلا کیا کوئی بھی عقل مند یہ کہہ سکتا ہے کہ اسلام اپنے نوجوانوں کے لیے یہ پسند کرے گا کہ وہ بے راہ روی اور آزادی پسندوں کی جماعت میں اضافہ کریں اور ان کی جماعت بڑھائیں؟ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

«من کثر سواد قوم فهو منهم»۔ جو شخص کسی قوم کی اکثریت کرتا ہے وہ اس میں شمار

ہوتا ہے۔

ابو یعلیٰ

۳۔ کیا یہی پن اور کاندھوں تک بال بڑھانے میں عورتوں کے ساتھ رسوا کن مشابہت نہیں ہوتی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ تو ایسے مردوں پر لعنت بھیجتے ہیں جو عورتوں سے مشابہت اختیار کریں جیسا کہ اس حدیث میں مذکور ہے جو اس سے قبل گزری چکی ہے۔

۴۔ یہی پن اختیار کرنے والا مسلمان اپنے لیے کس طرح پسند کرتا ہے کہ وہ اس یہی پن میں اس گندے کیڑے کے مشابہ ہو جائے۔ جسے خنفسا کہا جاتا ہے اور شکل و صورت میں اس جیسا بن جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ جل شانہ تو یہ فرماتے ہیں کہ:

«وَلَعَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ»۔ اور ہم نے اولاد آدم کو محکم بنایا ہے۔

اس لیے اے مہربان محترم آپ یہ پوری کوشش کریں کہ آپ اپنے بچوں کے سامنے ان تمام گندے مناظر اور بے حیا شکل و صورتوں اور چھوڑی عادتوں کی برائیوں کو کھول کر رکھ دیں، اس لیے کہ ان کا ذات کے ختم کرنے، اور شخصیت کے بگاڑنے، اور عزت و شرافت و وقار کے ختم کرنے میں بہت بڑا ہاتھ اور اثر ہے، اور ساتھ ہی آپ پر یہ بھی لازم ہے کہ جن کی تربیت آپ کے ذمے ہے آپ ان کو یہ باور کرا دیں کہ لوگوں میں اندھی تقلید کا مرض ان خطرناک امراض میں سے ہے جو عزت و

لہ قاتوس میں لکھا ہے کہ خنفسا اور خنفسا، ایک سیاہ رنگ کا جانور ہے جو چھپوڑی سے چھوٹا اور بے ہودا ہوتا ہے اور اس کی جمع خنفسا ہے۔

لہ یہ حصہ کتاب "حق یعلم الشباب" (ص ۱۲۵) سے ماخوذ ہے۔

تسرافت کو برباد کرنے اور اخلاق کے بگاڑنے اور فضائل کے نیست و نابود کرنے کے سب سے بڑے اسباب ہیں ممکن ہے آپ کی اس محنت سے آپ کے جگر گوشے صحیح راستے پر چلیں، اور سوچ سمجھ اور عقل و شعور سے کام لیں، اور کسی قسم کی فتنہ انگیزی و مشرمانی ان کو نہ راستے سے ہٹا سکے اور نہ ان پر اپنا داؤ چلا سکے۔



۵۔ برے ساتھیوں سے بچنا

وہ امور جن میں کوئی بھی دو مخصوص کا اختلاف نہ ہوگا اور دو آدمیوں کی رائے مختلف نہ ہوگی یہ بھی ہے کہ بری صحبت بچے کے نفسیاتی و اخلاقی انحراف و بگاڑ کے بڑے اسباب میں سے ہے، اور خصوصاً اگر بچہ کم سمجھ، بلیہ، ضعیف العقیدہ اور اخلاقی لحاظ سے پست ہو تو برباد کی صحبت اور بدکرداروں کے ساتھ رہنے سے بہت جلدی متاثر ہو جاتا ہے اور بہت تھوڑے سے وقت میں ان کی خسیس عادات اور بری صفات میں رنگ جاتا ہے، بلکہ ان کے ساتھ نہایت تیزی اور مضبوطی سے بد بختی کے راستے چل پڑتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جرم اس کی طبیعت اور انحراف اس کی پختہ عادت بن جاتا ہے اور پھر مرنی کے لیے یہ بہت مشکل ہوتا ہے کہ اس کو راہ راست پر لائے اور گمراہی کے گڑھے اور بد بختی کے جال سے اسے بچائے۔

اس کتاب (تربیتہ الاولاد فی الاسلام) اسلام اور تربیت اولاد کی قسم اول کی ”بچوں میں انحراف کے اسباب نامی فصل کے ذیل میں ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ اسلام نے اپنی تربیتی تعلیمات کے ذریعہ والدین اور مربیوں کی اس جانب توجہ مبذول کرائی ہے کہ وہ اپنے بچوں کی گڑبی نحرانی کریں اور خصوصاً جب وہ بالغ ہونے کے قریب کی عمر اور ہوش و سمجھ کی عمر کو پہنچنے والے ہوں، تاکہ انہیں یہ علم رہے کہ ان کے بچے کن کن لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور کس قسم کے لوگوں سے میل جول رکھتے ہیں، اسی طرح اسلام نے ان کی اس جانب بھی رہنمائی کی ہے کہ وہ اپنے بچوں کے لیے نیک صالح ساتھیوں کا انتخاب کریں تاکہ وہ ان سے اچھے اخلاق اور شاندار آداب اور عمدہ عادات سیکھیں۔

اسی طرح اسلام نے ان کو اس جانب بھی متوجہ کیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کو برے ساتھیوں، گندے و بد اخلاق رفقاء سے دور رکھیں تاکہ وہ گمراہی کے جال اور انحراف و بے راہ روی کے پھندے میں نہ پھنسیں، ہم نے بہت سی آیات مبارکہ اور احادیث نبویہ سے یہ ثابت کیا تھا کہ اچھے رفقاء کا انتخاب کرنا چاہیے اور برے دوستوں سے بچنا چاہیے۔

لہذا آپ اس مذکورہ بالا فصل کا مطالعہ کر لیجیے وہاں آپ کو مفصل بحث اور تشفی کا پورا سامان مل جائے گا۔ اسی طرح اس کتاب کی ”دیکھ بھال کے ذریعے تربیت نامی بحث بھی پڑھ لیجیے جس میں آپ کو بچے کی اخلاقی تربیت اور نفسیاتی شخصیت سازی اور برے ساتھیوں اور گندی صحبت سے بچانے کے سلسلہ میں رہنما اصول ملیں گے جو والدین و مربیوں کے لیے اس تربیتی ذمہ داری پورا کرنے میں مدد و معاون ثابت ہوں گے۔

۶۔ برے اخلاق سے بچانا

اس سے قبل اس کتاب ”تربیت الاولاد فی الاسلام“ کی ”اخلاقی تربیت کی ذمہ داری“ اور ”جسمانی تربیت کی ذمہ داری“ نامی دونوں فصلوں میں ہم یہ بتلا چکے ہیں کہ بچوں میں کچھ ایسی عام بیماریاں پائی جاتی ہیں جن کا مریضوں کو بہت خیال رکھنا چاہیے، اور بچوں کو ان سے بچانا چاہیے۔ اور اب اسے مریض محترم ہم آپ کو وہ یاد دلانے دیتے اور ان کی طرف توجہ مبذول کرائے دیتے ہیں تاکہ آپ تربیت، رہنمائی اور ان کی اصلاح کے سلسلہ میں اپنی وہ ذمہ داری پوری کر سکیں جو ان کو متنبہ کرنے اور دیکھ بھال کے سلسلہ میں آپ پر عائد ہوتی ہے۔

اخلاقی تربیت کی ذمہ داری کے سلسلہ میں ہم درج ذیل امراض کا علاج بیان کر چکے ہیں:

الف۔ جھوٹ بولنے کی عادت۔

ب۔ چوری کی عادت۔

ج۔ گالم گلوچ کی عادت۔

د۔ آزادی و بے راہ روی کی عادت۔

جسمانی تربیت کے سلسلہ میں ہم مندرجہ ذیل چیزوں کا علاج بیان کر چکے ہیں:

الف۔ تمباکو نوشی کی عادت۔

ب۔ مشیت زنی (جلق) کی عادت۔

ج۔ منشیات و مسکرات کی عادت۔

د۔ زنا و اغلام بازی کی عادت۔

علماء تربیت و اخلاق کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ مندرجہ بالا عادات بچے کے اخلاقی بگاڑ اور اس کے کردار کے خراب کرنے میں خطرناک کردار ادا کرتی ہیں۔

اس لیے اگر مریض حضرات بچوں کی دیکھ بھال نگہ رانی اور خیر خواہی میں اپنا کردار ادا نہیں کریں گے تو بچے لامحالہ اسفل سائن میں گر جائیں گے اور تاریک وادیوں میں اٹے سیدھے ہاتھ پاؤں مارے رہیں گے، اور پھر ایسی صورت میں مصلح و مریض کے لیے یہ مشکل ہوگا کہ ان کو راہ راست پر لاسکے، اور حق و اہل حق سے ان کا رابطہ پیدا کر سکے، اور انہیں ہدایت و نور کا راستہ دکھا سکے، بلکہ وہ امن و سکون کے لیے خطرناک ثابت ہوں گے، اور معاشرے کی بیخ کنی کے لیے ایسا تباہ کن ذریعہ بن جائیں گے جس کے ثمر سے لوگ پناہ مانگیں گے، اور ان کے جرم اور بدکرداریوں سے تنگ دل ہو جائیں گے۔

اس لیے اے مریض محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی ذمہ داریوں سے متعلق ان اباحت کو دوبارہ پڑھ لیں، تاکہ آپ ان ذمہ داریوں کو خوب اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں جو مریضوں پر اخلاقی و جسمانی تربیت کے سلسلہ میں عائد

ہوتی ہیں، تاکہ جب آپ اپنے ذہن میں ان نقصانات و آفات کو محفوظ کر لیں گے جو جھوٹ، چوری، کالم گلوچ، آزادی، بے راہ روزی، سگریٹ نوشی، مشیت زنی، منشیات، مخدرات اور زنا و لواطت کی وجہ سے رونما ہوتی ہیں تو پھر آپ اپنے بچوں کو نفسیاتی و اخلاقی اور جسمانی بیماریوں سے بچانے کے سلسلہ میں اپنے فریضہ کو پورا کر سکیں گے۔

آپ کو چاہیے کہ اطباء اور اس فن کے ماہرین نے ان مفاسد و خرابیوں کے جو نقصانات بیان کیے ہیں۔ اور ان کی خطرناکی و آفات بتلائی ہیں اس سلسلہ میں کبھی ان کے اقوال سے استہداد پیش کریں، اور کبھی علمی مجلات و رسائل سے، اور کبھی اس موضوع سے متعلق کتابوں سے اور کبھی اس سلسلہ میں خبردار کرنے والی نشریات و کتابچوں سے۔ لہذا اگر آپ نے وقتاً فوقتاً مستقل طور سے اس طریقے کو اپنایا تو اس میں کوئی شک نہیں کہ بچہ تمام ان چیزوں سے بچے گا جو اخلاق کو بگاڑنے والی اور صحت کے لیے نقصان دہ ہوں گی، بلکہ وہ اتنا باشعور و سمجدار بن جائے گا کہ وہ خود بچنے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی اس سے بچائے گا۔

اس لیے اے مربی محترم آپ یہ پوری کوشش کیجیے کہ آپ بچے کے سلسلہ میں اپنی ذمہ داری مکمل طور سے ادا کریں تاکہ وہ ہمیشہ نیک صالح اور پارسا و متقی لوگوں میں شامل رہے، اور ان مؤمن و صالح نمونوں میں سے بن جائے جن کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جاتا ہے۔



۷۔ حرام سے بچانا

متنبہ کرنے اور ہوشیار کرنے کے سلسلہ میں جن اہم امور کا مریضوں کو بہت اہتمام کرنا اور خیال رکھنا چاہیے اور ان پر نظر رکھنی چاہیے یہ بھی ہے کہ حرام سے بچایا جائے، اور اس سلسلہ میں متنبہ کیا جائے، علماء اصول نے حرام کی تعریف یہ کی ہے کہ حرام وہ ہے جس کے ترک کرنے کا شریعت نے سختی سے حکم دیا ہو۔ اور جو اس کو نہ چھوڑے اور اس کا ارتکاب کرے اس کو آخرت کی سزا یا دنیا کی کسی سزا کا مستحق قرار دیا ہو جیسے کہ کسی کو قتل کرنا، زنا کرنا، شراب پینا، جوا کھیلنا، یتیم کے مال کا کھانا اور کم ناپنا تولنا۔

اس لیے جب ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مریضوں کو یہ علم دیتے ہوئے دیکھتے ہیں کہ وہ اپنے بچوں کو شروع ہی سے فرائض کی بجا آوری اور ممنوع چیزوں سے بچنے کا عادی بنائیں اور انہیں حلال و حرام کے احکامات سمجھائیں تاکہ یہ ان کی طبیعت اور مزاج بن جائے تو ہمیں کسی قسم کا کوئی تعجب نہیں ہوتا، ابن جریر و ابن المنذر نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا:

((اعملوا بطاعة الله ، و اتقوا معاصي الله ، الله كى طاعت و تقيت پر عمل کرو اور گناہوں و اللہ کی نافرمانی

لہ اس بحث میں جن بنیادی مراجع پر ہم نے اعتماد کیا ہے ان میں استاد ذیوسف قرمادی حفظہ اللہ کی کتاب "الحلال والحرام" ہے۔

سے بچو، اور اپنے بچوں کو احکامات کی بجا آوری اور ممنوع چیزوں سے رکنے کا حکم دو، یہ ان کے لیے آگ سے بچنے کا ذریعہ ہے۔

ومروا أولادکم بما مثال الؤوامر
واجتناب النواهی، فذلک وقایة لهم
من النار))۔

مرتب محترم! آپ کو یہ بھی جان لینا چاہیے کہ حلال وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حلال کیا ہو اور حرام وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ لہذا کوئی بھی انسان کسی ایسی چیز کو حرام نہیں کر سکتا جو اللہ نے حلال کی ہو، اور نہ کسی ایسی چیز کو حلال کر سکتا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہو۔ اور جو شخص ان میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرے گا تو وہ حد سے تجاوز اور تشریع کے ربانی حق پر زیادتی کرنے والا شمار ہوگا، اور انسانوں میں سے جو شخص ان کے اس عمل پر راضی ہوگا وہ ان کو اللہ کا شریک گردانے والوں میں شمار ہوگا، اور دین میں الحاد پھیلانے والا اور اس قرآن کریم کا منکر شمار ہوگا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا ہے ارشاد ربانی ہے:

((أَمَرَ لَهُمْ شُرَکُوْا شَرَعُوا لَهُمْ مِنَ الدِّیْنِ
مَا لَمْ یَأْذَنْ بِهٖ اللّٰهُ))۔

تو کیا ان کے (مجبوز کیے ہوئے) کچھ شریک ہیں جنہوں نے ان کے لیے ایسا دین مقرر کر دیا ہے جس کی اللہ نے اجازت نہیں دی ہے۔

الشوری - ۲۱

اور قرآن کریم نے ان اہل کتاب یہود و نصاریٰ کی مذمت کی ہے جنہوں نے حلال و حرام کرنے کا اختیار اپنے پوپ اور راہبوں کے ہاتھ میں دے دیا تھا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((اتَّخَذُواْ أَحْبَابَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ أَرْبَابًا
مِّنْ دُونِ اللّٰهِ ابْنِ مَزِیْمَۃٍ وَمَا أُمِرُواْ
بِالنَّسِیْجَةِ اَلَّا یُعْبُدُوْا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَّا اِلٰهَ
اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَہٗ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ))۔ التوبہ - ۳۱

نہمرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی، اور ان کو حکم بھی ہوا تھا کہ بندگان ایک مسمود کی کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے۔

اور اس سے قبل ہم امام ترمذی سے یہ روایت نقل کر چکے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے (اور وہ عیسائی تھے) اور انہوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ آیت سنی تو انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول انہوں نے ان کی عبادت تو نہیں کی تھی؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کیوں نہیں! انہوں نے حلال چیزوں کو ان پر حرام کیا اور ان کے لیے حرام چیزوں کو حلال کیا، اور ان لوگوں نے ان کی پیروی کی یہی ان کی عبادت کہلاتا ہے۔

اسی طرح ان مشرکین کی بھی مذمت کی ہے جنہوں نے اللہ کے حکم کے بغیر بعض چیزوں کو حلال گردانا اور بعض کو حرام قرار دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

آپ کہہ دیجیے جلا دیکھو تو اللہ نے جو آداری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے کوئی حرام اور کوئی حلال، آپ کہہ دیجیے کیا اللہ نے تم کو حکم دیا یا اللہ پر افترا کرتے ہو۔

«قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ اللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ»۔
یونس - ۵۹

ان تمام تصریحات سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کو اس بات کا حق ہے کہ وہ حلال یا حرام کرے اور اس بات نے اپنی نازل کردہ کتاب میں ہمارے لیے سب کچھ کھول کر بیان کر دیا ہے :
«وَقَدْ فَضَّلَ لَكُمْ مِمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرُّتُمْ عَلَيْهِ»۔ الانعام - ۱۱۹
مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے پر۔

اس لیے اے مہربی محترم! اس تفصیل کے بعد جو ہم ذکر کر چکے ہیں آپ کو چاہیے کہ آپ حرام چیزوں کی ان اقسام کو تلاش کریں جن کی حرمت کا حکم اللہ تعالیٰ کی کتاب یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث میں آچکا ہے، تاکہ آپ ان لوگوں کو متنبہ و خبردار کرنے کا اپنا فریضہ ادا کر سکیں جن کی تربیت و اصلاح اور رہنمائی کی ذمہ داری آپ پر عائد ہوتی ہے، اور اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ہمیشہ نصیحت کرتے رہنے کا فائدہ و اثر ہوتا ہے۔ اور ایک ایک قطرہ بھی پتھر میں گرٹھا ڈال دیتا ہے اور مستقل خبردار کرنے اور سمجھاتے بھاتے رہنا بچے کو ایسا انسان بنا دے گا جو اللہ کی حدود کو لازم پکڑے گا اور اس کے احکامات بجالائے گا، اور منہیات سے باز رہے گا، اور حلال و حرام کے سلسلہ میں نازل شدہ احکامات کی پیروی کرے گا۔ نہ ادھر ادھر جھٹکے گا نہ گمراہ ہوگا نہ بد بخت و نامراد۔

مہربی محترم! ایسے اب میں آپ کے سامنے اہم محرّمات (حرام چیزیں) ذکر کیے دیتا ہوں، تاکہ آپ کے لیے نمونہ و یاد دہانی کا ذریعہ بن جائیں، اور آپ خبردار کرنے اور رہنمائی کے فریضہ کو بحسن و خوبی کامل طور سے ادا کر سکیں،

الف - کھانے پینے کی چیزوں میں حرام اشیاء

۱۔ مردار جانور، خون، خنزیر کا گوشت اور وہ جانور جس کو غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، اور وہ جس کا گلا دبایا گیا ہو، اور وہ جو جھٹکے سے مارا گیا ہو، اور وہ جسے بلندی سے گرا کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے سینک مار کر مارا گیا ہو، اور وہ جسے درندے نے کھایا ہو، اور وہ جو بتوں کے لیے ذبح کیا گیا ہو، یہ سب حرام ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں :
«حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ

حرام ہوا تم پر مردہ جانور اور خون اور سور کا گوشت اور

جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا۔ اور جو مر گیا ہو مگلا گھونٹنے سے، یا چوٹ سے، یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے، اور جس کو کھایا ہو ورنہ سے نے مگر جس کو تم نے ذبح کر لیا، اور حرام ہے جو ذبح ہو کسی تمھان دبت کے نام پر۔

يُخَذُّ زَيْرٌ وَمَا أَهْلٌ لِّغَيْرِ اللَّهِ بِهِ
وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَ
النَّطِيجَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ
وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ ۖ

المائدہ - ۳

❖ مردار سے مراد ہر وہ جانور ہے جو اپنی طبعی موت مرا ہو خواہ چرند ہو یا پرند۔

اور اس کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ جو جانور اپنی طبعی موت مرے گا وہ عام طور سے کسی مریض و بیمار یا کسی عارضی بیماری یا کسی زہریلی چیز کے کھانے سے مرا ہوگا، اور ظاہر ہے کہ ایسے جانور کا کھانا جسم کو نقصان پہنچائے گا اور صحت کے لیے ضرر رسان ہوگا۔

❖ دم مسفوح (ہبتا ہوا خون) جو حیوان سے نکلے خواہ وہ ذبح کرنے کی وجہ سے نکلے یا کسی اور وجہ سے۔ اس کے حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ خون طبعاً ناپسندیدہ چیز ہے، اور اس میں براشیم جمع ہوتے ہیں، اور نقصان و ضرر پہنچانے میں یہ بھی مردار ہی کی طرح ہے۔

❖ خنزیر کا گوشت، اور یہ اسلام کے نقطہ نظر سے حرمت کے لحاظ سے سب سے بڑھا ہوا ہے اس لیے کہ نیکول لعین ہے، اور منظر کے اعتبار سے بہت مکروہ و ناپسندیدہ ہے۔

اس کے حرام کرنے میں حکمت یہ ہے کہ یہ صحت کے لیے نقصان دہ ہے اور عزت و آبرو پر غیرت کو کم کر دیتا ہے۔ اس کا مضر صحت ہونا تو اس طرح ہے کہ جدید علم طب نے بھی یہ ثابت کیا ہے کہ اس کا گوشت کھانا ایک منفرد قسم کا مہلک کیڑا پیدا کرتا ہے اور معدہ و معضم کے آلات میں اضطراب پیدا کرتا ہے، اس لیے کہ اس کا گوشت بہت مشکل سے ہضم ہوتا ہے، اور کون جانتا ہے کہ آج جو اس کے نقصانات ہم جانتے ہیں کل کی تحقیقات علمیہ اس کے اور کون کون سے مزید نقصانات کی نشاندہی کریں گی۔

رہا اس کا عزت و آبرو پر غیرت کو کم کر دینا تو وہ اس لیے کہ علم طب کے ماہرین کا کہنا ہے کہ حیوانات کے گوشت میں ایسے مواد و اجزاء ہوتے ہیں جو کھانے والے میں حیوانی اثرات پیدا کر دیتے ہیں، لیجیو ڈاکٹر صبری القبانی "طبیب" نامی رسالہ کے شمارہ نمبر تیس کے صفحہ ۱۸۹ پر لکھتے ہیں کہ :

یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حیوانات کے گوشت میں ایسے مواد پائے جاتے ہیں جن کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے کھانے والے میں بھی حیوانی صفات پیدا کر دیتے ہیں، چنانچہ انگریز ٹھنڈی مچھلیاں کھانے کے شوقین ہیں، اسی لیے وہ ٹھنڈے مزاج کے مالک ہیں، اور فرانسیسی سور کا گوشت کھانے کے شوقین ہیں اسی لیے ان کے اخلاق اس حیوان سے

ملتے جلتے ہیں (مراد یہ ہے کہ ان میں بھی غیرت نہیں پائی جاتی) اور دیہات کے رہنے والے عرب اونٹوں کا گوشت کھانے کے عادی ہیں۔ اس لیے ان میں صبر اور کینہ پایا جاتا ہے اور جو شہری بجر سے دھبے کا گوشت کھانے کے عادی ہیں ان کی قیادت و رہنمائی آسان ہوتی ہے۔

اسی طرح کی گفتگو کیلغوریا یونیورسٹی کے علوم طبیہ کے سربراہ نے کی ہے جسے مجلہ "الہلال" والوں نے نقل کیا ہے۔
 ❁ غیر اللہ کے نام پر مذبحہ جانور یعنی وہ جانور جو اللہ کا نام لے کر ذبح کرنے کے بجائے لات و عزی وغیرہ کسی بت کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔

اس کے حرام کرنے کی علت یہ ہے کہ توحید ربانی کی حفاظت و حمایت ہو، اور شرک و بت پرستی کے تمام آثار کی مخالفت و بچ کئی ہو جائے، اس لیے کہ بقول استاذ قرضادوی جانور کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لینے کا مطلب گویا یہ ہے کہ اس جانور کا ذبح کرنے والا یہ اعلان کر رہا ہے کہ وہ اس زندہ جانور کے ساتھ جو یہ کام کر رہا ہے اور اس کو ذبح کرنے کے لیے لڑ رہا ہے یہ اللہ کے حکم اور رضامندی سے ہے، لہذا اگر وہ ذبح کرتے وقت اللہ کے بجائے کسی اور کا نام لے گا تو گویا اس نے اس اجازت کو ختم کر دیا اور وہ اس بات کا مستحق ہو گیا کہ ذبح کیے ہوئے جانور کو اس پر حرام کر دیا جائے۔

مردار کی اقسام و انواع یہ ہیں :

- ❁ گلا گھونٹا ہوا جانور یعنی ہر وہ جانور جو کبھی بھی طریقے سے گلا گھٹنے کی وجہ سے مرا ہو۔
- ❁ جھٹکے سے مارا گیا جانور، اور اس سے وہ جانور مراد ہے کہ جسے جھٹکے یا کسی لکڑی وغیرہ سے مارا کر ختم کر دیا جائے۔
- ❁ اوپر سے گر کر مرنے والا جانور یعنی ہر وہ جانور جو اونچی جگہ سے گر کر مرا ہو۔
- ❁ سینگ مارنے کی وجہ سے مرا ہوا جانور یعنی وہ جانور جس کو کسی اور جانور نے سینگ مار مار کر مار ڈالا ہو۔
- ❁ درندے کا کھایا ہوا یعنی ہر وہ جانور جس کا کوئی حصہ کسی پھاڑ کھانے والے جانور نے کھایا ہو جس کی وجہ سے یہ مر گیا ہو۔

ان پانچ اقسام کے ذکر کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا سوائے اس کے جو تم نے ذبح کیا ہو یعنی ان جانوروں میں سے اگر کوئی جانور ایسی حالت میں مل جائے کہ اس میں زندگی کی رقی باقی ہو اور تم اس کو ذبح کر لو تو تمہارے ذبح کرنے کی وجہ سے حلال ہو جائے گا، بشرطیکہ جس جانور کو ذبح کیا جا رہا ہے اس میں زندگی ہو جس کی علامت یہ ہے کہ خون پھوٹ پڑے اور اس میں حرکت و مدافعت ہو۔

ان اقسام کے جانوروں کے حرام کرنے کی حکمت یہ ہے کہ ان کے کھانے میں انہی اقسام کے نقصانات و ضرر کا اندیشہ

الْمُخْنِزِينَ وَمَا أِهْلَ بِهِ يَغْنِزِ اللَّهُ فَمَنْ اضْطَرَّ
غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ إِنَّ
اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

کا گوشت اور جس جانور پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا
جائے پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور
نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ بے شک اللہ ہی بڑا بخشنے

البقرہ- ۱۷۳

والانہایت مہربان ہے۔

اس کی حکمت یہ ہے کہ انسانی زندگی کو بچایا جائے، اور اسے ہلاکت کے منہ میں نہ جانے دیا، اور لوگوں کو شقت
و تنگی سے محفوظ رکھا جائے۔

۲۔ شہری گدھوں اور پھاڑ کھانے والے درندوں اور پنجوں سے

پھاڑنے والے پرندوں کے گوشت کی حرمت :

اس لیے کہ امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے جنگ خیبر کے موقع پر
شہری گدھوں کا گوشت کھانے سے منع کیا تھا۔

اور امام بخاری و مسلم روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر پھاڑ کھانے والے درندے اور پنجوں سے پھڑ
کر کھانے والے پرندوں کے کھانے سے منع فرمایا۔

درندوں سے مراد وہ ہیں جو دایڑھوں سے پھاڑ کھاتے ہیں جیسے شیر، پیتا و بھیڑیا وغیرہ۔

اور ————— پھاڑ کھانے والے پرندوں سے مراد وہ پرندہ ہے جو زخمی کرنے والا ————— ہو جیسے کہ گدھ، باز

شکرہ، چیل وغیرہ۔

ان کا حرام ہونا جمہور کا مذہب ہے، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام مالک کا مذہب یہ ہے کہ یہ جائز
لیکن مکروہ ہیں، اور ان حضرات نے ان سے روکنے والی احادیث کا یہ جواب دیا ہے کہ ان کی مراد یہ ہے کہ یہ مکروہ ہیں
نہ کہ حرام۔

شرعیات اسلامیہ میں یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر ان جانوروں کو جن کا کھانا حرام ہے شرعی طریقہ سے حلال
کر لیا جائے تو اس سے ان کی کھال پاک ہو جاتی ہے اور ذبح کرنے کے بعد دباغت دیے بغیر ہی ان سے فائدہ اٹھانا
جائز ہے۔



۳۔ جو جانور غیر شرعی و غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہو مثلاً بجلی کے جھٹکے کے ذریعہ ذبح کیا ہو یا کسی ملحد یا مجوسی یا بت پرست کے ہاتھ سے ذبح کیے جانور کا

حرام ہونا:

شرعی طریقے سے جانور کا ذبح ہونا چند شروط کے ساتھ مقید ہے:

الف۔ جانور کو لٹا کر ذبح کیا جائے یا کھڑے کھڑے اسے کسی ایسے تیز دھار والے آلے سے ذبح کیا جائے جو خون بہاؤالے اور رگیں کاٹ دے۔

ب۔ ذبح حلق سے کیا جائے جس میں گلے اور کھانے پینے کے جانے والے راستے اور گردن کی دونوں جانب جو دو موٹی رگیں ہیں ان کا کاٹنا شامل ہے۔

لیکن گلا کاٹنے کی شرط اس وقت ختم ہو جاتی ہے جب اس مخصوص جگہ سے جانور کا ذبح کرنا مشکل ہو جائے مثلاً یہ کہ کوئی جانور کنویں میں گر جائے اور اس وجہ سے اس کا ذبح کرنا مشکل ہو جائے، یا اونٹ ہدک جائے اور اس کا مالک اس کو پکڑنے پر قادر نہ ہو، یا کوئی حیوان کسی پر حملہ کر دے اور وہ اس سے بچنے کے لیے اسے تیر مار دے، تو ان حالات میں اس حیوان کے ساتھ شکار کا سامعہ کیا جائے گا، اور اس کے جسم کے جس حصے پر بھی کسی تیز دھار والے آلے سے زخم لگا سکے لگا دے یہی کافی ہو جائے گا اور اس کا کھانا حلال ہوگا، لیکن اگر یہ پتہ چل جائے کہ وہ جانور زخمی ہوئے بغیر مر گیا ہے تو اس کا کھانا اس جانور کی طرح ناجائز ہوگا جس جانور کو جھٹکے کے ذریعے مارا گیا ہو۔

ج۔ ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اس جانور کو ذبح کیا جائے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

«فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ عَلَيْكُمْ اللَّهُ عَلَيْهِ إِن كُنْتُمْ يَٰأَيُّهَا الْمُؤْمِنِينَ» انعام - ۱۱۸

تم کھاؤ اس جانور میں سے جس پر اللہ کا نام لیا گیا ہے اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے۔

اور فرمایا:

«وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اللَّهُ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ» انعام - ۱۲۱

اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام نہیں لیا گیا اور یہ کھانا گناہ ہے۔

اور امام بخاری وغیرہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«مَا أَنْهَرَ الدَّمُ وَذَكَرَ اسمَ اللَّهِ» جو چیز خون بہا دے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے تو اسے کھاؤ۔

اور اگر ذبح کرنے والا اللہ کا نام لینا بھول جائے تو ایسا جانور حلال ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کی بھول چوک و خطا کو معاف کر دیا ہے۔

اللہ کا نام لینے میں حکمت یہ ہے کہ یہ واضح ہو جائے کہ ذبح کرنے والا اس جانور کو اس لیے ذبح نہیں کر رہا ہے کہ وہ ان مخلوقات پر تسلط رکھتا ہے بلکہ وہ یہ کام اللہ جل شانہ کی اجازت سے کر رہا ہے، اسی کا نام لے کر ذبح کر رہا ہے، اور اسی کا نام لے کر شکار کر رہا ہے، اور اسی کا نام لے کر کھا رہا ہے۔

۵۔ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب (یہودی یا نصرانی) میں سے ہو۔

لیکن اگر ذبح کرنے والا ملحد و بد دین یا پارسی یا بت پرست ہے یا کسی باطنی عقیدے سے تعلق رکھتا ہے مثلاً وہ لوگ جو حضرت علی کو خدا مانتے ہیں، یا وہ لوگ جو فاطمی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں اور عالم بامر اللہ الفاطمی کو خدا مانتے ہیں، یا وہ لوگ جو آغا خان کی خدائی کے قائل ہیں، ایسے لوگوں کا ذبح کیا ہوا جانور چاروں اماموں اور ان سب حضرات کے یہاں حرام ہے جن کی فقہ و مذاہب پر لوگ عمل پیرا ہیں۔

ذبح کرنے والے کا مسلمان ہونا اس لیے شرط ہے کہ مسلمان اس دین برحق کا پیروکار ہے جسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم لے کر تشریف لائے ہیں۔

باقی اہل کتاب کے ذبیحہ کے حلال ہونے کی وجہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا یہ فرمان مبارک ہے:

﴿الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الْغَنَائِمُ وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا
الْكِتَابَ حَلَلٌ لَكُمْ وَطَعَامُكُمْ حَلَلٌ لَهُمْ﴾ ماۓ۔ ۵

آج حلال ہوئی تم پر سب ستھری چیزیں اور اہل کتاب کا کھانا
تم پر حلال اور تمہارا کھانا ان کو حلال ہے۔

دین اسلام نے ملاحدہ و بت پرستوں و باطنی فرقوں کے ساتھ نہایت سخت برتاؤ اختیار کیا ہے اور اہل کتاب کے ساتھ نرم برتاؤ، اس لیے کہ اہل کتاب مومنوں اور مسلمانوں سے زیادہ قریب ہیں اس لیے کہ وہ وحی، نبوت اور فی الجملہ دین کے اصولوں کا اعتراف کرتے ہیں، اور اسلام نے ان سے نکاح کا تعلق قائم کرنے اور ان کے مذہب و جانور کو حلال قرار دیا ہے، اس لیے کہ اگر وہ مسلمانوں کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا اختیار کر لیں اور صحیح معنی میں اسلام کو پہچان لیں تو وہ یہ یقین کر لیں گے کہ دین حق اسلام ہی ہے اور بھروسہ و خوشی و رضامندی اسلام کو قبول کر لیں گے۔

لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اہل کتاب میں سے کسی نے ذبح کرتے وقت غیر اللہ حضرت عیسیٰ یا حضرت عزیر علیہما السلام کا نام لیا ہے تو پھر اس کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہو جائے گا اس لیے کہ وہ جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔

مذکورہ جانوروں کے سلسلہ میں جو شروط ذکر کی گئی ہیں ان سے معلوم ہوا کہ:

وہ جانور حرام ہے جسے بجلی کے جھٹکے وغیرہ کے ذریعہ سے ذبح کیا گیا ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں وہ جانور دم

گھٹ کر مرا ہے، اس کو کسی دھار دار آلے کے ذریعے سے گلا کاٹ کر ذبح نہیں کیا گیا ہے۔

﴿ممدوبے دین اور پارسی دبت پرستوں اور باطنی فرقوں کا مذبحہ جانور حرام ہے، اس لیے کہ انہیں غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہے۔﴾

﴿ڈبوں میں پیک برآمد شدہ وہ گوشت حرام ہے جو ایسے ممد مالک سے درآمد کیا گیا ہو جو اللہ اور آسمانی مذاہب وادیان کے منکر ہیں۔﴾

﴿اسی طرح ان ڈبوں کا گوشت کھانا بھی حرام ہے جن کے بارے میں یہ بات یقینی طور سے ثابت ہو جائے کہ اس میں جس جانور کا گوشت ہے اس کو غیر اسلامی طریقے سے ذبح کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ اس کو گلا گھونٹ کر یا بجلی کے جھٹکے سے مارا گیا ہو۔﴾

﴿اسی طرح ایسے بیرونی گھی بھی حرام ہیں جن کے بارے میں یہ یقین سے ثابت شدہ ہو کہ اس میں موجود گھی میں سور کی چربی یا دودھ شامل ہے۔﴾

لیکن ڈبوں میں درآمد شدہ مچھلی کا کھانا سب کے نزدیک جائز ہے اس لیے کہ احادیث کی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا درج ذیل فرمان موجود ہے جو آپ نے اس وقت جاری فرمایا تھا جب آپ سے سمندر کے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«(هو الطهور ماؤه الحل ميتته)»۔ اس کا پانی پاک اور اس کا مرنے والا جانور حلال ہے۔

اور بخاری و مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی ایک جماعت کو اللہ کے راستے میں جنگ کرنے کے لیے بھیجا، انہیں سمندر کے پاس ایک بڑی سی مچھلی ملی جو پانی سے باہر آنے کی وجہ سے مر گئی تھی، انہوں نے اس کا گوشت بیس سے زیادہ دن تک کھایا، پھر مدینہ منورہ آئے تو رسول اکرم صلیہ الصلوٰۃ والسلام سے اس کا تذکرہ کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«كلوا رزقا أخرجه الله لكم، أطمعونا إن

کھاؤ رزق اللہ نے تمہارے لیے رزق بھیجا ہے اور اگر تمہارے

پاس موجود ہو تو ہمیں بھی کھلا دو۔

کان معکم»۔

چنانچہ بعض حضرات اس کا بچا ہوا کچھ گوشت لے آئے تو آپ نے اسے نوش فرمایا۔

۴۔ شراب اور دوسری منشیات و مخدرات کا استعمال :

شراب و منشیات کا استعمال متفقہ طور سے حرام ہے، اور ہم اس سے قبل اس کتاب "اسلام اور تربیت اولاد کی قسم ثانی کی جسمانی تربیت کی ذمہ داری" کی فصل کے تحت تفصیل سے ان تمام نقصانات و مضرات کو ذکر کر چکے ہیں جو

شراب نوشی و منشیات کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں، اور اسی طرح ہم ان کے استعمال کے بارے میں اسلام کا فیصلہ بھی منفصل ذکر کر چکے ہیں، اور ساتھ میں وہ کامیاب و مفید علاج بھی ذکر کر چکے ہیں جو اسلام نے ان کی بیخ کنی اور خاتمے کے لیے مقرر کیا ہے۔ اس لیے اسے مرنے محترم آپ اس فصل کو ملاحظہ فرمایا لیجیے تاکہ آپ کے ذہن میں ان دو مہلک حرام چیزوں کے نقصانات اور ان کے بارے میں دین اسلام کا فیصلہ اور مسلم معاشرے اور آزاد و بے لگام فاسد معاشرے سے ان کی بیخ کنی کا طریقہ بھی آپ کے سامنے آجائے۔

لیکن وہ شراب جو انگور اور کھجور کے علاوہ اور دوسری چیزوں سے بنائی جاتی ہے کیا اس کا پینا درست ہے اس پر کلام کرنا باقی ہے؟

امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس شراب کے بارے میں پوچھا گیا جو شہید اور مکی یا نجو سے بنائی جاتی ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم (جن کو جامع کلمات عطا کیے گئے تھے) نے ارشاد فرمایا:

«کل مسکر خمر، وکل خمر» ہر نشہ آور چیز شراب (کے حکم میں) ہے۔ اور ہر شراب حرام۔»

لہذا اس حدیث کے اعتبار سے:

ہر وہ مشروب جو پھلوں یا جو یا کسی بھی اور چیز سے بنایا جائے اور وہ نشہ آور ہو اور عقل کو مدہوش کر دے تو وہ شراب کے حکم میں داخل ہوگا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منبر پر حضرت عمرؓ نے یہ اعلان فرمایا تھا کہ شراب وہ ہے جو عقل پر پردہ ڈال دے (ملاحظہ ہو بخاری و مسلم)۔

اور جو چیز نشہ آور ہے تو وہ خواہ تھوڑی ہو یا زیادہ سب کی سب حرام ہے اس لیے کہ امام احمد، ابو داؤد اور ترمذی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«ما أسکر کثیرہ فقلیلہ» جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ پیدا کرے تو اس کی کم مقدار بھی حرام ہے۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی تھوڑی یا زیادہ مقدار کے حرام کرنے پر ہی اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ نے اس کے بیچنے خریدنے اور اس کی تجارت کرنے سے بھی منع فرمادیا خواہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ ہی کیوں نہ ہو، لہذا کسی مسلمان کے لیے یہ قطعاً جائز نہیں ہے کہ وہ شراب امپورٹ یا ایکسپورٹ کرے، یا بنائے یا ادھر سے ادھر منتقل کرے اور لائے لیجائے، اسی لیے حدیث میں آتا ہے:

«لعن اللہ الخمر وشاربھا و ساقیھا» اللہ کی لعنت ہو شراب پر اور اس کے پینے والے اور پلانے والے اور بیچنے والے اور خریدنے والے اور کوٹنے والے

والمحمول إليه وأكل ثمنها».

والے اور اٹھا کر لے جانے والے اور جس کے پاس اٹھا کر

البدواؤد و ترمذی

لے جانی جائے اور اس کے پیسے و قیمت کے کھانے والے پر۔

اور اسلام نے سد باب کا جو طریقہ اختیار کیا ہے اس کے تحت مسلمان کے لیے یہ بھی حرام ہے کہ وہ شراب بنانے والے کے ہاتھ انگوٹھ فروخت کرے چنانچہ طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

«من حبس العنب أيام القطف حتى

جس شخص نے انگوٹھ توڑنے کے دنوں میں انگوٹھ اس لیے

يبيعه من يهودى أو نصرانى أو من

روى کر رکھے تاکہ کسی یہودی یا عیسائی یا ایسے شخص کے ہاتھ

يتخذ ههنا فقد قتحم النار على بصيرة».

بیچے جو اس سے شراب بنائے تو وہ ملی ہمیر آگ میں داخل ہو گیا۔

اسی طرح سے اسلام نے مسلمان کو شراب کی مغفولوں کے بائیکاٹ اور شراب نوشی کی صحبت سے بچنے کا حکم دیا ہے چنانچہ امام احمد و ترمذی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتا ہو اس کو چاہیے کہ ایسے دسترخوان پر نہ بیٹھے جہاں شراب کا دوسرپل رہا ہو۔

اور خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ وہ شراب نوشی کو کوڑے مارا کرتے تھے اور ان لوگوں کو بھی جو ان کی شراب نوشی کی مجلس میں حاضر ہوں خواہ انہوں نے ان کے ساتھ شراب نوشی نہ بھی کی ہو، لکھا ہے کہ ان کے سامنے ایسے لوگوں کو پکڑ کر لایا گیا جنہوں نے شراب پی تھی، تو انہوں نے ان کے کوڑے لگانے کا حکم دیا، ان سے کہا گیا کہ ان میں ایک صاحب ایسے بھی ہیں جو روزے دار ہیں، تو انہوں نے فرمایا: اسی سے کوڑے لگانے کی ابتداء کرو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا درجہ ذیل فرمان مبارک نہیں سنا ہے:

«وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتَابِ أَنْ إِذَا سَمِعْتُمْ

اور تم پر قرآن میں حکم آتا رہے کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر

آيَاتِ اللَّهِ يُكْفَرُ بِهَا وَ يَسْتَهْزَأُ بِهَا فَلَا

انکار ہوتے اور نہ ہی ہوتے تو ان کے ساتھ نہ بیٹھو نہ

تَقْعُدُوا مَعَهُمْ حَتَّىٰ يَخُوضُوا فِي حَدِيثٍ

تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں نہیں تو تم بھی انہی

غَيْرِهِ ۚ (آل عمران ۱۰۱) النساء - ۱۳۰

بیٹھے ہو گئے۔

اور اس سے قبل اس کتاب اسلام اور تربیت اولاد کی قسم ثانی کی منشیات و مخدرات کی بحث کے سلسلہ میں ہم یہ ذکر کر چکے ہیں کہ شراب کا دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی جائز نہیں ہے، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو یہی جواب دیا تھا جنہوں نے آپ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے انہیں اس سے منع فرمادیا، ان صاحب نے عرض کیا کہ میں تو اسے دوا استعمال کرتا ہوں، آپ نے ارشاد فرمایا: یہ دوا نہیں ہے بلکہ یہ تو بیماری ہے (ملاحظہ ہو صحیح

مسلم و مسند احمد)۔

مندرجہ بالا حدیث اور اس جیسی دیگر اور نصوص سے ہم پہلے اس بات پر استدلال کر چکے ہیں کہ صرف شراب کا دوا کے طور پر استعمال کرنا بھی گناہ و ناجائز ہے، جو اسے استعمال کرے گا وہ بھی گناہگار ہوگا اور جو اسے استعمال کرانے کا وہ بھی گناہگار ہوگا۔

لیکن بعض دواؤں میں ان کی حفاظت وغیرہ کے لیے جو ایک مخصوص مقدار میں مکمل وغیرہ ملائی جاتی ہے تو اس کا استعمال مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ جائز ہے :

۱۔ اگر اس دوا کو استعمال نہ کیا جائے تو اس کی وجہ سے صحت پر واقعی خطرناک صورت حال پیش آنے کا ڈر ہو۔

۲۔ اس کے علاوہ کوئی اور سلال و جائز دوا موجود نہ ہو۔

۳۔ اس دوا کو کوئی ماہر تجربہ کار دیندار مسلمان معالج تجویز کرے۔

اور اس آسانی و سہولت پیدا کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی احکامات آسانی و سہولت اور مشقت کے دور کرنے اور فائدہ و نفع پہنچانے پر مبنی ہیں جس کی بنیاد اللہ تعالیٰ کا درج ذیل فرمان مبارک ہے :

﴿قَمِينَ اضْطَرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا رِشْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ (البقرہ - ۱۷۳)

پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرائی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں۔

ب۔ لباس پوشاک اور زیب و زینت اور شکل و صورت میں حرام اشیاء

اسلام کے آسان بنیادی اصولوں میں سے یہی ہے کہ اس نے مسلمان کے لیے یہ بات مباح رکھی ہے کہ وہ شکل و صورت اور وضع قطع کے لحاظ سے لوگوں کے سامنے مناسب ہیئت اور شکل و صورت میں پیش ہو، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے لباس و پوشاک اور زیب و زینت کی تمام وہ اشیاء پیدا کی ہیں جس سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے ارشاد ربانی ہے :

﴿يَلْبَسْنِي اِذْ مَرَقَدْنَا عَلَيْنَا لِبَاسًا يُؤَارِنِي سَوَّانَا وَرَيْشًا﴾ (الاعراف - ۲۶)

اے آدم کی اولاد ہم نے تم پر پوشاک آماری جو ڈھانکے تمہاری شرماں اور آمارے آرائش کے کپڑے۔

نیز ارشاد باری ہے :

﴿يَلْبَسْنِي اِذْ مَرَقَدْنَا وَزَيْنَّاكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ﴾ (الاعراف)

اے آدم کی اولاد اے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔

لیکن یہ بھی یاد رہے کہ ان مباح زیب و زینت کی اشیاء کے استعمال میں درمیان رومی و اعتدال کے دامن کو نہیں چھوڑنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان مبارک پُر عمل ہو :

وَالَّذِينَ اِذَا اَنْفَقُوا لَمْ يُسْرِفُوا وَلَمْ يَقْتُرُوا

اور وہ لوگ جب خرچ کرنے لگتے ہیں تو نہ فضول خرچی کرتے

وَكَانَ بَيْنَ ذَلِكَ قَوَامًا...))۔ ہیں اور زندگی کرتے ہیں اور اس کے درمیان (ان کا حرج)

اعتدال پر رہتا ہے۔

الْفَرَاقُ - ۶۷

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل ارشاد پر بھی جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے :

((كُلُوا وَاشْرَبُوا وَابْسُوا وَتَصَدَّقُوا مِنْ غَيْرِ
مُسْرَافٍ وَلَا مَخِيلَةٍ))۔
کھاؤ اور پیو اور پینو اور صدقہ کرو بغیر کسی اسراف اور
تکبر کے۔

✽ اسلام نے ظاہر اور شکل و صورت کا جو خیال رکھا ہے اس کا اندازہ اس سے ہوتا ہے کہ اسلام نے مسلمان کو نفاق اور صفائی ستھرائی کا حکم دیا ہے اس لیے کہ نفاق ہی پر اچھی زینت کی اساس اور مناسب و اچھے منظر کی بنیاد ہے :

✽ ابنِ جہان رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : نفاق اختیار کرو اس لیے کہ اسلام صاف ستھرا (دین) ہے۔

✽ اور طبرانی روایت کرتے ہیں کہ : نفاق ایمان کی طرف دعوت دیتی ہے اور ایمان اپنے ساتھی کے ساتھ جنت میں ہوگا۔

✽ اور ابو داؤد وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جو سفر سے واپس آ رہے تھے صفائی و نفاق کا خیال رکھنے اور شکل و صورت اچھی بنانے کا درج ذیل الفاظ میں حکم دیا :

تم لوگ اپنے بھائیوں کے پاس جانے والے ہو لہذا
کجاووں کو درست کر لو اور اپنے لباس ٹھیک کر لو تاکہ
تم لوگوں میں ایسے بن جاؤ جیسے تم اس لیے کہ اللہ تعالیٰ
فحش اور بے حیائی کو پسند نہیں کرتا۔

((إِنَّكُمْ تَأْتُونَ عَلَى أَهْوَانِكُمْ
وَأَصْلَحُوا رِحَالَكُمْ وَأَصْلَحُوا لِبَاسَكُمْ
حَتَّى تَكُونُوا كَأَنْكُمْ شَامَةٌ فِي النَّاسِ فَإِنَّ اللَّهَ
لَا يَحِبُّ الْفَحْشَ وَلَا الْفَحْشَ))۔

✽ دین اسلام نے منظر اور شکل و صورت کا جو خیال رکھا ہے اس کی علامت یہ بھی ہے کہ اس نے اجتماع کے مقامات اور جمعہ و عیدین وغیرہ میں نفاق و آراستگی پر ابھارا اور آمادہ کیا ہے :

✽ امام نسائی روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے معمولی سے کپڑے پہن رکھے تھے ، آپ نے ان سے دریافت فرمایا کہ کیا تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے ؟ انہوں نے عرض کیا : جی ہاں ! آپ نے پوچھا : کس قسم کا مال ہے ؟ انہوں نے عرض کیا : اللہ تعالیٰ نے مجھے ہر قسم کا مال عطا فرما رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ : پھر جب اللہ تعالیٰ نے تمہیں مال دے رکھا ہے تو اللہ تعالیٰ جل شانہ کی نعمتوں اور اعزاز کے اثرات تم پر ظاہر ہونا چاہئیں۔

✽ اور ابو داؤد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ نے وسعت و فراخی دی ہے تو وہ (روزمرہ) کام کاج کے کپڑوں کے علاوہ اگر ایک جوڑا جمعہ کے لیے بنائے تو اس کا کیا نقصان ہو جائے گا۔

✽ اسلام نے شکل و صورت اور ظاہر کا جو خیال رکھا ہے اس کی ایک علامت یہ بھی ہے کہ اسلام سر اور ڈاڑھی کے بالوں کی اصلاح کا حکم دیتا ہے چنانچہ امام مالک اپنی کتاب ”موطا“ میں روایت نقل کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ ان کے سر اور ڈاڑھی کے بال پرآگندہ تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف اشارہ فرمایا: گویا آپ انہیں بالوں کے درست کرنے کا حکم دے رہے ہوں (انہوں نے ایسا ہی کیا یعنی بال درست کر لیے) پھر دوبارہ حاضر ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کیا یہ اب اس سے بہتر نہیں ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص اس طرح پرآگندہ سر آئے گویا کہ وہ شیطان ہے۔

اسلام نے یہ تمام چیزیں نہ صرف مباح و جائز قرار دی ہیں بلکہ ان کو اختیار کرنے کا انسان سے مطالبہ کیا ہے اور جس شخص نے ان کو اپنے اوپر حرام قرار دیا اس پر سخت نکیر کی ہے اور اس سے منع کیا ہے اللہ جل شانہ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ
وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ ۖ﴾

آپ کہہ دیجیے کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور کھانے کی سٹھری

چیزیں۔

۱ اعراف - ۳۲

البتہ دین اسلام نے مسلمان پر زیب و زینت، لباس اور ظاہری شکل و صورت کی بعض انواع و اقسام کی بعض اہم حکمتوں کی وجہ سے ممانعت کر کے ان کو حرام قرار دیا ہے، اور یحییٰ آپ کے سامنے ان حرام چیزوں میں سے اہم اہم ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ مردوں پر سونا و زینم کا حرام قرار دینا:

اس لیے کہ امام احمد، ابو داؤد، نسائی و ابن ماجہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زینم کا ایک ٹکڑا اپنے دائیں ہاتھ میں تھاما اور سونے کو بائیں ہاتھ میں پھر ارشاد فرمایا: یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں، اور ابن ماجہ میں یہ الفاظ بھی زائد ہیں کہ: ان کی عورتوں کے

یہ سلال ہیں

اور امام مسلم رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اسے اتار کر پھینک دیا اور فرمایا: تم میں سے ایک شخص آگ کا انگارہ لے کر اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے؛ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وہاں سے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے ان صاحب سے یہ کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھا لو اسے کسی کام میں لے لینا، انہوں نے فرمایا: بخدا یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔ جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے پھینک دیا ہے تو اب میں اسے قطعاً نہیں لے سکتا۔

اور امام بخاری حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں چاندی کے برتن میں پینے اور کھانے اور ریشم و ریشمی کپڑے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمادیا ہے، اور امام مسلم رحمہ اللہ حضرت علی اللہ کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمادیا ہے۔

اور جو ریشم حرام ہے اس سے مراد وہ اصلی خالص ریشم ہے جو ریشم کے کپڑے کا بنایا ہوا ہو، لیکن مصنوعی ریشم کا پہننا یا اس کا استعمال کرنا حرام نہیں ہے۔

اور اسی طرح وہ کپڑا بھی استعمال کرنا حرام نہیں ہے جو ریشم و غیر ریشم ملا کر بنایا گیا ہو، اور دونوں کا وزن برابر ہو، اسی طرح اگر ریشم سے پھول بوٹے بنائے گئے ہوں یا ریشمی دھاگے سے سیاگیا ہو یا پیوند لگایا گیا ہو یا اسے کسی کپڑے کے اندر بھردیا گیا ہو تو جب تک وہ اس کپڑے کے برابر وزن کا نہ ہو جائے تو اس کا استعمال جائز ہے۔ اس لیے کہ ابو داؤد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کپڑے سے منع فرمایا ہے جو خالص ریشم سے بنا ہوا ہو، لیکن اگر کسی کپڑے میں ریشم کے پھول بوٹے ہوں یا صرف تانا ریشم ہو تو اس کے استعمال میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خالص ریشم کا استعمال ضرورت کے موقع پر جائز ہے مثلاً خارش وغیرہ کے دور کرنے یا ہلاک کرنے والی سردی یا گرمی سے بچنے کے لیے، یا اگر اس کے علاوہ اور کوئی سائر کپڑا نہ ہو تو اس سے شرمگاہ چھپانا اس لیے کہ امام بخاری حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور حضرت عبدالرحمن کو خارش کی وجہ سے ریشم پہننے کی اجازت دی تھی۔

باقی سونا اور ریشم صرف مردوں کے لیے حرام ہے لیکن عورتوں کے لیے سونے اور ریشم کا استعمال و پہننا جائز ہے

۱۔ بعض فقہاء نے خالص ریشم کے استعمال کی حرمت سے قرآن کریم کے جزدان اور تسبیح کے دھاگے اور بیت اللہ کے غلاف کو مستثنیٰ کیا ہے۔

جیسا کہ ابھی کچھ پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث میں کوزا ہے

لیکن مردوں کے لیے چاندی کی انگوٹھی پہننا جائز ہے بشرطیکہ اسراف کی حد تک نہ پہنچے اور اچھایا ہے کراے
دائیں ہاتھ کی جھوٹی انگلی میں پہنے اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث روایت کرتے
ہیں جس میں یوں آتا ہے کہ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی تو لوگوں نے بھی چاندی کی
انگوٹھیاں بنوالیں چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر و عمر و عثمان نے وہ انگوٹھی استعمال کی، پھر حضرت
عثمان سے وہ انگوٹھی اریں نامی کنویں میں گر گئی۔

مردوں پر سونے و زینم کے حرام کرنے کی علت یہ ہے کہ مردوں کو اس زنا زین سے دور رکھا جائے جو مردوں کی شہادت
و مردانگی کے خلاف ہے، اور ساتھ ہی ساتھ اس آسودگی کے خلاف جنگ بھی ہو جائے جو آزادی و بے راہ روی کا ذریعہ بنتی ہے
اور انسان کے نفس سے تکبر و بڑائی کی جڑ بھی کاٹ دی جائے، اور ہر جگہ و ہر زمانے میں سکے کے اصلی مرکز سونے کی حفاظت
بھی ہو جائے۔

لیکن اس کی حرمت سے عورتوں کو اس لیے مستثنیٰ کیا گیا ہے تاکہ عورت کی نسوانیت کی رعایت ہو۔ اور عورت
کی فطرت میں ودلیت رکھے گئے اس کی ملکیت کے جذبے کو بڑھایا جائے۔ اور زیب و زینت سے محبت کے اس
کے فطری جذبہ پر لبیک کہی جاسکے اور ساتھ ہی جب اس کا شور ہر اسے شاندار ہیئت اور خوبصورت شکل میں دیکھے
تو اس کا اشتیاق اور بڑھ جائے۔

۲۔ عورت کے لیے مرد کے ساتھ مشابہت اختیار کرنا اور مرد کے لیے عورت کی سی شکل و صورت بنانے کا حرام ہونا:
اس لیے کہ امام بخاری اور اصحاب سنن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی ہے جو عورتوں سے مشابہت اختیار کرتے ہیں اور ایسی عورتوں پر جو مردوں سے
مشابہت اختیار کرتی ہیں۔ اور بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے مردوں پر لعنت بھیجی
ہے جو نسوانیت اختیار کرتے ہیں، اور ایسی عورتوں پر جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں۔

اور امام احمد و طبرانی ذیل کے ایک صاحب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے دیکھا کہ حضرت
عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کا مکان حرم سے باہر کے علاقے میں ہے اور ان کی مسجد حدود حرم میں ہے، وہ فرماتے
ہیں کہ ایک مرتبہ میں ان کے پاس تھا کہ انہوں نے ام سعید بنت ابی جہل کو کمان لٹکائے مردوں کی سی پال چلتے ہوئے
دیکھا، تو حضرت عبداللہ نے فرمایا کہ: یہ کون عورت ہے؟ میں نے عرض کیا: یہ ام سعید بنت ابی جہل ہے، انہوں نے
فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے آپ نے ارشاد فرمایا:

لے فقہاء حنفیہ اس کے قائل ہیں کہ انگوٹھی کا وزن ایک درہم (جو سوا تین گرام کے برابر ہے) سے نائد نہ ہو۔

«لیس منا من تشبه بالرجال» وہ عورتیں ہم میں سے نہیں جو مردوں کے ساتھ مشابہت
من النساء ولا من تشبه بالنساء اختیار کریں اور نہ وہ مرد جو عورتوں کے ساتھ مشابہت
من الرجال» اختیار کریں۔

ہمارے نوجوان مردوں اور عورتوں میں ایک دوسرے سے مشابہت اور اندھی تقلید کا مرض بہت عام
ہو گیا ہے اس لیے تربیت کرنے والے حضرات کو چاہیے کہ اس مرض کا بہت عمدہ اسلوب سے علاج کریں۔

۳۔ ریاکاری، دکھاوے اور تکبر کے لیے کپڑے پہننے کی حرمت

اس لیے کہ امام احمد، ابو داؤد و نسائی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:
«من لبس ثوب شجرة ألبسه الله» جو شخص ریاکاری کے لیے لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ قیامت
ثوب مذلة يوم القيامة» کے روز اس کو ذلت و رسوائی کا لباس پہنائیں گے۔

ریاکاری و دکھاوے کے کپڑوں سے مراد یہ ہے کہ انسان قیمتی اور شاندار لباس بٹائی کے اظہار اور فخر و مباہات کے
لیے پہنے، اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں ہے کہ یہ دکھاوا اور فخر و مباہات تکبر و اکرٹ پیدا کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ متکبر
و فخر کرنے والے کو پسند نہیں فرماتے، اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

«من جرت ثوبه خيل ولم ينظر الله إليه يوم القيامة» جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنے لباس کو گھسیٹ کر چلتا ہے
اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف نظر رحمت
نہیں فرمائیں گے۔ بخاری و مسلم

اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنے لباس پوشاک کھانے پینے اور گھر کے ساز و سامان میں اعتدال و درمیانہ روی کی
حد سے آگے نہ بڑھے تاکہ اس پر کبر و بڑائی کا تسلط اور اترانے کے جذبے کا غلبہ نہ ہو۔

ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ میں کس قسم کے کپڑے پہنوں؟ انہوں نے فرمایا: جن کی
وجہ سے بے وقوف قسم کے لوگ تمہاری تذلیل نہ کریں اور حکماء و سمجھدار برا نہ سمجھیں یعنی ایسے کپڑے نہ ہوں جو حد اعتدال سے
زیادہ ہوں۔

۴۔ اللہ کی خلقت کو بدلنے کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:
«لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم الواشمة والمستوشمة، والواشرة والمستوشرة» رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گودنے والی اور گودنے
والی اور دانوں کو باریک کرنے والی اور دانوں کو باریک
کرنے والی پر لعنت بھیجی ہے۔

گودھنے میں چہرے اور ہاتھوں کو نیلے رنگ اور قبیح نقش و نگار سے لگا کر رکھ دیا جاتا ہے۔ اور دانتوں کا تیز اور چھوٹا کرنا اور اسی طرح اور وہ آپریشن وغیرہ جو آج کل خوبصورتی کے لیے کیے جاتے ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کرنے والوں پر لعنت بھیجی ہے۔ اس لیے کہ اس میں انسان کو عذاب دینا اور اللہ کی خلقت میں تغیر و تبدیلی ہوتی ہے۔ اور اللہ کے فیصلہ و تقدیر پر عدم رضا مندی کا اظہار ہوتا ہے، اور قرآن کریم نے اس تغیر و تبدیلی کو شیطانی اثر قرار دیا ہے جس کے ذریعے وہ اپنے پیروکاروں کو گمراہ کرتا ہے :

«وَلَا مَسَّ لَهُمْ فَلْيَخْشَ خَلْقَ اللَّهِ» النساء: ۱۱۹ اور ان کو سکھلاؤں گا کہ بدیں اللہ کی بنائی ہوئی صورتیں۔

خوبصورتی کے لیے جو عمل جراحی کیے جاتے ہیں ان سے وہ آپریشن وغیرہ مستثنیٰ ہیں جو اس لیے کیے جاتے ہیں جن سے انسان کو حسی یا نفسیاتی درد و اہم سے بچایا جاسکے مثلاً زائد انگلی یا غدد وغیرہ، یا جن کے کاٹنے کا شریعت نے حکم دیا ہے مثلاً بالوں کا کاٹنا، ناخن تراشنا، زیر ناف کے بال کاٹنا، تاکہ لوگوں سے مشقت دور ہو اور صفائی مستحسانی حاصل ہو اور شکل و صورت بھی اچھی رہے۔

۵۔ دائری موڈنے کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : مونچھیں کاٹو اور دائری بڑھاؤ اور آنکھیں پرستوں کی مخالفت کرو۔ اور ابن اسحاق وابن جریر حضرت یزید بن حبیب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دو موسیٰ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے انہوں نے اپنی دائریاں منڈائی ہوئی اور مونچھیں بڑھائی ہوئی تھیں، تو آپ نے ان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنا بھی پسند نہ کیا اور ان سے فرمایا : برا ہو تمہارے لیے تمہیں اس بات کا کس نے حکم دیا ہے : انہوں نے کہا کہ اس کا حکم ہمارے رب (یعنی کسی) نے دیا ہے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«لكن ربي بأعفاء لحيتي» لیکن میرے رب نے تو مجھے میری دائری بڑھانے اور مونچھیں کاٹنے کا حکم دیا ہے۔

اور امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

«احفوا للحي وجزوا الشوارب ولا تشبهوا باليهود والنصارى» دائری بڑھاؤ اور مونچھیں منڈاؤ اور یہود اور نصاریٰ کے ساتھ مشابہت اختیار مت کرو۔

اور امام مسلم، احمد اور اصحاب سنن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

«عشر من الفطرة: قص الشارب» دس چیزیں انبیاء علیہم السلام کی سنت ہیں، مونچھوں کا

وإعفاء اللحية، والسواك، واستنشاق الماء،
والمضمضة، وقص الأظفار، وغسل البرم،
ونتف الإبط، وحلق العانة،
واستعاض الماء^۱۔

کاٹنا، داڑھی کا بڑھانا، اور سواک، اور ناک میں پانی ڈالنا اور
کھینچنا، اور ناخن کاٹنا، اور انگلیوں کے جوڑوں کو دھونا، اور
بٹل کے بال اکھیرنا، اور زیر ناف کے بال کاٹنا، اور پانی
سے استنجا۔

داڑھی کے بارے میں چاروں اماموں کی آراء:

چاروں مذاہب اس پر متفق ہیں کہ داڑھی کا بڑھانا واجب اور اس کا مونڈنا حرام ہے۔
۱۔ حضرات حنفیہ کا مذہب: ”سرد کے لیے داڑھی منڈانا حرام ہے، اور ”نہایہ“ میں تصریح کی ہے کہ ایک مشت
سے زائد کا کاٹنا واجب ہے، لیکن اگر داڑھی ایک مشت سے کم ہو تو اس کا کاٹنا جیسا کہ بعض مغربی ممالک کے لوگ
یا نیم زنانہ قسم کے افراد کرتے ہیں اسے کسی نے جائز قرار نہیں دیا ہے، اور ساری داڑھی کا مونڈنا ہندوستان کے یہودیوں اور
عجمی پارسیوں کا فعل ہے۔“ ملاحظہ فرمائیے فتح القدیر۔

۲۔ حضرات مالکیہ کا مذہب: ”داڑھی کا مونڈنا اسی طرح اس کا کاٹنا اس وقت حرام ہے جب اس سے بدصورتی
پیدا ہوتی ہو لیکن اگر داڑھی بڑھ جائے اور اس کے کاٹنے سے بدصورتی نہ پیدا ہوتی ہو تو یہ خلاف ادلی یا مکروہ ہے۔“ ملاحظہ ہو
ابوالحسن کی شرح الرسالة اور عدوی کا اس کا حاشیہ۔

۳۔ حضرات شافعیہ کا مذہب: شرح العباب میں لکھا ہے: فائدہ: شیخین فرماتے ہیں کہ داڑھی کا مونڈنا مکروہ ہے
اس پر ابن الرفعہ نے یہ اعتراض کیا ہے، کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے
اور ازہری فرماتے ہیں: صحیح یہ ہے کہ بلا کسی بیماری کے اس کا سب کے سب کا مونڈ دینا حرام ہے، اسی طرح مذکورہ کتاب
پر ابن قاسم العبادی کے حاشیہ میں لکھا ہے۔

۴۔ حضرات حنابلہ کا مذہب: حنابلہ نے داڑھی کے مونڈنے کے حرام ہونے کی صراحت کی ہے، ان حضرات میں
سے بعض نے تو یہ تصریح کی ہے کہ معتمد علیہ قول یہ ہے کہ اس کا مونڈنا حرام ہے اور بعض نے حرمت کی تصریح کی ہے اور
”انصاف“ کے مؤلف کا اس سے کوئی اختلاف نقل نہیں کیا ہے۔

۱۔ انگلیوں کے جوڑوں کے دھونے سے مراد اوپر اور نیچے دونوں طرف کے جوڑ دھونا ہے اور زیر ناف کے بالوں سے وہ بال
مراد ہیں جو شرنگاہ کے ارد گرد ہوتے ہیں۔

۲۔ ملاحظہ فرمائیے استاد جلیل شیخ محمد حامد رحمہ اللہ کا رسالہ ”حکم اللحية في الإسلام“ اس میں داڑھی مونڈنے کی حرمت پر بہت
دل پریش کیے گئے ہیں۔

لہذا ان احادیثِ نبویہ اور فقہی نصوص سے یہ بات کھل کر سامنے آگئی کہ داڑھی کا مونڈنا حرام ہے، اور مصف مزاج حقیقت کا متلاشی صریح احادیث اور قوی دلائل کو دیکھ کر اس کے بڑھانے کے واجب ہونے کا ہی قائل ہوگا اور داڑھی منڈوانے والے کے بارے میں سب سے کم اور معمولی ترین بات یہ ہے کہ ایسا شخص ہیجڑ یا عورتوں سے مشابہت اختیار کرنے والا، یا اللہ کی خلقت کو تبدیل کرنے والا، یا دوسروں کی اندھی تقلید کرنے والا ہے۔ ان امور میں سے صرف ایک بات ہی مسلمان کو گناہ میں گرفتار کرنے کے لیے کافی ہے چہ جائیکہ تمام اوصاف اس پرطبق کیے جائیں۔

اللہ تعالیٰ ہمارے نوجوانوں کو سیدھا راستہ دکھائیں، اور ان کے عقیدے و اسلام کو مضبوط فرمائیں تاکہ وہ ہمیشہ مردانگی اور کمال کے لباس کو اختیار کریں۔

۶۔ سونے چاندی کے برتنوں کا حرام ہونا

اس لیے کہ امام مسلم اپنی صحیح میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ اندلیتا ہے۔

اور امام بخاری حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا، ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے چاندی کے برتنوں میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے اور ہمیں ریشم اور لٹھی کپڑے کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے اور یہ فرمایا کہ وہ دنیا میں کافروں کے لیے اور ہمارے لیے آخرت میں ہے ان احادیثِ مبارکہ سے یہ ظاہر ہو جاتا ہے کہ سونے چاندی کے برتن اور خالص ریشم کے بھونے مسلمانوں کے لیے حرام ہیں ایسا کرنے والا گناہگار ہوگا۔ اور یہ حرمت مرد و عورت دونوں کے لیے ہے۔ اور اس کی حکمت یہ ہے کہ مسلمان شخص کے گھرانے کو مذموم عیش و عشرت کے اسباب اور مخصوص بڑائی و تکبر کے مظاہر سے پاک رکھا جائے۔

۷۔ تصویروں و مورتیوں کی حرمت

اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے:

((إِنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ قِيَامَتِ كَافِرٍ سَبَّحَ عَذَابَ تَصَوُّرِ بَنَاتِهِ))

والوں کو ہوگا۔

المصورون))

• اور امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

جو لوگ یہ تصویریں بناتے ہیں ان کو قیامت کے دن عذاب
دیا جائے گا۔ اور ان سے کہا جائے گا کہ جو تم نے بنایا ہے
اس کو زندہ کر کے دکھاؤ۔

«إِنَّ الَّذِينَ يَصْنَعُونَ هَذِهِ الصُّوَرِ
يَعَذَّبُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَا لَمْ يَحْيُوا
صَنَعْتُمْ»۔

اور امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک سفر سے واپس تشریف لائے، اور میں نے گھر کی ایک الماری پر ایک ایسا پردہ ڈال رکھا تھا جس میں کچھ تصاویر بنی ہوئی تھیں، جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھا تو آپ کے چہرے کا رنگ بدل گیا، اور آپ نے فرمایا: اے عائشہ اللہ کے یہاں قیامت کے روز سب سے سخت ترین عذاب ان لوگوں کو دیا جائے گا جو اللہ کی (صفت) خلق میں مشابہت اختیار کرتے ہیں، حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ ہم نے اس پردے کو کاٹ کر اس سے ایک یا دو تکیے بنالے۔
• اور امام بخاری و مسلم حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتابا تصویر ہو۔

• اور امام مسلم و ابو داؤد و ترمذی حضرت حیان بن حصین سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: مجھ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس کام کے لیے نہ بھیجوں جس کے لیے مجھے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اور وہ یہ ہے کہ تم جس کی بھی تصویر کو دیکھو اسے مٹا ڈالو، اور جس قبر کو بلند دیکھو اسے برابر کر دو۔

یہ احادیث مجموعی حیثیت سے نہایت وضاحت کے ساتھ اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ تصاویر و مورتیاں حرام ہیں خواہ وہ مجسمے کی شکل میں ہوں یا نہ ہوں، اور خواہ وہ فوٹو گرافی کے ذریعے ہوں یا بغیر اس کے اور خواہ ان کو تحقیق و ذلیل کے طور پر بنایا گیا ہو یا اعزاز و اکرام کے لیے اس لیے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفت خلق کا مقابلہ ہے۔

اس حرمت کی تاکید و تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ امام بخاری کی روایت کے مطابق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے بعد اس وقت تک کعبہ میں داخل نہیں ہوئے جب تک اس سے تمام بت اور مورتیاں و تصاویر نکال باہر نہیں کی گئیں، اور ابو داؤد و حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب بطنی نامی مقام پر تھے تو آپ نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ وہ کعبہ جا کر وہاں موجود تمام تصاویر کو مٹا ڈالیں، اور آپ وہاں اس وقت تک تشریف نہیں لے گئے جب تک کہ تمام تصاویر مٹا نہ دی گئیں، اور امام بخاری کتاب الحج میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے تو آپ نے وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تصویر دیکھی تو آپ نے پانی منگا کر اسے مٹانا شروع کر دیا۔

ان تصاویر سے درمغول اور اس چیز کی تصویر مستثنیٰ ہے جس میں جان نہ ہو، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت سعید بن ابی الحسن سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا: ایک صاحب حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے

پاس آئے اور انہوں نے کہا: میں ایک ایسا شخص ہوں کہ جس کا معاش و روزی ہاتھ کے کام سے ہے اور میں تصاویر بنانا ہوں۔ تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا کہ میں تمہیں وہی بات بتاؤں گا جو میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہے میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے ارشاد فرمایا ہے:

«من صور صورة فإن الله معذبه حتى ينفخ فيها الروح وليس بنافع فيها أبدا»۔
 جو شخص کوئی تصویر بنائے گا تو اللہ تعالیٰ اسے اس وقت تک عذاب دے گا جب تک وہ شخص اس میں روح نہ پھونک دے اور وہ شخص اس میں کبھی بھی روح نہیں ڈال سکتا۔

یہ سن کر وہ شخص سخت گھبرا گئے تو حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے ان سے فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا ہے اگر تم تصویریں بنانا ہی چاہتے ہو تو پھر درختوں اور ایسی چیزوں کی تصاویر بناؤ جو غیر جاندار ہیں۔

تصویروں اور مجسموں سے بچوں کے کھلونے (گڑیاں) مستثنیٰ ہیں اس لیے کہ ان سے نہ تو اپنی عظمت و بڑائی کا اظہار مقصود ہوتا ہے نہ اپنی مالداری کا اظہار اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گڑیوں (یعنی وہ کھلونے جو گڑیاں کی شکل کے بنے ہوتے ہیں) سے کھیلتی تھی، اور میرے پاس میری بہیلیاں آیا کرتی تھیں تو وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خوف سے چھپ جایا کرتی تھیں، حالانکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے میرے پاس آنے سے خوش ہوا کرتے تھے، میری وہ بہیلیاں میرے ساتھ آکر کھیلنا کرتی تھیں۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن حضرت عائشہ سے پوچھا: یہ کیا ہے: انہوں نے عرض کیا یہ میری گڑیاں ہیں، آپ نے پوچھا ان کے درمیان میں جو ہے وہ کیا ہے انہوں نے کہا کہ وہ گھوڑا ہے، آپ نے دریافت فرمایا: اس کے اوپر یہ کیا بنا ہوا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یہ نہیں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ گھوڑے کے پر بھی ہوتے ہیں؟ تو حضرت عائشہ نے فرمایا: کیا آپ نے یہ نہیں سنا کہ حضرت سلیمان بن داؤد علیہما السلام کے پاس ایک گھوڑا تھا جس کے پر تھے؟ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہنس دیے یہاں تک کہ آپ کی داڑھیں ظاہر ہو گئیں۔

شوکانی لکھتے ہیں کہ ان احادیث سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ گڑیوں کی شکل کے کھلونوں سے بچوں کو کھیلنے کی اجازت ہے، البتہ امام مالک رحمہ اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے یہ ناپسند کیا اور مکروہ جانا ہے کہ کوئی شخص اپنی بیٹی کے لیے گڑیاں خریدے، اور قاضی عیاض نے کہا ہے کہ چھوٹی بچیوں کو گڑیوں سے کھیلنے کی رخصت دی گئی ہے۔

ایک بات کی طرف توجہ دلانا ضروری ہے اور وہ یہ کہ تصویر کو بے عزت بنانا اور اس کی شکل وغیرہ بگاڑ لینے

لے بشرطیکہ وہ ہم تصویر اور آج کل کی بازار میں بکنے والی گڑیوں کی طرح نہ ہوں۔

سے وہ حرام نہیں رہتی اور اس سے انتفاع درست ہو جاتا ہے، اس لیے کہ امام نسائی وابن حبان اپنی صحیح میں روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری کی اجازت چاہی، تو آپ نے نہیں اجازت دے دی انہوں نے فرمایا: میں کس طرح داخل ہو جاؤں جبکہ آپ کے گھر کے ایک پردے میں تصاویر بنی ہوئی ہیں، اس لیے اگر اس پردے کو رکھنا ہی ہے تو ان تصویروں کا سر کاٹ دیں یا اس پردے کو پھاڑ کر تکیہ یا گدانا لیں۔ رئیس کیمبرے وغیرہ کی تصاویر فوٹو گرافی تو یہ قطعی و صریح نصوص وادلہ کی وجہ سے بالکل ناجائز ہے الا یہ کہ مجبوری و ضرورت ہو جیسے کہ شناختی کارڈ پاسپورٹ یا مشکوک لوگوں اور مجرموں کی تصویر کشی، یا کسی وضاحت وغیرہ کے لیے تصویر کو وسیلہ بنایا جائے تو یہ اس عمومی قاعدہ کے تحت داخل ہے جس میں یہ آتا ہے کہ ضرورت کی وجہ سے ممنوع چیز بھی مباح ہو جاتی ہے۔

اس جانب اشارہ کرنا بھی ضروری ہے کہ بہت سے وہ گھرانے جو اسلام کے دعوے دار ہیں ان کے گھروں میں بڑی بڑی تصاویر اس دلیل کے تحت آویزاں ہوتی ہیں کہ یہ باپ، دادا یا خاندان کی یادگار ہیں۔ اور اس کو جائدار مورتوں سے مزین کر کے گھر میں ادھر ادھر رکھا جاتا ہے، اور اسی طرح ایسے قالین دیواروں پر لگائے جاتے ہیں جن پر تصویریں بنی ہوئی ہیں، یہ سب زمانہ جاہلیت کے کام ہیں بلکہ اس بت پرستی کے آثار ہیں جس کی اسلام نے بیخ کنی کی ہے۔

اس لیے والدین اور مربیوں کو چاہیے کہ وہ اپنے گھروں کو ان ناجائز و حرام چیزوں سے صاف ستھرا اور ان مہلک چیزوں سے پاک رکھیں، تاکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو اور ان لوگوں میں شامل ہوں جن کو اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت میں بیان فرمایا ہے:

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور ان کی رفاقت اچھی ہے۔

«وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالضَّالِّينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا»۔

النساء - ۶۹

ج۔ زمانہ جاہلیت کے حرام و ناجائز عقیدے

غیب کا علم اللہ کے سوا کسی کو نہیں، وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے غیب پر مطلع کرتا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وہی غیب کا جانتے والا ہے سو وہ (ایسے) غیب پر کسی کو بھی مطلع نہیں کرتا ہاں البتہ کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔

«إِلَّا مَنِ ارْتَضَىٰ مِنْ رَسُولٍ» ((الن۔ ۲۶ و ۲۷))

لہذا جو شخص حقیقی غیب کے جاننے کا دعویٰ کرتا ہے وہ اللہ اور حقیقت اور لوگوں پر جھوٹ باندھتا ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

«قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ الْغَيْبَ إِلَّا اللَّهُ وَمَا يَشْعُرُونَ أَيَّانَ يُبْعَثُونَ» ﴿۱۰۰﴾

النمل - ۶۵

آپ کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین میں جتنی (مخلوق) موجود ہے کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے اور نہ وہ یہ جانتے ہیں کہ وہ کب (دوبارہ) اٹھائے جائیں گے۔

لہذا غیب کا علم نہ فرشتوں کو ہے اور نہ جنوں اور انسانوں کو سوائے اس کے جو اللہ نے انہیں بتلایا ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت سلیمان کے جنوں کے بارے میں بتلاتے ہیں :

«أَن لَّوْكَانُوا يَعْلَمُونَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوا فِي الْعَذَابِ الْمُهِينِ» ﴿۱۰۱﴾

سبا - ۱۴

کہ اگر وہ غیب جانتے ہوتے تو اس ذلت کی معیبت میں نہ رہتے۔

اس عقیدہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل عقیدوں کو ناجائز و حرام قرار دیا ہے :

۱۔ کابھنوں (غیب جاننے کے دعویداروں) کی تصدیق کا ناجائز و حرام ہونا : اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا :

«مَنْ أَتَى عِرَافًا فَسَأَلَهُ عَنْ شَيْءٍ فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ لَمْ يَقْبَلْ لَهُ صَلَوةٌ أَرْبَعِينَ يَوْمًا»

اور بنابر سندِ حمید سے یہ الفاظ نقل کرتے ہیں :

«مَنْ أَتَى كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ بِمَا قَالَ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا أَنْزَلَ عَلَى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ»

جو شخص کسی نبوی کے پاس جا کر اس سے کسی چیز کے بارے میں دریافت کرے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس کی چالیس روز کی نماز قبول نہیں ہوتی۔

جو شخص کسی کاهن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے تو اس نے اس کے ساتھ کفر کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کیا گیا ہے۔

ان احادیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسلام نے صرف نجومیوں اور اس طرح کے دجالوں پر ہی یہ حکم نہیں لگایا بلکہ گناہ میں ان کے ساتھ ہر اس شخص کو شامل کیا ہے جو ان کے توہمات اور گمراہ کن باتوں میں ان کی تصدیق و تائید کرے۔

۲۔ تیروں سے فال نکالنے کی حرمت : اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں :

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّا جَعَلْنَا الْخَمْرَ وَالْمَيْسِرَ وَ

سے ایمان والوں یہ جو شراب اور جو ادا رب و پانے

ہیں سب شیطان کے گندے کام ہیں سوان سے بچتے

رہو تاکہ تم نجات پاؤ۔

الْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رَجَسٌ مِّنْ عَمَلِ

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۸۹﴾ المائدہ ۸۹

زمانہ جاہلیت میں عربوں کے پاس کچھ تیر ہوا کرتے تھے جن میں سے ایک پر یہ لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے، اور دوسرے پر لکھا ہوتا تھا کہ مجھے میرے رب نے منع کیا ہے، اور تیسرا سادہ ہوتا تھا اس پر کچھ لکھا نہیں ہوتا تھا، ان کی عادت یہ تھی کہ وہ جب کہیں سفر کرنا چاہتے، یا جنگ یا شادی بیاہ وغیرہ کرنا چاہتے توبت خانہ جاتے، جہاں یہ تیر رکھے ہوتے تھے، اور ان تیروں سے فال نکالا کرتے تھے، پھر اگر وہ تیر نکلتا جس میں کرنے کا حکم ہوتا تھا تو اس کام کو کر لیا کرتے تھے، اور اگر وہ تیر نکلتا جس میں منع لکھا ہوتا تو اس کام سے رک جاتے تھے، اور اگر سادہ تیر نکلتا تو پھر دوبارہ سہ بارہ تیر نکالتے جب تک کہ حکم دینے والا یا منع کرنے والا تیر نہ نکل آئے۔

ہمارے آج کل کے اسلامی معاشروں میں اس کے مشابہ لاٹری، نمبر کے ذریعے کوئی چیز نکالنا وغیرہ پائی جاتی ہیں اور یہ سب چیزیں اسی قبیل سے تعلق رکھتی ہیں اور اسلام کی نظر میں یہ سب کی سب منکر و ناپسندیدہ اور حرام ہیں۔

طبرانی سنن جید سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَنْالُ الدَّرَجَاتِ الْعُلَى

مَنْ تَكَلَّمَ أَوْ اسْتَقَم أَوْ رَجَعَ مِنْ

وَهُ خَفِضَ بَلَدَ رَجَاتٍ كَوْنِهِمْ يَنْبَغُ سَكَا بُوْجُوْیُوْنَ كَے پَس جَافَ

یَا تیروں سے فال نکالے یا بے فانی کی وجہ سے سفر سے واپس

لوٹ جائے۔

سفر تطییرا»۔

دین اسلام نے تیروں سے فال نکالنے کو حرام قرار دیا ہے اور اسے شرک بتلایا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نے لوگوں کو شرعی طریقے سے استخارہ کرنے کی تعلیم بھی دی ہے، جس کے ذریعے سے انسان کسی کام کرنے پر اقدام یا اس سے رکنے کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ اور استخارہ کی دعا اور اس کا طریقہ اس سے قبل ہم ”روحانی ارتباط و تعلق“ کی بحث میں ذکر کر چکے ہیں لہذا اسے وہیں دیکھ لیجیے۔

۳۔ سحر و جادو کی حرمت: اسی لیے کہ امام بخاری وسلم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

سات تباہ کن دہلک چیزوں سے بچو، صحابہ نے عرض کیا،

اے اللہ کے رسول وہ کیا ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا،

اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانا، اور جادو، اور اس نفس کو قتل

کرنا جسے اللہ نے حرام کیا ہے محرم حق کے ساتھ، اور سود

کھانا، اور یتیم کے مال کا کھانا، اور جنگ کے دن پیٹھ پھیر

«اجتنبوا السبع الموبقات» قالوا:

یا رسول اللہ! وما هي؟ قال:

الشرك بالله، والسحر، وقتل نفس

التحريم، الله إلا بالحق، وأكل الربوا،

وأكل مال اليتيم، والتولي يوم الزحف،

و قد ف المحصنات الغافلات المؤمنات۔۔۔ کر مہاگنا، اور سیدھی سادھی پاک دہن مومن عورتوں پر

زنائی تہمت لگانا۔

ۛ

ۛ

ۛ

اور جس طرح دین اسلام نے مسلمان پر نجومیوں اور غیب کے علم کے مدعیوں کے پاس جا کر غیب کی باتیں اور پراسرار و پوشیدہ چیزیں پوچھنے کی ممانعت کی ہے اسی طرح اسلام نے یہ بھی حرام قرار دیا ہے کہ انسان مخفی باتوں پر مطلع ہونے یا مشکلات کے حل یا لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے جادو گروں کے پاس جائے یا جادو کرے، اس لیے کہ بزار سندِ جید سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((ليس منا من تطير له، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدخالی لے یا اس کے لیے

أو تكهن أو تكهن له، أو بدخالی لے جائے، یا نجومی بنے یا اس کے لیے علم نجوم سے بات

سحر أو سحر له، بتلائی جائے، یا جادو کرے یا اس کے لیے جادو کیا جائے۔

اور ابنِ حبان اپنی صحیح میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لا يدخل الجنة، مدمن خمر ولا مؤمن جنت میں، شراب نوشی میں لگا رہنے والا، اور جادو پر

يسحر ولا قاطع رحم، یقین کرنے والا، اور قطع رحمی کرنے والا داخل نہ ہوگا۔

بعض فقہاء کرام نے جادو کو کفر یا کفر تک پہنچانے کا ذریعہ شمار کیا ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ معاشرے کو ایسے لوگوں کی گندگی سے بچانے کے لیے جادو گر کا قتل کرنا واجب ہے تاکہ امت مسلمہ کے عقیدے کو فساد و زلیغ اور گمراہی سے بچایا جائے۔

وہ لوگ جو گرہ لگا کر اس پر پھونک کر جادو کرتے ہیں تاکہ میاں بیوی میں جدائی ہو جائے اور لوگوں کو آپس میں لڑائی جھگڑے یا اختلاف میں مبتلا کر دیں، ان کی ان فتنہ سامانیوں اور ان کے شر سے ہمیں بچانے کے لیے قرآن کریم نے ان سورتوں کے پڑھنے کا حکم دیا ہے جو اس قسم کے لوگوں کے شر سے بچانے میں حفاظت کا کام دیتی ہیں۔

اسی لیے رات کو سورۃ "قل اعوذ برب الفلق" اور "قل اعوذ برب الناس" پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے تاکہ ان کا پڑھنے والا جنوں اور گروہوں پر پھونک کر جادو کرنے والوں کے شر سے بچے، چنانچہ امام بخاری و مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو اپنے بستر پر جاتے تو دونوں ہاتھوں پر سورۃ قل ہو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھ کر پھونکتے اور پھر اپنے جسم کے جس جس حصے تک ہاتھ پہنچتا اس پر ہاتھ پھیر لیتے، پہلے سر پر پھیرتے پھر پیچھے پر پھیرتے پھر پیچھے کے اگلے حصے پر، آپ اس طرح تین مرتبہ کیا کرتے تھے۔

۴۔ غیر اللہ کے نام کے تعویذ گندھوں کی حرمت: اس لیے کہ امام احمد و حاکم حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ دس آدمیوں کا ایک قافلہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ان میں سے نو کو آپ نے بیعت

کر لیا اور ایک آدمی کے بیعت کرنے سے رک گئے، لوگوں نے آپ سے اس بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اس کے بازو پر ایک تعویذ بندھا ہوا ہے، پھر اس شخص نے وہ تعویذ اتار پھینکا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے بیعت کر لیا اور فرمایا:

جس نے تعویذ لٹکایا اس نے شرک کیا۔

«من علق تمیمة فقد أشرك»۔

اور امام احمد کی روایت میں یہ الفاظ ہیں:

جس شخص نے تعویذ لٹکایا تو اللہ اس کا کام پورا نہ فرمائے، اور

«من علق تمیمة فلا أتم الله له،

جس شخص نے کوڑی یا گھونگا لٹکایا تو اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت

ومن علق ودعة فلا أودع الله

لہ»۔

نہ فرمائے۔

تعویذ سے مراد وہ تعویذ ہیں جو شرکیہ کلمات یا غیر اللہ سے استعانت یا بہم الفاظ پر مشتمل ہوں، اسی طرح وہ ٹونے گھونگے و کوڑیاں بھی جو چھوٹوں بڑوں وغیرہ کے اس عقیدے کے تحت ڈالی جاتی ہیں کہ بیماری کو شفا دیں گی یا نظربہ سے بچائیں گی یا مصیبت و شر کو دفع کریں گی۔

ہم کہتے ہی دجالوں اور عیاروں دھوکہ بازوں کے بارے میں سنتے رہتے ہیں کہ وہ سیدھے سادھے لوگوں کے لیے تعویذ گنڈے لکھتے ہیں، ان میں مختلف قسم کے نقشے و لکیریں کھینچتے ہیں، اور ان پر مختلف قسم کے منتر و کلمات پڑھتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ اس سے جنوں کے شر اور نگاہ لگنے سے حفاظت ہوگی اور یہ تکلیف دہ چیزوں اور شر وغیرہ وغیرہ سے بچائیں گے۔

لیکن اگر تعویذ میں صاف ستھری عربی عبارتیں یا اس کا ترجمہ وغیرہ لکھا جائے یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول مشہور دعائیں یا احادیث مبارکہ سے قرآن کریم کی بعض آیات یا سورتوں کے بارے میں جو ثابت ہے انہیں لکھا جائے مثلاً سورۃ قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس وغیرہ تو بعض فقہاء کے یہاں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح ایسی احادیث یا آیات اور دعاؤں کے پڑھ کر سمجھو کہنے میں بھی کوئی حرج نہیں مثلاً بیمار یا جس پر حرج آگیا ہو یا سانپ پھونے ڈس لیا ہو تو اس پر معوذتین یا سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا یا ہاتھ پر دم کر کے ہاتھ پھیرنا۔

امام نووی اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے کہ اگر تین باتوں کا خیال رکھا جائے تو دم کرنا بالاتفاق سب کے یہاں جائز ہے:

۱۔ اللہ کے کلام یا اللہ کے اسماء و صفات کے ذریعے سے ہو۔

۲۔ عربی زبان یا کسی دوسری زبان میں ہو لیکن اس کے معنی و مطلب معلوم ہو۔

۳۔ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ دم کرنا خود اپنے طور پر مؤثر نہیں ہو سکتا بلکہ اثر و فائدہ دینے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

وہ تعویذ جو ہمیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچوں وغیرہ کی حفاظت کے لیے سکھائے ہیں وہ ہیں جو امام ابوماری حضرت

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسن حسین کی حفاظت کے لیے یہ پڑھا کرتے تھے:

(اَعُوذُكَ يَا بَلَاءُ اللَّهِ التَّامَّةُ
مِنْ كُلِّ شَيْطَانٍ وَهَامَةٍ، وَمِنْ كُلِّ
عَيْنٍ لَامَةٍ)۔

میں تمہاری حفاظت کی دعا کرتا ہوں اللہ کے ان کلمات کے
دریہ بڑا کامل و مکمل ہیں ہر شیطان و موزی جانور سے اور نگاہ
نگانے والی آنکھ سے۔

۵۔ بدشگونگی کی حرمت: اس لیے کہ بزار و طبرانی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((لَيْسَ مِنْكُمْ مَنْ تَطِيرُ أَوْ تَطِيرُ لَهُ ...))۔

وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو بدشگونگی لے یا جس کے لیے
بدشگونگی لی جائے۔

اور ابو داؤد، نسائی وابن حبان اپنی صحیح میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((الْعِيَاةُ وَالطَّيْرَةُ وَالطَّرِقُ
مِنْ الْحَبِثِ))۔

رمل کی لکیریں کھینچنا اور بدشگونگی اور جادو ستر کے طور پر
لنکری پھینکنا غیر اللہ کی عبادت ہے۔

عیافۃ: نام ہے علم رمل کی لکیریں کھینچنے کا۔ اور یہ بھی جادو کی ایک قسم ہی ہے۔ جو آج بھی پائی جاتی ہے
طروق: بھی جادو کی ایک قسم ہے جس میں لنکری پھینکی جاتی ہے۔
حبث: سے مراد ہے وہ غیر اللہ جس کی عبادت کی جائے۔

زمانہ جاہلیت میں اہل عرب کو لوں اُلوں کی آوازوں اور پرندوں کے دائیں سے بائیں جانب گور جانے سے
بدشگونگی لیا کرتے تھے، اور یہ چیزیں انہیں دنیا کے بہت سے کاموں سے روک دیا کرتی تھیں، اس لیے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے انہیں اس سے روک دیا اور یہ واضح فرمادیا کہ کسی فائدہ بخش چیز کے حصول یا نقصان دہ چیز اور اس کے ضرر دور
کرنے میں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا بلکہ اثر و تاثیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے دست قدرت ہی میں ہے۔

ابن عدی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((إِذَا تَطِيرْتُمْ فَاَمْضُوا عَلَى اللَّهِ
فَتَوَكَّلُوا))۔

جب تم بدشگونگی کو تو وہ کام ضرور کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ پر
بھروسہ کیا کرو۔

اور بیہقی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ عَرَضَ لَهُ مِنْ هَذِهِ الطَّيْرِ شَيْءٌ
فَلْيَقْتُلْ : اللَّهُمَّ لَا طَيْرَ إِلَّا طَيْرُكَ وَلَا
خَيْرَ إِلَّا خَيْرُكَ))۔

جس کے دل میں اس بدشگونگی سے کوئی اثر پیدا ہو تو اسے
چاہیے کہ وہ یہ کہے: اے اللہ بدشگونگی تیرے ہی دست
قدرت میں ہے اور غیر بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے۔

اور حضرت عکرمہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک پرندہ تو بچتا ہوا اڑ گیا، تو ایک صاحب نے کہا: خیر ہے خیر، حضرت ابن عباس نے فرمایا: نہ خیر ہے نہ شر (یعنی اس کے آواز کرنے پر کوئی چیز متفرغ نہیں ہوتی ہے)۔

یہ تمام نصوص یہ واضح کرتی ہیں کہ وقت یا جگہ یا کسی حیوان سے شگون لینا، اسلام سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، اور شریعت میں بد شگون لینا حرام ہے اور فاعل علی الاطلاق اور حقیقی مؤثر اللہ تعالیٰ ہی ہے، اس لیے مسلمان کو چاہیے کہ اپنی منزل مقصود کی طرف رواں دواں رہے اور اپنے مقصد و مطلوب تک پہنچنے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھے اور بد شگون سے کسی کام کے کرنے سے نہ روکے، اور نہ کسی بد فالی کی وجہ سے کسی کام سے ہاتھ کھینچے۔



د۔ کمائی و روزگار میں حرام چیزیں

جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا تھا اس وقت زمانہ جاہلیت میں اہل عرب میں خرید و فروخت اور مالی معاملات اور تجارتی لین دین کی مختلف قسمیں رائج تھیں آپ نے ان میں سے بعض ایسی اقسام پر انہیں برقرار رکھا جو شریعت اسلامیہ کے اصول و قواعد اور ان نصوص کے خلاف نہیں تھیں جو دین اسلام میں موجود ہیں، اور بعض ایسی قسموں سے روک دیا جو افراد و جماعتوں کی مصلحت کے خلاف تھیں، جن سے بہت سی برائیاں و مفساد پیدا ہوتے تھے، اور جو برے اثرات چھوڑتی تھیں۔

روزگار و کمائی میں جو اہم اہم حرام چیزیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منقول ہیں وہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ حرام چیزوں کی فروخت: اس لیے کہ امام احمد والبوداؤد و رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«إِنَّ اللَّهَ إِذَا حَرَّمَ شَيْئًا حَرَّمَ ثَمَنَهُ»۔

اللہ تعالیٰ جب کسی چیز کو حرام قرار دے دیتے ہیں تو اس کی قیمت کو بھی حرام کر دیتے ہیں۔

لہذا شراب اور باندہ چیزوں کی مورتیاں اور سورا اور گانے بجانے کے سامان کی تمام اقسام اور صلیبوں اور لاٹری کے پرچوں وغیرہ کی خرید و فروخت اسلام کی نظر میں حرام ہے۔

ان چیزوں کے حرام کرنے میں مصلحت و حکمت یہ ہے کہ ان کو ختم کیا جائے ان کا نام نشان مٹایا جائے اور لوگوں کو ان کے لین دین سے دور رکھا جائے، اور معاشرے کو ان کے جہانی و نفسیاتی و معاشرتی و اخلاقی اور اس کے علاوہ اور

دوسرے مضر اثرات و نقصانات سے بچایا جاسکے تو کسی عقل و دانش اور بصیرت و بصارت والے پر مخفی نہیں ہیں۔

۲۔ دھوکہ والی بیع: اس لیے کہ امام مسلم اپنی صحیح میں اور امام احمد و اصحاب سنن حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیع حصّۃ اور دھوکہ والی بیع سے منع کیا ہے، اور امام احمد و طبرانی روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((لا تشتروا الصلک بالماء فیانہ
مچھلی کو پانی میں ہوتے ہوئے نہ خریدو اس لیے کہ اس میں
دھوکہ کا احتمال ہے (اس معنی پر کہ فروخت کرنے والا اسے
غسار))۔

پڑو کر خریدار کے حوالہ دکر سکے۔

عسر: کا مطلب یہ ہے کہ ایسی متعل چیزوں کی فروخت جن کے انجام کا پتہ نہ ہو کہ وہ مل سکتی ہیں یا نہیں؟ جیسے کہ مندر
یا دریا میں موجود مچھلی یا ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کی بیع، اس لیے کہ ان چیزوں کا پڑو کر خریدار کے حوالے کرنا فروخت
کرنے والے کے قبضہ میں نہیں ہوتا ہے، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ بیع کی قسم خریدار کو فروخت کرنے والے کے درمیان
لڑائی جھگڑے کا ذریعہ بنتی ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس دھوکہ دہی کی وجہ سے اقتصادی مصالح کو بھی نقصان پہنچتا ہے
اور تاجروں اور کاروبار کرنے والوں اور خریداروں میں عدم اعتماد کی فضا پیدا ہوتی ہے۔

۳۔ غبن اور قیمت بڑھانے کی بنیاد پر فروخت: اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لا ضرر ولا ضرار))۔ سند احمد و ابن ماجہ

نہ نقصان اٹھاؤ اور نہ نقصان پہنچاؤ۔

اسلام دراصل یہ چاہتا ہے کہ تجارتی معاملات میں لوگوں کو خود مختار اور آزاد چھوڑ دے تاکہ ضرورت اور حالات کے اعتبار
سے اقتصادی زندگی عمدگی سے چلتی رہے، اور کاروباری زندگی میں تجارت رواں دواں رہے، اس لیے جب ایک مرتبہ رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں دام بہت چڑھ گئے اور نرخ بڑھ گئے تو صحابہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول ہمارے لیے
بھاؤ مقرر کر دیجیے تو اس حریت و آزادی کو برقرار رکھنے کے لیے آپ نے ارشاد فرمایا:

((إن الله هو المعسر القابض الباسط)) اللہ تعالیٰ ہی بھاؤ و نرخ مقرر کرنے والا اور روکنے والا

کٹاؤں پیدا کرنے والا اور رزاق ہے اور میں یہ چاہتا

ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ سے اسی حالت میں طوں کرتا ہوں

کوئی شخص مجھ سے مال یا جان کے بارے میں کسی ظلم و زیادتی

الرازق ، وانی لا رجوان أنفق الله ولس

أحد منكم يطالبني بمظلمة في دم

ولا مال))۔

کا مطالبہ نہ کرے۔

مسند احمد و ابوداؤد و ترمذی وغیرہ

لے بیع حصّۃ کا مطلب یہ ہے کہ خریدار فروخت کرنے والے دونوں آپس میں یہ طے کر لیں کہ سانسے رکھی ہوئی چیزوں میں سے جس پر بھی ٹکری
گرے گی وہ خریدار کی ہوگی۔

لیکن اگر بازار میں فرضی عوامل کا عمل دخل ہو جائے اور ضروریات زندگی کی ذخیرہ اندوزی ہونے لگے، اور نرخ و بھاؤ کو لوگ کھلونا بنالیں، اور خاص حالات سے ناجائز فائدہ اٹھانے لگیں تو معاشرے کی ضروریات و حاجت کو مد نظر رکھتے ہوئے نرخ مقرر کرنا اور ان کا کنٹرول کرنا درست ہے تاکہ قوم کے افراد کو ذخیرہ اندوزوں اور موقعہ سے فائدہ اٹھانے والوں سے بچایا جاسکے جیسا کہ دوسرے عام اصول اور شرعی قواعد کا فیصلہ ہے مثلاً جیسے کہ یہ قاعدہ ہے کہ فساد کو دور کرنا صحت و منفعت کے حاصل کرنے پر مقدم ہے اور جیسے کہ یہ قاعدہ ہے کہ نہ نقصان دو نہ نقصان اٹھاؤ۔

فقہاء حنفیہ نے یہ طے کیا ہے کہ اگر غلہ کا کاروبار کرنے والے بازار میں اپنی حکمرانی چلاتے ہوں اور قیمت میں بہت زیادہ زیادتی کرتے ہوں، اور قاضی و حاکم بغیر کنٹرول اور نرخ مقرر کیے مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت نہ کر سکتا ہو تو ایسی صورت میں اصحاب بصیرت اور ذی رائے حضرات کے مشورے سے نرخ مقرر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ملاحظہ ہو فقہ حنفی کی کتاب ہدایۃ -

۴۔ ذخیرہ اندوزی کی بنیاد پر فروخت: اس لیے کہ امام احمد و حاکم و ابن ابی شیبہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«من احتكر الطعام أربعين ليلة فقد

برئ من الله وبرئ من الله منه»۔

اور امام مسلم رحمہ اللہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«لا يَحْتَكِرُ إِلَّا خَالِي»۔

یہاں خطا وار سے گناہگار شخص مراد ہے اس معنی میں لفظ خالی اللہ تعالیٰ کے درج ذیل فرمان میں استعمال ہوا ہے:

«إِنْ فِرْعَوْنُ وَهَامَنْ وَجُودُهُمَا كَانُوا خَاطِبِينَ»۔

بے شک فرعون اور ہامان اور ان کے تابعین (بڑے)

خطا کار تھے۔

القصص۔ ۸

اور ابن ماجہ و حاکم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«الجبالب مرزوق والمحتكر ملعون»۔

بخشخص غلہ بازار میں لاتا ہے اس کو نذوق دیا جاتا ہے اور جو

ذخیرہ اندوزی کرتا ہے وہ ملعون ہے۔

ذخیرہ اندوزی کا مطلب یہ ہے کہ تا جزیسی چیز ذخیرہ کرے جس کی لوگوں کو سخت ضرورت ہو تاکہ مناسب وقت

پر حسب منشا دام وصول کر سکے۔ اس ذخیرہ اندوزی کے ممنوع ہونے میں عمومی طور سے تمام غذائی اجناس شامل ہیں۔

ذخیرہ اندوزی کی ممانعت میں مقامی شخص کا باہر والے کے لیے فروخت کرنا بھی داخل ہے۔ اس لیے کہ امام

مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: کوئی مقامی اور شہر کا رہنے والا آدمی

کسی دیہات کے رہنے والے آدمی کے لیے خرید و فروخت نہ کرے، لوگوں کو چھوڑ دو تاکہ بعض بعض کے ذریعے رزق حاصل کر سکیں، اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ کوئی اجنبی شخص باہر سے یا کسی دیہات سے ایسا سالان لے کر آتا ہے جس کی لوگوں کو ضرورت ہو اور وہ اس دن کے بھاؤ پر بیچنا چاہتا ہو تو وہاں کا کوئی مقامی آدمی اس کے پاس آئے اور اس سے کہے تم اپنا سالان میرے پاس رکھ دو تاکہ میں اسے آرام سے منگے داموں پر فروخت کر دوں، اگر وہ دیہات کا آدمی یا باہر کا آدمی خود بیچتا تو سستا بیچتا اور شہر والوں کو فائدہ پہنچتا اور وہ خود بھی فائدہ اٹھاتا۔

۵۔ دھوکہ دہی سے فروخت کرنا: اس لیے کہ امام مسلم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک صاحب کے پاس سے گزرے جو غلہ فروخت کر رہے تھے، آپ کو غلہ اچھا معلوم ہوا، آپ نے اس ڈھیر کے اندر ہاتھ مارا تو اس میں نمی محسوس ہوئی تو آپ نے فرمایا: اے غلہ والے یہ کیا بات ہے؟ اس نے کہا: یہ بارش سے بھیگ گیا تھا، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم نے اس بھیگے ہوئے غلہ کو غلہ کے اوپری حصہ میں کیوں نہیں رکھا تاکہ لوگ اسے دیکھ لیتے؟ جس نے ہمیں (یعنی مسلمانوں کو) دھوکہ دیا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے۔

دھوکہ دینے کا مطلب یہ ہے کہ کسی چیز کو اس کی حقیقت کے خلاف اس طرح ظاہر کیا جائے جس کا علم خریدار کو نہ ہو، حاکم و بیہقی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«لَا يَحِلُّ لِأَحَدٍ أَنْ يَبِيعَ بَيْعًا
إِلَّا بَيْنَ مَا فِيهِ وَلَا يَحِلُّ
لِمَنْ يَعْلَمُ ذَلِكَ إِلَّا بَيْنَهُ»۔

کسی شخص کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی چیز فروخت کرے مگر یہ کہ اس میں جو عیب ہو وہ بیان کر دے اور جو عیب جانتا ہو اس کے لیے یہ ملامت نہیں کہ وہ عیب کو بیان نہ کرے۔

حرمیت میں اس وقت اور شدت آجاتی ہے جب اپنے دھوکہ کی تائید جھوٹی قسم کے ساتھ کرے، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تاجروں کو عمومی طور سے قسم اٹھانے اور خصوصی طور سے جھوٹی قسم کھانے سے منع کیا ہے، امام بخاری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: قسم اٹھانا سالان کو تو بخواتین ہے لیکن برکت کو ختم کر دیتا ہے، اور جو شخص باوجود یہ جانتے ہوئے کہ جس بات پر وہ قسم اٹھا رہا ہے وہ جھوٹ ہے پھر بھی قسم اٹھاتا ہے ایسے شخص کو یمن غموس کا قسم اٹھانے والا کہا جاتا ہے، اور یمن غموس گناہ کبیرہ میں سے ہے، اور اس کو غموس اس لیے کہتے ہیں کہ یہ قسم قسم اٹھانے والے کو آگ میں ڈال کر دیتی ہے اور اس کا کفارہ اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ آدمی کبھی سچی توبہ کرے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ قسم کھانے سے جو منع کیا ہے (خواہ سچی قسم ہی کیوں نہ ہو) وہ اس لیے کہ اس میں ایک توبہ بھی معاملہ اور لین دین کرنے والوں کو دھوکہ دہی کا خدشہ ہے، اور دوسرے یہ کہ اس سے اللہ تعالیٰ کے نام کی عظمت بھی دلوں سے نکل جاتی ہے۔

دھوکہ دہی کی اقسام میں سے کم تولنا اور کم ناپنا بھی ہے، اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَبَلِّغْ لِلْمُطَفِّفِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا اكْتَالُوا عَلَى النَّاسِ يَسْتَوْفُونَ ۖ وَإِذَا كَالُوهُمْ أَوْ وَزَنُوهُمْ يُخْسِرُونَ ۚ أَلَا يَظُنُّ أُولَٰئِكَ أَنَّهُمْ مَبْعُوثُونَ ۖ لِيَوْمٍ عَظِيمٍ ۚ يَوْمَ يَقُومُ النَّاسُ لَدَيْ الْعَلِيِّنَ ۖ))
 بڑی خرابی ہے (ناپ تول میں) کمی کرنے والوں کی کہ جب لوگوں سے ناپ کر لیں پورا ہی لیں اور جب انہیں ناپ کر یا تول کر دیں تو گھٹا دیں۔ کیا انہیں اس کا یقین نہیں کہ وہ زندہ اٹھائے جائیں گے ایک بڑے سخت دن میں جس دن کہ تمام لوگ پروردگار کے دروبرو کھڑے ہوں گے۔
 المطففين۔ ۶۱

تطفیف کے معنی ہیں تجارت ولین دین اور خرید و فروخت میں کم ناپنا اور کم تولنا، قرآن کریم نے ہمارے لیے اس قوم کی حالت بیان کی ہے جس نے معاملات میں زیادتی کی، اور ناپ تول میں انصاف سے بہٹ گئے۔ اور لوگوں کو چیزیں کم کر کے دیں، تو اللہ نے ان کے پاس ڈرانے اور ان کو عدل و انصاف وسیدھے راستے پر واپس لانے کے لیے اپنے نبی کو بھیجا۔ یہ لوگ حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم تھے جن کو اللہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام نے دعوت حق دی اور ڈراتے ہوئے فرمایا:

((أَذِفُوا الْكَبْلَ وَلَا تَكُونُوا مِنَ الْمُخْسِرِينَ وَزِنُوا بِالْقِسْطِاسِ الْمُسْتَقِيمِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ))۔
 تم لوگ پورا ناپا کرو اور نقصان پہنچانے والے نہ بنو اور صحیح ترازو سے تولا کرو، اور لوگوں کا نقصان ان کی چیزوں میں نہ کیا کرو۔ اور ملک میں فساد مت پھایا کرو۔
 ۶۔ چوری و ڈاکہ کے مال کا خریدنا یا بیچنا: اس لیے کہ یہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((مَنْ اشْتَرَى سَرَقَةً وَهُوَ لَيْلِمُ أَنَّهُ سَرَقَةٌ فَقَدْ اشْتَرَكَ فِي إِثْمِهَا وَعَارَهَا))۔
 جس شخص نے کوئی چوری کی چیز خریدی اور اس کو معلوم بھی ہو کہ وہ چور چوری کی ہے تو وہ خریدار بھی اس گناہ اور عار میں شریک ہو گیا۔

اس قسم کی خرید و فروخت کے حرام کرنے کا مقصد حرام کمائی کے دائرے کو تنگ کرنا اور معاشرہ کے افراد کو جسم و مجرموں کی بیخ کنی کی ذمہ داری اٹھانے میں شریک کرنا ہے۔
 ۷۔ سود اور جوئے کے راستے سے کمانا: اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَذَرُوا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبَا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۚ فَإِنْ لَمْ تَفْعَلُوا فَأْذَنُوا بِحَرْبٍ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ))
 اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ اللہ سے اور اس کے رسول

سے لڑنے کو، اور اگر تو بکرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے
اصل مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر۔

وَاِنْ ثَبِتُمْ فَلَكُمْ زُؤُسُ اَمْوَالِكُمْ لَا تَظْلِمُوْنَ
وَلَا تُظْلَمُوْنَ»۔ (البقرہ - ۲۷۸، ۲۷۹)

اور اس لیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سود کھانے والے اس کے
کھلانے والے اور اس کے نیکنے والے اور اس کے گواہوں
پر لعنت بھیجی ہے اور فرمایا کہ یہ سب گناہ میں برابر کے
شریک ہیں۔

«لَعَنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
أَكْلَ الرِّبَا وَمَوْلَاهُ وَكَاتِبَهُ وَشَاهِدَهُ
وَقَالَ: هُمْ سَوَاءٌ»۔

صحیح مسلم و مسند احمد و ترمذی

دین اسلام نے سود کو جو حرام کیا ہے یہ حرمت ہر قسم کے سودی کاروبار کو شامل ہے خواہ ادھار کا سود ہو یا زیادتی
واللہ، خواہ سود مال بڑھانے والا ہو یا مال کم کرنے والا، خواہ سود تھوڑے فائدہ والا ہو یا زیادہ فائدہ والا، سود کی یہ تمام اقسام
سودی حرمت کے اس مندرجہ ذیل فرمان الہی کے تحت داخل ہیں:

«أَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا» (البقرہ - ۲۷۵)

اللہ نے سود آری کو حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے سود کو۔

اور اسلام نے مندرجہ ذیل امور کی وجہ سے سود کو حرام قرار دیا ہے:

❖ اس لیے کہ محنت اور شمرہ و بھیل کے درمیان تقابل و توازن نہیں رہتا، اس لیے کہ سود غور قرض دینے والا نہ
جدوجہد و محنت کرتا ہے نہ کوئی کام کاج اور جو کچھ کماتا اور جس نفع کو حاصل کرتا ہے اس میں خسارے کو برداشت نہیں
کرتا ہے۔

❖ معاشرہ کا اقتصادی ڈھانچہ ڈھ جائے اس لیے کہ قرض دینے والا کام کاج سے چمکتا ہے اور سستی و راحت کا
دلدادہ ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اسے اپنے نفع و فائدہ کی لالچ ہوتی ہے۔ اور سودی گورکھ دھندے کے ذریعے قرض دار کو دہانا
و بھسانا مقصود ہوتا ہے۔

❖ معاشرہ کے اخلاق کا جنازہ نکل جاتا ہے۔ اس لیے کہ سودی تعلقات کی وجہ سے معاشرے کے افراد میں باہمی
تعاون نہیں ہوتا، جس کی وجہ سے معاشرہ خراب ہو جاتا ہے اور اس میں قربانی جانشاری ایثار و محبت کے بجائے انانیت

لے ادھار کے سود کو ربانہ السنہ اور ربالاصل کہا جاتا ہے جس سے مراد ہر وہ زیادتی ہے جو قرضدار قرض خواہ کو اصل مال سے زائد کی شکل میں دیتا
ہے اس لیے کہ وہ اسے ایک متعین مدت تک کی مہلت دے دیتا ہے

لے زیادتی والا سود جسے رب الفل کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک ہی منس کے غلے یا نقدی کا ایک دوسرے سے کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ
کرنا جیسے مثلاً ایک کلو گندم کا تبادلہ ڈیڑھ کلو گندم سے۔

اور اپنے فائدہ کو دوسروں پر ترجیح دینے کا مرض عام ہو جاتا ہے۔

✽ معاشرہ دو متنازع طبقوں میں بٹ جاتا ہے۔ ایک طبقہ ان لوگوں کا جو اپنے مال و دولت کے بل بوتے پر لوگوں پر حکومت و برطانی کرتے ہیں۔ اور دوسرا طبقہ کمزور و ناتواں غریبوں کا جن کے خون پینے کے پیسے کو بلا حق ہضم کر لیا جاتا ہے۔
✽ اسلامی معاشرے و ماحول میں باہر سے درآمد کردہ تباہ کن اتحادی نظریات بڑ پھڑنے لگتے ہیں، اس لیے کہ وہ اس تلخ حقیقت سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو حرام و ناجائز سودی معاملات کے نتیجہ میں وجود میں آتی ہے۔

ان تمام وجوہ کی وجہ سے اسلام نے سود کو حرام قرار دیا ہے اور اسے کبیرو گناہوں میں شامل کیا ہے اور اس کے لینے والے کو قیامت تک کے لیے اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا مستحق قرار دیا ہے۔

ربا و سود سے بچنے کے لیے اسلام نے کچھ راستے متعین کیے

اور بعض طریقے بتلائے ہیں، وہ درج ذیل ہیں :

۱۔ اسلام نے مضاربیت کے طور پر شرکت کی اجازت دی ہے، جس میں سرمایہ ایک شخص کا ہوتا ہے اور کام دوسرا آدمی کرتا ہے، اور آپس میں طے شدہ مقدار کے مطابق نفع ان دونوں آدمیوں کے درمیان مشترک ہوتا ہے اور نقصان سرمایہ دار کا ہوتا ہے، لیکن کام اور محنت کرنے والا اس خسارہ میں کسی حصہ کا ذمہ دار نہیں ہوتا اس لیے کہ اس نے اپنی جلد و جہد اور محنت صرف کر لی ہوتی ہے۔

۲۔ بیع سلم کی اجازت، اس میں نقد کو ادھار کے بدلے بیچا جاتا ہے، لہذا جس شخص کو پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے وہ اپنی پیداوار کو موسم و سیزن پر دینے کے وعدہ پر مناسب دام کے بدلے بیچ دیتا ہے جس کی شروط فقہ کی کتب اہل میں مذکور ہیں۔

۳۔ ادھار پر بیچنا، اس میں نقد بیچنے کی نسبت قیمت بڑھا کر بیچا جاتا ہے۔ اسلام نے لوگوں کی ضروریات کو دیکھتے ہوئے اور انہیں سودی معاملات سے بچانے کے لیے اس قسم کی خرید و فروخت کی اجازت دی ہے۔
۴۔ قرض حسنہ دینے والے اداروں کے قائم کرنے پر ابھارنا، خواہ یہ قرض افراد کے پیمانہ پر دیا جائے یا جماعات یا حکومت کے پیمانہ پر، اور اس کا مقصد یہ ہے کہ قوم کے افراد میں ایک دوسرے کا بوجھ برداشت کرنے کی عادت پیدا ہو۔

۵۔ زکوٰۃ و خیرات کے ادارے قائم کرنا، جن کا کام یہ ہو کہ محتاج قرض داروں، غریبوں، مساکین اور مسافروں کو اتنا روپیہ پیسہ دے دیا جائے جس سے ان کی حاجت پوری ہو اور باہمی امداد ہو سکے اور ان کا معیار بلند ہو۔
یہ وہ اہم ابواب ہیں جو اسلام نے معاشرے کے ہر فرد کے سامنے کھول رکھے ہیں تاکہ اس کی امداد و معاونت

ہو سکے اور اس کی انسانی کرامت و شرف کی حفاظت ہو، اور وہ اپنی ضروریات پوری کر کے اپنے مقصود کو حاصل اور اپنے مصالح کی حفاظت کر سکے، اور اس کی محنت اور جدوجہد مثمر ہو۔
رہا جو تو اس کی بحث اس کتاب میں حرام کھیل کود کی بحث میں گزر چکی ہے، اس لیے اگر اس سلسلہ میں آپ کافی و شافی بحث دیکھنا چاہیں اور اس کا کامل و مکمل علاج کرنا چاہیں تو اس بحث کو دیکھ لیجیے گا۔



۴۔ جاہلی دور کی ناجائز و حرام عادات

آج کے دور میں زمانہ جاہلیت کی بہت سی عادات اور ناپسندیدہ خصلتیں مسلمانوں میں ملتی گئی ہیں، اور ان کے نفوس اور گھروں میں جاگزین ہو گئی ہیں، بلکہ بعض لوگوں کی نظر میں تو وہ اتباع و پیروی کے لحاظ سے دین کی طرح اور اعتقاد کے لحاظ سے ایمان کی طرح ہو گئی ہیں، اور مزے کی بات یہ ہے کہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ بہت اچھا کام کر رہے ہیں۔

زمانہ جاہلیت کی چند اہم ایسی عادات و خصلتیں جو حاکم ہو چکی ہیں:

۱۔ عصبیت کی بنیاد پر مدد کرنا: جس کا مشاہدہ ہم ان معاشروں میں کرتے ہیں جو دینی لحاظ سے پیچھے ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ وہ اپنی قوم اور قربات داروں کی ہر صورت میں مدد کرتے ہیں خواہ وہ حق پر ہوں یا باطل پر۔
یہی وہ چیز ہے جس کی وضاحت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کے سامنے کی تھی جنہوں نے آپ سے عصبیت کے بارے میں دریافت کیا تھا، چنانچہ ابو داؤد و حضرت واثلہ بن الاسقع رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول عصبیت کیا ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا:

«أَنْ تَحِينَ قَوْمَكَ عَلَى الظُّلَمِ»۔
یہ کہ تم ظلم میں اپنی قوم کا ساتھ دو۔

اسی طرح آپ نے ان لوگوں سے بری الذمہ ہونے کا اعلان کیا ہے جو عصبیت میں گرفتار ہوتے ہیں فرمایا:

«لَيْسَ مَنَّا مَنْ دَعَا إِلَى عَصَبِيَّةٍ» ،
وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی طرف

بلاتے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت

ولیس مَنَّا مَنْ مَاتَ عَلَى عَصَبِيَّةٍ»۔
کی بنیاد پر جنگ کرے، اور وہ شخص ہم میں سے نہیں

ہے جو عصبیت کی بنیاد پر مرے۔
سنن ابی داؤد

جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے «انصر أخاك ظالماً أو مظلوماً» یعنی اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم کا زمانہ جاہلیت والے مفہوم کا رخ اسلام کی طرف پھیر دیا چنانچہ امام بخاری روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضور اقدس

صلی اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کے سامنے جو آپ کے ارد گرد بیٹھے تھے یہ فرمایا کہ: تم اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ لوگ یسین کردہشت زدہ ہو گئے اور تعجب میں پڑ گئے۔ اور عرض کیا اے اللہ کے رسول: اپنے مظلوم بھائی کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن اگر وہ ظالم ہو تو اس کی مدد کرنے کا کیا مطلب ہے تو آپ نے فرمایا:

((تمنعہ من الظلم فذلک نصرہ))۔ تم اس کو ظلم سے روک دو یہی اس کی مدد کرنا ہے۔

حق کے ثابت و محقق کرنے اور عدل و انصاف کو ہر صورت میں لازم پکڑنے خواہ اپنے قریبی عزیز یا محبوب ترین فرد ہی کے خلاف کیوں نہ ہو اس سلسلہ میں قرآن کریم نے کتنی عجیب و عظیم بات کہی ہے:

((يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا أَقْوَمِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ أَوِ الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبِينَ)) ۱۳۱

اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی

۲۔ حسب نسب پر فخر کرنا: جن لوگوں میں خیر و بھلائی کا کوئی وافر حصہ نہیں ہے ان سے ہم حسب و نسب پر فخر و بڑائی کا دعویٰ اکثر سنتے رہتے ہیں، لیکن آپ ہی بتلایے کہ اگر ایسے لوگ اسلامی راستہ سے ہٹ جائیں اور گمراہی و تباہی کے راستے کو اختیار کر لیں تو پھر حسب نسب کی کیا قیمت اور قدر و منزلت رہ جاتی ہے کیا اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا ہے:

((وَإِذَا نُفِخَ فِي الصُّورِ فَلَا أَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَنْسَبُ لَوْنٌ)) ۱۳۱۔ المؤمنون۔

پھر حسب مور چھوڑنا کھائے گا تو اس روز ان کے درمیان رشتے نلے رہیں گے اور نہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو نہایت سخت الفاظ میں تنبیہ کی ہے جو حسب نسب پر فخر کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں نہایت شدید لعنہ اور تیز زبان استعمال کی ہے چنانچہ ابو داؤد و ترمذی روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((لَيَنْتَهَلِينَ أَقْوَامٌ يَفْتَخِرُونَ بِآبَائِهِمُ الَّذِينَ مَاتُوا، إِنَّمَا هُمْ فُحْمٌ جَهَنَّمَ أَوْ لَيْكُونِ أَهْوَنَ عَلَى اللَّهِ مِنَ الْجَعَلِ يَدُهُ الْخَضِرَ بَأَنفِهِ.. إِنْ اللَّهُ أَذْهَبَ عَنْكُمْ عِبِيَّةَ الْجَاهِلِيَّةِ وَغَضَّهَا بِالْأَبَاءِ، إِنَّمَا هُوَ مَوْتَانِ فَأَجْرُ شَقِي، النَّاسُ بَنُو آدَمَ وَآدَمُ خَلْقٌ مِنْ تَوَابٍ)) ۱۳۱

چاہیے کہ قومیں اپنے ان آباء و اجداد پر فخر کرنے سے رک جائیں جو مر چکے ہیں، وہ جہنم کا کونڈ ہیں، وہ نہ (یہ قومیں) اللہ کی نظر میں اس چھپرہ سے زیادہ حقیر و ذلیل بن جائیں گی جو پاناگہ کو اپنی ناک سے ادھر ادھر کرتی ہے.. اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کے نخوت و غرور و آباؤ اجداد پر فخر کو دور کر دیا ہے، بات یہ ہے کہ یا تو ان تک متقی مومن ہو گا یا بد بخت و ناجبر و فاسق،

سب لوگ اولادِ آدم ہیں اور حضرت آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے۔

اور ہمیں وہ خطبہ بھی سن لینا چاہیے جو آپ نے جمعۃ الوداع میں لوگوں کے بنیادی حقوق کے سلسلہ میں دیا تھا فرمایا:

اے جو گو جیسے شک تمہارا رب ایک ہے، اور تمہارا باپ ایک ہے، سن لو کسی عربی کو کسی عجمی پر اور نہ کسی عجمی کو عربی پر، اور نہ سرخ رنگ والے کو کالے پر، اور نہ کسی کالے کو سرخ پر فضیلت حاصل ہے سوائے تقویٰ و پیرہیزگاری کے۔

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّ رَبَّكُمْ وَاحِدٌ، وَإِنَّ أَبَاكُمْ وَاحِدٌ إِلَّا فُضْلَ لِعَرَبٍ عَلَى عَجْمٍ، وَلَا لِعَجْمٍ عَلَى عَرَبٍ، وَلَا لَأَحْمَرَ عَلَى أَسْوَدَ، وَلَا لَأَسْوَدَ عَلَى أَحْمَرَ إِلَّا بِالْتَّقْوَى».

سنن بیہقی

۳۔ مرنے والوں پر فوج کرنا؛ جن عادات کی اسلام نے بیچ کنی کی ہے ان میں مُردوں پر فوج کرنا بھی شامل ہے چنانچہ غم اور حزن طلال کے اظہار میں غلو کرنا مثلاً چہرے پر تھپڑ مارنا گریبان پھاڑنا، چہرے کو فوجیہ سب زمانہ جاہلیت کی حرکات اور اس کی موروثی عادات ہیں، جو شخص ایسا کرتا یا اس طرح سے اظہار غم کرتا ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے برات و میزاری کا اظہار کیا ہے چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا؛

((ليس منامن لطم المحدث و شق الجيوب و دعاء بدعوى الجاهلية)).

لیکن بیچ و پکار کے بغیر اگر آنسو بہائے جائیں، اور بزوع فرخ کے بغیر اگر دل میں حزن و طلال ہو تو یہ بالکل جائز ہے اس لیے کہ یہ اسلامی آداب اور انسانی و بشری طبیعت کے موافق ہے، چنانچہ امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا؛ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کو کوئی تکلیف ہوگئی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص و عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم کے ہمراہ ان کی عیادت کے لیے تشریف لائے، جب آپ ان کے پاس گئے تو آپ نے انہیں اپنے گھر کے افراد کے درمیان پایا آپ نے پوچھا کیا رحلت کر گئے ہیں؟ تو انہوں نے کہا؛ جی نہیں اے اللہ کے رسول، یہ سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رونے لگے، جن دوسرے لوگوں نے آپ کو روتے دیکھا وہ بھی رونے لگے، تو آپ نے ارشاد فرمایا؛ کیا تم لوگ سنتے نہیں ہو؟ اللہ تعالیٰ آنکھوں سے آنسو بہانے، دل کے غمگین ہونے پر عذاب نہیں دیتے ہیں، بلکہ اس (زبان) کی وجہ سے عذاب دیتے ہیں یا رحم فرماتے ہیں، اور مرنے والے کو اس کے گھر بار کے لوگوں کے رونے کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔

نوحہ پر کلام کے سلسلہ میں سرج ذیل امور پر تنبیہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے:

۱۔ کسی مسلمان مرد یا عورت کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ سوگ اور حزن و طلال کے لباس یا شعار کو استعمال کرے اور نہ کپڑے والا سنگی اور زیب و زینت چھوڑ دے، یا غم کے اظہار اور حزن و طلال کے دراز کرنے کے لیے اپنی عادت

لے رونے سے مراد فوج کرنا اور غنہ آواز سے آہ دکانا ہے، اور اگر مرنے والا اس طرح سے رونے کی وصیت کرے یا اس پر راضی ہو تو اس رونے کی وجہ سے اسے عذاب دیا جائے گا۔

یا لباس اور میت سابقہ کو بدل دے، اس لیے کہ یہ کافروں سے مشابہت اور اندھی تقلید کے قبیل سے ہے۔ چنانچہ امام ترمذی حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«لَيْسَ مِنَّا مَنْ تَشَبَهَ بِغَيْرِنَا لَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ وَلَا بِالنَّصَارَى»۔
 وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے علاوہ کسی اور کی مشابہت اختیار کرے تم یہود و نصاریٰ کی مشابہت اختیار مت کرو۔

اور امام احمد و ابو داؤد حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«مَنْ تَشَبَهَ بِقَوْمٍ فَلَهُمْ مِنْهُمْ»۔
 جو شخص کسی قوم سے مشابہت اختیار کرتا ہے تو اس کا شمار اسی قوم میں ہوتا ہے۔

۲۔ دوسروں سے مشابہت اور اندھی تقلید میں میت کی نعش یا قبر پر پھولوں کی چادر چڑھانا بھی داخل ہے، اس لیے کہ یہ کام نہ صرف یہ کہ کافروں کا عمل ہے بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس میں ناحق مال کو ضائع کرنا بھی داخل ہے۔ لیکن اگر قبر پر پھولوں کی چادر کے بجائے پھولدار درخت یا کوئی پودا لگا دیا جائے اور غیروں سے اس میں کسی قسم کی مشابہت نہ ہو تو ایسا کرنا درست ہے سنت نبوی سے اس کی اباحت و تائید معلوم ہوتی ہے، چنانچہ امام مسلم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دو قبروں کے پاس سے گزرے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ: بن لو ان دونوں کو عذاب دیا جا رہا ہے، لیکن ان کو کسی بڑی چیز کی وجہ سے عذاب نہیں دیا جا رہا ہے، ان میں سے ایک آدمی تو چنل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا آدمی پیشاب (دکی چھینٹوں) سے نہیں بچا کرتا تھا، راوی کہتے ہیں کہ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھجور کی ایک سرسبز ٹہنی منگائی اور اس کے دو ٹکڑے کر کے ہر ایک کو ایک قبر میں گاڑ دیا اور دوسرا دوسری قبر میں پھر فرمایا: ممکن ہے اللہ تعالیٰ ان سے اس وقت تک کے لیے عذاب قبر میں تخفیف فرما دے جب تک یہ دونوں ٹہنیاں سوکھ نہ جائیں۔

۳۔ دوسرے سے مشابہت و اندھی تقلید میں مرنے والے کی تصویر کا نعش پر رکھنا یا اس کا تعزیت و سوگ والے گھر کے صدر مقام پر رکھنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ اس کام میں دوسروں (غیر مسلموں) کی صرف اندھی تقلید ہی نہیں ہے بلکہ اس میں حرام کار تکاب بھی ہے اس لیے کہ بلا ضرورت تصویر بنوانا اسلامی نقطہ نظر سے ناجائز و حرام ہے جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

۴۔ دوسروں سے مشابہت و اندھی تقلید میں میت کی نعش کے پاس یا تعزیت والے گھر میں غناک موسیقی و گانا بجانا بھی داخل ہے۔ اس لیے کہ اس فعل میں کافروں کے ساتھ نہایت قبیح و ناپسندیدہ مشابہت ہی نہیں ہوتی بلکہ یہ چیز

شرعیہ مطہرہ کی نظر میں ناجائز و حرام کاموں میں سے ہے جیسا کہ ان احادیث سے ثابت ہو چکا ہے جو گانے بجانے کے ساز و سامان اور اس کے سننے سنانے کے بارے میں اس سے قبل گزر چکی ہیں۔ یہ گانا بجانا خواہ خوشی کے موقع پر ہو یا غم و ہزن کے دونوں صورتوں میں ناجائز و حرام ہے۔

۵۔ تعزیت کے موقع پر۔ ناپسند و منکر کاموں میں سے سگریٹ نوشی اور دوسروں میں اس کی تقسیم بھی شامل ہے، خصوصاً قرآن کریم کی تلاوت کے موقع پر، اسلام کی نظر میں یہ نہایت قبیح و شنیع فعل ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایک باب تو حرام چیز کا ارتکاب ہوتا ہے اور دوسری جانب قرآن کریم کی بے حرمتی ہوتی ہے۔

۶۔ میت کے دفن کرنے کے بعد جو منکرات رائج ہیں ان میں قبروں کا پکنا بنانا اور ان پر عمارت و قبے کا تعمیر کرنا بھی داخل ہے، اس لیے کہ امام مسلم رحمہ اللہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قبروں کو پکنا بنانے اور ان پر بیٹھنے اور ان پر تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے۔

اور یہ بات یقینی طور سے نہایت افسوسناک ہے کہ آج کل بعض لوگ قبر پر عمارت بنانے اور اس کے مزین و آراستہ کرنے میں ایک دوسرے سے مقابلہ و فخر کرتے ہیں، لیکن اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ یہ لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس طریقہ کے چھوڑنے اور مخالفت کرنے والے ہیں جو آپ نے قبر کے پکنا بنانے اور اس کی تزئین کے سلسلہ میں دیا ہے اور خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ ثابت ہے کہ جب آپ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ نے ان کی قبر سطح (پھیلی ہوئی) بنائی اور اس پر کسکھ ڈال کر اس پر پانی سے چھڑکا دیا۔

یہ بھی سنوں ہے کہ قبر کے پاس کوئی علامت لگا دی جائے تاکہ انسان جب قبر پر جانا چاہے تو قبر پہچان سکے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے سر پرانے ایک تجھر رکھ کر فرمایا تھا کہ میں اسے اپنے بھائی کی قبر کی پہچان کے لیے رکھ رہا ہوں۔

ورنہ جس وقت اپنے مرنے والوں کو دفن کرتے ہیں اگر وہ اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے طریقے کو اختیار کر لیں تو یہ لوگ اللہ کی حدود پر کس قدر قائم رہنے والے ہوں گے۔

اور ایسے ورثاء کس قدر نیک صالح ہوں گے جو اپنے مرحوم کو ثواب پہنچانے اور اس کی خیر و بھلائی وغیرہ کے لیے قبر کی تعمیر و تزئین میں خرچ ہونے والی رقم کسی مسجد و مدرسہ کی تعمیر یا شفا خانہ قائم کرنے کے سلسلہ میں خرچ کر ڈالیں۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے :

جب انسان مرجاتا ہے تو اس کا عمل ختم ہو جاتا ہے سوئے
تین چیزوں کے (کہ ان کا اجر و ثواب ملتا رہتا ہے) صدقہ
جاریہ، یا ایسا علم جس سے نفع اٹھایا جائے یا نیک صالح

«اذا مات ابن آدم انقطع عمله الا من
ثلاث : صدقة جاریة، أو علم ينتفع
بہ، أو ولد صالح يدعو له» .

۴۔ ان کے علاوہ کچھ عادات اور بھی ہیں جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے :

✽ زمانہ جاہلیت کی ان عادات و اطوار میں سے جو ہمارے بعض معاشروں میں رچ بس گئی ہیں یہ بھی ہے کہ خوشی و مختلف مناسبات میں لوگ مغنیوں اور مغنیوں اور رقاصوں کی مجالس برپا کرتے اور ان میں شریک ہوتے ہیں، اور اس کے علاوہ مزید اور وہ برائیاں اور خرابیاں جو ان محفلوں میں پائی جاتی ہیں مثلاً شراب کے جاموں کا دور، اور بے ہودہ گانوں و سازوں کا بجانا اور نشہ میں دھت مست و سرشار لوگوں کی ادھر ادھر سے بے حجابانہ خمرستیاں و منہسی مذاقی، اور نا بھولوں و بے وقوفوں کا بند و قول و پستقوں سے ہوائی فائرنگ کرنا۔

ان گندی مجالس اور فحش محفلوں اور گناہ سے پُر جاہلی عادات کی اتباع کی لعنت میں کتنے لوگ مارے جا چکے ہیں اور کتنے ہی زخمی ہو چکے ہیں اور کتنے ہی فتنے و خرابیاں پیدا ہو چکی ہیں اور کتنے ہی خاندانوں میں خون خرابہ ہو چکا ہے۔ اس وقت ہم یہ ضرورت محسوس نہیں کرتے کہ غنا، موسیقی، رقص و سرود اور گانے باجے، شراب اور مرد و زن کے اختلاط کے بارے میں اسلام کا نقطہ نظر دوبارہ پھر سے پیش کریں، اس لیے کہ اس کتاب کے بہت سے مقامات پر ہم ان مباحث پر روشنی ڈال چکے ہیں، اور ان کا حکم صاف الفاظ میں بیان کر چکے ہیں۔ لہذا اگر آپ ان برائیوں اور خرابیوں کی حرمت کی دلیلیں اور حکمت معلوم کرنا چاہیں تو ان اسباب کا مطالعہ کر لیں۔

✽ بعض معاشروں میں زمانہ جاہلیت کی جن عادات کا تذکرہ ہم سننے رہتے ہیں ان میں سے بچے کا اپنے باپ کے علاوہ کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنا بھی داخل ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فعل کو ان گندے منکرات میں شمار کیا ہے جو اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کے مستوجب ہیں، چنانچہ امام بخاری و مسلم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے
یا اپنے مولیٰ کے بجائے کسی اور کی طرف منسوب ہو تو اس پر اللہ
اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس
کے زلفوں کو قبول کرے گا نہ نفل کو (دفعہ قبول ہوگی نہ

» من ادعی الی غیر ابيه او انتہی الی غیر
موالیه فعلیہ لعنة اللہ والملائکۃ
والناس اجمعین لا یقبل اللہ
منہ صرفاً ولا عدلاً «.

اس سے فدیہ قبول کیا جائے گا۔

اور امام بخاری و مسلم حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
تے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

(من ادعی الی غیر أبیه و هو یسلم
أنه غیر أبیه فالجنة
علیه حرام)۔

جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف یہ جانتے ہوئے
اپنے کو منسوب کرے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے
شخص پر جنت حرام ہے۔

اور اس سے مصنوعی طریقہ سے حاملہ بنانے کی حرمت بھی متفرغ معلوم ہوتی ہے جس کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ کسی اپنی مرد
کا مادہ ینوہ کی ایسی عورت کے رحم میں منتقل کر دیا جاتا ہے جو اس مرد کے لیے حرام ہوتی ہے، تاکہ وہ عورت بچہ پیدا کر سکے، یہ
نہایت قبیح جرم ہے جو زنا کے ساتھ ایک ہی دائرے میں شامل ہے۔ اور اس میں بھی زنا کی طرح ایک ایسے ناجائز و حرام طریقے
اور کیفیت سے بچہ پیدا کیا جاتا ہے جو آسمانی شریعتوں میں ناپسندیدہ اور شاندار اخلاقی معیار سے گرا ہوا ہے۔
لیکن کسی بچے کو اس لیے لے پالک یا ستبئی بنانا کہ اس کی تربیت دیکھ بھال اور امداد ہو جائے، مثلاً کوئی یتیم یا لاوارث
بچہ تو یہ شرعاً جائز ہے، بشرطیکہ وہ شخص اس کی نسبت اپنی طرف نہ کرے اور اس کے لیے بیٹے والے احکام اور نسب
والے تعلقات لازم نہ کرے، اور اس طرح کی تربیت و دیکھ بھال کا اجر و ثواب جنت ہی ہے چنانچہ نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

«أنا وکافل الیتیم ف الجنة
هكذا . وأشار بالسبابة والوسطی
وضج بینہما»۔

میں اور یتیم کا پرورش کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں
گے اور آپ نے شہادت کی اٹھی اور دریائی اٹھی کی طرف
اشارہ کیا اور ان دونوں انگلیوں کے درمیان ذرا سا فاصلہ

کیا۔
جو شخص ایسے یتیم یا لاوارث بچے کی کفالت و پرورش کر رہا ہے اس کو یہ اختیار ہے کہ وہ اس بچے کو اپنی زندگی میں
جتنا مال چاہے دے دے اور اپنے مرنے کے بعد اپنے مال میں سے ایک تہائی کی حدود میں اس کے لئے
وصیت کر جائے۔

بہت سے علاقوں اور دیہاتوں میں زمانہ جاہلیت کی جو عادات اور طور طریقے رائج ہیں ان میں سے لڑکی کے
مہر کا کھا جانا اور اس کو میراث سے محروم کرنا بھی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے عورت کے لیے مہر میں ایسا ہی حق رکھا ہے جس طرح اس کے لیے میراث میں حق رکھا ہے اس
لیے نہ کسی باپ، نہ کسی بھائی، اور نہ کسی شوہر یا کسی اور انسان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ عورت کو اس کے حق میراث سے محروم
کر دے یا اس سے اس کا حق مہر چھین لے۔

عورت کا حق میراث قرآن کریم سے ثابت ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

((لِّلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ
مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوٹے مردوں کا باپ

وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهَوْا۟ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ
الْوَالِدِينَ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَۖ
نَصِيبًا مَّفْرُوضًا ۝۱۱۰- النساء۔

اور قربات والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو
چھوڑ مرے ماں باپ اور قربات والے تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ
مقرر کیا ہوا ہے۔

اور اس کے حق مہر کا ثابت ہونا بھی اللہ تعالیٰ کی کتاب میں موجود وثابت ہے ارشاد ربانی ہے :
﴿وَإِنْ أَرَدْتُمْ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ وَآتَيْتُمْ
إِحْدَاهُمْ مِّنْ طَرَفٍ أَوْ فَلاَ تَأْخُذُوا۟ بِهِنَّ مِنْهُ شَيْئًا
أَتَأْخُذُونَهُ بُهْتَانًا وَإِثْمًا مُّبِينًا ۝ وَكَيْفَ
تَأْخُذُونَهُ وَقَدْ أَفْضَىٰ بَعْضُكُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ
وَأَخَذَ مِنْكُمْ مِّيثَاقًا غَلِيظًا ۝۱۱۱- النساء۔ ۲۱۰﴾

اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور
دے چکے ہو ایک کو بہت سالانہ قسمت پھیر لو اس میں سے
کچھ، کیا اس کو ناحق اور صریح گناہ سے لینا چاہتے ہو۔ اور
کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک
دوسرے تک اور وہ عورتیں تم سے سخت عہد لے چکیں۔

لہذا جو شخص بھی میراث یا مہر کے سلسلہ میں اللہ کی شریعت و فیصلہ کے خلاف کرے گا وہ سیدھے راستے سے
بھٹک گیا اور اس نے اس حق سے روگردانی کی جو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بیان کر دیا ہے۔ اور ایسا شخص ایسے
روز اللہ کی وعید اور انتقام کا مستحق بن گیا ہے جس روز نہ مال فائدہ پہنچائے گا نہ اولاد سوائے اس کے جو اللہ کے
در بار میں قلب سلیم لے کر حاضر ہو، اس لیے عقلمندوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہیے۔

یہ ان اہم اہم محرمات کا تذکرہ تھا جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے اور ان سے ڈرایا ہے اور ان کے ارتکاب کرنے
والے کے عذاب کی وعید ذکر کی ہے۔

اس لیے اے مری محترم! آپ کو چاہیے کہ آپ خود بھی ان سے بچیں اور دوسروں کو ان سے بچنے والا بنانے کیلئے
اپنا اسوہ حسنہ اور نمونہ چھوڑیں، اور اپنے آپ کو اس میں مثال بنائیں، اور ساتھ ہی ساتھ جن لوگوں کی تربیت کی ذمہ داری آپ
پر عائد ہوتی ہے آپ انہیں ان گندگیوں کے جال میں نہ پھنسنے دیں۔ اور ان غرابیوں کی دلدل اور ان تباہ کن چیزوں سے انہیں
بچائیں۔

اگر آپ نے ایسا کر لیا تو اللہ تعالیٰ آپ کو جزا، خیر دے گا اور آپ کے اجر و ثواب کو قیامت کے روز کے لیے ذخیرہ
بنائے گا۔ اور آپ کی طاعات و نیکیوں کو قبول کرے گا، آپ کی دعا کو شرف قبولیت بخشے گا اور ہر غم و پریشانی میں آپ کا
مددگار اور تنگی میں آپ کے لیے اس سے نکلنے کا راستہ پیدا کرے گا۔ اور قیامت کے روز اپنے اولیاء و منتخب بندوں اور
فرشتوں نبیوں اور صدیقین و شہداء کے ساتھ آپ کا شہر کرے گا جن کی رفاقت بہت ہی عمدہ و اچھی ہے۔

یہی ان لوگوں کے بارے میں نبی اکرم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان مبارک سن لیجیے جن کا کھانا حرام، پینا حرام
وہ لباس حرام ہوتا ہے، تاکہ ان کے اللہ سے دور اور ان کے غضب کے مستحق ہونے کا کچھ حال آپ کو بھی معلوم ہو جائے،

امام مسلم رحمہ اللہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«إِنَّ اللَّهَ طَيِّبٌ لَا يَقْبَلُ إِلَّا طَيِّبًا، وَإِنَّ اللَّهَ
أَمْرًا مُؤْمِنِينَ بِمَا أَمَرَهُ الْمُرْسَلِينَ، فَقَالَ تَعَالَى:
«يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُّوْا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا
صَالِحًا» وَقَالَ تَعَالَى: «يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُّوْا
مِنْ حَبِيبَاتٍ مَا رَزَقْنَاكُمْ».

اللہ تعالیٰ طیب ہے اور پاک صاف طیب کو ہی قبول فرماتا ہے، اور اللہ نے مؤمنوں کو وحی مکمل دیا ہے جو اپنے رسولوں کو دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے پیغمبروں نفیس چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو، اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو۔

پھر آپ نے یہ بیان فرمایا کہ ایک شخص لمبے لمبے سفر کرتا ہے پراگندہ بال و غبار آلود ہوتا ہے آسمان کی طرف دونوں ہاتھ مچھلایا پھیرا کر اے میرے رب اے میرے پروردگار کہہ کر دعا مانگتا ہے، اور اس کا کھانا حرام کا ہوتا ہے اور پینا حرام سے ہوتا ہے اور اس کا لباس حرام کا ہوتا ہے اور اس کو حرام دنا جائز کی غذا ملی ہوتی ہے تو پھر بھلا اس کی دعا کیوں کر قبول ہو۔

اور بیہقی والو نعیم حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

«كُلْ جَد نَبْتٍ مِنْ سَحْتِ فَالَانِ
أُولَىٰ بِهِ».

جو ہم بھی ناجائز و حرام سے بڑھے گا اس کے لیے آگ زیادہ مناسب ہے۔

اے مری محترم! اللہ تعالیٰ ہمیں اس سے محفوظ فرمائے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں جو جہنم کے عذاب کے مستحق ہیں اور جو دعا مانگتے ہیں لیکن ان کی دعا قبول نہیں ہوتی، اللہ ہی بہترین وہ ذات ہے جس سے امید رکھی جاسکے، اور وہی سزاوار ہے اس کا دعا کو قبول فرمائے۔



مریجان محترم! یہ وہ اہم اصول و قواعد ہیں جو دین اسلام میں بچے کی تربیت کے لیے مقرر کیے گئے ہیں، اور آپ نے خود ملاحظہ کر لیا ہوگا کہ یہ تمام اصول و بنیادی قاعدوں پر مبنی ہیں :

پہلا قاعدہ - ارتباط و ربط کا قاعدہ -
دوسرا قاعدہ - بچانے اور متنبہ کرنے کا قاعدہ -
اور اس سے قبل آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ ان قواعد میں سے ہر قاعدے کے تحت بہت سے فرعی قواعد مندرج ہیں

جو بچے کے توازن اور اس کی روحانی و ایمانی و نفسیاتی تعمیر اور اخلاقی و معاشرتی و علمی شخصیت سازی میں بہت بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔

آپ نے وہ باتیں پڑھ لیں جو ربط و ارتباط کے قاعدہ سے متفرع ہوئی ہیں، آپ بتائیے کہ آپ نے کیا محسوس کیا؟

کیا آپ نے یہ محسوس نہیں کیا کہ اعتقادی ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کے عقیدہ کو زین و الحاد سے بچا سکتے ہیں؟

اور روحانی ربط وہ بہترین وسیلہ ہے جس سے آپ بچے کی نفس و اخلاق کو بے راہ روی و آزادی سے بچا سکتے ہیں۔

اور فکری تعلق و ربط وہ بہترین طریقہ ہے جس کے ذریعہ آپ ہر باطل مفہوم اور درآمد شدہ دستور کے بائے میں اس کے تصور کو درست کر سکتے ہیں۔

اور معاشرتی ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کی شخصیت کو برباد و ضائع ہونے اور مہمل بننے سے بچا سکتے ہیں۔

اور ورزش و ریاضت کا ربط وہ بہترین ذریعہ ہے جس سے آپ بچے کے جسم کو ضعف و کمزوری ڈھیلے پن اور فضل و بے مقصد کھیل کود سے بچا سکیں گے۔

آپ نے وہ جزئیات پڑھ لیں جو بچانے اور متنبہ کرنے کے قاعدہ سے متفرع ہوتی ہیں، تو اب بتائیے کہ آپ نے کیا محسوس کیا؟

کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا کہ بچے کو ارتداد سے بچانا و ڈرانا اسے گمراہی اور کفر کی وادیوں میں پھسلنے سے دور نہیں رکھتا؟

اور الحاد سے چونکا کرنا بچے کو ذات الہی اور آسمانی دینوں سے نا آشنا ہونے سے بچاتا ہے۔
اور حرام کھیلوں سے بچانا بچے کو شہوات و لذات کی دلدل میں پھنسنے اور خواہشات نفسانی کے دم میں گرفتار ہونے سے بچاتا ہے۔

اور اندھی تقلید سے چونکا کرنا بچے کی شخصیت کو تباہ ہونے اور انسانی کرامت کے برباد ہونے سے بچاتا ہے۔
اور برے ساتھیوں سے بچانا بچے کو نفسیاتی انحراف اور اخلاقی بگاڑ سے روکتا ہے۔
اور برے اخلاق سے چونکا کرنا بچے کو بے حیائی کی کچڑ میں پھنسنے اور گندگی کے جوہر میں پڑنے سے بچاتا ہے۔

اور حرام سے بچانا بچنے کو جہنم کے عذاب اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور بیماریوں اور امراض کا نشانہ بننے سے بچانا ہے۔ لہذا اگر بات اسی طرح ہے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اپنی سی پوری کوشش کریں اور اچھی طرح سے محنت کریں اور اپنے بس میں جو بھی ہو لے بروئے کار لائیں تاکہ آپ ارتباط و ربط کے قاعدہ کو ایک ایک کر کے نافذ کر سکیں، اور متنبہ کرنے اور بچانے کے بنیادی اصولوں میں سے ایک ایک اصول پر عمل کر سکیں، اسی میں بچنے کی اصلاح، اور اس کے عقیدے کی پختگی اور اخلاق کی درستگی، اور اس کے جسم کی تقویت اور عقل کی پختگی اور اس کی شخصیت کی بہترین و عظیم تعمیر ہے۔

جن امور کی میں نصیحت کرتا ہوں اور جن کی طرف توجہ مبذول کرتا ہوں یہ ہے کہ ربط و متنبہ و چونکا کرنے کے اصول ایسے اصول ہیں جن کو ایک دوسرے کے ساتھ شانہ بشانہ چلتے رہنا چاہیے اور یہ اس وقت ہو گا جب مربی تربیت و شخصیت سازی و دیکھ بھال کے فریضہ کو ادا کرے گا، اس لیے ان دونوں میں کسی ایک کا دوسرے سے جدا ہونا کبھی بچنے کو فکری یا اخلاقی یا نفسیاتی انحراف تک پہنچا سکتا ہے۔

ہم نے کتنے ہی ایسے بچوں کے بارے میں سنا ہے جن کا رابطہ اللہ تعالیٰ کے گھروں سے قائم ہو گیا جن کا تعلق مربی و شیخ سے ہو گیا، جن کا اچھی صحبت سے رابطہ پیدا ہو گیا، لیکن پھر بھی وہ باطل فکری اعتقادات میں گرفتار ہو گئے، مثلاً یہ عقیدہ کہ اسلام صرف ایمانی تفسیروں اور دینی شرعی مسائل میں محصور ہے، اسلام نے حکومت کے معاملات اور سیاسی نظاموں اور زندگی کے دستور و منہج سے کوئی تعرض نہیں کیا۔

یا وہ خطرناک قسم کے اخلاقی انحراف میں پھنس گئے مثلاً یہ دعویٰ کرنا کہ بیہ حلال ہے اور موجودہ صورتحال میں ٹیلی ویژن کا رکھنا جائز ہے، اور معمولی سے سود کا معاملہ حرام نہیں ہے، اور فحش گانوں کا سننا سنا حرام ہے۔

یا وہ صحیح تربیت اور اچھی رہنمائی نہ ملنے کی وجہ سے نفسیاتی و عصبی امراض میں گرفتار ہو گئے، مثلاً یہ کہ انہیں ہمیشہ گوشہ نشینی، گناہی اور گھر میں رہنے، اور عبادت گاہوں میں محصور رہنے کی تلقین کی گئی۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ وہ ربط و ارتباط اور متنبہ و چونکا کرنے کے درمیان توازن رکھے، اور منفی اور مثبت دونوں پہلوؤں کو جمع رکھے، اور بچے کی تمام حرکات و سکنات پر نظر رکھے تاکہ اگر وہ یہ دیکھے کہ وہ راہِ راست سے ہٹ رہا ہے تو اس کو راہِ راست پر لائے، اور اگر اس کے عقیدہ میں کسی قسم کا زلیغ یا کمی دیکھے تو اسے نورِ حق کے ذریعہ صاحب بصیرت بنا دے، اور اس کے دل کو ایمان کے نور سے منور و روشن کر دے، اور اگر اخلاق میں کسی قسم کی خرابی محسوس کرے تو اسے اس کے انجامِ بد اور خراب نتیجہ سے چونکا کرے، اور اس کو مضبوط رابطہ سے باندھے رکھے اور شاندار طریقے سے اس کی رہنمائی کرتا رہے۔

تربیت کرنے والوں کو ان بنیادوں پر چلنا چاہیے اور عمل و جدوجہد کرنے والوں کو ان اصول و قواعد پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔

تیسری فصل

۳۔ تربیت سے متعلق چند ضروری تجاویز

اخیر میں میں تربیت کرنے والے حضرات کے سامنے تربیت سے متعلق کچھ ایسی تجاویز پیش کرنا چاہتا ہوں جو نہایت ضروری ہیں اور جن سے استغناء نہیں برتنا جاسکتا، اور جو ان کمالات سے کچھ کم اہمیت نہیں رکھتیں جو ہم اس سے قبل کھلی فصلوں میں لکھ چکے ہیں، جو ”مربیوں کی ذمہ داریوں اور فرائض“ اور ”تربیت کے مؤثر وسائل“ اور ”بچے کی تربیت کے بنیادی قواعد“ کے موضوع سے متعلق ہیں۔ ان تجاویز کو لکھ ہم تربیت کے وسائل کا ہر پہلو سے احاطہ کر لیں گے اور ساتھ ہی ساتھ ہم تربیت کرنے والوں کے سامنے بچے کی اخلاقی و فکری و نفسیاتی تیاری اور جسمانی و کردار و معاشرتی شخصیت سازی کے لیے نئے آفاق کھول دیے ہوں گے تاکہ وہ اپنے مذہب و دین اور امت و قوم کے لیے نیک صالح انسان اور خاندان اور معاشرے کے لیے نفع بخش عضو بن جائے۔

میرا خیال ہے کہ یہ تجاویز مندرجہ ذیل امور میں منحصر ہیں :

- ۱۔ بچے کو اچھے و عمدہ روزگار کا شوق دلانا۔
- ۲۔ بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا۔
- ۳۔ بچے کو کھیل کود وغیرہ کے لیے موقع فراہم کرنا۔
- ۴۔ گھر مسجد اور مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا۔
- ۵۔ مربی و بچے کے درمیان رابطہ کا قوی و مضبوط کرنا۔
- ۶۔ دن و رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا۔

- ۷۔ بچے کے لیے نفع بخش ثقافتی وسائل مہیا کرنا۔
 ۸۔ بچے میں ہمیشہ مطالعہ میں مشغول رہنے کا شوق پیدا کرنا۔
 ۹۔ بچے کو دین اسلام کی ذمہ داریوں کے ہمیشہ محسوس کرنے کا عادی بنانا۔
 ۱۰۔ بچے میں جہاد کی روح کا عمیق و گہرا کرنا۔
- اگر خدا نے چاہا تو اس فصل ثالث میں مذکورہ بالا ان تجاویز میں سے ہر تجویز میں مکمل بحث کی جائے گی، اور اللہ تعالیٰ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے اور ہم اسی سے توفیق و مدد طلب کرتے ہیں۔

۱۔ بچے کو اچھے روزگار کا شوق دلانا | بچے کے سلسلہ میں مربی پر جو اہم ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں ان میں سے اہم ترین ذمہ داری یہ ہے کہ بچے کو آزاد و خود مختار کام پرابھارا جائے، خواہ یہ کام صنعت و حرفت سے متعلق ہو یا زراعت و کاشتکاری سے، یا تجارت و کاروبار سے۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام بھی آزاد و اپنے پسندیدہ خود مختار کام کیا کرتے تھے، اور بعض ہنر و صنعت میں مہارت حاصل کرتے تھے، اور اس طرح سے ان مقدس ہستیوں نے امتوں اور قوموں کے لیے آزاد ہنر اور کسبِ حلال میں ایک شاندار نمونہ چھوڑا ہے۔

چنانچہ یہ حضرت نوح علیہ السلام ہیں جنہوں نے کشتی بنانا سیکھا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا اور ارشاد فرمایا:

﴿وَأَوْصِيكَ الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا ۖ وَوَحْيُنَا ۖ وَلَا تَجْأَطْبِنِي فِي الْآذَانِ ۖ يَنْظُرُونَ ۖ وَكَفَّكَ الْفُلْكَ ۖ وَكَلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأَ مِنْ قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ ۖ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۖ﴾ ہود۔ ۴۰ و ۴۱

اور بنائیے کشتی ہمارے رب و ہوا اور ہمارے حکم سے، اور نہ بات کیجیے مجھ سے ظالموں کے حق میں، بے شک یہ غرق ہوں گے، اور وہ کشتی بناتے تھے اور جب ان پر گزرتے ان کی قوم کے سزاواران سے منی کرتے، انہوں نے کہا اگر تم ہم سے ہنستے ہو تو ہم ہنستے ہیں تم سے جیسے تم ہنستے ہو۔

اور پھر حضرت نوح علیہ السلام اور جو ان کے ہاتھ پر ایمان لائے وہ نجات پا گئے۔
 اور یہ حضرت داؤد علیہ السلام کو جس کے کام اور جنگ میں کام آنے والی ذرہوں کے بنانے کے ماہر تھے ارشاد ربانی ہے:

﴿وَعَلَّمْنَاهُ صَنْعَةَ لَبُوسٍ لَّكُمْ لِيُحْصِنَكُمْ مِنْ بَاسِكُمْ ۖ فَهَلْ أَنْتُمْ سَكَدُوا ۚ﴾

اور ہم نے انہیں زرہ کی صنعت تمہارے (نفع کے) لیے سکھادی تھی تاکہ وہ تم کو تمہاری لڑائی میں بچائے، سو کیا

تم شکر ادا کرو گے۔

الاباء

شکرون : ﴿۱﴾

میزارشاد فرمایا :

اور داؤد کے واسطے ہم نے لوبہ کو نرم کر دیا کہ تم پوری زمین
بناؤ اور ان کے جوڑ میں (مناسب) اندازہ رکھو اور تم سب
نیک کام کرو، میں خوب دیکھ رہا ہوں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو۔

﴿۱﴾ اَوَ الَّتٰى لَہُ الْحٰدِیْدَ اَنْ اَعْمَلَ سَبِغَتٍ وَقَدَّزَ
فِی السَّرْدِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا اِنِّیْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
بَصِیْرٌ ﴿۱﴾ سب - ۱۰ و ۱۱

اور یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں جنہوں نے آٹھ سال تک بحریاں چرانے کے لیے اپنے آپ کو حضرت شعیب
علیہ السلام کے حوالے کیا تھا تاکہ وہ ان سے اپنی ایک صاحبزادی کا نکاح کر دیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :

وہ بولے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی دو بیٹیوں میں سے ایک
تہارے نکاح میں دے دوں اس شرط پر کہ تم آٹھ سال میرا
نور کری کرو اور اگر تم دس سال پورے کر دو تو یہ تمہاری طرف
سے (احسان) ہے، اور میں تم پر کوئی سختی نہیں چاہتا، تم
ان شاء اللہ کچھ کو خوش معاملہ پاؤ گے (موسیٰ نے) کہا تو یہ بات
میرے اور آپ کے درمیان ہو گئی ہے۔ میں ان دونوں
میں سے جو مدت بھی پوری کر دوں مجھ پر کوئی جبر نہ ہوگا، اور ہم

﴿۱﴾ قَالَ اِنِّیْ اُرِیْدُ اَنْ اُنْکِحَکَ اَحَدٰی ابْنَتَیْ هٰتٰنِیْنِ
عَلٰی اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَلٰثَیْنِ حَجَجًا ؕ فَاِنْ اَتَمَمْتَ
عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِکَ ؕ وَمَا اُرِیْدُ اَنْ اَشْئِیْ
عَلَیْکَ سَجْدًا ؕ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱﴾
قَالَ ذٰلِکَ بَیْنُیْ وَبَیْنَکَ ؕ اَیُّمَا الْاَجَلِیْنِ
قَضَیْتَ فَلَا عُدْوَانَ عَلَیَّ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی مَا
نَقُولُ وَکِیْلٌ ﴿۱﴾

القصص - ۲۸ و ۲۹

جو کچھ کہہ (سن) رہے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔

اور یہ ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعثت (نبوت) سے قبل بکریاں چرایا کرتے اور تجارت کیا کرتے تھے اور آپ خود فرماتے ہیں کہ
میں چند قیراط کے بدلے اہل مکہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا (جیسا کہ امام بخاری نے روایت کیا ہے) اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم تجارت
کے لیے دو مرتبہ شام تشریف لے گئے تھے پہلی مرتبہ اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ جس وقت آپ کی عمر صرف بارہ سال
تھی، اور دوسری مرتبہ آپ کو سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے اپنے غلام میسرۃ کے ساتھ بھیجا تھا، اس وقت آپ کی عمر مبارک
پچیس سال تھی، اور آپ نے خوب کامیاب و بہترین تجارت کی تھی۔

لہذا جو ادلہ و شواہد ہم نے ذکر کیے ہیں ان سے کھل کر ظاہر ہوتا ہے کہ پیشہ و حرفت اور صناعت کو سیکھنا اور
کام کاج اور تجارت کرنا کمائی کا بہترین ذریعہ اور حلال چیزوں میں سے عظیم ترین چیز ہے، اس لیے کہ یہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ
والسلام کا پیشہ اور رسولوں علیہم الصلوٰۃ والسلام کا کام ہے۔

دین اسلام نے اپنے محیط بنیادی اصولوں اور کامل و مکمل تشریع و نظام کے ذریعہ کام کاج کو مقدس قرار دیا اور
مزدوروں کا اکرام کیا ہے، اور انسان کے اپنے ہاتھ کی محنت سے کمانے کو افضل ترین عبادت اور مبارک ترین عمل

قرار دیا ہے۔

ذیل میں اس موضوع سے متعلق قرآن کریم کی چند نصوص اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چند احادیث پیش کی جاتی ہیں :

«هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ ذُلُولًا فَامْشُوا فِي مَنَاكِبِهَا وَكُلُوا مِن رِّزْقِهَا وَلَا يَبْلُغِ الشُّورُ» .
وہ وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لیے سخر کر دیا سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو۔ اور اللہ کی (دی ہوئی) روزی میں سے کھاؤ (پیو) اور اس کے پاس زندہ ہو کر جانا ہے۔
الکک - ۱۵

اور فرمایا :

«إِذَا قُضِيَتِ الصَّلَاةُ فَانْتَشِرُوا فِي الْأَرْضِ وَابْتَغُوا مِن فَضْلِ اللَّهِ» . الجمعہ - ۱۰
پھر جب نماز پوری ہو چکے تو زمین پر چلو پھرو اور اللہ کی روزی تلاش کرو۔

❖ اور امام احمد رحمہ اللہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

«إِنَّ أَفْضَلَ الْكَسْبِ كَسْبُ الرَّجُلِ مِنْ يَدِهِ» .
بہترین کمائی انسان کی اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

❖ اور امام طبرانی وابن عدی وترمذی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

«إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ الْعَبْدَ الْمُحْتَرِفَ» .

❖ اور امام بخاری نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : تم میں سے کوئی شخص سی لے کر لکڑی کاٹ کر اپنی پیٹھ پر رکھ کر لائے یہ اس کے لیے اس سے بہتر ہے کہ وہ لوگوں سے سوال کرے خواہ وہ اسے دیں یا اسے منع کر دیں۔

❖ اور امام بخاری و احمد و ابن ماجہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا : کسی شخص نے کوئی بھی روزی اس سے بہتر نہیں کھائی کہ وہ اپنے ہاتھ سے کام کاج کر کے کما کر کھائے، اور اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ کی محنت کی کمائی سے کھایا کرتے تھے۔

❖ اور طبرانی و بیہقی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

«كَسْبُ الْحَلَالِ فَرِيضَةٌ بَعْدَ الْفَرِيضَةِ» .
دوسرے فرائض کی طرح حلال کمانا بھی ایک فرض ہے۔



اور لیجیے سلف صالحین نے بے کاری اور بے کار لوگوں اور کام کاج

میں مشغول نہ رہنے والوں کے بارے میں جو کچھ فرمایا ہے وہ بھی سن لیجیے :

✽ ابن الجوزی روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک ایسی قوم سے ملے جو کچھ کام کاج نہ کرتے تھے، تو انہوں نے ان سے فرمایا: تم لوگ کیا ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو متوکلین ہیں، حضرت عمرؓ نے فرمایا: تم جھوٹ کہتے ہو، توکل تو درحقیقت وہ شخص ہے جو اپنا غلہ زمین میں ڈال کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے، اور فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کام کاج سے ہاتھ کھینچ کر بیٹھ کر یہ دعا نہ کرے کہ اے اللہ مجھے رزق عطا فرما دے، حالانکہ وہ جانتا ہے کہ آسمان سے سونا چاندی نہیں برسا کرتے، اور حضرت عمرؓ یہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے غریاء و فقراء کو اس بات سے روکا کہ وہ کام کاج چھوڑ کر لوگوں کے صدقات و خیرات پر تکیہ کر کے بیٹھ جائیں، چنانچہ فرمایا: اے غریاء و فقراء کی جماعت! اچھائیوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جاؤ اور مسلمانوں پر بوجھ نہ بنو۔

✽ اور سعید بن منصور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں یہ بات قطعاً ناپسند رکھتا ہوں کہ کسی شخص کو بالکل فارغ دیکھوں نہ وہ دنیا کے کام کاج میں مشغول ہو اور نہ آخرت کے۔

✽ اور اللہ تعالیٰ امام شافعی پر رحم فرمائے وہ فرماتے ہیں :

أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ مَنَنِ الرِّجَالِ

لوگوں کا احسان مند ہونے سے مجھے زیادہ محبوب و پسند ہے

فَقُلْتُ الْعَارُ فِي ذَلِ السُّؤَالِ

تو میں کہتا ہوں کہ عار و شرمندگی تو مانگنے و سوال کرنے کی ذلت ہے

لِنَقْلِ الصَّنْعِ مِنْ قُلُلِ الْجِبَالِ

پہاڑوں کی چوٹی سے نیلوں کا منتقل کرنا

يَقُولُ النَّاسُ كَسْبٌ فِيهِ عَارٌ

لوگ کہتے ہیں کہ کمائی و معنہ میں عار و ذلت ہوتی ہے

ہم نے جو نصوص پیش کی ہیں ان سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اسلام نے اپنے ہاتھ کے کام کاج کا

بہت اہتمام کیا ہے۔ اور صنعت و حرفت کی تعلیم پر توجہ دی ہے، اور کاہلی و بے کاری پر عار دلایا ہے، اور محنت مزدوری و کام کاج پر ابھارا ہے۔

اور یہ کام ابتدائی عمر میں ہو سکتا ہے جس میں تعلیم زیادہ اچھی ہوتی ہے اور کام میں نبوغ و آگے بڑھنا زیادہ قوی و ظاہر

ہوتا ہے۔ اس لیے مرنے پر یہ لازم ہے کہ بچہ جب ابتدائی تعلیم حاصل کر لے لکھنا پڑھنا اور قرآن کریم پڑھنا اور دیگر شرعی و

تاریخی و ماحول و کائنات سے متعلق وہ علوم سیکھ لے جن کا سیکھنا ضروری ہے تو پھر مرنے کو چاہیے کہ بچے کو نو عمری ہی

میں بعض صنعت و حرفت سکھا دے تاکہ اپنی زندگی کے لیے کمائی کر سکے، اور اپنے دست و بازو کی محنت اور پیشانی

کے پسینہ سے روزی و رزق کما سکے۔

درآئے اب ابن سینا کا وہ قول سن لیں جو انہوں نے بچے کو صناعیت سے متعلق امور کی تعلیم اور محنت و مستقت کے کام کاج سکھانے کے بارے میں فرمایا ہے کہ: بچہ جب قرآن کریم پڑھ کر فارغ ہو اور لغت کے بنیادی اصول یاد کر لے تو پھر یہ دیکھنا چاہیے کہ وہ کیا کام کاج کر سکتا ہے، اس کے مطابق اس کی رہنمائی کرنا چاہیے، چنانچہ اگر وہ کتابت پسند کرتا ہو تو لغت کی تعلیم کے ساتھ رسائل، تقاریر، لوگوں کی بات چیت و گفتگو وغیرہ بھی پڑھانا چاہیے، اور حساب کی مشق کرنا چاہیے اور اس کو عدالتوں میں لے جائیں۔ اور اس کی خوش خطی کا خیال رکھنا چاہیے، اور اگر کوئی اور کام کرنا ہو تو اس کو اس نوعیت کے کام میں مشق کرنا چاہیے۔

چنانچہ قرآن کریم کا پڑھنا، اور اصول لغت کا جاننا یہ اسلامی نظام تعلیم میں بنیادی اساسی مواد میں سے تھے، پھر جب بچہ ان دونوں سے فارغ ہو جاتا تھا تو اس کے بارے میں غور کیا جاتا اور یہ دیکھا جاتا کہ وہ کس کام کی طرف مائل ہے اور پھر اس کے اختیار کرنے کے لیے اس کی رہنمائی کی جاتی تھی تاکہ وہ اس میں کمال پیدا کر لے۔

رزق دروزی کے کمانے کے لیے مسلمانوں نے پیشہ و حرفت کی طرف جو توجہ کی ہے اس کے ظاہر کرنے کے لیے ہم درج ذیل قصہ ذکر کرتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کتابت کے پیشہ کو اختیار کیا کرتے تھے: جب امام غزالی کے والد کے انتقال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے غزالی اور ان کے بھائی احمد کے بارے میں اپنے ایک خیر خواہ محب و دوست کو وصیت کی اور فرمایا: مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے کہ میں کتابت نہ سیکھ سکا اور میں یہ چاہتا ہوں کہ جو چیز مجھ سے جھوٹ گئی تھی اس کا تدارک میں اپنے ان دو بیٹوں محمد اور احمد سے کر دوں لہذا آپ ان دونوں کو کتابت سکھا دیں۔ اور اگر آپ ان کو یہ کام سکھانے میں میرا جھوٹا ہوا سارا مال بھی خرچ کر دیں تب بھی آپ پر کوئی ملامت نہیں ہوگی۔

جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان صاحب نے ان دونوں بچوں کو تعلیم دلانا شروع کی۔ یہاں تک کہ وہ تھوڑا سا پس ماندہ کیا ہوا مال ختم ہو گیا جو ان کے والد نے ان دونوں کے لیے چھوڑا تھا، اور ان صاحب کے لیے یہ مشکل ہو گیا کہ وہ ان کے کھانے پینے کا بندوبست کر سکیں، تو انہوں نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں یہ بات جان لو کہ میں نے تم دونوں پر وہ سارا مال خرچ کر دیا ہے جو تمہارے لیے چھوڑا گیا تھا، میں عبادت میں مصروف رہنے والا ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جس سے میں تم دونوں کی خدمت کر سکوں، اس لیے میرے خیال میں اب تم دونوں کے لیے مناسب یہ ہے کہ تم دونوں کسی مدرسہ میں طالب علم بن کر داخل ہو جاؤ تاکہ زندگی کے لیے ضروری روزی حاصل کر سکو۔

چنانچہ ان دونوں لڑکوں نے یہی کیا، اور یہی چیز ان کی خوشنختی اور ترقی و بلند ی کا ذریعہ بن گئی، امام غزالی یہ قصہ بیان کیا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ ہم نے غیر اللہ کے لیے علم حاصل کیا لیکن اس نے اس سے انکار کیا کہ وہ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے ہو جائے۔

مناسب یہ ہے کہ ہم بچوں کی دونوں قسموں کے درمیان صنعت و حرفت کی تعلیم دینے میں فرق کریں:

۱۔ وہ بچے جو تعلیم میں فوقیت لے جاتے ہوں، ایسے بچے عام طور سے ذکی و ہوشیار ہوتے ہیں، ایسے بچے اگر اپنی تعلیم کو تعلیم کی آخری منزل تک پہنچانا چاہتے ہوں تو ان کو اس میں مصروف چھوڑ دینا چاہیے، بشرطیکہ چھٹیوں اور مختلف فرصت کے موقعوں پر اپنے ذوق و پسند کے کام کاج اور صنعت و حرفت سیکھتے ہیں، اس لیے کہ انہیں کیا معلوم ہے کہ آئندہ کی زندگی میں کیا کیا حوادث اور پریشانیاں آتی ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے یہ جملہ کہا ہے کہ اپنے ہاتھ کا ہنر فق و غربت سے بچانے کا ذریعہ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ راضی ہو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے جنہوں نے فرمایا: میں ایک شخص کو دیکھتا ہوں تو وہ مجھے بہت اچھا معلوم ہوتا ہے، پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وہ کوئی کام کاج کرتا ہے تو اگر لوگ یہ کہتے ہیں کہ نہیں تو وہ شخص میری نظر سے گرجاتا ہے۔

۲۔ وہ بچے جو تعلیم کے میدان میں پیچھے ہیں، یہ بچے عام طور سے ذکاوت میں درمیانہ درجے کے ہوتے ہیں یا غبی ہوتے ہیں اس لیے ایسے بچوں کو دین و دنیا سے متعلق ضروری تعلیم دینے کے بعد یہ ضروری ہے کہ جب ان کا استاذ یا مربی یا والد ان کی کوتاہی اور پیچھے رہ جانے کو محسوس کر لے تو فوراً انہیں کام کاج اور صنعت و حرفت کی طرف متوجہ کرے، ایسے حالات میں یہ بات غلط ہوتی ہے کہ سرپرست ان کی تعلیم کو جاری رکھے جب کہ اسے پتہ ہو کہ وہ غبی ہے تعلیم جاری نہیں رکھ سکتا اور نا سمجھ ہے۔

کتنے ہی ایسے بچے ہیں جن کے بارے میں ہم سنتے ہیں کہ وہ جوانی کی عمر کو پہنچ گئے اور انہوں نے نہ تو تعلیم حاصل کی اور نہ کوئی صنعت و حرفت سیکھی، جس میں سارا دخل باپ یا مربی کی کوتاہ نظری کا ہوتا ہے کہ وہ بچے کو اس مقام پر نہیں رکھتے جس کا وہ اہل ہے، اور بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایسا آدمی دنیاوی زندگی میں مہل بن جاتا ہے۔ لوگوں سے سوال کرتا اور مانگتا ہے تاکہ ان کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کر کے صدقات و خیرات حاصل کر سکے، یا پھر وہ مجرمانہ زندگی میں قدم رکھ لیتا ہے تاکہ لوگوں کا مال چھینے اور ان کے امن و استقرار کو غارت کر دے، بہر حال ان دونوں ہی حالتوں میں کرامت کی بربادی اور شخصیت کی ذلت و رسوائی اور عام ماحول کی فضا غراب ہو جاتی ہے۔

اس لیے والدین اور تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ اس بات کا خوب خیال رکھیں تاکہ وہ یہ جان سکیں کہ اپنے بچوں کو دنیاوی زندگی کے لیے کس طرح تیار کر سکتے ہیں، اور اپنے بچوں کو بڑی بڑی ذمہ داریوں اور اہم فرائض کے متحمل ہونے کا کس طرح اہل بنا سکتے ہیں۔

رہی عورت تو جب وہ جوان ہو تو اس کو ایسے کام کاج سکھانا چاہیے جو اس کے دائرے اور شخصیت کے مطابق و مناسب ہوں، مثلاً جیسے اس کو آگے چل کر ماں یا بیوی بننا ہے تو اسے بچے کی تربیت کے اصول اور گھر کی ذمہ داریوں سے متعلق امور، اور سینا پر دنا وغیرہ ایسی چیزیں سکھانا چاہیے جن کی اس کو ضرورت پڑے گی۔

لیکن اسلام نے اس کے علاوہ دیگر ذمہ داریوں اور کاموں سے عورت کو معاف رکھا ہے۔

❖ یا تو اس لیے کہ یہ کام ذمہ داریاں اس کی جسمانی ساخت اور نسوانی طبیعت کے موافق نہیں ہیں مثلاً یہ کہ وہ جنگ سے متعلق امور کی مشق کرے یا یہ کہ وہ تعمیر یا لوہار کا کام کرے۔

❖ اور یا اس لیے کہ یہ کام کاج اور ذمہ داریاں اس کی اس فطری ذمہ داری و فریضہ سے متعارض ہیں جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے مثلاً یہ کہ وہ کارخانہ کی مزدور ہو یا کسی دفتر وغیرہ کی ملازم ہو حالانکہ اس کا شوہر اور بچے اور گھر ہو۔

❖ اور یا اس لیے کہ یہ کام ذمہ داریاں ایسی ہیں جن پر بڑی بڑی معاشرتی خرابیاں مرتب ہوتی ہوں مثلاً وہ عورت ایسے ماحول یا پیشے سے متعلق ہو جہاں مردوں اور عورتوں کا باہمی اختلاط ہوتا ہو۔

جو لوگ پختہ عقول کے مالک اور اصحاب بصیرت ہیں ان کی نظر میں عورت کو جوان چیزوں سے معاف رکھا گیا ہے ان میں عورت کا احترام مد نظر ہے، اور اس کی نسوانیت کی حفاظت، اور اس کے مقام و مرتبہ کو بلند کرنا مقصود ہے۔ ورنہ آپ ہی بتلائیے کہ کون شخص اس بات کو پسند کرے گا کہ عورت ایسے کاموں میں مشغول ہو جو اسے ان فرائض سے روک دیں جن کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے؟

اور ہم میں سے کون یہ پسند کرتا ہے کہ عورت کو ایسے مشکل و سخت کاموں میں لگا دیا جائے جن سے اس کے جسم کو نقصان پہنچے اور وہ اپنی نسوانیت ختم کر بیٹھے اور اس کو بہت سی بیماریاں اور امراض لگ جائیں؟ اور ہم میں سے کون شخص یہ پسند کرے گا کہ عورت ایسی مخلوط ملازمتوں کو اختیار کرے جو اس کی عزت و آبرو کے ملوث ہونے اور عزت و شرافت کے خراب ہونے کا ذریعہ بنیں؟ اور کیا عورت کے لیے اس کی عزت و آبرو سے بڑھ کر کوئی اور قیمتی چیز ہے؟

لہذا ہم نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کا خلاصہ یہ نکلتا ہے کہ اپنے ہاتھ کا کام کاج اور محنت مزدوری حلال ترین کمائی کے ذریعوں اور اعلیٰ ترین اعمال میں سے ہے، لہذا ہمیں اپنی اولاد کو اس طرف متوجہ کرنا چاہیے اور ان کو اسی پر بھروسہ کرنے کا عادی بنانا چاہیے تاکہ وہ اپنی عزت و کرامت کی حفاظت کر سکیں اور اپنی شخصیت کو محفوظ رکھ سکیں، اور دنیاوی زندگی میں روزی کما سکیں۔



۲- بچے کی فطری صلاحیتوں کا خیال رکھنا | تربیت کرنے والوں کو جن اہم امور کا اچھی طرح سے ادراک کرنا چاہیے اور ان کا خوب خیال رکھنا چاہیے اور ان کی طرف پوری توجہ کرنا چاہیے ان میں یہ بھی داخل ہے کہ یہ سمجھ لیا جائے کہ بچہ کس پیشے کی طرف مائل ہے اور کیا کام اسکے مناسب ہے، اور زندگی کی کن آرزؤں اور مقاصد کا وہ خواہاں ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بچے مزاج، ذکاوت، طاقت اور رکھ رکھاؤ کے اعتبار سے آپس میں ایک دوسرے

سے مختلف ہوتے ہیں، لہذا سمجھاؤ مرنی اور حکیم باپ وہ ہے جو بچے کو اس جگہ رکھے جو اس کے مزاج کے موافق ہو اور جس ماحول میں اس کا رکھنا مناسب ہو اس میں اس کو لے جائے۔

لہذا بچہ اگر ذکی قسم کا ہو اور اسے پڑھائی جاری رکھنے اور تعلیم مکمل کرنے کا پورا ذوق شوق ہو تو مرنی کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسے اسباب مہیا کر دے جن سے وہ اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکے اور اپنی خواہش و تمنا پوری کر سکے۔

اور بچہ اگر ذکاوت و سمجھداری کے اعتبار سے متوسط قسم کا ہو اور اس کی طبیعت کسی قسم کے پیشہ یا صنعت و حرفت کے سیکھنے کی طرف مائل ہو تو مرنی کو چاہیے کہ اس کے لیے ایسے امور مہیا کر دے جن کے ذریعہ وہ اپنے مقصود کو پہنچ سکے۔

اور اگر بچہ غبی و نا سمجھ ہو تو مرنی کو چاہیے کہ اسے کسی ایسے کام میں لگا دے جو اس کی سمجھ کے مطابق اور اس کی اہلیت و مزاج کے موافق ہو یہی مطلب ہے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس فرمان کا ہے امام مسلم والبوداؤد نے اس طرح روایت کیا ہے کہ ہمیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا ہے کہ ہم ہر شخص کو اس کا مقام آ دیں۔

حتیٰ کہ وہ تعلیم و قدریس جس کی طرف بچہ اپنی طبیعت کے اعتبار سے مائل ہوتا ہے اور فطرت و مزاج کے اعتبار سے اسے پسند کرتا ہے اس میں بھی مزاج، طبیعت، اور رغبت و میلان کا اختلاف ہوا کرتا ہے۔ لہذا جو طبعاً ادب، شعر و انشاء پر داری کی طرف مائل ہوگا وہ انجمنزنگ، طب اور ریاضی میں کمال حاصل نہیں کر سکتا، اور جو شخص انجمنزنگ یا فنون اور طب کی طرف مائل ہوگا وہ شعر و ادب میں برتری حاصل نہیں کر سکتا۔

یہ بات کوئی ایسی آسان نہیں ہے کہ بچہ ہر اس علم و مضمون میں برتری و تفوق حاصل کر لے جسے وہ پڑھ اور مائل کر رہا ہے لیکن یہ بالکل آسان ہے کہ بچہ ان مضامین میں تفوق حاصل کر لے جنہیں وہ پسند کرتا ہے اور جن کی طرف وہ مائل ہے، لیکن جو مضامین اسے ناپسند ہیں اور جن سے اسے نفرت ہے ان میں برتری حاصل کر لے یا کمال پیدا کرے یہ ناممکن ہے۔

واقعی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل بجا و درست ارشاد فرمایا ہے جیسا کہ طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

((اعملوا فکل ميسر لما خلق له))۔

ہوش و عمل کرتے رہو اس لیے کہ ہر شخص کو اس کی توفیق

ملتی ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے۔

بچہ کی رغبت و میلان کا خیال رکھنے اور اس کے مناسب حال برتاؤ کرنے کے سلسلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ان ہدایات کو دیکھتے ہوئے تربیت اسلامی کے علما (جن کے سربراہ ابن سینا ہیں) نے بچے کے لیے ہنر، فن یا تعلیم کے انتخاب کے وقت اس کے جذبات و فطری صلاحیتوں اور طبیعت طاقت کا خیال رکھنے کا حکم دیا ہے۔ اور ابن سینا نے توصاف صاف کہا ہے کہ بچے کے جذبات و احساسات کو خوب سمجھ لینا چاہیے، اور انہی کو اس کے کسی جانب لگانے اور اس میں کمال پیدا کرنے کے لیے بنیاد بنانا چاہیے چنانچہ وہ کہتے ہیں:

ہر وہ کام جس کا کچھ قصد و ارادہ کرے وہ اس کے لیے اس کے موافق ممکن نہیں ہو سکتا، بلکہ اس کے لیے آسان ممکن وہی کام ہوگا جو اس کی طبیعت و مزاج کے موافق و مناسب ہو، اور اگر بالفرض علوم اور صنعت و حرفت مرضی و طلب کے تابع ہوتے اور اس میں مزاج و مناسبت کا کوئی دخل نہ ہوتا تو پھر کوئی شخص بھی علم و ادب سے بے بہرہ اور ہنر و پیشہ سے عاری نہ ہوتا، اس لیے اب جبکہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تمام لوگ اعلیٰ ترین علم اور اونچے سے اونچا پیشہ و حرفت اختیار کرنا چاہتے ہیں اور بعض اوقات انسان کی طبیعت تمام علوم و صناعات و حرفوں سے متنفر ہو جاتی ہے اور کسی سے طبیعت جوڑ نہیں کھاتی تو اس لیے بچے کے ذمہ دار و مقرر ان کو چاہیے کہ وہ جب کسی قسم کے علم یا صنعت و حرفت کا انتخاب کرنا چاہے تو سب سے پہلے بچے کی طبیعت کو سمجھے، اس کے مزاج کا اندازہ کرے۔ اور اس کی عقل و سمجھ کا امتحان لے، پھر ان سب کے مطابق اس کے لیے کوئی صنعت و حرفت پسند کرے۔

اور شیخ عبدالرحمن بن الجوزی المتوفی ۷۵۸ھ نے بچے کی فطری صلاحیتوں کی اہمیت واضح کرنے اور کسی کام کی طرف اس کی رہنمائی کرتے وقت ان کا خیال رکھنے کا بہت اہتمام کیا ہے، چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ: ریاضت و مجاہدہ سمجھدار شخص ہی پر کارگر ہو سکتا ہے لیکن گدھے کو ریاضت کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی ہے، اور درندہ کو اگرچہ بچہ ہی سے تربیت دی جائے تب بھی وہ چیر بھاڑ کو نہیں چھوڑ سکتا۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ بچے کی ثقافتی میدان میں شخصیت سازی اور علمی اعتبار سے تیاری میں اس کی کامیابی و ناکامی میں اس کی ذکاوت اور غباوت اور بے وقوفی کا بڑا ہاتھ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شاعر پر جس نے درج ذیل شعر کہا ہے:

إذا ما المرأ لم يولد لبیباً فليس ينفع قدم الولادۃ

اگر انسان عقل نہ پیدا نہ ہوا ہو تو اس کو بہت پہلے پیدا ہونا فائدہ نہیں پہنچا سکتا

اس لیے مربی کو چاہیے کہ وہ بچے کی نفسیات پہچانے اور اس کی غباوت و سمجھداری کا اندازہ کرنے اور علم و ہنر میں سے جس طرف اس کی طبیعت مائل ہے اس کے پہچاننے کے لیے کسی وسیلہ کو نہ چھوڑے۔

اور مربی یہ کر سکتا ہے کہ وہ بچے کے لیے زندگی کا وہ راستہ کھول دے جو اس کے فائدے کا ہو اور اس کی رعیت و طبیعت کے مطابق ہو، خواہ وہ علمی کمال سے متعلق ہو، یا صنعت و حرفت کے میدان میں ترقی سے۔ اور ان میں سے جو راستہ بھی اختیار کیا جائے گا اس سے لوگوں کا فائدہ اور ملک کی ترقی ہوگی۔

مربی اور خصوصاً باپ کو چاہیے کہ وہ بچے اور اس کی ان خواہشات کے درمیان رکاوٹ نہ بنے جو وہ دنیا کی زندگی میں حاصل کرنا چاہتا ہو بشرطیکہ وہ خواہشات ایسی ہوں جن میں بچے کا فائدہ ہو اور ان سے نفع کی توقع ہو۔

لہذا اگر بچہ علم حاصل کرنا چاہتا ہے اور وہ ذکی و سمجدار ہے تو مرنے کو چاہیے کہ وہ بچے اور اس کی اس خواہش کے درمیان رکاوٹ نہ بنے، خواہ اس سلسلہ میں باپ و مرنے کو کتنا ہی خرچہ و اخراجات کرنا پڑیں، اور ان شاء اللہ وہ جلد ہی اس کا پھل و ثمرہ حاصل کر لے گا جب وہ اپنے بچے کو عظیم مفکروں و دانشوروں اور بڑے کامل علماء کی صف میں دیکھے گا اور اگر وہ بچہ کسی ہنر و صنعت کی طرف راغب ہو یا تجارت کرنا چاہتا ہو۔ تو مرنے و والد کو چاہیے کہ وہ اس کی اس آرزو و خواہش کے درمیان رکاوٹ نہ بنے، تاکہ وہ بچہ اپنے کام میں ماہر اور اپنے پیشے میں تجربہ کار، اور اپنی صنعت و حرفت میں درجہ کمال کو پہنچے، اسی میں اقتصادی ترقی اور عمل و پیداوار کے میدان میں امت کے لیے قابل رشک ترقی مضمر ہے، لیکن باپ اگر بچے کے راستے اور زندگی میں جو امیدیں و آرزوئیں وہ رکھتا ہے اور جو مقصود حاصل کرنا چاہتا ہے اس کے درمیان پتھر کی طرح حائل بن جائے گا تو بچہ نفسیاتی طور پر متصادم اور جسمانی طور پر متاثر ہوگا اور اس طریقہ کو اختیار کرنے کی وجہ سے بسا اوقات باپ اور بیٹے میں ٹکراؤ اور جھگڑا پیدا ہو جاتا ہے، اور انجام یہ ہوتا ہے کہ دونوں کے درمیان قطع تعلق ہو جاتا ہے، نافرمانی اور رد گردانی شروع ہو جاتی ہے جس کا سبب وہ باپ ہوتا ہے جو موقعہ محل کو نہیں سمجھتا اور ان نتائج پر نظر نہیں رکھتا، واقعی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بالکل سجا و درست فرمایا ہے جسے ابو ایمنہ کتاب الثواب میں روایت کرتے ہیں :

اللہ تعالیٰ ایسے والد پر رحم کرے جو نیک کام میں اپنے بیٹے کی مدد و اعانت کرے۔

((رحم الله والذاعانت
ولده على بر)) .

۳۔ بچے کو کھیل کود و تفریح کا موقعہ دینا | اسلام ایک واقعی و حقیقی زندہ مذہب ہے، جو لوگوں کے ساتھ اس بنیاد پر معاملہ کرتا ہے کہ وہ انسان ہیں، ان کے کچھ قلبی شوق، اور نفسیاتی خواہشات، اور انسانی طبیعت ہوتی ہے، اس لیے اسلام نے ان پر یہ فرض نہیں کیا کہ وہ ذکر اللہ کے علاوہ کوئی بات ہی نہ کریں، اور خاموشی و فکر میں مصروف ہوں، اور عسرت و نصیبت کے لیے ہر وقت غور و فکر ہو، اور تمام فارغ وقت عبادت میں صرف ہو، بلکہ دین اسلام نے فطرت انسانی کے تقاضوں، خوشی و سرور، کھیل کود، مذاق و مزاح ہر ایک کو تسلیم کیا ہے، بشرطیکہ یہ چیزیں ان حدود کے دائرے میں ہوں جو اللہ نے مقرر کی ہیں، اور اسلامی آداب کے دائرے میں رہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں روحانی بلندی و کمال اس درجہ کو پہنچ گیا تھا کہ وہ سمجھنے لگے کہ ہمیشہ عبادت میں لگے رہنا اور دائمی اللہ کے مراقبہ کا استحضار ہی ان کی طبیعت و عادت بنا چاہیے، اور انہیں دنیا کی خوشیاں اور لذتیں و آسائشیں پس پشت ڈال دینا چاہئیں، اور انہیں نہ کبھی خوش ہونا چاہیے نہ سرشار، نہ کھیل کود میں مصروف، بلکہ انہوں نے یہ سمجھا کہ ان کا تمام وقت اور فارغ اوقات صرف آخرت کے امور میں صرف ہونا چاہئیں، اور ان

کی دنیا کی زندگی میں مباح کھیل کود اور اعتدال کے ساتھ ہنسی خوشی کا کوئی حصہ بھی نہ ہونا چاہیے۔

لیجیے ہم آپ کو حضرت خنظلہ اسیدی رضی اللہ عنہ کی حدیث سناتے ہیں جس میں انہوں نے اپنے بارے میں ذکر کیا ہے (جیسا کہ اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے) :

حضرت خنظلہ کہتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ملے اور انہوں نے مجھ سے پوچھا : اے خنظلہ تمہارا کیا حال ہے ؟ میں نے کہا : خنظلہ تو منافق ہو گیا ہے ، حضرت ابو بکر نے فرمایا : سبحان اللہ تم کیا کہہ رہے ہو ! حضرت خنظلہ نے فرمایا کہ جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں اور آپ ہمیں جنت و دوزخ یاد دلاتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں ، لیکن پھر جب ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے نکل کر اپنے بیوی بچوں اور زمینوں میں لگ جاتے ہیں تو بہت سی وہ باتیں بھول جاتے ہیں ، حضرت ابو بکر نے فرمایا : بخدا یہ تو میں بھی محسوس کرتا ہوں ، حضرت خنظلہ کہتے ہیں کہ پھر میں اور حضرت ابو بکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول خنظلہ منافق ہو گیا ہے ، تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا : اور وہ کیوں ؟ !

میں نے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ہم جب آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ ہمارے سامنے جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے ان کا مشاہدہ کر رہے ہیں ، پھر جب ہم آپ کے پاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں ، اور اپنے بیوی بچوں و زمینوں میں مشغول ہو جاتے ہیں تو بہت سی باتیں بھول جاتے ہیں ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگر تم ہمیشہ اسی کیفیت پر برقرار رہتے جس پر میرے پاس ہوتے ہو اور ذکر میں لگے رہتے تو فرشتے تم سے تمہارے بچھونوں اور استول میں ملاقات کرتے ، لیکن اے خنظلہ وقفہ وقفہ سے ۔ اور یہ کلمہ آپ نے تین مرتبہ دہرایا ۔

ہم نے دیکھ لیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خنظلہ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو کس طرح بیوی بچوں کے ساتھ ملاطفت و دل لگی وغیرہ پر برقرار رکھا ، اس لیے کہ یہ بات انسانی مزاج اور بشری طبیعت کے موافق ہے ۔ ہمارے سامنے کچھ ایسے وسائل بھی ہیں جنہیں شریعت اور اسلام نے جہانی تیاری اور جنگی مشق وغیرہ کے سلسلہ میں مشرور و جائز قرار دیا ہے جن سے ہر صاحب عقل و شعور اور بصیرت و بصارت والے کے سامنے یہ بات کھل کر آ جاتی ہے کہ اسلام ایک ایسا واقعی و حقیقی دین ہے جو مسلمان کے لیے صاف ستھرا جائز کھیل کود اور مباح لہو و لعب کو برقرار رکھتا ہے بشرطیکہ اس میں دین اسلام کی مصلحت مضمر ہو اور وہ اہل و عیال کے ساتھ دل لگی و ملاطفت کے حدود کے دائرے میں ہو ۔

ان وسائل میں سے وہ ہے جسے طبرانی سندِ حید کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں

کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

«کل شیء لیس من ذکر الله فهو لہو أو سہو

إلا أربع نصال: شئ الرجل بین الغضین،

وتأدیبہ فرسہ، وملاعبتہ اہلہ،

وتعلیمہ السباحۃ»۔

ہر وہ چیز جس میں اللہ کا ذکر نہ ہو وہ کھیل کود اور بھول ہے

سوائے چار چیزوں کے: انسان کا تیر اندازی کے لیے دو ٹو

نشانوں کے درمیان چلنا، اور اپنے گھوڑے کو مشق کرانا،

اور اپنی بیوی کے ساتھ دل لگی، اور تیرنا سیکھنا۔

اور اس کتاب کی مختلف مباحث اور مختلف مقامات پر ان وسائل میں سے بہت سے وسائل ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں اس لیے وہاں پڑھ لیجیے تاکہ آپ کو اس دین کی سماعت اور اسلام کی عظمت پتہ چل جائے۔

لہذا جب صاف ستھرا کھیل، اور نفس کے بوجھ کو ختم کرنا، اور جسمانی تیاری و ورزش مسلمان کے لیے لازمی امور میں سے ہے تو پھر ان چیزوں کا بچنے کے لیے جبکہ وہ چھوٹا ہو لازم ہونا اور زیادہ ادلی ہے جس کی دو وجہیں ہیں:

۱۔ بچے میں سیکھنے کی صلاحیت بڑے ہونے کی نسبت بچپن میں زیادہ ہوتی ہے چنانچہ بڑھتی و طبلانی درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«العلم فی الصغر كالنقش فی الحجر»۔

بچپن میں تعلیم حاصل کرنا ایسا ہے جیسا کہ پتھر پر نقش کرنا۔

۲۔ بچہ جب چھوٹا ہو تو اس کو کھیل کود، مستیوں اور سیر تفریح کا اس سے زیادہ شوق ہوتا ہے جو اسے بڑے ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے کہ ترمذی نوادر الاصول میں درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«رعاية الصبی فی صغرہ زیادۃ فی عقلہ

بچے کا بچپن میں کھیل کود اور چاق و چوبند ہونا بڑے ہو کر اس

کے عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

فی کبرہ»۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر چیز میں بہترین نمونہ و مقتدی ہیں وہ خود بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بچوں سے دل لگی فرمایا کرتے تھے، اور ان کی تفریح کا سامان بہم پہنچاتے، اور ان کو خوش کرتے، اور ان کے ساتھ مزاح فرماتے، اور ان سے مانوس ہوتے، اور صاف ستھرے اچھے کھیل اور مباح تفریح پر ان کی ہمت افزائی فرماتے تھے، جس کے چند نمونے ذیل میں پیش کیے جاتے ہیں:

۱۔ امام احمد سند جید کے ساتھ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ اور عبید اللہ اور کثیر بن العباس رضی اللہ عنہم کو صفت بنا کر کھڑا کر کے فرماتے تھے کہ تم میں سے جو میرے پاس سب سے پہلے پہنچے گا اسے فلاں فلاں چیز ملے گی، راوی کہتے ہیں کہ سب ایک دوسرے سے بیعت لے جانے کے لیے ایک دوسرے سے آگے بڑھتے اور آپ کی کمر و سینے پر گر پڑتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چومتے اور سینے سے لگاتے۔

۲۔ اور ابوعلی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت کرے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کاندھے پر دیکھا تو میں نے عرض کیا تم بڑی شاندار سواری پر سوار ہو۔ تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: یہ دونوں شہسوار بھی تو بہت اچھے ہیں۔

۳۔ طبرانی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا تو وہیں کھانے کے لیے بلا گیا، راستے میں حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو بچوں کے ساتھ کھیلتا ہوا دیکھا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور لوگوں سے آگے بڑھے اور اپنے دونوں ہاتھ (ان کو پچھڑنے کے لیے) پھیلایے، تو وہ ادھر ادھر بھاگنے لگے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ دل لگی کرتے رہے حتیٰ کہ آپ نے انہیں پھڑلایا اور اپنا ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر رکھا اور دوسرا ان کے سر اور کانوں کے درمیان اور پھر انہیں لگے سے لگا کر چوم لیا پھر فرمایا: حسین مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اللہ اس شخص سے محبت کرے جس نے حسین سے محبت کی، حسن اور حسین دونوں اولاد کی اولاد ہیں (یعنی نواسے ہیں)۔

۴۔ اور طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ہاتھوں اور پاؤں کے بل چل رہے تھے اور آپ کی کمر پر حضرت حسن و حسین سوار تھے، اور آپ یہ فرما رہے تھے: بہترین اونٹ تمہارا اونٹ ہے اور بہترین جوڑا تم دونوں کا جوڑا ہے۔

۵۔ امام مسلم حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق کے اعتبار سے لوگوں میں سب سے اچھے تھے، ایک روز آپ نے مجھے کسی کام سے بھیجا، تو میں نے کہا: بخدا میں نہیں جاؤں گا، اور میرے دل میں یہ تھا کہ میں اس کام کے لیے جاؤں گا جس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا ہے، چنانچہ میں آپ کے پاس سے نکلا یہاں تک کہ میرا گزرا ایسے لوگوں کے پاس سے ہوا جو بازار میں کھیل رہے تھے، اچانک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیچھے سے میری گدی پکڑ لی، جب میں نے آپ کی طرف دیکھا تو آپ ہنس رہے تھے، پھر آپ نے ارشاد فرمایا: اے ایس کیا تم وہاں ہو آئے جہاں میں نے تمہیں بھیجا تھا؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں اے اللہ کے رسول میں ابھی جا رہا ہوں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: بخدا میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نوسال تک خدمت کی ہے لیکن مجھے یاد نہیں کہ آپ نے کسی ایسے کام کو جو میں نے کیا ہو یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں کیا؟ اور جس کام کو میں نے نہیں کیا اس کو آپ نے یہ فرمایا ہو: تم نے ایسا ایسا کیوں نہیں کیا؟

۶۔ امیر المؤمنین حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اپنے بچوں کو تیز انداز سے سکھاؤ اور انہیں حکم دے کہ وہ گھوڑوں کی پشت پر اچھلتا سوار ہونا سیکھیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بچوں کے ساتھ دل لگی، اور ان کے بوجھ کو ختم کرنے کی تدبیریں، اور ان کے ساتھ ملاطفت و نرمی کو دیکھتے ہوئے تربیت اسلامی کے علماء نے یہ تصریح کی ہے کہ بچے کو اسباق و کام کا ج سے فارغ ہونے کے بعد کھیل کود اور سیر و تفریح

کی ضرورت ہے۔

اور ایسی ہی عبارت بھی ملاحظہ فرمائیے جو امام غزالی نے ”احیاء العلوم“ میں اس سلسلہ میں تحریر کی ہے لکھتے ہیں کہ بچے کو مکتب و مدرسہ سے واپس آنے کے بعد ایسے اچھے کھیل کود کی اجازت دے دینا چاہیے جس کے ذریعہ مکتب و مدرسہ کی تکان اتر جائے۔ لیکن اس حد تک کہ وہ کھیل کود میں اتنا مشغول نہ ہو کہ اس میں بھی چور چور ہو جائے۔ اس لیے کہ بچے کو کھیل سے روکنا اور اس کو ہمیشہ تعلیم میں مشغول رہنے پر مجبور کرنا بچے کے دل کو مردہ اور ذکاوت کو ماند اور زندگی کو بے مزہ کر دیتا ہے اور پھر نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ تعلیم سے ہی چھٹکارا پانے کی کوشش میں مصروف ہو جاتا ہے۔

علامہ عبد ریی نے بھی وہی کہا ہے جو امام غزالی نے فرمایا ہے کہ اسباق سے فراغت یا کام سے فارغ ہونے کے بعد بچے کو کھیل کود اور طبیعت ٹہکی چھلکی کرنے کا سامان بہم پہنچانا ضروری ہے۔

یکھلی ہوئی بات ہے کہ اس کھیل کود کی حکمت یہ ہے کہ بچہ جو تکان، تنگ دلی اور بوجھ محسوس کرتا ہے اسے ختم کر دیا جائے، اور اس میں نشاط و پستی اور ذہن کی صفائی پھر لوٹ آئے، اور اس کا جسم بیمار یوں و آفتوں سے محفوظ ہو جائے لیکن مربی کو چاہیے کہ بچوں کے کھیل میں دو اہم امور کا خیال رکھیے :

۱۔ کھیل ضرورت سے زائد بوجھ اور مشقت میں مبتلا کرنے والا نہ ہو، اس لیے کہ اس سے بدن کو نقصان پہنچتا ہے اور جسم کمزور ہو جاتا ہے، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک ہے کہ نہ نقصان پہنچاؤ نہ نقصان اٹھاؤ۔

۲۔ یہ کھیل کود دوسرے ایسے فرائض یا کاموں کے اوقات میں نہ ہو جو وقت ان ذمہ دار یوں یا کاموں کے لیے مخصوص ہو۔ اس لیے کہ اس سے وقت ضائع ہوتا ہے اور مطلوبہ فائدہ ختم ہو جاتا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں :

((احرص علی ما ینفعک واستعن باللہ ولا)) ایسے کاموں میں لگو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں۔ اور اللہ تعالیٰ

تعجز۔۔۔ معیہ سلم سے مدد طلب کرو۔ اور عاجز نہ ہو۔

۲۔ گھر اور مسجد و مدرسہ میں باہمی تعاون پیدا کرنا | بچے کی علمی و روحانی و جسمانی شخصیت سازی کے مؤثر عوامل میں سے یہ بھی ہے کہ گھر مدرسہ اور مسجد میں قوی رابطہ و تعاون پیدا کیا جائے۔

❀ یہ بات ظاہر ہے کہ گھر کی ذمہ داری پہلے نمبر پر جسمانی تربیت پر مرکوز ہوتی ہے، اس لیے کہ جو شخص اپنے بچوں کے حقوق ضائع کرتا ہے اور اہل و عیال کی معیشت کا خیال نہیں رکھتا وہ سخت گناہگار ہوگا، اور ابو داؤد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا :

انسان کے گناہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ جن کا

ذمہ دار ہے انہیں ضائع کر دے۔

((کفی بالمرء اثماً ان یضیع من))

یعقوت۔۔۔

اور مسلم کی روایت میں ہے کہ:

((كفى بالمرء إثماً أن يحبس عمن

ملك قوته)).

انسان کے گناہگار ہونے کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ وہ

جن کا قیل ہے ان کی طرف سے ہاتھ کھینچ لے۔

❖ یہ بات طے شدہ ہے کہ دین اسلام میں مسجد کا پیغام پہلے درجہ میں روحانی تربیت میں مرکوز ہے اس لیے کہ جماعت کی نماز اور قرآن کریم کی تلاوت کے ایسے ربانی فصوص اور اللہ کی ایسی رحمتیں ہیں جو ختم ہونے والی ہیں نہ منقطع ہو سکتی ہیں، امام بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((صلاة الرجل في جماعة تضعف على

صلاته في بيته وفي سوقه خمسا وعشرين

ضعفاً، وذلك أنه إذا توضأ فأحسن

الوضوء، ثم خرج إلى المسجد لا يخرجه

إلا الصلاة لم يخط خطوة إلا دفعت له

بها درجة، وحطت عنه بها خطيئة،

فإذا صلى لم تنزل الملائكة تسمى عليه

مادام في مصلاة ما لم يحدث تقول:

اللهم ارحمه اللهم ارحمه، ولا يزال في صلاة

ما انتظر الصلاة)).

انسان کا جماعت سے نماز پڑھنا اس نماز سے جو گھر میں پڑھی جائے

یا بازار میں پڑھی جائے پچیس گنا زیادہ اجر دلاتا ہے، اور اس کی

وجہ یہ ہے کہ جب انسان وضو کرتا ہے اور اچھی طرح سے وضو کر

کے مسجد کی جانب چلتا ہے اور اس کا مقصد نماز ہی ہوتو وہ کوئی

قدم نہیں اٹھاتا مگر یہ کہ اس کا ایک درجہ بلند کر دیا جاتا ہے اور

اس کی ایک غلطی کو معاف کر دیا جاتا ہے، پھر جب وہ نماز پڑھتا

ہے تو فرشتے اس کے لئے اس وقت تک دعا کرتے رہتے ہیں

جب تک وہ اپنی نماز کی جگہ پر ہوتا ہے اور سب وضو نہیں ہوتا،

فرشتے کہتے ہیں اے اللہ اس پر رحم کر اے اللہ اس پر رحم کر اور

انسان جب تک نماز کا انتظار کرتا ہے نماز ہی کے حکم میں رہتا ہے۔

❖ اور امام مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

((وما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون

كتاب الله ويتدارسونه بينهم إلا نزلت عليهم

السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتمهم الملائكة

وذكرهم الله فيمن عندنا)).

اور نہیں جمع ہوئی کوئی قوم اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں

تلاوت کریں اللہ کی کتاب کی اور اسے آپس میں پڑھیں مگر

یہ کہ ان پر سکینت نازل ہوتی ہے، اور رحمت ان کو ڈھانپ

لیتی ہے اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان

کو یاد کرتا ہے ان فرشتوں کے سامنے جو اس کے پاس ہیں۔

❖ اور وہ امور جن میں کسی بھی دو آدمیوں کا اختلاف نہیں ہوگا ان میں سے یہ بھی ہے کہ مدرسہ کی سب سے پہلی ذمہ داری یہ ہوتی

ہے کہ علمی تربیت ہو۔ اس لیے کہ شخصیت سازی اور انسان کی کرامت و عزت کے بلند کرنے میں علم کا بہت بڑا ہاتھ ہوتا ہے اسی لیے دین اسلام کی نظر میں علم کی بہت فضیلت ہے :

علم کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((من خرج في طلب العلم فهو في سبيل الله حتى يرجع)). جامع ترمذی

جو شخص علم طلب کرنے کے راستے میں نکلتا ہے تو وہ جب تک واپس نہ لوٹے اللہ ہی کے راستے میں رہتا ہے۔

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((من سلك طريقاً يلتمس فيه علماً سهل الله له طريقاً الى الجنة)).

جو شخص کسی ایسے راستے پر چلتا ہے جس میں وہ علم کی تلاش میں ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان فرما دیتے ہیں۔

میں

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ اس کے اس علم کی طلب کی خوشی میں فرشتے طالب علم کے لیے اپنے پر بچاتے ہیں اور عالم کے لئے وہ مخلوق مغفرت کی دعا کرتی ہے جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے حتیٰ کہ پانی کی مچھلیاں بھی، (ملاحظہ ہو ابوداؤد و ترمذی)۔

اور اس کے فضائل میں سے یہ ہے کہ :

((فضل العالم على العابد كفضل القمر على سائر الكواكب)). سنن ابی داؤد و ترمذی

عابد پر عالم کی فضیلت ایسی ہے جیسے کہ چاند کی فضیلت دوسرے تمام ستاروں پر۔

ہم جب یہ کہتے ہیں کہ گھر اور مسجد و مدرسہ میں باہمی تعاون ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بچے کی شخصیت کامل و مکمل ہو گئی ہے۔ اور وہ روحانی و جسمانی و عقلی اور نفسیاتی طور پر مکمل ہو چکا ہے، بلکہ وہ اپنی قوم کی ترقی اور دین کی سر بلندی کے لیے عضو فعال بن گیا ہے۔

لیکن یہ باہمی تعاون و تعلق مکمل طریقے سے اس وقت تک تام نہیں ہو سکتا جب تک دو بنیادی شرطیں متحقق نہ ہوں :

- ۱۔ کہ مدرسہ و گھر کی توجیہات و رہنمائی میں آپس میں ایک دوسرے سے تعارض و اختلاف نہ ہو۔
- ۲۔ کہ یہ تعاون اس لیے ہو تاکہ اسلامی شخصیت کی تعمیر میں توازن و کمال پیدا ہو، لہذا اگر ان مذکورہ بالا دو شرطوں کے ضمن میں باہمی تعاون ہو گا تو بچہ روحانی و جسمانی طور سے کامل و مکمل اور عقلی و نفسیاتی طور پر کمال کو پہنچا ہوا ہو گا، بلکہ وہ ایک متوازن اور معتدل ایسا انسان بن جائے گا جسے دیکھ کر لوگ متعجب ہوں گے بلکہ اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا۔

مدرسہ کے ساتھ تعاون کے میدان میں میں یہ چاہتا ہوں کہ والدین و مربیوں کے سامنے درج ذیل حقائق پیش کر دوں:

الف - ہمارے مدارس و جامعات کے اکثر معلمین و اساتذہ (صحیح تربیت کے بارے میں اس کے سوا اور کچھ نہیں جانتے کہ وہ دوسروں کے اخلاق و کردار کی نقالی اور اہل یورپ کی عادات و اطوار کی نقل آمارنے کا نام ہے، اور مشرق یا مغرب سے اس کے بنیادی نظریات و عقائد و افکار کی بھیک مانگتا ہے۔ اور آپ ان لوگوں کو خود دیکھ لیجیے کہ مسلمانوں کے بچوں کو مغربی طرز کے پیچ دار طریقے اور تمدن منحرف نظام سکھاتے اور ان کی تربیت دیتے ہیں، اس لیے کہ ان کے گندے جذبات اور کھوکھلے دل اور فارغ عقول گندے اور بے حیاء پاپ اور کافر شیعویت (کمونزم) کے دلدلہ اور مادہ اور اس کے چمکدار ظاہر کی محبت میں غرق ہیں۔

ب - مدارس کی وہ کتابیں جو طلبہ اسکولوں و کالجوں میں پڑھتے ہیں وہ فریب و دھوکہ بازی، تشکیک اور مذاہب و ادیان پر طعن و تشنیع، اور کفر و الحاد کی دعوت سے بھری پڑی ہیں۔ مثال کے طور پر ان میں سے بعض ہم آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں، بشام کی ثانویہ کی ڈگری کی معاشرتی علوم کی کتاب میں لکھا ہے کہ ہر وہ پروگرام جس کا مقصد دینی اساس پر سیای تنظیم بنانا ہو وہ بے وقوفی کا پروگرام ہے۔ اور سائنس کی کتاب میں ڈارون کے نظریہ کو علمی حقیقت بنا کر پیش کیا گیا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعہ خالق و مالک کی ذات میں شک و شبہ پیدا کیا جاسکے، حالانکہ یہ بات سب کو معلوم ہے کہ تحقیق و علم نے اس نظریہ کو باطل ثابت کر کے ردی کی ٹوکری کی نذر کر دیا ہے اور ادب کی کتاب میں اسلامی پردہ کو نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ پردہ پس ماندگی اور رجحیت ہے۔ اسی طرح اسلامی تاریخ کو بھی نشانہ بنایا گیا ہے اور یہ بتلایا گیا ہے کہ اسلامی تاریخ لوٹ مار، جبر و استبداد اور آزادی و بے راہ روی کی تاریخ ہے۔

ج - طالب علم مدارس میں جو مضامین پڑھتا ہے ان میں دوسرے علمی و ادبی مضامین کے مقابلہ میں دینی تعلیم بہت کم مقدار میں ہوتی ہے۔ اس لیے اگر حالت یہ ہو تو مسلمان کے لیے یہ ہرگز ممکن نہیں کہ وہ قرآن کریم کی تلاوت میں کمال پیدا کرے۔ اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ شریعت کے احکام پر مطلع ہو، اور نہ یہ کہ وہ سیرت و تاریخ کے حقائق کا احاطہ کرے۔ کیونکہ ہر مدرسہ اس کو یہ معلومات بہم نہیں پہنچاتا۔ اس لیے طالب علم جب مدرسہ و اسکول سے نکلتا ہے تو اس کی ثقافت محدود ہوتی ہے اور وہ اسلام کے نظام اور قرآن کے علوم اور اپنے آباء و اجداد کی تاریخ سمجھنے سے قاصر ہوتا ہے۔

۱۔ اس نظریہ کا خلاصہ یہ ہے کہ انسان اصل میں ایک زندہ جرثومہ تھا پھر ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف ترقی کرتا رہا یہاں تک کہ بندر بن گیا اور پھر اس سے ترقی کر کے انسان بن گیا، ملاحظہ فرمائیے کتاب "شبہات و ردود" اس میں اس نظریہ کی علمی طور سے تردید کی گئی ہے اور علمی بحث و مناقشہ و تحقیقاتی مطالعہ سے اس کو باطل و لغو قرار دیا گیا ہے۔

۲۔ ملاحظہ فرمائیے ہماری کتاب "الی درثہ الانبیاء" (ص - ۴۲)۔

اس لیے اگر مربی گھر میں صحیح طریقے سے تربیت کی ذمہ داری پوری نہ کرے تو اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بچے کا عقیدہ خراب ہو جاتا ہے اور اخلاق مجھڑ جاتے ہیں، پھر نہ اس بچے کی اصلاح رہنمائی و توجیہات سے ہوتی ہے اور نہ کوئی اصلاح کی ترکیب اس کی کجی و ٹیڑھے پن کو دور کر پاتی ہے۔

لہذا اس سب کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر بچہ مسجد میں روحانی اور مدرسہ میں علمی و اعتقادی اور ثقافتی تربیت و تعلیم حاصل کر رہا ہو تو گھر میں باپ سب سے پہلے بچے کی جسمانی و اخلاقی تربیت کا ذمہ دار ہے، لیکن اگر وہ یہ محسوس کرتا ہے کہ بچہ مدرسہ و اسکول میں اسلامی عقیدے کے بنیادی اصولوں کی تربیت حاصل نہیں کر رہا۔ اور دینی تعلیم سے فائدہ نہیں اٹھا رہا ہے تو باپ کو چاہیے کہ ہر نوعیت سے اپنی پوری ذمہ داری پورے کرے اور بچے کی عقیدہ، عبادت، اخلاق و دین اور ہر اس چیز کے اعتبار سے تربیت کرے جس کا اسلام سے تعلق ہو بلکہ اس کو چاہیے کہ اپنی جدوجہد کو دو چند کر دے، اور اپنے تمام وقت کو ہر اس چیز میں صرف کرے جو بچے کے لیے عظیم فائدے اور بڑی خیر کا ذریعہ ہو، جیسا کہ باپ کو چاہیے کہ بچے کا تعلق مسجد اور عالم ربانی اور اچھے ساتھیوں اور سمجھدار قسم کے دعوت و تبلیغ کرنے والے افراد سے قائم کر دے، اور اس طرح کرنے سے باپ یا مربی نے بچے کو راسخ اسلامی عقیدہ اور شاندار اسلامی اخلاق کی چار دیواری سے گھیر لیا ہو گا۔ اور پھر نہ وہ کسی زینغ سے متاثر ہو گا نہ الحاد سے، اور نہ آزادی و بے راہ روی کے پیچھے دوڑے گا۔



۵۔ مربی اور بچے کے درمیان رابطہ کو مضبوط کرنا | علماء نفس و تربیت و معاشرت کے یہاں تربیت کے متفق علیہ قواعد و اصولوں میں سے بچے اور مربی کے درمیان رابطہ و تعلق کا مضبوط و قوی کرنا بھی ہے تاکہ تربیتی اثرات اچھے طریقے سے پڑ سکیں اور خوب عہدگی سے علمی و نفسیاتی و اخلاقی تکمیل و تعمیر ہو سکے۔

روشن ضمیر اور اصحاب عقل و بصیرت کے یہاں یہ بات طے شدہ ہے کہ اگر بچے و مربی یا طالب علم و استاذ کے درمیان بعد و نفرت ہوگی تو ایسی صورت میں نہ طالب علم کچھ حاصل کر سکے گا اور نہ اس کی تربیت ہو سکے گی۔ اس لیے والدین و مربیوں پر واجب ہے کہ وہ ایسے ایجابی ذرائع و وسائل تلاش کریں جن سے بچے ان سے محبت کرنے لگیں، اور ان کا باہمی تعلق قوی ہو، اور آپس میں تعاون کی فضا قائم ہو، اور وہ شفقت محسوس کریں۔

ان وسائل میں سے یہ ہے کہ مربی بچے سے مسکراہٹ و انبساط سے ملے، اس لیے کہ امام ترمذی حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«بسمک فی وجہ أخیک صدقة»۔ تمہارا اپنے بھائی کے سامنے مسکرانا صدقہ ہے۔

اور ان وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ اگر اچھا کام کرے یا پڑھائی میں سبقت لے جائے تو یہیہ و انعام دے کر اس کی ہمت افزائی کرنا چاہیے، اس لیے کہ طبرانی اپنی کتاب "معجم اوسط" میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے

ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((تمہادوا تحابوا))۔

ان ذرائع میں سے یہ بھی ہے کہ بچہ کو یہ محسوس کرایا جائے کہ اس کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور اس سے محبت و شفقت برتی جا رہی ہے۔ اس لیے کہ یہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے حدیث مرفوعہ نقل کرتے ہیں:

((من أصبح لا يهتم بالمسلمين فليس منهم))۔ جو شخص مسلمانوں کا خیال نہ رکھے وہ ان میں سے نہیں ہے۔

اور ان وسائل میں سے بچے کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آنا اور ملاطفت و نرمی کرنا بھی ہے اس لیے کہ ترمذی و نسائی و حاکم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ثقہ راویوں سے یہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اكمل المؤمنين ايماناً احسنهم

مؤمنون میں سب سے زیادہ کامل ایمان والا وہ شخص ہے

خلقاً و اللطف لهم بأهله))۔

جو ان سب سے زیادہ اچھے اخلاق کا مالک اور اپنے گھرانوں

کے ساتھ نرم ہو۔

اور ان وسائل میں سے مربی کا بچے کی خواہش کا پورا کرنا بھی ہے تاکہ وہ اس کے ساتھ حسن سلوک اور اچھا برتاؤ کرے اس لیے کہ ابو الشیخ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((رحم الله والدا أعان ولدا

اللہ تعالیٰ ایسے باپ پر رحم فرمائے جو اپنے ساتھ نیک سلوک

پر اپنے بیٹے کی امداد کرے۔ (یعنی بچے کے ساتھ ایسا برتاؤ

علی سیر))۔

کرے جس سے وہ اس کے ساتھ حسن سلوک پر مجبور ہو جائے)۔

ان وسائل میں سے یہ بھی ہے کہ مربی بچے کے ساتھ گھل مل جائے، اس سے ہنسی مذاق کرے اور اس کے ساتھ بچہ بن جائے، اس لیے کہ طبرانی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ آپ دونوں ہاتھوں پاؤں کے بل چل رہے تھے اور آپ کی پشت مبارک پر حضرت حسن و حسین سوار تھے اور آپ فرما رہے تھے کہ بہترین اونٹ تم دونوں کا اونٹ اور بہترین ایک ساتھ سوار ہونے والے ساتھی تم دونوں ہو۔

مربی اول اور تمام لوگوں کے لیے بہترین نمونہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام، ساتھیوں اور تمام وہ لوگ جو اہل و عیال و بچوں میں سے آپ سے متعلق تھے آپ ان سب کے ساتھ ان مثبت وسائل کے تطبیق دینے میں شاندار مثال و نمونہ کامل تھے۔

چنانچہ مسکرنے کے سلسلہ میں حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے نہیں دیکھا یا یہ فرمایا کہ میں نے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی کوئی بات کرتے نہیں سنا مگر یہ کہ آپ سکرائے۔
اور ترمذی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ میں جب سے اسلام لایا ہوں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے کبھی حجاب نہیں فرمایا اور آپ نے مجھے جب دیکھا ہمیشہ مسکرا دیے۔
اور ہدیہ دینے کے سلسلہ میں یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہدیہ قبول فرمایا کرتے تھے اور اس کا بدل بھی دیا کرتے تھے۔

بچوں پر رحم اور ان کا خیال رکھنے اور ان کے اوپر شفقت کرنے کے اعتبار سے اگر دیکھا جائے تو یہ آتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کے سرور پر ہاتھ پھیرتے تھے، اور ان کو چوم لیا کرتے تھے، بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کے بیٹوں حسن و حسین کو چوما، اس وقت آپ کی خدمت میں اقرع بن حابس شمی رضی اللہ عنہ بھی بیٹھے ہوئے تھے، اقرع نے کہا: میرے دس بچے ہیں میں نے کبھی بھی ان میں سے کسی کو نہیں چوما، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھا پھر فرمایا: کہ جو شخص رحم نہیں کھاتا اس پر رحم نہیں کیا جاتا۔

اور طبرانی حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں جب درخت کا پہلا پھل لایا جاتا تھا تو اس مجلس میں جو بچہ موجود ہوتا تھا آپ وہ پھل اسے دے دیا کرتے تھے۔
اور بخاری و مسلم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: میں نماز شروع کرتا ہوں اور میرا ارادہ ہوتا ہے کہ طویل نماز پڑھاؤں لیکن میں بچے کے رونے کی آواز سن کر نماز مختصر کر دیتا ہوں اس لیے کہ مجھے پتہ ہے کہ اس کی ماں کو اس کا کتنا دکھ ہوگا۔

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن اخلاق اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے

ساتھ ملاطفت و نرمی کا پہلو اگر دیکھیں تو اس موضوع پر بے شمار احادیث ملتی ہیں:

بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال تک خدمت کی ہے لیکن آپ نے مجھے کبھی اف تک نہیں فرمایا، اور اگر میں نے کبھی کوئی کام کیا تو اس کو یہ نہ فرمایا کہ ایسا کیوں کیا؟ اور اگر میں نے کبھی کوئی کام نہ کیا تو یہ نہ پوچھا کہ ایسا کیوں نہیں کیا؟ اور ابو نعیم کی روایت میں یہ الفاظ ہیں کہ حضرت انس فرماتے ہیں: مجھے کبھی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برا بھلا نہیں کہا، اور نہ کبھی مارا اور نہ جھڑکا اور نہ ناک بھوں چڑھائی اور نہ کبھی ایسا ہوا کہ آپ نے مجھے کسی کام کا حکم دیا ہو اور میں نے اس میں سستی کی ہو اور آپ نے اس پر مجھے سزا دی ہو اور اگر آپ کے گھر والوں میں سے کسی نے مجھے ملامت بھی کی تو آپ نے فرمایا: چھوڑ دو بات یہ ہے کہ جب کسی چیز کا ہونا اللہ کے یہاں

مقرر کر دیا جائے تو ہو کر ہی رہتی ہے۔

✽ اور ابن سعد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ان سے پوچھا گیا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں ہوتے تھے تو کیا کرتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: آپ نہایت نرم مزاج، خوش اخلاق، مسکرانے والے تھے، آپ نے اپنے ساتھیوں اور صحابہ کے سامنے کبھی پاؤں دراز نہیں کیے، یہ آپ کے عظیم ادب اور کمال و تقار کی علامت تھی، صلی اللہ علیہ وسلم۔

✽ اور ترمذی، ابن ماجہ اور بخاری "الادب المفرد" میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کرتے ہیں: انہوں نے فرمایا کہ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مبارک میں حاضری کی اجازت چاہی تو آپ نے ان کی آواز پہچان لی اور فرمایا: خوش آمدید طیب (اچھے) اور مطیب (پاکیزہ) کے لیے۔

✽ امام احمد حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی شخص سے ملتے تو فرماتے: فلا نے تم کیسے ہو؟ وہ کہتے الحمد للہ خیریت سے ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان سے فرماتے: اللہ تعالیٰ تمہیں خیریت ہی کے ساتھ رکھے۔

✽ اور طبرانی حضرت جریر بن عبد اللہ بکلی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی بنایا گیا تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا: آپ نے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ میں نے کہا: میں اسلام لانے کیلئے حاضر ہوا ہوں۔ تو آپ نے اپنی چادر میری طرف ڈال دی اور فرمایا: جب تمہارے پاس کسی قوم کا شریف شخص آئے تو اس کا اکرام کیا کرو۔

✽ اور امام مسلم حضرت سماک بن حرب سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا میں نے حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیا آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا کرتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا: جی ہاں! بہت زیادہ بیٹھا کرتا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ سے اس وقت تک نہیں اٹھتے تھے جب تک کہ سورج نہ نکل آئے پھر جب سورج نکل آتا تھا تو آپ کھڑے ہو جایا کرتے تھے، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہاتھیں کیا کرتے تھے، اور زمانہ جاہلیت کے دور کی باتیں بھی کرتے تھے اور ہنسا کرتے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم صرف مسکرا دیا کرتے تھے۔

✽ بخاری و مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے اور مزاح فرمایا کرتے تھے کہ میرے ایک بھائی سے یہ فرمایا کرتے تھے: اے ابو عمیر بغیر پرندے کا کیا ہوا؟ ان کے پاس ایک پرندہ بغیر تھا جس سے وہ کھیلا کرتے تھے وہ پرندہ مر گیا، اس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھ ہوا اور آپ نے ان سے فرمایا اے ابو عمیر بغیر کا کیا ہوا؟

یہ وہ مثبت وسائل جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم جمعین کے ساتھ اختیار کرتے تھے، اور لوگوں کو حق پر چھوٹوں اور بچوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ کرتے تھے، آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ سے سچی کچی مخلصانہ محبت کی،

اور آپ کے ہاتھ پر ایمان لاکر اپنی نفوس کو قربان کیا، اور اللہ کے راستے میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کیا، اور آپ کی محبت میں اپنی جان کی بازی لگائی، اور وہ ویسے ہی بن گئے جیسے ان کے اوصاف اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بیان فرمائے ہیں فرمایا:

((وَلَا يَرْغِبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ))۔ (توبہ: ۱۲۰) اور نہ یہ کہ اپنی جانوں کو ان کی جان سے عزیز رکھیں۔

اور یہ حضرات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی کو بھی ترجیح نہیں دیتے تھے۔

✽ ان حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس سچی سچی مخلصانہ محبت کی تاکید حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے اس قول سے ہوتی ہے جو انہوں نے اس وقت فرمایا جب ان سے پوچھا گیا کہ آپ حضرات کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیسی محبت تھی؟ انہوں نے فرمایا: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں اپنے مالوں، اولاد، والدین، ماؤں سب سے زیادہ محبوب تھے اور پیاس کے وقت ٹھنڈے پانی سے جو محبت ہوتی ہے آپ ہمیں اس سے بھی زیادہ محبوب تھے۔

✽ اس محبت کی تاکید اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو بیہقی وابن اسحاق روایت کرتے ہیں کہ ایک انصاری عورت کے والد بھائی اور شوہر شہید کر دیے گئے۔ یہ سب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنگ احد میں شریک تھے۔ جب ان صاحبہ کو یہ اطلاع دی گئی تو انہوں نے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کس حال میں ہیں؟ یعنی آپ کی خیریت و عافیت دریافت کی، انہیں بتلایا گیا کہ الحمد للہ وہ ٹھیک ہیں اور ویسے ہی ہیں جیسا آپ چاہتی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا: مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادو تاکہ میں آپ کو دیکھ لوں۔ اور پھر جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر لیا تو کہا: آپ کے ہوتے ہوئے ہر مصیبت آسان ہے۔

✽ ان کی اس بے لوث محبت کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ وہ حضرات دنیا و آخرت میں آپ کی بھائی برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ چنانچہ طبرانی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب (حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ مراد ہیں) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول آپ مجھے میرے اہل و عیال اور مال و دولت سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ اور میں جب آپ کو یاد کرتا ہوں تو اس وقت تک چین نہیں آتا جب تک آپ کی خدمت میں حاضری نہ دے لوں، پھر مجھے اپنا اور آپ کا اس دنیا سے کوچ کر جانا یاد آیا تو میں نے یہ یقین کر لیا کہ آپ تو جنت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے ساتھ بلند درجات میں ہوں گے اور اگر میں داخل بھی ہوا تب بھی آپ کو وہاں دیکھ نہ سکوں گا اس پر اللہ تعالیٰ نے درج ذیل آیت کریمہ نازل فرمائی:

«وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَٰئِكَ مَعَ الَّذِينَ

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول کا سو وہ ان

أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصَّادِقِينَ

کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی اور صدیق اور

وَالشَّهِدَاءَ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَٰئِكَ رَفِيقًا» (سند: ۹۹)

شہید اور نیک بخت ہیں اور ان کی رفاعت اچھی ہے۔

پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صاحب کو بلا کر یہ آیت پڑھ کر سنائی۔

❁ ان کی اس محبت و سرشاری کی تاکید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے تذکرہ سے ان کے رونے سے سمجی جوتی ہے چنانچہ ابن سعد عام بن محمد سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو کبھی بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں سنا مگر یہ کہ ان کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آگئے اور رونے لگے۔

اور ابن سعد ہی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: کوئی رات ایسی نہیں گزرتی جس میں اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا نہ ہوں اور پھر وہ رونے لگتے۔

اور ابن عساکر سند جید کے ساتھ (جیسا کہ حافظ زر قافی نے تصریح کی ہے) حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ جب وہ (شام کے قریب ایک جگہ) بداری میں ٹھہرے تو خواب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی (یہ واقعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا ہے) اور دیکھا کہ آپ فرما رہے ہیں: اے بلال یہ کیسی سنگدل ہے! کیا تمہارے لئے اب بھی وہ وقت قریب نہیں آیا کہ تم میری زیارت کرو؟ حضرت بلال نہایت خوف زدہ غم کی حالت میں بیدار ہوئے اور اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر مدینہ منورہ کے ارادہ سے چل پڑے، اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر حاضری دی تو رونے لگے اور اس پر چہرہ گر کرنے لگے۔

سامنے سے حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما آگئے تو حضرت بلال ان سے بے لعل گیر ہو کر انہیں چومنے لگے ، ان دونوں نے ان سے کہا: ہمارا دل چاہتا ہے کہ ہم آپ کی وہ اذان سنیں جو آپ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے مسجد نبوی میں دیا کرتے تھے، چنانچہ وہ مسجد کی چھت پر چڑھ کر اپنی سابقہ اس جگہ پر کھڑے ہو گئے جہاں پر پہلے کھڑے ہوا کرتے تھے اور پھر جب اللہ اکبر اللہ اکبر کہا تو مدینہ منورہ لرز گیا، اور پھر جب اُشہد اُن لا اِلهَ اِلا اللہ کہا تو مدینہ میں اور ٹل مچ گئی، پھر جب اُشہد اُن محمد رسول اللہ کہا تو عورتیں گھروں سے باہر نکل آئیں اور لوگ یہ کہنے لگے: کیا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوبارہ مبعوث کر دیا گیا ہے؟ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے موقعہ پر جتنے لوگ رو رہے تھے اس کے بعد اس دن سے زیادہ رُسنے والے مرد و عورتیں نہیں دیکھی گئیں۔ اس کی وجہ ہی صرف یہ تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی اذان سن کر ان حضرات کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تازہ ہو گئی تھی۔

❁ ان کی اس بے پناہ محبت کی تاکید اس سے بھی ہوتی ہے کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جمعین کی آہ و بکا کی وجہ سے شور بلند ہو گیا۔

واقعی حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اس درمیان کہ ہم بیٹھے ہوئے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اترمال پر آنسو بہا رہے تھے اور رات بھر نہ سو سکے، اس وقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے گھر دل میں ہی موجود تھے، اور ہم آپ کو آپ کے پلنگ پر دیکھ کر تسلی حاصل کر رہے تھے، کہ ہم نے سحری کے وقت کلبھاڑی دھچکا ڈول کی آواز سنی جن سے زمین کھودی جا رہی تھی، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہماری چیخ و کل گئی اور تمام اہل بیت

چلانے لگے، اور سارا مدینہ منورہ بیک آواز گونج اٹھا، اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے فجر کی اذان دی اور رونے لگے، اس سے ہمارا غم اور بڑھ گیا، لوگوں نے قبر تک پہنچنے کی کوشش کی تو ان کو روک دیا گیا تاکہ دفن کے وقت قبر مبارک پر زیادہ ہجوم نہ ہو جائے۔

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ کتنی عظیم مصیبت تھی، اس حادثہ جانکاہ کے بعد ہم پر جب کوئی مصیبت آن پڑی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حادثہ، فاجعہ کو یاد کر کے آسان ہو گئی۔ شاعر ابو القاسم اسی معنی کو اپنے اشعار میں اس انداز سے بیان کرتے ہیں،

واعلم بأن المرغیر یخلد

اور یہ بات سمجھ لو کہ انسان کو دردِ کامل نہیں ہے

وتقرى المنية للعباد برصد

اور تم دیکھتے ہی ہو کہ موت بندوں کی گھات میں بیٹھتی ہے

هذا سبيل لست فيه بأوحد

یہ ایک ایسا راستہ ہے جس میں تم اکیلے نہیں ہو

فأذكر مصابك بالنبي محمد

تو نبی کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سانحو احوال کو یاد کر لیا کرو

اصبر لكل مصيبة وتجد

ہر مصیبت پر صبر کرو اور جواں مرد بن جاؤ

أوما ترى أن المصائب حمة

کیا تم نہیں دیکھتے کہ مصائب بہت زیادہ ہیں

من لم يصب ممن قرى بمصيبة

جس کو تم دیکھ رہے ہو ان میں کون ایسا ہے جسے کوئی مصیبت نہیں پہنچی ہو

فإذا ذكرت محمداً ومصابه

نم جب محمد اور اس کے سانحو احوال کو یاد کرو

لہذا ہم نے ابھی جو مثبت وسائل بیان کیے جن کی جانب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے رہنمائی کی ہے تاکہ لوگوں کی الفت و محبت حاصل ہو اور ان سے مودت و دوستی کے اسباب مستحکم ہوں، اور ان کے اہتمام و خیال رکھنے کو وہ محسوس کر لیں، اور ان کے ساتھ باہمی تعاون کی روح پیدا ہو، ان سے ہر آنکھیں رکھنے والے کے سامنے یہ بات کھل کر آجاتی ہے کہ اسلامی شخصیت کی تکمیل و تعمیر اور اعلیٰ فضائل پر ان کی تربیت اور ان میں اچھے اخلاق پیدا کرنے کی اساس و بنیاد یہ ہے کہ مرنے اور بچنے میں محبت بھائی چارگی اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے اسباب کو مضبوط کیا جائے، تاکہ ان کے درمیان وہ فائدہ متحقق ہو جس کی امید ہے، اور اچھا اثر پڑے، اور مرنے اپنی محنت کا پھل حاصل کر سکے، اور اپنی کھیتی کو لہلہاتے دیکھ سکے اور بچے کو صالحین و منتخب نیک بندوں کی صف اور متقین و ابرار کے ڈرے میں دیکھ سکے۔

اس لیے اے مرنے محترم اگر آپ یہ چاہیں کہ آپ کا بیٹا آپ کی بات پر لبیک کہے، اور آپ کی نصیحت اور باتوں کو کان لگا کر سنے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسلام کی ان ہدایات کے مطابق عمل کریں جو اس نے بچے کو اپنے سے مانوس

کرنے اور لگاؤ پیدا کرنے کے سلسلہ میں دی ہیں، اور آپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کریں اور جو طریقہ آپ نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اختیار کیا تھا اور جو حسن معاشرت آپ نے اپنے ساتھ اٹھنے بیٹھنے والوں کے ساتھ

اختیار کی تھی آپ بھی اسے اختیار کریں، اگر آپ نے ایسا کر لیا تو آپ نے تربیت کا صحیح اور بہترین راستہ اختیار کر لیا ہوگا اور پھر آپ اپنے بچے کے دل کے مالک ہو جائیں گے، اور آپ کی محبت اس کے دل میں سرایت کر جائے گی۔ وہ آپ کا گرویدہ ہو جائے گا، اور آپ اسے جو نصیحت کریں گے وہ اسے قبول کر لے گا، اور آپ کی کوششیں مشرور و نفع بخش ہوں گی۔



۶۔ دن رات تربیتی نظام کے مطابق چلنا | مربی کو جن فرائض واجبات کا بہت اہتمام کرنا چاہیے اور جن کے لیے بہت تنگ و دوکرا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ بچے کو شب و روز طے شدہ تربیتی نظام کے مطابق چلائے تاکہ وہ اس کا عادی بن جائے، اور تدریجاً اس پر عمل کرتا رہے، اور مستقبل میں اس کو اپنے اوپر نافذ کرنے کو ایک مانوس و عادی چیز سمجھے، اس لیے کہ یہ چیزیں اس میں سرایت کر چکی ہوں گی، اور اس کے شعور و دل میں بیٹھ چکی ہوں گی۔
مربی محترم! اس نظام کی تفصیلات عین اسلامی ہدایات کے مطابق آپ کے سامنے پیش کی جا رہی ہیں تاکہ آپ اس کو جان لیں اور اس کے مطابق عمل کر سکیں:

الف۔ صبح کے وقت مربی کو درج ذیل نظام اپنانا چاہیے:

❀ یہ کتنی اچھی بات ہوگی کہ جب آپ خود اور آپ کا بیٹا نیند سے بیدار ہو تو اللہ کا نام لے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ماثور و منقول دعا پڑھی جائے جو یہ ہے:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے موت کے بعد ہمیں زندگی بخشی اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

نہیں ہے اللہ کے سوا کوئی معبود اسے اللہ آپ ہی کے لیے پاک ہے اور آپ ہی کا لیے سب تعریفیں ہیں۔ میں آپ سے اپنے گناہوں کی مغفرت مانگتا ہوں، اور آپ سے آپ کی رحمت کا طلب گار ہوں۔ اسے اللہ میرے علم کو بڑھا دیجئے اور میرے دل کو ہدایت کے بعد کجی و زلیخ میں مبتلا نہ فرمائیے اور مجھے اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائیے، بے شک آپ ہی

((الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَحْيَاْنَا بَعْدَ مَا مَاتْنَا
وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ))۔ صبح بخاری و سلم

((لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ
اَسْتَغْفِرُكَ لِذُنُوْبِيْ، وَاَسْأَلُكَ رَحْمَتَكَ، اللّٰهُمَّ
زِدْ فِيْ عِلْمِيْ، وَلَا تَزِغْ قَلْبِيْ بَعْدَ
اِذْ هَدَيْتَنِيْ، وَهَبْ لِيْ مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً
اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ))۔

سنن ابی داؤد

بہت زیادہ دینے والے ہیں۔

❀ پھر اگر بچہ بیت الخلاء جانا چاہے تو آپ کو چاہیے کہ آپ اسے بیت الخلاء میں داخل ہونے اور —
استنجاء کے آداب سکھائیں:

❖ آپ اسے یہ بتلائیے کہ داخل ہوتے ہوئے پہلے بایاں پاؤں آگے بڑھائے اور نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر نکالے اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ اچھے کام کے لیے پہلے دایاں پاؤں آگے بڑھانا چاہیے اور جو دوسرے قسم کے کام ہوں ان کے لیے پہلے بایاں پاؤں بڑھانا چاہیے۔

❖ آپ بچے کو یہ بتلائیں کہ جب وہ بیت الخلا میں داخل ہونا چاہے تو مسنون دعا پڑھے جو یہ ہے :

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبْثِ وَالْخَبَائِثِ»۔ اے اللہ میں آپ کے ذریعہ سے مذکور مؤنث شیاطین سے
 مبرا رہنا چاہتا ہوں۔

❖ آپ اسے یہ سکھائیں کہ وہ ایسی جگہوں پر اپنے ساتھ کوئی ایسی چیز نہ لے جائے جس میں اللہ کا نام یاد کر ہو اس لیے کہ سنن کی کتابوں میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا : جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلا جاتے تو اپنی انگوٹھی اتار لیا کرتے تھے، اس پر محمد رسول اللہ لکھا ہوا تھا (حاکم نے اسی طرح روایت کیا ہے)۔

❖ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ اگر کھلی جگہ یا جنگل وغیرہ میں قضاء حاجت کے لیے جانا پڑے تو لوگوں کی نگاہ سے دور چلا جائے، اس لیے کہ ابو داؤد حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب ضرورت کے لیے جانے کا ارادہ فرماتے تو اتنی دور چلے جاتے کہ کوئی آپ کو نہ دیکھ سکے۔

❖ آپ اسے یہ بتلائیں کہ قبلہ کی طرف منہ یا پیٹھ کر کے قضاء حاجت نہ کرے، اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے : جب تم قضاء حاجت کے لیے جاؤ تو نہ قبلہ کی طرف منہ کرو نہ پیٹھ کرو، لیکن مشرق یا مغرب کو منہ کر لیا کرو (یہ اہل مدینہ کے لیے حکم ہے جن کا قبلہ مغرب میں نہیں ہے جن علاقوں میں قبلہ کا رخ مغرب میں ہے انہیں مغرب یا مشرق کی جانب نہ منہ کرنا چاہیے نہ پیٹھ)۔

❖ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ وہ سایہ دار جگہ اور راستے اور لوگوں کی نشست گاہ میں ضرورت سے فارغ نہ ہو، اس لیے کہ امام مسلم و احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : ایسے دو کاموں سے بچو جو لعنت کا ذریعہ ہیں، پوچھا گیا کہ لعنت کا ذریعہ کون سے کام ہیں؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا وہ شخص جو لوگوں کے راستے میں ضرورت سے فارغ ہو یا سایہ دار جگہ میں۔

❖ آپ اسے یہ تعلیم دیں کہ قضاء حاجت کے وقت بالکل بات نہ کرے، اس لیے کہ مسلم وغیرہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے گزرے، اس وقت آپ پیشاب کر رہے تھے ان صاحب نے آپ کو سلام کیا تو آپ نے ان کے سلام کا جواب نہیں دیا۔

❖ آپ اسے یہ بتلائیں کہ پیشاب سے بھی طرح صفائی حاصل کیا کرے اور نجاست و گندگی سے بچے تاکہ اس کے کپڑے یا بدن پر نجاست نہ لگے، اس لیے کہ عام طور سے عذاب قبر پیشاب سے نہ پینے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اس لیے کہ

دارقطنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: پیشاب سے بچو اس لیے کہ عام طور سے عذاب اسی کی وجہ سے ہوتا ہے۔

✽ اور اس کو یہ بتلائیں کہ دائیں ہاتھ سے استنجاء نہ کرے، اس لیے کہ بخاری و مسلم میں حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرے تو اپنے عضو مخصوص کو دائیں ہاتھ سے نہ پکڑے اور نہ دائیں ہاتھ سے استنجاء کرے اور نہ (پانی کے) برتن میں سانس لے۔

✽ اور اسے یہ بتلائیں کہ استنجاء کے موقع پر ڈھیلے (یا ٹیشو یا ٹوائلٹ پیپر) مجاذب کاغذ اور پانی دونوں کا استعمال کرے اس لیے کہ دونوں کو استنجاء میں جمع کرنا زیادہ اچھا ہے، اس لیے کہ بزار، ابن ماجہ و ماہم حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قباء والوں سے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے طہارت حاصل کرنے کے سلسلہ میں تمہاری تعریف کی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کہا: ہم جب استنجاء کرتے ہیں تو ڈھیلے اور پانی دونوں کو استعمال کرتے ہیں۔

✽ آپ اسے یہ بتلائیں کہ جب وہ بیت الخلا سے نکلے تو پہلے اپنا دایاں پاؤں وہاں سے باہر نکالے پھر یہ دعا پڑھے،

اے اللہ میں آپ کی مغفرت کا طلب گار ہوں۔

«عُفِّرَ اَنْتَ» سنن ابی داؤد و ترمذی

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے تکلیف

«الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى»

وہ چیز کو دور کیا اور مجھے عافیت بخشی۔

وَعَافَانِي» سنن ابن ماجہ

ایک اور روایت میں درج ذیل دعا بھی آتی ہے:

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے مجھ سے اس کی لذت

«الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي اَذْهَبَ عَنِّي الْاَذَى»

چھائی اور اس کی قوت مجھ میں باقی رکھی، اور اس کی گندگی

وَأَبْقَى فِي قُوَّتِهِ وَذَلَعَ عَنِّي

تو تکلیف مجھ سے دور کر دی۔

اَذَا»

✽ اس کو یہ سکھائیں کہ جب وہ بیت الخلا سے نکلے تو پانی اور صابن سے اپنے دونوں ہاتھ دھوئے، اس لیے کہ نسائی حضرت تبریز بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا آپ تغافل حاجت کے لیے تشریف لے گئے، حاجت پوری کی پھر فرمایا: اے جریر پانی لے آؤ، میں پانی لے کر حاضر ہوا تو آپ نے استنجاء کیا اور پھر اپنا ہاتھ زمین پر رگڑا، آج سٹی میں ہاتھ رگڑنے کے بجائے صابن سے صفائی ہو جاتی ہے۔

پھر اس کو وضو کرنا سکھائیں:



✽ اس کو وضو کی فضیلت بتلائیں اور یہ کہ اس سے گناہ معاف ہوتے ہیں، اس لیے کہ مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ

عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب مسلمان بندہ وضو کرتا ہے اور اپنے چہرے کو دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے چہرے کے وہ تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں جن کی طرف اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہوتا ہے۔ اور جب وہ اپنے دونوں پاؤں دھوتا ہے تو پانی یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے وہ گناہ دھل جاتے ہیں جن کی طرف وہ پاؤں سے چل کر گیا تھا یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو کر نکلتا ہے۔
 ❀ اس کو وضو سے فارغ ہونے کے بعد کی مسنون دعا سکھائیں:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ»
 میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لا شریک لہ
 علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ
 کے بندے اور رسول ہیں۔

«اللَّهُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّائِبِينَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِينَ»
 اے اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنادے جو بہت زیادہ توبہ
 کرنے والے ہیں، اور مجھے پاکی حاصل کرنے والوں میں
 سے بنا۔

«سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ»
 اے اللہ آپ کے لیے پاکی ہے اور تمام تعریفیں ہیں میں
 گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ آپ کے سوا کوئی معبود نہیں
 میں آپ ہی سے مغفرت کا طلب گار ہوں، اور آپ ہی کی
 طرف رجوع کرتا ہوں۔

❀ اسے یہ سکھائیں کہ ہر وضو کرنے کے بعد دو رکعت نفل پڑھے اس لیے کہ مسلم و احمد حضرت عقبہ بن عامر جونی رضی اللہ عنہ
 سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ کوئی مسلمان ایسا نہیں جو وضو کرے اور اچھی
 طرح سے کرے پھر کھڑے ہو کر دو رکعتیں پڑھے اور ان میں دل و جسم کے ساتھ اللہ کی طرف متوجہ ہو مگر یہ کہ جنت اس کے لیے
 واجب ہو جاتی ہے۔

❀ پھر آپ اس کو یہ بتلائیں کہ رات کو جتنی نماز پڑھ سکتا ہو پڑھ لیا کرے:
 اس لیے کہ مسلم والبوداد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد
 فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص رات کو اٹھ جائے تو نماز کی ابتداء دو رکعتیں پڑھ کر کرنا چاہیے۔
 اور نماز تہجد پڑھنے سے قبل تہجد کی دعا پڑھ لے اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے

لے مرنے والے! وضو کا طریقہ و آداب جاننے کے لیے آپ فقہ کی کسی بھی کتاب کی طرف رجوع کر سکتے ہیں اور اس سے فائدہ و استفادہ کر سکتے ہیں،
 لیکن میں آپ کو مسواک کی سنت یاد دلانا ہوں اس لیے کہ اس کے بارے میں سو سے زیادہ حدیثیں ملتی ہیں۔

روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو تہجد کے لیے اٹھتے تو یہ فرماتے:

اے اللہ اے ہمارے رب تمام تعریفیں آپ ہی کے

لیے ہیں، آپ آسمانوں اور زمینوں اور جو ان میں ہے

سب کے تمام رکھنے والے ہیں اور آپ ہی کے لیے تمام

تعریفیں ہیں۔ آپ آسمانوں و زمین اور جو کچھ ان میں ہے

سب کے روشن کرنے والے ہیں اور تمام تعریفیں آپ ہی کیلئے

ہیں۔ آپ آسمانوں اور زمین اور جو کچھ ان میں ہے اس کے

بادشاہ ہیں تمام تعریفیں آپ ہی کے لیے ہیں، آپ ہی حق

ہیں، اور آپ کا وعدہ برحق ہے۔ آپ کی ملاقات حق ہے

اور آپ کا فرمان برحق ہے، اور دوزخ حق ہے، اور تمام

نبی برحق ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم حق ہیں، اور قیامت کی گھڑی

برحق ہے، اے اللہ میں آپ ہی کے لیے اسلام لایا اور

آپ ہی پر ایمان لایا اور آپ پر ہی توکل و اعتماد کیا اور آپ

ہی کی طرف رجوع کرتا ہوں اور آپ ہی کی مدد سے فحمت

کرتا ہوں اور آپ ہی سے فیصلہ کرتا ہوں، آپ میرے اکلے

پچھلے سب گناہ معاف فرما دیجیے اور پوشیدہ کیے ہوئے

بھی اور کھلم کھلا کیے ہوئے بھی، آپ ہی آگے بڑھانے والے

ہیں، اور آپ ہی پیچھے کرنے والے ہیں، آپ کے سوا کوئی

معبود نہیں، اور آپ کے سوا کوئی خدا نہیں ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَيِّمُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ

وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ نُورُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ

وَمَنْ فِيْهِنَّ وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ مَلِكُ

السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَنْ فِيْهِنَّ

وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ الْحَقُّ وَوَعْدُكَ

حَقٌّ، وَلِقَاؤُكَ حَقٌّ، وَقَوْلُكَ حَقٌّ،

وَالنَّارُ حَقٌّ، وَالسَّيُّوْنَ حَقٌّ

وَمُحَمَّدٌ حَقٌّ، وَالسَّاعَةُ حَقٌّ، اَللّٰهُمَّ

لَكَ اَسَلْتُ وَبِكَ اَمَنْتُ وَ

عَلَيْكَ تَوَكَّلْتُ وَإِلَيْكَ

اُنْبَتْتُ وَبِكَ خَاصَمْتُ وَإِلَيْكَ

حَاسَمْتُ، فَاغْفِرْ لِيْ مَا

كَذَبْتُ وَمَا أَخْزَيْتُ وَمَا أَسْرَيْتُ

وَمَا أَعْلَنْتُ، اَنْتَ الْمَقْدِمُ وَاَنْتَ

الْمُؤَخِّرُ لَا إِلَهَ إِلَّا اَنْتَ وَلَا إِلَهَ

غَيْرُكَ،،،

صلوٰۃ اللیل (رات کی نماز) کے لیے رکعات کی کوئی مخصوص تعداد متعین نہیں ہے جتنی سہولت و طاقت ہو اتنی نماز

پڑھنا چاہیے۔ نماز دو دو رکعت کر کے پڑھے (خواہ چار چار پڑھے)، اس لیے کہ بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ

عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: رات کی نماز دو دو رکعات ہے پھر جب صبح ہونے کا ڈر ہو تو

ایک رکعت کے ذریعہ (پچھلی دو رکعتوں کو) وتر بنا لو۔

تہجد کی نماز کے فضائل میں سے یہ ہے کہ یہ جنت لے جانے کا ذریعہ ہے۔ اس لیے کہ ترمذی حضرت عبداللہ بن سلام

رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے لوگو! اسلام کو عام کرو ————— اور

کھانا کھلایا کرو، اور رات کو ایسی حالت میں نماز پڑھو کہ لوگ سو رہے ہوں اور حنبت میں عافیت و سلامتی کے ساتھ نفل ہجواؤ۔
 ❖ اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ رات کو نماز پڑھنے والا اللہ تعالیٰ کے دربار میں ذاکرین میں سے لکھا جاتا ہے اس لیے کہ ابو داؤد و حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جب انسان رات کو اپنے گھر والوں کو جگائے اور دونوں دو رکعت پڑھ لیں تو دونوں ذکر کرنے والوں میں لکھے جاتے ہیں۔
 ❖ اور اس کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ یہ اللہ کے قریب کرنے والی اور گناہوں کا کفارہ ہے۔ اس لیے کہ امام ترمذی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تمہیں چاہیے کہ رات کے قیام (تہجد کی نماز) کو لازم پکڑو، اس لیے کہ یہ تم سے پہلے گزرنے والے صالحین کی عادت ہے اور تمہارے رب تک تقرب کا ذریعہ اور برائیوں کے لیے کفارہ اور گناہوں سے روکنے والی ہے۔

پھر اس کو یہ بتلاؤ کہ وہ فجر کی نماز مسجد جا کر پڑھا کرے:

❖ اسے اذان کے بعد کی دعا سکھاؤ اس لیے کہ امام مسلم و ابو داؤد وغیرہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا کہ آپ نے فرمایا: جب تم مؤذن کو اذان دیتے سنو تو وہی الفاظ دہراؤ جو مؤذن کہہ رہا ہے پھر مجھ پر درود بھیجو، اس لیے کہ شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، پھر میرے لیے اللہ تعالیٰ سے "وسیلہ" مانگو، اس لیے کہ یہ ایک ایسا مرتبہ ہے جو اللہ کے کسی خاص بندہ کے لیے ہی مناسب ہے، اور مجھے امید ہے کہ وہ میں ہی ہوں گا۔ لہذا جو میرے لیے "وسیلہ" طلب کرے گا اس کے لیے میری سفارش واجب ہوگی۔

اذان کے بعد انہی الفاظ میں دعا مانگنا چاہیے جو صحیح سند سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں، چنانچہ امام بخاری وغیرہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اذان سن کر یہ کلمات کہے تو اس کے لیے قیامت کے روز میری شفاعت واجب ہو جاتی ہے،

((اللّٰهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ
 وَالصَّلَاةِ الْقَائِمَةِ آتِ مُحَمَّدًا الْوَسِيلَةَ
 وَالْفَضِيلَةَ وَالْبَعَثْهُ مَقَامًا تَحْمَدُكَ الَّذِي
 وَعَدْتَهُ)).

اے اللہ اسے پروردگار اس کامل و مکمل دعوت اور قائم دعا
 نماز کے، عطا فرمائیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ و فضیلت
 اور ان کو بھیج دیجئے اس مقام محمود میں جس کا آپ نے ان سے
 وعدہ فرمایا ہے۔

لے یعنی جو الفاظ مؤذن کہہ رہا ہے وہی الفاظ دہراؤ سوائے اس کے کہ جب مؤذن حی علی الصلوة ادرج علی الفلاح کہے تو اس وقت سننے والا لا حول ولا قوۃ الا باللہ کہے گا جیسا کہ امام مسلم نے روایت کیا ہے۔

اس کے سامنے مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کی فضیلت بیان کیجیے اس لیے کہ ابو داؤد و ترمذی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا:

((بشئ المشائین فی الظلم إلی المساجد
بالنوم التام یوم القیامة))۔
جو لوگ رات کی تاریکیوں میں مسجد کی طرف چل کر جاتے ہیں
انہیں قیامت کے روز کامل و مکمل نور کی بشارت دے دیجیے۔

اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص اپنے گھر میں وضو کر کے اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر کی جانب اللہ کے فرائض میں سے کسی فریضے کو ادا کرنے کے لیے جاتا ہے تو اس کے ہر قدم میں سے ایک قدم ایک گناہ معاف کر دیتا ہے اور دوسرا ایک درجہ بلند کرتا ہے۔
اور بخاری و مسلم حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جماعت کی نماز پر لکھنے نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب ملتا ہے۔

بچے کو نماز سے فارغ ہونے کے بعد تسبیحات پڑھنا اور دعا کرنا سکھائیں اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا جو شخص ہر نماز کے بعد تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ ، اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھے تو یہ ننانوے ہو گئے اور سو پورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لا الہ الا اللہ وحده لا شریک لہ کہ الملک ذلک الحمد و بھو علی کل شیء قدیر پڑھے تو اس کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کے جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔
فجر اور مغرب کی نماز کے بعد جن دعاؤں کا پڑھنا مذکور ہے وہ یہ ہیں:

اللہ وحدہ لا شریک لہ ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔
حکومت و ملک اسی کے لیے ہے۔ اور اسی کے لیے تمام
توفیقیں ہیں۔ وہی زندہ کرتا ہے اور ہی مارتا ہے اور وہ ہر چیز
پر قادر ہے۔ یہ کلمات دس مرتبہ پڑھے جائیں گے۔

((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ
وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ))۔ عشر مرات
جامع ترمذی

اے اللہ مجھے دوزخ کی آگ سے محفوظ فرما۔ سات مرتبہ
اے اللہ میں آپ سے جنت کا سوال کرتا ہوں۔ آٹھ مرتبہ

((اللَّهُمَّ اجْزِنِي مِنَ النَّارِ)) ستر مرتبہ۔ ابو داؤد
((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الْجَنَّةَ)) ثمانی مرتبہ
وہ دعائیں جو ہر نماز کے بعد ثابت ہیں:

سے اللہ آپ سلام ہیں اور آپ ہی سلامتی دینے والے ہیں۔
اے خدا جلّال والا کرام آپ برکت والے ہیں۔

((اللَّهُمَّ أَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ
يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ))۔ صحیح مسلم وغیرہ
((اللَّهُمَّ أَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ))۔
ابو داؤد و نسائی

اے اللہ میری مدد فرمائیے اپنے ذکر اور شکر ادا کرنے
اور بہترین عبادت کرنے پر۔

اَسَیْ فَنَیْ عَذَابُكَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَكَ»۔ میرے رب مجھے اپنے عذاب سے اس روز بچا لیجیے جس

میں مسلم روز آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔

آیہ الکرسی کا پڑھنا پھر قل هو اللہ احد اور معوذتین یعنی قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس کا پڑھنا اور صبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کا۔ تینتیس مرتبہ پڑھنا (صبح مسلم) اور تلوپورا کرنے کے لیے ایک مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَا الْمَلِكُ وَلَا الْمَمْدُودُ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ کا پڑھنا (صبح مسلم) اور اس کے علاوہ دوسری اور سنوں دعائیں۔

اس کو یہ بتلائیے کہ صبح فجر اور عصر کی نماز پڑھنے کے بعد نوافل پڑھنا مکروہ و ممنوع ہے۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: صبح کی نماز پڑھنے کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک سورج نہ نکل آئے، اور عصر کی نماز کے بعد کوئی نماز نہیں جب تک کہ سورج ڈوب نہ جائے۔

آپ اس کو یہ بتلائیں کہ سورج نکلنے اور زوال اور سورج غروب ہونے کے وقت کوئی بھی نماز پڑھنا جائز نہیں ہے۔ اس لیے کہ مسلم وغیرہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: تین گھڑیاں ایسی ہیں جن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھنے سے منع فرمایا کرتے تھے، اور یہ کہ ہم اس میں اپنے مردوں کو دفن کریں (نماز جنازہ مراد ہے) ایک اس وقت جبکہ سورج ٹھکانا شروع ہو جب تک کہ بلند نہ ہو جائے، اور اس وقت جب زوال کا وقت ہو جب تک کہ زوال نہ ہو جائے اور اس وقت جب سورج غروب ہونے لگے جب تک کہ غروب نہ ہو جائے۔

پھر اس کو صبح کے وقت پڑھے جانے والے ذکر بتلائیے:

اس لیے کہ ذکر کا حکم وارد ہوا ہے اور اس پر ابھارا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

﴿لَا تَذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ﴾ البقرہ - ۱۵۲

سو تم مجھ کو یاد رکھو میں تم کو یاد رکھوں گا۔

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَأَذْكُرْ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرَّعًا وَخِيفَةً

وَذُؤَنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْعُدُوِّ وَالْأَصْدِقِ

وَلَا تُكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ﴾ الاعراف - ۲۰۵

نیز فرمایا:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا

وَسَبِّحُوهُ بُكْرَةً وَأَصِيلًا﴾ الاحزاب - ۴۱ و ۴۲

اور یاد کرتے رہیے اپنے رب کو اپنے دل میں گلو گلو کرتے

ہونے اور دُرتے ہوئے اور ایسی آواز سے جو کہ یاد رکھنے

سے کم ہو صبح کے وقت اور شام کے وقت اور بے خبرت رہیے

اے ایمان والو اللہ کو خوب کثرت سے یاد کرو اور صبح و شام

اس کی تسبیح کرتے رہو۔

اس سورج نکلنے اور زوال اور غروب کا اندازہ تقریباً آدھ گھنٹہ ہے۔

✽ اور نبی کریم علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا :

دو کلمے ہیں جو زبان پر بہت جگے اور میزان (ترازو) میں بہت بھاری ہیں۔ اور اللہ (رحمن) کو محبوب ہیں، سُبْحَانَ اللہ و بَحْمَدُہُ سُبْحَانَ اللہ العظیم۔

«كَلِمَتَانِ خَفِيفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ، ثَقِيلَتَانِ فِي الْمِيزَانِ، حَبِيبَتَانِ إِلَى الرَّحْمَنِ، سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيمِ» صحیح بخاری و صحیح مسلم

✽ اور بخاری و مسلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ : اس شخص کی مثال جو اپنے رب کو یاد کرتا ہو اور اس کی مثال جو اپنے رب کو یاد نہیں کرتا ہو زندہ اور مردہ کی سی ہے۔

✽ اور امام مسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : ایک صاحب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا : اے اللہ کے رسول مجھے گزشتہ رات بچھو کے کاٹنے سے سخت تکلیف پہنچی، تو آپ نے فرمایا کہ اگر تم رات کو یہ پڑھ لیتے :

کہ میں اللہ تعالیٰ کے کامل و مکمل کلمات کے ذریعے پناہ مانگتا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جسے اس نے پیدا کیا ہے۔

«أَعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ اِنَّمَا مَاتَ مِنْ شَيْءٍ مَا خَلَقَ»۔

تو وہ تم کو کچھ نقصان نہ پہنچاتا۔

✽ اور ابو داؤد و ترمذی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ وہ صبح کے وقت درج ذیل کلمات پڑھا کرتے تھے :

اے اللہ آپ ہی کے نام سے ہم نے صبح کی اور آپ ہی کے نام سے شام کی، اور آپ ہی کے فضل سے ہم زندگی حاصل کرتے ہیں۔ اور آپ ہی کے حکم سے ہم مریں گے، اور آپ ہی طرف لوٹ کر جانا ہے (اور جب شام کرتے تو فرماتے : اے اللہ ہم آپ ہی کے نام سے شام کرتے ہیں اور آپ ہی کے فضل سے نہ مریں گے، اور آپ ہی سے مریں گے اور آپ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

«اللّٰهُمَّ بِكَ أَصْبَحْنَا وَبِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَى وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ النُّشُورُ» و ہذا اسی قال : «اللّٰهُمَّ بِكَ أَمْسَيْنَا وَبِكَ نَحْيَى وَبِكَ نَمُوتُ وَإِلَيْكَ الْمَصِيرُ»۔

پھر اس کو جتنا ہو سکے قرآن کریم کی تلاوت کا حکم دیں :

اس لیے کہ قرآن کریم کی تلاوت کی فضیلت کے بارے میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں :

✽ امام مسلم حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

لے حسن بناؤ کی کتاب المآثرات "ملاحظہ فرمائیے جس میں دعاؤں اور صبح و شام کے مستند اذکار کا صحیح احادیث سے اچھا مجموعہ جمع کر دیا گیا ہے۔

مرتب جب ان لوگوں کے لیے جن کی تربیت کی ذمہ داری اس پر ہے عبادت اور جہاد، اور روحانی تقویت، اور قوت و طاقت کے وسائل کی تیاری اور حقیقت و واقع اور مزاج و دل لگی، اور دین و دنیا اور آخرت سب کو جمع کر دیتا ہے تو کتنا عظیم و زبردست مرتب ہوتا ہے۔

اور انسانوں اور اللہ کی نظر میں ایسا مرتب کتنا عظیم ہوتا ہے جو اپنے قول و فعل اور ہدایات و رہنمائی کے ذریعہ اسلام کے حقیقی و واقعی دین ہونے اور عکبر گوشوں اور دل کے سکون کا ذریعہ بنی بنیوں کے لیے اس کے اچھے معاملہ کو ظاہر کرتا ہے۔

پھر اس کے ساتھ ثقافتی مطالعہ شروع کیجیے:

تاکہ اللہ تعالیٰ کے فرمان مبارک ذیل پر عمل ہو:

«وَقُلْ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا»۔ (آلہ ۱۱۳)

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک متحقق ہو:

«وَمَنْ سَلَكَ طَرِيقًا يَلْتَمِسُ فِيهِ عِلْمًا سَفَلَ

اللَّهُ لَهُ طَرِيقًا إِلَى الْجَنَّةِ»۔ صحیح مسلم

جو شخص کسی ایسے راستے پر چلتا ہو جس میں وہ علم کا طالب

ہو تو اللہ اس کے لیے جنت کا ایک راستہ آسان فرمادیتے ہیں۔

پھر بچہ اگر طالب علم ہو تو مطالعہ مدرسہ کی کتابوں کی نوعیت کا ہونا چاہیے، چنانچہ صبح کے ابتدائی حصوں میں اس کو وہ اسباق یاد کرانا چاہیے جو اس کے ذمہ لگائے گئے ہیں۔ اور جو بحثیں مطالعہ کی ہیں ان کا مطالعہ کرایا جائے، اور اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے کہ اسباق کے مطالعہ کے ساتھ ثقافت عامہ سے متعلق کتب کا بھی اسے مطالعہ کرایا جائے، تاکہ بچے کی عقل پختہ ہو اور ثقافت کے میدان میں تکمیل کو پہنچے۔

اور اگر بچہ کام کاج کرتا ہو تو پھر اسے ثقافت و تہذیب سے متعلق مطالعہ کرنا چاہیے، اور صبح کے ابتدائی حصوں میں اسے ایسی کتابوں کے مطالعے میں مصروف کرنا چاہیے جو اسے علم کے حقائق اور ہنر کے فنون سے روشناس کرا سکیں، تاکہ وہ عقل کی پختگی اور ثقافتی سوجھ بوجھ اور علمی حیثیت سے ایک مناسب معیار تک پہنچ سکے۔

اور اگر مرتب کے پاس اپنے بچے کی علمی تکمیل اور تعلیمی و ثقافتی تیاری کے لیے وقت نہ ہو اور وہ خود اس کی تعلیم و اصلاح و رہنمائی کے لیے وقت نہ دے سکے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ وہ دوسرے اساتذہ یا بڑے بچوں سے یہ کام لے لے۔

پھر اس کو اشراق و چاشت کی نماز کی تعلیم دیں:

اس لیے کہ اشراق و چاشت کی نماز کے فضائل بہت سی صحیح احادیث میں وارد ہوئے ہیں،

❀ امام بخاری و مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا مجھے میرے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت کی ہے: ایک تو ہر مہینہ میں تین دن روزہ رکھنے کی، دوسرے چاشت کی دو رکعات نماز پڑھنے کی، اور تیسرے اس کی کہ میں سونے سے قبل وتر پڑھ لیا کروں۔

❀ اور امام مسلم و احمد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کے وقت چار رکعات پڑھا کرتے تھے اور جتنی اللہ توفیق دیتا اس سے بڑھا دیا کرتے تھے۔
 جہور فقہاء کے یہاں نماز چاشت کی کم از کم دو رکعات اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعات ہیں، اور اس کا وقت سورج نکلنے کے تقریباً آدھ گھنٹے کے قریب سے شروع ہو کر ظہر کی نماز سے تقریباً پاون گھنٹے قبل تک رہتا ہے۔

❶ پھر اس کو ناشتہ کے آداب بتلائیں:

مری کو چاہیے کہ کھانے پینے کے ان آداب کا اہتمام کرے جو ہم اس کتاب تربیۃ الاولاد کی قسم ثانی میں ”کھانے پینے کے آداب“ نامی عنوان کے تحت ذکر کر چکے ہیں۔
 بچوں کو ان آداب کی تعلیم دینا چاہیے تاکہ وہ کھانا کھاتے اور پانی وغیرہ پیتے وقت ان کے عادی بنیں، اور یہ ان کی فطرت و عادت بن جائیں، اس لیے اے مری محترم! آپ مذکورہ بالا عنوان والی بحث کا مطالعہ کر لیجیے تاکہ جب اپنے اہل و عیال اور بچوں کے ساتھ آپ کھانا کھانے بیٹھیں تو مرحلہ وار ان آداب کو نافذ کر سکیں۔

❷ پھر اس کو گھر سے نکلنے کے آداب سے روشناس کرائیں:

❀ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے کپڑے اور لباس کو پہننے میں پہلے دائیں سے ابتدا کرے اور اتارنے وقت پہلے بائیں سے اتارے اس لیے کہ مسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص جوتا پہنے تو ابتداء دائیں سے کرے اور جب جوتا اتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اتارے۔
 ❀ آپ اس کو گھر سے نکلنے کی دعا سکھائیں اس لیے کہ ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب انسان اپنے گھر سے نکلے وقت یہ دعا پڑھتا ہے:

اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں اور اللہ پر میں نے بھروسہ کیا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی برائی سے روک سکتا ہے اور نہ نیک

کام کی توفیق دے سکتا ہے۔

«بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ»۔

تو اس سے کہا جاتا ہے کہ:

تمہارے لیے یہ کافی ہے اور تمہیں ہدایت دیا گئی اور تمہاری کفایت کی گئی اور تم بچا لیے گئے اور اس سے شیطان کو دور کر دیا جاتا ہے۔

((حسبك هديت وكفيت ووقيت
وتخفى عنه الشيطان))۔

اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ان کے گھر سے نکلتے تھے تو یہ فرماتے تھے:

اللہ کا نام لے کر نکل رہا ہوں اور اللہ پر ہی بھروسہ کرتا ہوں
اے اللہ میں آپ کے ذریعہ سے پناہ مانگتا ہوں اس کے کہ
ہم در او راست سے پھسل جائیں یا گمراہ ہو جائیں یا ہم ظلم
کریں یا ہم پر ظلم کیا جائے یا ہم جہالت کا کام کریں یا ہم پر زیادتی
کی جائے۔

«بِسْمِ اللَّهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ
اللَّهُمَّ إِنَّا نَعُوذُ بِكَ مِنْ أَنْ
نُزَلَ أَوْ نُفِلَ أَوْ نُنْظَمَ أَوْ نُجْهَلَ
أَوْ يُجْهَلَ عَلَيْنَا»۔

پھر اس کو راستے کے آداب سکھائیں:

❖ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ آرام سے چلے اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

اور (خدا ہے) رحمن کے (خاص) بندے وہ ہیں جو زمین پر
فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں، اور جب ان سے جہالت والے
لوگ بات چیت کرتے ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں خیر۔

((وَعِبَادُ الرَّحْمَنِ الَّذِينَ يَتَشَوَّنُ عَلَى الْأَرْضِ
هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا))۔
الفرقان - ۶۳

❖ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ اپنے آپ کو اجنبی عورتوں کو دیکھنے سے بچائے، نگاہ پست رکھے اس لیے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:

آپ ایمان والوں سے کہہ دیجیے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور
اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں... اور آپ کہہ دیجیے
ایمان والیوں سے کہ اپنی نظریں نیچی رکھیں اور اپنی شرم گاہوں
کی حفاظت رکھیں۔

((أَقْلُ تَلْمُؤْمِنِينَ يَفْضُوا مِنْ أَبْصَارِهِمْ وَ
يَحْفَظُوا فُرُوجَهُمْ... وَقُلْ تَلْمُؤْمِنَاتٍ
يَفْضُضْنَ مِنْ أَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ
فُرُوجَهُنَّ))۔
النور - ۳۱ و ۳۲

❖ آپ اس کو سلام کے آداب سکھائیں کہ وہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کر سلام کیا کرے، اور سلام کے جواب میں
وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہہ کرے۔

مرتب محترم! آداب سلام کی بحث پر مطلع ہونے کے لیے آپ اس کتاب کی قسم ثانی میں "سلام کے آداب" نامی بحث

کا مطالعہ کر لیجئے تاکہ آپ پیچھے کی اس کی طرف رہنمائی کر سکیں اور اسے اس کا عادی بنا سکیں۔

سلام کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ ہر کس و ناکس کو سلام کرنا چاہیے خواہ پہلے سے واقفیت ہو یا نہ ہو اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ ایک صاحب نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: اسلام میں سب سے بہتر کیا چیز ہے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا یہ کہ تم کھانا کھلاؤ، اور سلام کرو اس کو بھی جس کو تم جانتے ہو اور اس کو بھی جس کو تم نہیں جانتے۔

❖ اس کو یہ سکھائیے کہ جب وہ اپنے مسلمان بھائی سے ملے تو اس سے مصافحہ کرے اس لیے کہ ابو داؤد و ترمذی صحیح سند سے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: جب دو مسلمان ملتے ہیں اور ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہیں اور اللہ کی حمد و ثناء بیان کرتے ہیں اللہ سے مغفرت کے طلبگار ہوتے ہیں تو ان دونوں کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔

اور ایک روایت میں یہ آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: کوئی دو مسلمان ایسے نہیں کہ وہ ایک دوسرے سے مل کر مصافحہ کریں مگر یہ کہ ان کے جدا ہونے سے قبل ان کی مغفرت کر دی جاتی ہے۔
❖ آپ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ خطرہ کی جگہ پر احتیاط سے چلے اور وہ اس طرح کہ گاڑیوں سے دور رہے اور ٹرک پر چلنے سے بچے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے:

﴿وَلَا تَلْقُوا بِأَيْدِيكُمْ إِلَى التَّهْلُكَةِ﴾ البقرہ- ۱۹۵ اور نہ ڈالو اپنی جان کو ہلاکت میں۔

❖ آپ اس کو یہ سمجھائیں کہ زمین پر کوئی ایسی چیز نہ پھینکے جس سے لوگوں کو ایذا و تکلیف پہنچے مثلاً ایسی چیزیں جن سے انسان کے پھسلنے کا ڈر ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد مبارک ہے: نہ ضرر اٹھاؤ نہ ضرر پہنچاؤ اسی طرح آپ کو چاہیے کہ آپ اسے یہ بھی تعلیم دیں کہ وہ راستے سے ایسی چیزیں نہ اٹھا دے جو چلنے والوں کو نقصان پہنچانے والی ہوں مثلاً پتھر و تکلیف پہنچانے والی چیزیں، اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے: ایمان کے سترے کچھ اوپر شیعہ ہیں جن میں سب سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ کا کتبنا ہے اور سب سے کم تر ایسا انسان ترین راستے سے تکلیف دہ چیز کا ہٹا دینا ہے۔

❖ آپ اس کو راستے کے دوسرے عمومی آداب سکھائیں۔ اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: راستوں میں بیٹھنے سے بچو، تو انہوں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول راستوں میں بیٹھ کر ہم باتیں کرتے ہیں اس کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور چارہ کار نہیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اگر تم بیٹھنے پر مصر ہو تو راستے کو اس کا حق ادا کرو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول راستے کا حق کیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: نگاہ کا بھکائے رکھنا، اور تکلیف پہنچانے سے بچنا، اور سلام کا جواب دینا،

اور انہی باتوں کا حکم دینا، اور بری باتوں سے روکنا۔

۴۴۔ اے یہ سکھائیں کہ اگر وہ مدرسے یا کارخانے جائے تو اپنے ساتھی کے حق کو ادا کرے یعنی اس سے جب ملے تو اسے سلام کرے، اور اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیماری پر پی کرے، اور جب اس کو چھینک آجائے تو اس پر زنجبیل، گلاب، اور مختلف مناسبتوں پر اس سے ملاقات کرے، اور تنگی و سختی میں اس کی اعانت کرے، اور جب وہ دعوت دے تو اس پر لبیک کہے۔
ان حقوق کی تفصیل ہم اس کتاب کی قسم ثانی کی ساتھی کے حقوق کی بحث میں درج کر چکے ہیں اس کا مطالعہ کر لیجیے وہاں آپ کو مدلل و مفصل بحث مل جائے گی۔

۴۵۔ اس کو یہ بتلائیں کہ وہ استاذ کے حقوق ادا کرے خواہ وہ مدرسہ کا مدرس ہو یا کام کاج کا استاد ہو، دونوں سے تواضع و عاجزی سے پیش آئے، اور ان کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھے، اور اپنے اوپر اس کے احسان کو فخر محسوس نہ کرے، اور اگر وہ کسی وجہ سے غصہ ہو جائے تو اس کی باتوں پر صبر کرے، اور اس کے سامنے باادب بیٹھے، اور اس کے پاس اجازت طلب کر کے جائے، اور جب وہ بات کرے تو کان لگا کر اس کی طرف متوجہ ہو۔

ان حقوق کی مفصل بحث اس کتاب کی اس بحث میں کر چکے ہیں جس کا ابھی تذکرہ گزرا ہے لہذا وہاں شواہد و ادلہ سے آراستہ مکمل و مفصل بحث ملاحظہ کر لیجیے۔

اور اخیر میں اس کے جانے سے قبل آپ اس کو یہ وصیت کریں کہ اللہ سے ڈرے، اور تقویٰ اختیار کرے، اور حکم کھلا بھی اور مخفی بھی دونوں حالتوں میں اس کے حاضر و ناظر ہونے کو نہ بھولے، اور نمازوں کو ان کے اوقات پر ادا کرے اور نیک اور دیندار لوگوں کے ساتھ ہی اٹھنا بیٹھنا اختیار کرے، اور ایسی کوئی بات نہ کرے جس سے اس کی بے ادبی یا بغلط فہمی کا مظاہرہ ہوتا ہو یا جو اس کے وقار کے خلاف ہو۔

ب۔ اور شام کو مرنی اس نظام کی اتباع کرے :

❁ یہ کوشش کیجیے کہ مغرب و عشاء کی نماز مسجد میں ادا ہو :

اس لیے کہ حدیث میں آتا ہے کہ جو نماز جماعت سے پڑھی جائے وہ اس نماز سے ستائیس درجہ زیادہ ثواب والی ہے جو اکیلے پڑھی جائے (بخاری و مسلم)۔

❁ آپ یہ کوشش کریں کہ آپ کے بچے نماز کے اوقات میں اچھے اور صاف ستھرے کپڑے پہنیں اس لیے کہ ارشادِ ربانی ہے :

((حُلَاؤُا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ)) (الاعراف - ۳۱) لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت۔

❁ اس کی کوشش کیجیے کہ جب مسجد جانا ہو تو لہسن اور پیاز نہ کھائیں، تاکہ لوگوں کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچے اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا : جس شخص نے لہسن یا پیاز

کھائی، تو وہ ہماری مسجد سے دور رہے۔

✽ اس بات کی کوشش کیجیے کہ آپ مسجد اور ہر جگہ صاف ستھرے ہو کر خوش پوشاکی کے ساتھ جائیں۔ اس لیے کہ ترمذی حضرت سعید بن المسیب سے اور وہ حضرت عامر بن سعد سے وہ اپنے والد حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ طیب ہے اور طیب کو پسند کرتا ہے، اور نظیف ہے اور صفاغنی ستھرائی کو پسند کرتا ہے، کریم ہے اور کریم کو پسند کرتا ہے، سخی ہے سخاوت کو پسند کرتا ہے، لہذا اپنے گھروں کو صاف ستھرا رکھو اور یہود کے ساتھ مشابہت اختیار نہ کرو۔

لیکن اگر بالفرض عورت مسجد جانا چاہے تو اسے خوشبو نہیں لگانا چاہیے، اس لیے کہ مسلم کی حدیث میں آتا ہے کہ جب تم میں سے کوئی عورت مسجد جائے تو اسے چاہیے کہ وہ خوشبو نہ لگائے تاکہ مردوں میں فتنہ کا احتمال پیدا نہ ہو۔

✽ آپ یہ کوشش کیجیے کہ مسجد میں سکون و وقار سے داخل ہوں، اس لیے کہ امام بخاری و مسلم حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا اس دوران کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے کہ آپ نے لوگوں کے شور کی آواز سنی، جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا: تمہیں کیا ہو گیا تھا؟ انہوں نے کہا کہ نماز نکلی جا رہی تھی، تو آپ نے فرمایا: آئندہ ایسا نہ کرنا، جب تم نماز کے لیے آؤ تو سکون کو اختیار کرو، جتنی رکعات مل جائیں وہ پڑھ لو اور جو چھوٹ جائیں ان کو پورا کر لو۔

✽ جب نماز کے لیے نکلو تو درج ذیل دعا پڑھ لیا کرو اس لیے کہ امام احمد، ابن ماجہ اور ابن خزیمہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا: جو شخص اپنے گھر سے نماز کے لیے نکلتے ہوئے یہ پڑھے۔

اے اللہ میں آپ سے سوال کرتا ہوں اس حق کے فضل جو سانوں کا آپ پر ہے اور میرے آپ کی طرف جانے کے حق کے فضل، آپ جانتے ہیں کہ مجھے نہ تو تکبر نے نکالا ہے نہ اترنے نے، اور نہ دکھاوے اور ریاکاری نے، میں اپنے گناہوں سے بھاگ کر اور جان چھڑانے کے لیے آپ کی طرف نکلا ہوں، میں آپ کی رحمت کی امید اور عذاب کے ڈر سے نکلا ہوں، میں آپ کی ناراضگی کے ڈر سے اور رضا و خوشنودی کے حصول کے لیے نکلا ہوں، میں آپ سے یہ سوال کرتا ہوں کہ آپ مجھے محض اپنے فضل و کرم سے دوزخ کی آگ سے بچالیں۔

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِينَ عَلَيْكَ، وَبِحَقِّ خُرُوجِي إِلَيْكَ، إِنَّكَ تَعْلَمُ أَنَّهُ لَمْ يُخْرِجْنِي أَشْرٌ وَلَا بَطَرٌ وَلَا سَعَةِ وَلَا رِيَاءٌ خَرَجْتُ هَرَبًا وَفَرَارًا مِنْ ذُنُوبِي إِلَيْكَ، خَرَجْتُ رَجَاءَ رَحْمَتِكَ وَشَفَقَةٍ مِنْ عَذَابِكَ خَرَجْتُ اِتِّمَاءً سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ. أَسْأَلُكَ أَنْ تُنَوِّذَنِي مِنَ النَّارِ بِرَحْمَتِكَ.»

اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں:

«اللَّهُمَّ اجْعَلْ فِي قَلْبِي نُورًا، وَفِي
لِسَانِي نُورًا، وَاجْعَلْ فِي سَمْعِي نُورًا، وَاجْعَلْ
فِي بَصَرِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنْ خَلْقِي نُورًا، وَاجْعَلْ
أَمَامِي نُورًا، وَاجْعَلْ مِنِّي نُورًا،
وَمِنْ تَحْتِي نُورًا، اللَّهُمَّ أَعْطِنِي
نُورًا» .

اے میرے اللہ میرے دل میں نور پیدا کر دیجئے اور میری
زبان میں نور پیدا کر دیجئے، اور میرے کانوں میں نور پیدا کر دیجئے
— اور میری آنکھوں میں نور پیدا کر دیجئے، اور میرے
پیشے بھی نور کر دیجئے، اور میرے آگے بھی نور کر دیجئے، اور
میرے اوپر بھی نور کر دیجئے اور میرے نیچے بھی نور مقرر کر دیجئے
اے اللہ مجھے نور عطا فرما دیجئے۔

❖ پھر جب مسجد پہنچ جائیں تو مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دائیں پاؤں کو آگے بڑھائیں اور دے دعا پڑھیں:

میں عظیم اللہ اور اس کے کریم وجہ اور قدیم سلطنت کے
ذریعہ شیطان مردود سے پناہ مانگتا ہوں۔

اے اللہ درود و سلام بھیجے ہمارے سردار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر۔
اے میرے رب میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے لیے
رحمت کے دروازے کھول دیجئے۔

«أَعُوذُ بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَبِوَجْهِهِ الْكَرِيمِ
وَسُلْطَانِهِ الْقَدِيمِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ»
«اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ»
«رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي وَافْعَلْ لِي
أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ» .

اس لیے کہ ابو داؤد و مسلم و نسائی و ترمذی میں احادیث میں ایسا ہی آیا ہے۔

❖ بیٹھنے سے قبل دو رکعات تحیۃ المسجد پڑھنے کا اہتمام کیجیے اس لیے کہ بخاری و مسلم حضرت ابوقادہ رضی اللہ عنہ سے روایت
کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں آئے تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے قبل دو
رکعتیں پڑھے۔

❖ جماعت کی نماز سے فارغ ہو کر اپنے گھون کے ساتھ وہ دعائیں اور وظائف پڑھیں جو پہلے ذکر کیے جا چکے ہیں

❖ پھر جب آپ مسجد سے باہر نکلے لگیں تو پہلے بایاں پاؤں باہر نکالیں اور درج ذیل دعا پڑھیں:

اے اللہ درود و سلام بھیجیے ہمارے سردار محمد صلی اللہ
علیہ وسلم پر۔

«اللَّهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَى سَيِّدِنَا
مُحَمَّدٍ»

اے میرے رب میرے گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے
لیے اپنے فضل کے دروازے کھول دیجئے۔

«رَبِّ اغْفِرْ لِي ذُنُوبِي، وَافْعَلْ لِي
أَبْوَابَ فَضْلِكَ» .

اس لیے آپ کو شش کریں کہ یہ دعائیں اور اذکار اپنے بچوں کو سکھائیں اور ان سے قبل آپ اپنے اوپر ان کی تطبیق کریں
اور خود عمل کریں۔

❀ آپ یہ کوشش کریں کہ بچے مدرسہ کے لکھنے پڑھنے کے کام صحیح طریقے سے پورے کریں اور اچھی طرح سے اسباق یاد کریں، اور مسائل حل کریں، اور اسباق سمجھیں، اور آپ ان کو یہ بھی نصیحت کریں کہ وہ اپنے کام کاج عمدگی سے کریں، اور اپنی تعلیم کو شاندار طریقے سے پورا کریں تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ درج ذیل فرمان مبارک پورا ہو جسے یہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا
أَنْ يَتَّقَنَهُ))۔
اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتے ہیں کہ جب تم میں سے کوئی شخص کوئی کام کرے تو اسے عمدگی و ننگی سے کرے۔

اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ بچے کے سامنے علم اور طلب علم سے متعلق قرآنی آیات اور احادیث نبویہ اور تفسیری اقوال و اقوال فوقاً ہمیشہ ذکر کیے جاتے رہیں۔ قرآنی آیات درج ذیل ہیں۔

((هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ)) البرۃ
کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر ہو سکتے ہیں۔
اور ارشاد فرمایا:

((يَرْفَعُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَالَّذِينَ أُوتُوا
الْعِلْمَ دَرَجَاتٍ))۔
اللہ تم میں ایمان والوں کے اور ان کے جنہیں علم عطا ہوا ہے درجے بلند کرے گا۔
المجادلہ - ۱۱

نیز فرمایا:
((وَقُلْ نَحْنُ نَرِذِّقُ فِي عِلْمًا))۔ ظہر - ۱۳
اور آپ کہیں کہ اسے میرے پروردگار بڑھادے میرے علم کو۔
اور فرمایا:

((إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ)) فاطرہ - ۲۸
اللہ سے ڈرتے تو بس وہی بندے ہیں جو علم والے ہیں۔

اور اس سلسلہ کی احادیث مبارکہ درج ذیل ہیں:

امام ترمذی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے۔ سوائے اللہ کے ذکر کے اور جو اس سے متعلق ہو اور عالم اور طالب علم۔ اور امام ترمذی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص علم حاصل کرنے کے لیے نکلتا ہے وہ جب تک واپس نہ لوٹے اللہ کے راستے ہی میں شمار ہوتا ہے۔

اور ترمذی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: عالم کو عابد پر ایسی فضیلت حاصل ہے جیسی کہ مجھے تم میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ صحابی پر، اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے اور آسمانوں اور زمین والے حتیٰ کہ حیوانیاں اپنے بلوں میں اور پھلیاں بھی اس شخص کے لیے دعا کرتی ہیں جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دے۔

بچے کو خیر خواہی اور نصیحت کے کلمات کہتے رہنا؛

مثلاً مربی بچے سے کہے کہ دیکھو انسان کا مرتبہ علم سے بڑھتا ہے۔ اور علم لوگوں کو عظیم اور بڑے لوگوں کی صف میں کھڑا کر دیتا ہے، اور علم سے انسان لوگوں کی نظر میں محترم اور معاشرے میں باعزت بنتا ہے۔

اور جہالت، عزت و کرامت کی بیج کنی کرتی ہے، اور جہل جاہلوں کو بے وزن بناتا ہے، ایسے لوگوں کی علماء پڑھے لکھے لوگوں اور اصحاب دانش و فکر و اصلاح کے یہاں کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے امام شافعی پر جو فرماتے ہیں کہ جو دنیا حاصل کرنا چاہے اسے چاہیے کہ علم حاصل کرے، اور جو آخرت کا طلب گار ہو اسے سبھی علم حاصل کرنا چاہیے: در جوین و دنیا دونوں کا طالب ہو تو اسے سبھی علم ہی حاصل کرنا چاہیے، اور اللہ تعالیٰ حضرت علیؑ سے راضی ہو رہے تھے:

فقم بعلم ولا تبغ به دلاً الناس موتی وأهل العلم أحياء

علم کے حصول کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور اس کا بدلہ نہ تلاش کرو لوگ مارے کے سامنے مردہ ہیں اور علم والے زندہ ہیں

اور اس کے علاوہ اس قسم کی غیر غلطی و ہمت افزائی کی اور زرین باتیں جو علم پر ابھاریں اور شوق دلائیں اور اس کا اللہ

کے یہاں جو مرتبہ اور لوگوں کی نظروں میں جو درجہ ہے اسے ظاہر کریں۔

بچے کو علم اور علماء کی فضیلت بتلانے کے سلسلہ میں مربی کو وسائل کی کمی کی شکایت نہ ہوگی خواہ ان وسائل کا تعلق وعظ سے ہو، یا واقعات پیش کرنے سے، یا ضرب المثل کے بیان کرنے سے، یا اشعار و اقوال سلف صالحین سے استنباد کرنے سے، ہر ایک قسم کے بے شمار وسائل موجود ہیں۔

آپ یہ کوشش کریں کہ رات کی مجلس میں اپنے بچوں کو اخلاق سے متعلق کوئی فضیلت یا معاشرت سے متعلق کوئی شاندار بات یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی معجزہ، یا تاریخی قصہ یا علمی مضمون بتلائیں، تاکہ آپ کی اولاد آپ کی رہنمائی سے مستفید ہو، اور آپ کے وعظ و نصیحت سے متاثر ہو۔

اس سلسلہ میں ہم آپ کے سامنے ایک مثال پیش کرتے ہیں:

مسلمانوں میں جب کوئی ایسا دن آئے جس میں کوئی عظیم واقعہ رونما ہو چکا ہو جیسے مثلاً اسرار و معراج والی رات تو آپ کو چاہیے کہ آپ اس روز اپنے گھر کے لوگوں کو جمع کر کے ان کے سامنے مندرجہ ذیل حقائق بیان کریں:

۱۔ اسرار و معراج کا واقعہ ایک یادگار ابدی معجزہ ہے:

جس سے اللہ تعالیٰ نے ایک نہایت مشکل وقت اور ٹھن گھڑی اور تکلیف دہ ایسے موقع پر جب کافروں نے آپ کو سخت سے سخت سزا دینے کی تدبیریں شروع کر لیں تھیں، اور آپ کے پیغام و دعوت کا مقابلہ اور آپ کے ساتھیوں

اور صحابہ کو سزا دینا شروع کر دی تھی، ایسے موقعہ پر اللہ تعالیٰ نے اسراء و معراج کے ذریعہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اکرام و اعزاز کیا۔

ہجرت سے ایک سال قبل اسراء و معراج کا واقعہ ہوا تھا۔ یاقول کہ یہ عزت و اکرام کا معاملہ پیش آیا تھا، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو آسمانوں و زمینوں کے ملکوت کا دیدار کرنے کے لیے یہ سفر مبارک پیش آیا تھا۔

۲۔ اسراء و معراج کے معنی کیا ہیں؟

اسراء سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مکہ مکرمہ سے بیت المقدس کی جانب رات کو چند لمحات میں پہنچنا۔ اور معراج سے یہ مراد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چند لمحات میں ساتویں آسمان تک پہنچ جانا۔ اسراء و معراج دونوں روح و جسم دونوں کے ساتھ ہوئے تھے، تاکہ ہمارے عظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ معجزہ بھی ان بے شمار معجزوں کے ساتھ لکھا جائے جو آپ کے پیغمبر ہونے کے ٹھوس ادلہ اور آپ کی رسالت کی سچائی پر کھلی ہوئی دلیلیں ہیں۔

۳۔ اس مبارک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مناظر دیکھے

ان میں سے اہم اہم مناظر کیا تھے؟

طبرانی، بخاری، بیہقی اور بزار روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایسی قوم پر گزر ہوا جو کاشت کر رہے تھے اور اسی روز کھیتی کاٹ لیا کرتے تھے، جب بھی وہ کھیتی کاٹتے وہ دوبارہ پہلے کی طرح ہوجاتی تھیں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کیا قسم ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں جن کیلئے ایک نیک سات سو گنہ بڑھادی جاتی ہے۔ اور وہ جو کچھ بھی خرچ کرتے ہیں تو اللہ ان کو اس کا بدلہ دے دیتا ہے اور وہ بہترین رزاق ہے۔

پھر اس کے بعد آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کے سروں کو چٹانوں سے کھلا جا رہا تھا، جیسے ہی ان کے سر کو کھلا جلتا وہ دوبارہ ویسا ہی ہوجاتا جیسا پہلے تھا اور ان کے ساتھ اس معاملہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جا رہی تھی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: اسے جبریل یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ جن کے مرفوض نمازوں کے پڑھنے سے بوجھل ہو گئے یعنی انہوں نے نماز سے اعراض کیا۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم کے پاس سے ہوا جن کے جسم کے اگلے حصوں پر بھی پیوند تھے اور پھلے حصے پر بھی وہ اس طرح چر رہے تھے جس طرح چوہا پیسے چرتے ہیں وہ کانٹوں والے جھاڑ اور زقوم اور جہنم کے گرم پتھر کھا رہے تھے، آپ نے پوچھا

یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے فرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے مال و دولت کی زکوٰۃ نہیں دیا کرتے تھے، اللہ سے ان پر مطلق ظلم نہیں کیا ہے اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر سے ہوا جن کے سامنے پکا ہوا گوشت ایک ہانڈی میں اور کچا خضاب گوشت ایک دوسری ہانڈی میں رکھا تھا، اور وہ لوگ وہ خراب اور کچا گوشت کھانے لگے اور پکا ہوا چھوڑ دیا، تو آپ نے پوچھا اسے جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے جواب دیا: یہ آپ کی امت کا وہ شخص ہے جس کے پاس ایک اچھی حلال عورت نکاح میں ہوتی ہے لیکن وہ کسی فاحشہ عورت کے پاس جا کر صبح تک رات گزارتا ہے، اور عورت کا شوہر ہوتا ہے اور وہ اس کے بجائے کسی دوسرے بدکردار شخص کے پاس جا کر صبح تک رات گزارتی ہے۔

پھر آپ کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جن کی زبانیں اور ہونٹ لوہے کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، اور جب بھی ان کو کاٹا جاتا وہ دوبارہ ویسے ہی ٹھیک ٹھاک ہو جاتے، ان کے ساتھ اس سلسلہ میں کوئی نرمی نہیں برتی جاتی تھی، آپ نے پوچھا اسے جبریل یہ کون ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ یہ فتنہ انگیز تقریر کرنے والے لوگ ہیں۔

ایک اور قوم کے پاس سے گزر ہوا جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے، اور وہ الگارے کھا رہے تھے جو ان کے نیچے سے نکلتے جا رہے تھے آپ نے حضرت جبریل سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ظلماً کھا جاتے تھے۔

ایک قوم کے پاس سے گزرے جن کے پہلو کا گوشت کاٹ کر ان کو کھلایا جا رہا تھا، آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا: یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے کہا: یہ دوسروں کا مذاق اڑانے والے اور عیب نکالنے والے ہیں۔ اور اس کے علاوہ اور دوسرے وہ مناظر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اسرار و معراج کی رات مشاہدہ کرائے گئے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے صبح روایات میں یہ وارد ہوا ہے کہ آپ اس مبارک سفر میں نبیوں اور رسولوں سے ملے تھے سب نے آپ کو سلام کیا اور خوش آمدید کہا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے ساتھ مل کر مسجد اقصیٰ میں جماعت سے نماز پڑھی تھی۔

ان واقعات و مناظر کو بیان کر کے مرثیہ کر سکتا ہے کہ ان سے نماز کی اہمیت کو ثابت کرے، اور جو لوگ نماز کے بارے میں سستی کرتے ہیں ان کے انجام بد اور ان کو جو سزا و عذاب ہوگا اور ذلت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا اسے واضح کرے اور نماز اسرار و معراج کی رات کو اس لیے فرض کی گئی ہے تاکہ وہ مسلمان کی روح کو خشوع و خضوع کے لمحات میں آسمان پر لے جائے، اور پھر وہ وہاں اللہ کے دربار سے زندگی کا عزم، اور جہاد کی روح، اور تقویٰ کا شعور و احساس حاصل کرے، اور اس کے ذریعہ سے مسلمان زندگی کے ڈھیلے پن اور نفسِ امارہ کے وساوس اور فانی دنیا کی طمع و دلچسپی سے بچ جائے۔

جیسا کہ مرثیہ سے بھی کر سکتا ہے کہ زنا اور دوسروں کا ناجائز طریقے سے مال کھانے، اور غیبت و جھجھکی خوری، اور

دوسروں کا مذاق اڑانے سے بچائے۔ جس کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہر اس برائی پر کچھ روشی ڈالے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اس مبارک سفر سے واپس آنے کے بعد مختلف مناظر دیکھ کر بیان کی تھیں، تاکہ ان برائیوں کا انجام بد جان لینے کے بعد بچے ان برائیوں اور گناہوں سے بچیں۔

۴۔ مسجد حرام کا مسجد اقصیٰ سے کیا تعلق ہے؟

ڈاکٹر مصطفیٰ سباعی رحمہ اللہ اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں: ”مسجد حرام کا مسجد اقصیٰ سے تعلق ایک محترم و مشرف جگہ کا دوسری محترم و مشرف جگہ سے ہے چنانچہ مکہ مکرمہ کے رہنے والے تمام روئے زمین کے سکان سے معزز و مشرف ہیں۔ اس لیے کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے سے کعبہ کے محافظ اور رکھوالے ہیں، اور مسجد اقصیٰ اللہ کے پیغامِ رسالت کا مرکز اور جائے نزول اور تاریخ کے ایک طویل حصے تک انبیاء کا مرکز و محور ہے۔ لہذا یہ ضروری تھا کہ آزادی کی سواری ان دو مبارک جگہوں سے چلے، اور ایمان کے لشکران و دونوں مسجدوں سے روانہ ہوں تاکہ گمراہ عالم اس سے ہدایت حاصل کرے اور حیران و پریشان انسانیت نورِ ایمان اور اسلام کے پیغام سے منور ہو۔ اسراء کے اس واقعہ کے بعد چند سال نہایت عجلت سے گزر گئے، اور پھر مسلمانوں نے ہادی و فاتح بن کر بیت المقدس کے دروازوں کو کھٹکھٹایا، اور پھر وہ بیت المقدس سے مشرق و مغرب اور جنوب و شمال میں پھیل گئے تاکہ شام و عراق اور مصر کو ایک ایسی مملکت میں شامل کر لیں جہاں سے لشکر کے لشکر دنیا کے اطراف میں فاتح بن کر ان کو آزادی دلائیں۔“

اسراء کے اس یادگار معجزے و قصے کی خبر کی یہ ابتدا ہے، اور یہ اس کے گہرے عمیق و عظیم مقصد کی پہلی واقعی و حقیقی و سیاسی تفسیر ہے، پھر تاریخ جلدی گزر جاتی ہے اور پھر صلیبیوں کے لشکر بیت المقدس کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں اور پھر خون کی ندیاں بیت المقدس کی سڑکوں اور مسجد اقصیٰ میں بہہ جاتی ہیں، اور پھر یہ جگہ تقریباً سو سال کے لیے عیسائیوں کا دار الحکومت بن جاتی ہے۔ پھر جلد ہی تاریخ کروٹ لیتی ہے اور سلطان صلاح الدین ایوبی دوبارہ بیت المقدس کے دروازے کھٹکھٹاتے ہیں، اور اس کو ظالم صلیبیت سے آزاد کر لیتے ہیں لیکن نہ وہاں خوزریزی ہوتی ہے اور نہ آبرو لوٹی جاتی ہے اور نہ عہد و پیمان کو توڑا جاتا ہے، اور پھر بیت المقدس و فلسطین سارا سارا مسلمانوں کے ماتحت آ جاتا ہے۔ اور کئی و گرجے مسلمانوں کے پاس امانت بن جاتے ہیں جو ان کی دیکھ بھال و حفاظت کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ پہلی عالمی جنگ میں وہاں صلیفوں کے لشکر داخل ہو جاتے ہیں۔ اور انگریز قائمہ النبی اپنا مشہور جملہ کہتا ہے کہ آج سے صلیبی جنگیں ختم ہو گئی ہیں وہ یہ جملہ یہ سمجھ کر کہتا ہے کہ انہوں نے بیت المقدس کو مسلمانوں کے ہاتھوں سے ہمیشہ کے لیے چھین لیا ہے۔ اور انگریز فلسطین سے نکلنے سے انکار کرتے ہیں مگر ایسی صورت میں کہ اپنے بعد اپنے جیسے کینے اسرائیل کو اپنی جگہ چھوڑ کر جائیں۔ آج آپ دیکھ لیں کہ بڑی حکومتیں یہودیوں کی مدد کر رہی ہیں، اور خطرناک جنگیں لڑ رہی ہیں تاکہ وہ منصوبہ پورا ہو جائے

جس کا خواب اسرائیل دیکھ رہا تھا، یہاں تک کہ وہ دردناک صورتحال اور گھبرائی شدہ کی جنگ میں آجی گئی اور مسجد اقصیٰ اور سرزمین اور معراج کا شہر تر و تازہ شکار کی شکل میں یہود کے قبضہ میں آگیا، اسرائیل اور ہمارے درمیان خونریز جنگ اب تک جاری ہے۔ اور کچھ نہیں کہا جاسکتا کہ آئندہ ایام میں اس جنگ کا کیا نتیجہ نکلے گا اور یہودیوں کے توسیعی منصوبوں کا کیا انجام ہوگا؟

لہذا کیا اسرائیل کے واقعہ کا راز ہم نے جان لیا؟ اور کیا اب ہم نے وہ عظیم مقصود سمجھ لیا جس پر یہ عظیم معجزہ واقعہ مشتمل ہے؟»

۵۔ فلسطین اور مقبوضہ مسجد کے سلسلہ میں مسلمانوں پر کیا فریضہ عائد ہوتا ہے؟

درحقیقت یہ ایک نہایت مشکل و سخت فریضہ ہے، بلکہ اللہ کے دربار، تاریخ، آئندہ آنے والی اور موجودہ قوموں کے سامنے یہ ایک بڑی ذمہ داری ہے۔

اس اسرائیل کے واقعے کے ذریعہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم مسلمانوں کی گردنوں میں ایک عظیم امانت ڈال دی ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم مسجد اقصیٰ اور اس کے ارد گرد کو غدار یہودیت کے پنجوں اور کینہ پرور صہیونیت کے دام سے آزاد کرائیں۔ اور سرزمین فلسطین کی ہم اس طرح حفاظت کریں گویا کہ وہ ہمارے عظیم اسلامی وطن کا ایک ایسا جزو ہے جو کبھی جدا نہیں ہو سکتا، اور ہم مدافعت جاری رکھیں اور خون بہاتے رہیں اور جانوں کی بازی لگاتے رہیں تاکہ سرزمین اسرائیل و معراج کے ایک بالشت حصہ کو ٹھیلوں، ڈاکوؤں اور سرکشوں و ظالموں کے پنجوں سے آزاد کرالیں۔

مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صلح کے ہر ایسے حل کو ٹھکرا دیں جس سے قفقہ فلسطین کے تصفیہ اور اسرائیل کے ساتھ صلح کے پروگرام کی بوائی ہو خواہ یہ حل کھلم کھلا ہو یا درپردہ، اور خواہ یہ حل براہ راست بات چیت کے ذریعے ہو یا جینوا کانفرنسوں کے ذریعے۔

مسلمانوں پر یہ بھی لازم ہے کہ وہ ہر اس شخص کو اپنے دین و وطن اور قوم کے ساتھ خیانت کرنے والا سمجھیں جو قفقہ فلسطین کے ختم کرنے اور اس سے دستبردار ہونے کے درپے ہو۔ بلکہ ایسا شخص قیامت تک اللہ اور لوگوں اور تاریخ کی لعنت کا مستحق ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے اپنے اور اپنے ملک کیلئے خوشی سے ذلت کو پسند کیا ہے اور اپنے گناہگار ہاتھوں سے خیانت کی دستاویز پر دستخط کیے ہیں۔

اور اگر آج کوئی ایسا شخص پایا جائے جو اسرائیل کے ساتھ صلح کی دعوت دے تو مسلمان قوموں کو چاہیے کہ خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں تاکہ غدر و خیانت کے تخت کو ختم کر دیں، اور پھر وہ خود مقدس سرزمین کی آزادی کے لیے اسلام کے جھنڈے تلے اللہ اکبر کو شعار بنا کر چل پڑیں۔

سے آزاد کرانے اور فلسطین کو دھوکہ بازیہودیت کے ناپاک قدموں سے آزاد کرانے کی اپنی اور قوم کی ذمہ داری ان کے دل میں راسخ ہو جائے، ہمیشہ متوجہ کرتے رہنے کا بہت اثر پڑتا ہے اور مستقل چمکنے والا ایک ایک قطرہ بھی پتھر میں سوراخ کر دیتا ہے۔ اور اس طرح سے مرنے روزادشام کو اپنے بچوں کو ایسے امور کی طرف متوجہ کر سکے گا جو ان کی اخلاقی اصلاح کے مناسب اور جو ان کے معاشرتی واقعے سے مرتبط اور ان کی فکری و تاریخی ذہن سازی سے تعلق رکھتے ہوں۔

اور اس سلسلہ میں تفسیر و حدیث کی جدید و قدیم کتب سے استفادہ کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، جیسا کہ مرنے کو ان کتابوں سے بھی مدد لینا چاہیے جنہوں نے نفوس کے تزکیہ اور سیرت و تاریخ کے واقعات اور اسلام کے متنوع نظاموں سے بحث کی ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ سیدھا راستہ دکھانا اللہ ہی کا کام ہے۔

✽ خاندان اور گھر کی فضا میں انبساط و سرور پیدا کرنے کی کوشش کیجیے :

- ✽ جس کا طریقہ یہ ہے کہ آپ بچوں میں بامقصد علمی و ثقافتی مقابلے کرائیں جن کا مقصد ذہن کی تیزی اور بلند ہمتی اور ثقافتی لحاظ سے پختگی اور خاندان و گھر کی فضا میں خوشی کی لہر دوڑانا ہو۔
- ✽ اور شاندار نکاحات اور پیار سے بیٹھنے اور مزے دار کہانیاں سنائیں جن کا مقصد نشاط کی تجدید اور نفوس سے آزر دگی و پشیمردگی و تنگ دلی کو ختم کرنا ہو۔
- ✽ اور ورزش، کھیل کود، اور ادبی گفت و شنید، اور معاشرتی و تاریخی ڈرامے جن کا مقصد خون کی گردش کو تیز کرنا اور خلاقیت بنیادوں کی پختگی اور فکری ذہن سازی ہو۔
- ✽ مرنے محترم! اس سے قبل آپ پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم معاذ کرام سے کس طرح مزاح فرماتے تھے، اور بچوں سے کس طرح دل لگی کرتے تھے، اور آپ نے بامقصد مباح کھیل کو کس طرح برقرار رکھا ہے۔ اس لیے آپ بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو نبی رحمت و نبی ہدایت تھے ان کی اقتداء کریں تاکہ آپ بھی گھر میں خوشی و سرور پیدا کر دیں۔ اور اپنے بچوں کی نفوس میں خوشی کی لہر دوڑا دیں۔
- ✽ آپ یہ کوشش کیجیے کہ سب کے سب رات کو جلدی سو جائیں۔ اس لیے کہ رات کو دیر سے سونا صحت کے لیے

۱۔ میری تجویز کے مطابق تفسیر کی کتابیں یہ ہیں: تفسیر ابن کثیر اور ظلال القرآن سید قطب کی۔

اور حدیث کی کتب میں ترمذی و ترمذی کی اور ریاض الصالحین نووی کی۔

اور تزکیہ نفس سے متعلق امام غزالی کی اعیاء العلوم اور ابن قدامر مقدسی کی مختصر منہاج القاصدین اور محاسبی کی رسالۃ المسترشدين۔

اور اسلامی نظام و سیرت میں استاد بولوی و غزالی کی فقہ السیرۃ اور استاد طباطبائی کی روح الدین الاسلامی اور ڈاکٹر محمد صالح کی

مضر ہے، اور اعصاب کو نقصان پہنچاتا ہے، اور صبح سویرے کی برکتوں کا قاتل ہے، اور فجر کی نماز فوت ہونے کا ذریعہ ہے اور اٹھنے پر بدن کے ڈھیلے ڈھالے اور سست کرنے کا ذریعہ ہے۔ اور جلدی سونا اور جلدی اٹھنا یہ دونوں دین کی علامت ہیں، اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ اور تعلیم ہے۔

جلدی سونا اسلام کی نشانی و علامت اس لیے ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز سے قبل سونے اور عشاء کے بعد بات چیت میں مشغول ہونے کو ناپسند کیا ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری حضرت ابو ہریرہ سلمی رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عشاء سے قبل سونے اور عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کرنے (قصہ کہیں) کو ناپسند فرماتے تھے۔

لیکن اگر عشاء کی نماز کے بعد بات چیت کسی فائدہ مند کام کے لیے ہو یا اچھی تربیت دینے یا مفید تعلیم کی خاطر ہو تو یہ جائز ہے۔ اس لیے کہ امام بخاری و احمد حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابو جحزہ رضی اللہ عنہ کے پاس رات رات بھر مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ پر بات چیت کرتے تھے اور میں ان کے ساتھ ہوتا تھا۔

رہی عشاء کی نماز کے بعد گھر والوں کے ساتھ بات چیت تو یہ مطلقاً جائز ہے اس لیے کہ امام مسلم حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا میں نے ایک رات حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا کے گھر گزاری تاکہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رات کی نماز و عبادت کا مشاہدہ کر سکوں اس رات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انہی کے یہاں تھے وہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر والوں کے ساتھ کچھ دیر تک بات چیت کی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما ہو گئے۔

لیکن بے کار باتوں، غیبت اور گناہ میں رات گزارنا جیسا کہ آج کل لوگ غیبتوں اور ٹیلی ویژن کے فحش و گناہ سے پر مناظر دیکھ کر رات گزارتے ہیں تو یہ متفقہ طور سے بالکل حرام ہے۔

رہا یہ کہ صبح سویرے اٹھنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات میں سے ہے تو وہ اس لیے کہ طبرانی اپنی کتاب معجم اوسط میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا:

((بِسْوَائِكَ لَا مُتَحِفِّ فِي بَكْوَرِهَا)) میری امت کے لیے ان کے دن کے ابتدائی حصے میں

برکت رکھ دی گئی ہے۔

وہ اہم امور جن کا مربی کے لیے جاننا ضروری ہے ان میں سے یہ بھی ہے کہ حتم کو نیند اور راحت کا مناسب حصہ ملنا چاہیے تاکہ وہ زندگی کے فرائض اور ذمہ داریوں کے بار کو برداشت کر سکے۔

اور خاص طور سے بچے کے بارے میں اس کی صحت اور نیند کا بہت خیال رکھنا چاہیے اس لیے کہ وہ اس زمانے

میں جسمانی و عقلی و نفسیاتی نمود بڑھوتری کی عمر سے گزر رہا ہوتا ہے۔ اس لیے دن و رات میں کم از کم اس کو اٹھ گھٹنے سونا چاہیے ورنہ اس کا جسم کمزور و لاغر ہو جائے گا۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم چاشت کی نماز کے بعد قیلولہ کے لیے لیٹ جاتے تھے تاکہ رات کے جس حصے میں آرام نہ کر سکے اس کی تلافی ہو جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امت کے لیے یہ ایک شاندار رہنمائی ہے تاکہ وہ صحیح جسم اور قوی الہمت اور چاق و چوبند اور چست رہے۔

❀ آپ یہ کوشش کیجیے کہ بچے سونے سے قبل اپنے ماں باپ کے ہاتھ چومیں اور سنون دعا پڑھ کر سونیں اور سوتے وقت تہجد اور فجر کی نماز کے لیے اٹھنے کی نیت کر کے سونیں، تاکہ وہ اپنا روز کا برنامج و پروگرام از سر نو شروع کر سکیں۔ سنت یہ ہے کہ جب آپ بستر پر جائیں تو اسے کسی چیز سے جھاڑ لیں تاکہ اگر کوئی موذی و تکلیف دہ کیڑا مکوڑا ہو تو آپ اس کا نشانہ بننے سے بچ جائیں پھر با وضو ہو کر اپنی دائیں کر دٹ پر لیٹیں اور یہ کہیں :

((الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَطْعَمَنَا وَسَقَانَا
وَكَفَانَا وَأَوَانَ فَلَكَ مِثْنُ لَأَكْفَانِي
لَهُ وَلَا مُؤْوَع))

تمام تعریفیں اس اللہ کے لیے ہیں جس نے ہمیں کھلایا اور
پلایا اور کفایت کی اور ٹھکانہ دیا، اس لیے کہ بہت سے
ایسے لوگ ہیں جن کا کوئی کفایت کرنے والا ہے نہ ٹھکانہ
دینے والا۔

صحیح مسلم وغیرہ

پھر آیۃ الکرسی پڑھیے اور اپنے دونوں ہاتھوں پر چھونکیے، پھر قل هو اللہ احد اور قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناکس پڑھ کر ہاتھوں پر چھونکیے پھر جسم کے جس حصے پر پھیر سکیں پھیر لیں اس طرح تین مرتبہ کیجیے (صحیح بخاری و مسلم)۔ پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ پڑھیے، اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ، اور تینتیس مرتبہ اللہ اکبر پڑھیے (صحیح مسلم)۔ پھر آپ اپنا دایاں ہاتھ رخسار کے نیچے رکھ کر یہ کہیے :

((اَللّٰهُمَّ قِنِّ عَذَابَكَ يَوْمَ تَبْعَثُ
عِبَادَكَ))۔ ثلاث مرات (جامع ترمذی)

اے اللہ مجھے اپنے عذاب سے اس روز بچالئیے گا جس
روز آپ اپنے بندوں کو اٹھائیں گے۔ تین مرتبہ اسے پڑھیں

اور اخیر میں پھر یہ دعا پڑھیے :

((بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ اَحْيِ وَاَمُوتْ))۔ صحیح بخاری و مسلم
((بِاسْمِكَ رَبِّي وَصَعْتُ جَنِّي وَبِكَ اَرْفَعُهُ
اِنْ اَمْسَلْتَ نَفْسِيْ فَارْحَمْهَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا
فَاَحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهِ

اے اللہ میں آپ کے نام سے زندہ ہوتا ہوں اور مرنا ہوں

اے میرے رب میں نے آپ کا نام لے کر اپنے پہلو کو

رکھا ہے۔ اور آپ کا نام لے کر ہی اسے اٹھاؤں گا اگر آپ

اس کو روک لیں تو اس پر رحم فرمائیے گا اور اگر آپ اس کو دوس

لہ بڑوں کے ہاتھ چھوٹنے کی بحث اس کتاب کی قسم ثانی میں پڑھ لیجیے تاکہ آپ کو بڑوں کے ہاتھ چھوٹنے کے جائز ہونے کی دلیل معلوم ہو جائے۔

عِبَادَكَ الصَّالِحِينَ» .

بھیجیں تو آپ اس کی اس طرح حفاظت فرمائیے گا جس طرح آپ اپنے نیک بندوں کی حفاظت فرماتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم

«اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ وَرَبَّ الْأَرْضِ
وَرَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، وَرَبَّ كُلِّ شَيْءٍ فَالِقَ
الْحَبِّ وَالنَّوَى، مُنْزِلَ التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
وَالْقُرْآنِ، أَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ
دَابَّةٍ أَنْتَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا» . صحیح مسلم و نیز

«اللَّهُمَّ أَنْتَ الْأَوَّلُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ
شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْآخِرُ فَلَيْسَ بَعْدَكَ
شَيْءٌ، وَأَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَيْسَ فَوْقَكَ
شَيْءٌ، وَأَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَيْسَ دُونَكَ شَيْءٌ،
أَفْضِنْ عَمَّا الدُّنْيَا وَأَغْنِنَا مِنَ
الْفَقْرِ» . صحیح مسلم و نیز

«اللَّهُمَّ إِنِّي أَسَلْتُ نَفْسِي إِلَيْكَ، وَوَجَّهْتُ
وَجْهِي إِلَيْكَ، وَفَوَّضْتُ أَمْرِي إِلَيْكَ،
وَأَلْجَأْتُ لَهْرِي إِلَيْكَ رَغْبَةً وَرَهْبَةً
إِلَيْكَ، لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنَاجَا مَكَ إِلَّا إِلَيْكَ
أَمَنْتُ بِكَتَابِكَ الَّذِي
أَنْزَلْتَ، وَبِنَبِيِّكَ الَّذِي
أَرْسَلْتَ» .

صحیح بخاری و مسلم

سمجھئے نیت کر کے سو جائیں کہ تہجد اور فجر کی نماز کے لیے اٹھنا ہے، اور آپ دیکھ لیجیے گا کہ خدا نے چاہا تو آپ کی آنکھ ضرور کھل جائے گی۔ اور اگر آپ کو بے خوابی ہو جائے اور نیند نہ آئے تو آپ مندرجہ ذیل دعا پڑھیں انشاء اللہ آپ کو نیند آجائے گی۔ امام ترمذی حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور عرض کیا: اے اللہ کے رسول میں رات کو بے خوابی

اے اللہ آسمانوں اور زمین کے رب اور عظیم عرش کے رب اور ہر چیز کے رب، دانہ اور گٹھلی کے پھاڑنے والے تورات اور انجیل کے نازل کرنے والے میں آپ کے ذریعہ سے پناہ مانگتا ہوں ہر اس جو پایے کے شر سے جس کی پیشانی کو آپ پکڑنے والے ہیں۔

اے اللہ آپ ہی اول ہیں آپ سے پہلے کوئی چیز نہیں تھی اور آپ ہی آخر ہیں آپ کے بعد کوئی چیز نہیں رہے گی۔ اور آپ ہی ظاہر و غالب ہیں آپ سے اوپر کوئی نہیں، اور آپ ہی باطن ہیں آپ سے دوسرے کوئی چیز نہیں ہے آپ ہمارے قرضہ کو ادا کر دیں اور ہمیں فقر و فاقہ سے بچالیں۔

✽ ✽ ✽

اے اللہ میں نے اپنی نفس کو آپ کے سپرد کر دیا ہے اور میں نے اپنے چہرے کو آپ کی طرف متوجہ کر دیا ہے اور اپنے معاملہ کو آپ کے سپرد کر دیا ہے، اور میں نے اپنی پشت آپ کی طرف جھکا دی ہے، آپ کی طرف رغبت اور آپ سے خوف کی وجہ سے، آپ کے سوا نہ کوئی مجھ سے نہ نجات دینے والا، میں آپ کی اس کتاب پر ایمان لایا ہوں جو آپ نے نازل فرمائی ہے اور اس نبی پر جن کو آپ نے بھیجا ہے۔

کی وجہ سے سوہیں پاتا ہوں، تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھا کرو:

«اللَّهُمَّ رَبَّ السَّمَاوَاتِ السَّبْعِ وَمَا أَظْلَمَتْ،
وَرَبَّ الْأَرْضِينَ وَمَا أَقْلَمَتْ، وَرَبَّ الشَّيْطَانِ
وَمَا أَضَلَّتْ، كُنْ لِي جَارًا نَزَّ
شَرِّ خَلْقِكَ كُلِّهِمْ جَمِيعًا أَنْ يَغْرُطَ
عَلَيَّ أَحَدٌ أَوْ يَبْنِي عَلَيَّ عَزَّ جَارُكَ
وَجَلَّ شَأْنُكَ وَلَا إِلَهَ غَيْرُكَ
كَالِإِلَهِ إِلَّا أَنْتَ»

اے اللہ اے ساتوں آسمانوں اور جن پر وہ سایہ نگیں ہیں
ان کے رب، اور اے زمینوں اور جن کو انہوں نے اٹھا
رکھا ہے ان کے رب، اور شیطانوں اور جن کو انہوں نے
گمراہ کیا ہے ان کے رب، اپنی تمام مخلوق کے شر سے
بچانے کے لیے میرے محافظ بن جائیے کہ مجھ پر ان میں سے
کوئی زیادتی یا بغاوت کرے، آپ کا بڑی عزت والا ہوا، اور
آپ بڑی حمد و ثناء والے ہیں اور آپ کے سوا کوئی معبود

نہیں ہے۔

مرتب محترم آپ نے مشاہدہ کر لیا کہ دن و رات کے اس تربیتی نظام نے ذکر و عبادت اور آداب اسلامی کو جمع کر لیا ہے، اور ریاضت و ثقافت اور کھیل کود سب کو ملا دیا ہے، اور رہنمائی و تربیت کے مخصوص پہلوؤں کا بہت اہتمام کیا ہے۔ لہذا اگر آپ اس پر مداومت کریں گے اور اس کی عملی تطبیق دیتے رہیں گے تو پھر اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی اولاد ملنا حسن اخلاق پر نشوونما پائے گی، اور تدریجاً ایمان و تقویٰ کی سیڑھی پر چڑھتی رہے گی، اور آپ کا بچہ ایک ایسا کامل و مکمل متوازن انسان بن جائے گا جو اللہ سے ظاہراً بھی ڈرے گا اور پوشیدہ بھی۔ اور رزق بہن اور اٹھنے بیٹھنے میں اللہ کو حاضر و ناظر سمجھے گا، اور اقامت و سفر دونوں حالتوں میں اسلامی آداب و قواعد کا التزام کرے گا۔ بلکہ اپنے ان بچوں کے لیے جو اس کے ساتھ اور ارد گرد ہیں تقویٰ و پرہیزگاری میں ایک اچھا نمونہ اور معاملات اور عملی تطبیق میں اسوۂ حسنہ بنے گا۔ اس لیے اے مرتب محترم آپ کوشش کیجیے کہ بلا کسی تنگ دلی اور سستی و کاہلی کے آپ ان پر عمل پیرا ہوں تاکہ آپ اپنے بچے کو نیک و متقیوں کی فہرست و صف میں کھڑا دیکھیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

لیکن آپ کو چاہیے کہ آپ اس نظام میں مندرجہ ذیل امور کا خیال رکھیں:

- ۱۔ آپ اپنے بچے کی صبح و شام اور دیگر اوقات میں رہنمائی کرنے میں ان چیزوں کی تطبیق دینے کی کوشش کریں جو "بچے کی تربیت کے موثر وسائل" اور "معاشرتی و اجتماعی تربیت کی ذمہ داری" کی فصلوں میں مذکور ہیں۔
- ۲۔ یہ تربیتی نظام ان بچوں کے لیے مناسب ہے جو شعور کی عمر کو پہنچ چکے ہوں یا اس سے کچھ زیادہ عمر کے ہوں لیکن جو بچے دس سال کی عمر سے کم کے ہوں تو مربی کو چاہیے کہ ان کے ساتھ تربیت کا دوسرا نظام اختیار کرے جس کا خلاصہ

دو چیزوں میں ہے :

- الف - ان کو اسلامی عقائد کی بنیادی باتیں اور عبادت کے ارکان خصوصاً نماز کی تعلیم دیں۔
 ب - اسلامی اخلاق کے بنیادی اصول کی ان کو تلقین کریں کہ وہ سچائی ، امانت ، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کو اختیار کریں ، اور یہ بتلائیں کہ بات چیت کرنے میں اچھے الفاظ کے پابند رہیں ، ساتھ ہی آپ ان کو جھوٹ ، خیانت ، نافرمانی اور گالم گلوچ سے بچنے کی تنبیہ کریں۔
 بچوں کی تربیت کا یہ دوسرا نظام بنیادی طور پر اس اصول کے ساتھ ملتا ہے جو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مندرجہ ذیل فرمانِ مبارک میں مقرر کیا ہے :

((أَمَرْنَا مَعَاشِرَ الْأَنْبِيَاءِ أَنْ نَحْدِثَ النَّاسَ عَلَى قَدَرٍ عَقُولِهِمْ)) . مسندِ یحییٰ
 ہم انبیاء کی جماعت کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم لوگوں سے ان کی عقل کے مطابق گفتگو کریں۔

۳۔ روزانہ کے نظام میں ایک حصہ اس کے لیے بھی مخصوص کریں کہ اس میں آپ ان سے یہ دریافت کریں کہ وہ کیا پڑھ اور سیکھ رہے ہیں۔ پھر اگر آپ یہ دیکھیں کہ جو تعلیم و تربیت وہ مدرسے میں حاصل کر رہے ہیں وہ اسلامی عقیدے اور اسلامی آداب و اخلاق کے خلاف ہے، تو پھر آپ کو چاہیے کہ ان کے افکار و خیالات کی اصلاح کریں، اور انہیں برے اور گمراہ اساتذہ و معلمین سے بچائیں، اور جو لوگ اسلام کے خلاف زہرا گل رہے ہیں اور فاضلانہ تربیت دینے میں خیانت کے مرتکب ہو رہے ہیں اور بچوں کو گمراہی و الحاد کے جال میں پھانس رہے ہیں ان کے خلاف مناسب کارروائی کریں۔

۴۔ آپ ہمیشہ اپنے بچوں کو اخوت و محبت اور تعاون و ایثار کے بنیادی اصولوں سے روشناس کرتے رہیں، تاکہ جب وہ بڑے ہوں تو آپس میں محبت و رحم ان کی عادت و طبیعت بن جائے اور والدین کی فرمانبرداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک خوشی و رضامندی سے کرنے لگیں، بلکہ باہمی الفت و محبت اور حسن سلوک میں ان کو آپ اعلیٰ ترین مثال پائیں۔

۵۔ آپ جب بھی مناسب موقع پائیں تو ان کو تفریح کے لیے کسی باغ یا سمندر کے کنارے لے جائیں اور آپ اس تربیتی حق میں ہرگز کبھی کوتاہی نہ کریں، تاکہ ان کے جسم چاق و چوبند اور نفوس پر نشاط رہیں، اور ریاضت و ورزش اور تیرنا اور کھیل وغیرہ جو ان سے رہ گیا ہے اس کا تدارک کر لیں۔

۶۔ جن دنوں کے روزے رکھنا شرعاً مسنون ہیں ان دنوں کے روزے اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رکھیں، تاکہ جب افطار کے لیے آپ اور وہ ایک دسترخوان پر بیٹھیں تو وہ آپ سے بشارت و خندہ پیشانی و نرم مزاجی کا مشاہدہ کریں، تاکہ آپ کے اس اچھے نمونہ اور اعلیٰ اخلاق اور بہترین اسلوب کو دیکھ کر وہ بھی اس کے عادی بنیں۔

۷۔ اس میں بھی کوئی مضائقہ نہیں کہ آپ اپنے بچوں کے ساتھ تحفہ و ہدایا کا طریقہ اختیار کریں۔ اور وہ مال یا ضرورت کی چیزوں کی فرمائش کریں آپ اسے پورا کریں، اور اللہ تعالیٰ ایسے باپ پر رحم کرے جو اپنی اولاد کے حسن سلوک کرنے پر

ان کی اعانت و امداد کرے، اور آپ پر یہ بات قطعاً مخفی نہ ہوگی کہ عبادت پر التزام اور محنت کرے یا امتحان میں کامیابی پر مدد و تحفہ وغیرہ سے ہمت افزائی کرنے کا کچھ بہت اثر پڑتا ہے۔

یہ وہ اہم تجاویز ہیں جو میری رائے میں دن و رات کے ترتیبی نظام میں آپ کو مدنظر رکھنا چاہئیں، اس لیے اسے مربی محترم آپ کو ان کی تطبیق کی کوشش کرنا چاہیے تاکہ آپ بچوں کی اس طرح سے تربیت کر سکیں جس کا اسلام آپ سے مطالبہ کرتا ہے۔ اور وہ آپ کی ذمہ داری بھی ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

اے اللہ ہمیں ان لوگوں میں سے بنادیکھیے جو بات سنتے ہیں اور اس میں سے اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے عظیم سلطنت و نہرت، اور مضبوط عزم اور قوی ارادہ عطا فرمائیے آپ ہی بہترین امید گاہ ہیں۔



۷۔ نفع بخش علم و ثقافت کے اسباب و وسائل مہیا کرنا | مربیوں پر اپنے بچوں اور زیر تربیت افراد کی تعلیم و تربیت کی جو ذمہ داری تعلیمی فرائض کے ذیل میں آتی ہے اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مربیوں پر یہ فریضہ بھی عائد ہوتا ہے کہ وہ ان کے لیے مختلف قسم کے لیے تعلیمی و ثقافتی وسائل مہیا کریں تاکہ کچھ بچہ عقل کا مالک اور دنیاوی زندگی میں علم و فکر کے لحاظ سے کامل و مکمل شخصیت بنے۔

میرے خیال میں یہ وسائل مندرجہ ذیل امور میں مرکوز ہیں :

۱۔ بچوں کے لیے ایک الگ کتب خانہ مرتب کرنا جس میں مندرجہ ذیل قسم کی کتب موجود ہوں:

الف۔ گھر کے ہر فرد و بچہ کے لیے کہ ایک خوبصورت واضح کلمات و اعراب والا الگ الگ قرآن کریم کا ہونا۔

ب۔ چھوٹی سورتوں کی ایسی تفسیر ہو جس شعور کی عمر کے بچوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔

ج۔ قرآن کریم کی ایسی تفسیر جو شعور سے بڑی عمر کے لڑکوں کے ذہن و فہم کے مطابق ہو۔

د۔ احادیث مبارکہ سے متعلق ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر، علم و فہم کے معیار کے مطابق ہوں۔

هـ۔ فقہ اور فصوص عبادات سے متعلق ایسی کتابیں جو بچوں کی عمر، سمجھ و علم کے معیار کے مطابق ہوں۔

و۔ اسلامی عقیدہ سے متعلق ایسی کتابیں جو موضوع کو قصہ یا سوال جواب کے انداز پر حل کریں۔

ز۔ سیرت نبویہ اور تاریخ سے متعلق ایسی کتابیں جن میں اس موضوع پر پیارے انداز اور آسان سی واضح زبان میں

قلم اٹھایا گیا ہو۔

ح۔ ایسی فکر انگیز عمومی کتابیں جو بچوں کی عقل و فہم کے مناسب و مطابق ہوں جن میں یہ ظاہر کیا گیا ہو کہ اسلام ایک جامع و مکمل اور پوری زندگی پر محیط نظام ہے۔ اور ان اعتراضات و شبہات کو دور کیا گیا ہو جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف

ٹھاتے ہیں۔

ط۔ علمی، تاریخی، ادبی و طبی ایسی کتابیں جو بچوں کی سمجھ کے مطابق ہوں اور ان کے معیار، علم اور عمر کے دائرے سے باہر نہ ہوں۔

مرتب محترم! آپ کے سامنے نمونہ کے لیے بعض وہ کتابیں ذکر کی جاتی ہیں جو آپ کے بچوں کے لیے آپ کے گھر میں موجود ہونا چاہئیں، تاکہ آپ ان کو خرید سکیں۔ اور بچوں کے مستقبل کے لیے ذخیرہ و مددگار ثابت ہوں، ہر کتاب کے ساتھ جس عمر کے بچے کے لیے وہ مناسب ہے اس کا بھی تذکرہ کر دیا گیا ہے، اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ ہی سیدھی راہ دکھانے والا ہے:

۱۔ مسلمان نسل کے لیے کتابوں کا ایک مجموعہ جسے استاذ یوسف النظم نے مرتب کیا ہے جس کے تحت یہ کتابیں شائع ہو چکی ہیں:

- ۱۔ براعم الإسلام (اسلام کے شگوفے) قسم اول عقیدہ سے متعلق۔
- ۲۔ براعم الإسلام قسم ثانی زندگی سے متعلق۔
- ۳۔ اناشید و اغارید للبليل المسلم (مسلمان معاشرے کے لیے اشعار و نظمیں)۔
- ۴۔ أدعية و آداب للبليل المسلم (مسلمان معاشرے کے لیے دعائیں اور آداب)۔
- ۵۔ مشاہد و آیات للبليل المسلم (مسلم معاشرہ کے لیے مناظر و آیات)۔

عمر: ۷ سے ۱۲ سال تک

۲۔ مكتبة الطفل الدينية (۳۰) قصہ مؤلفہ استاذ محمد عطية الأبراشي مکتبہ مصر

عمر: ۷ سے ۱۲ سال تک

۳۔ سلسلة العرب في أوروبا مؤلفہ استاذ عبد الحميد جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۴۔ سلسلة قصص الأنبياء عليهم السلام مؤلفہ استاذ عبد الحميد جودت السحار۔ مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۵۔ سلسلة (الخلفاء الراشدون) مؤلفہ استاذ عبد الحميد جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

۶۔ مجموعہ السيرة النبوية مؤلفہ استاذ عبد الحميد جودت السحار مکتبہ مصر

عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک

- ۷۔ سلسلہ (الفائیمون فی الإسلام) مؤلفہ استاذ محمد علی قطب دارالوراثۃ حمص
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۸۔ سلسلہ مسلمات خاللات مؤلفہ استاذ محمد علی قطب المکتبۃ العصریہ بیروت، صیدا
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۹۔ سلسلہ غزوات النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤلفہ استاذ محمد علی قطب المکتبۃ العصریہ بیروت، صیدا
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۱۰۔ سلسلہ القصص الدینی مؤلفہ ڈاکٹر محمد رواس قلعة جی طبع حلب
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۱۱۔ مجموعہ أمہات المؤمنین ۱۶ عدد مؤلفہ استاذ محمد احمد برانق دارالمعارف مصر
 عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک کی لڑکیوں کے لیے
- ۱۲۔ مجموعہ قصص انبیاء مؤلفہ استاذ ابوالحسن الندوی مؤسسۃ الرسالۃ
 عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک
- ۱۳۔ قصص القرآن الکریم مؤلفہ استاذ محمد کامل الحسن المحامی المکتبۃ العالمی للطباعة والنشر
 عمر: ۱۲ سے سولہ سال تک
- ۱۴۔ سلسلہ اعلام المسلمین مختلف مؤلفین کا تحریر کردہ مکتبۃ المنار الاسلامیہ الکویت
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۱۵۔ سلسلہ الأبطال ۸۰ عدد مؤلفہ استاذ محمد علی قطب ومحمد عمر الدعوق المکتبۃ العربیہ بیروت
 عمر: ۱۲ سے ۱۶ سال تک
- ۱۶۔ اناشید البرائم المؤمنة مؤلفہ شاعر محمود أبو الوفا مؤسسۃ الأقصى عمان
 عمر: ۱۰ سال سے ۱۶ سال تک
- ۱۷۔ الخالدون مؤلفہ استاذ محمد علی قطب التجاریۃ المتحدة بیروت
 عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۱۸۔ أبطال ومعارک مؤلفہ استاذ عبدالوہاب قاسم وأحمد الدعاس مکتبۃ البربان حمص
 عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

- ۱۹۔ السلسلۃ الجامعة المختارة مؤلفہ استاذ محمد نبیان خباز مکتبۃ الفزالی حماہ
مجموعہ آسن القصص عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۰۔ مجموعہ آسن القصص مؤلفہ استاذ علی فکری دارالکتب العالیۃ بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۱۔ سلسلہ قصص اسلامیۃ مؤلفہ استاذ عبدالرحمن البنا مکتبۃ المنار الاسلامیۃ الکویت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۲۔ مجموعہ السیرۃ النبویۃ (الکبیرۃ) مؤلفہ استاذ عبدالمجید جودت السحار مکتبۃ مبصر
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۳۔ قصص فی التاریخ مؤلفہ استاذ محمد حسن محضی دارالرشید دمشق
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۴۔ قصص الاستاذ نجیب الکیلانی دارالنفاس بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۵۔ مجموعہ سیر اسلامیۃ مؤلفہ استاذ محمد علی دولۃ دارالقلم دمشق بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۶۔ مشاہیر قادة الاسلام مؤلفہ استاذ بام العلی دارالنفاس بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۷۔ قصص وحکایات مؤلفہ استاذ محمد علی دولۃ دارالقلم دمشق بیروت
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۸۔ نشیدنا مؤلفہ ابوالجود وفرقۃ دارالاسلام حلب
ذہنی تربیت کرنے والی کتب درج ذیل ہیں:
- ۱۔ سلسلہ "من ہدی الاسلام" مختلف قسم کی توجہی و تربیتی ابحاث جن کے مؤلف مرشد شیخ احمد عزالدین البیانونی ہیں۔ مکتبۃ الہدی حلب حول القلعة
- عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ
- ۲۔ سلسلہ "العقائد" و "العبادات" للمرحوم المرشد الشیخ احمد عزالدین البیانونی مکتبۃ الہدی حلب حول القلعة
عمر: ۱۵ سال اور اس سے زیادہ

۳۔ سلسلہ ”ابحاث فی القتہ“ مختلف قسم کی دینی ابحاث جن کے لکھنے والے مختلف حضرات ہیں جن کے سربراہ ڈاکٹر محمد سعید رمضان البوطی ہیں۔ مکتبہ الفارابی دمشق

عمر: ۱۵ سال و اس سے زیادہ

۴۔ سلسلہ ”کتب قیمۃ“ مختلف قسم کی اسلامی دینی و مذہبی ابحاث، مختلف اہل قلم کے شہ پارے دار القلم دمشق بیروت

عمر: ۱۵ سال و اس سے زیادہ

۵۔ سلسلہ ”بحوث اسلامیۃ ہامۃ“ مختلف اہل علم حضرات کے قلم سے جن کے سربراہ اس کتاب کے مؤلف ہیں دار السلام حلب

عمر: ۱۵ سال و اس سے زیادہ

مجموعی طور سے اسلامی نظام سے بحث کرنے والے مشہور مؤلفین و اہل قلم درج ذیل ہیں:

۱۔ مجموعہ رسائل الشہید حسن البنا

۲۔ الاستاذ سید قطب

۳۔ الاستاذ محمد قطب

۴۔ الاستاذ ابوالحسن الندوی

۵۔ الاستاذ علی الطنطاوی

۶۔ الاستاذ فتحی مکی

۷۔ الاستاذ سعید حوی

۸۔ الدکتور محمد سعید رمضان البوطی

۹۔ الاستاذ یوسف العظم

۱۰۔ الاستاذ متولی شعراوی

مرتبہ محترم! آپ اس سلسلہ میں سمجھدار اہل علم اور دعوت و اصلاح کے مخلص علمبرداروں سے بھی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں، تاکہ وہ ان کتب کی طرف نشاندہی کریں جو بچے کی عقل و سمجھ اور عمر و علم کے مناسب ہوں اور ساتھ ہی اسلام نے زندگی، عالم، اور انسان سے متعلق جو نظریہ پیش کیا ہے وہ کتب اس سے متصادم بھی نہ ہوں۔

ایک اور بات کی طرف اشارہ کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے اور وہ یہ کہ اسلامی کتب خانہ ان فکری و توجہی اور تعلیمی کتب سے خالی ہے جو بچپن کے چھ سال سے بارہ سال تک کی عمر کے بچوں کے مناسب ہوں، اور مجھے اب تک اس عمر کے بچوں کے لیے کوئی لکھنے والا معلوم نہیں ہے سوائے استاذ یوسف عظم کے جنہوں نے سلسلہ ”براعم الإسلام“ کو نہایت آسان اسلوب اور سہل زبان میں پیش کیا ہے۔

میں مسلمان اربابِ قلم کو قلم تیز کرنے اور ہمت بلند کرنے کی دعوت دیتا ہوں تاکہ وہ اسلامی کتب خانے کو ایسی علمی فکری اور رہنمائیوں سے بھر دیں جو بچوں کے سامنے اسلام کے عالم، زندگی، اور انسان سے متعلق کامل نقطہ نظر کو واضح کریں اور اسلام کے محیطِ عظیم نظام کا صحیح اسلامی تصور پیش کریں۔

۲۔ ہفتہ واری یا ماہواری رسالوں کا خریدار بننا :

اس پرچے و رسالے کی درج ذیل خصوصیات ہونا چاہئیں :

الف - وہ پرچہ اپنے اسلامی نقطہ نظر اور علمی بحث میں معروف ہو۔

ب - اس کی تحریرات سے زینغ و انحراف نہ چھلکتا ہو۔

ج - وہ ایسے موضوعات پر کلام کرتا ہو جو عورتوں و مردوں کے معیار کے مختلف ہونے کے باوجود دونوں سے تعلق رکھتے ہوں۔

د - اس میں ایسی تصویریں شائع نہ ہوتی ہوں جو اخلاق و شرافت کے منافی ہوں۔

کا - اس میں ایسے مضامین نہ چھپتے ہوں جن میں اسلام کے خلاف دسیہ کاری کی گئی ہو۔

اس لیے اگر کسی پرچے کو اس معیار کا پائیں تو اسے گھرا سکتے اور بچوں اور بچیوں کو پڑھنے کے لیے دے سکتے ہیں۔ اس قسم کے مفید رسالوں میں سے چند درج ذیل ہیں :

”الخصارة“ شام کا، اور ”الجمع“ اور ”الوعی الاسلامی“ کویت کے، اور ”البعث الاسلامی“ انڈیا کا، اور ”الدعوة“ اور

”الاعتصام“ اور ”اللازہر“ مصر کے، اور اس جیسے دوسرے اور پرچے جو عالمِ اسلامی میں شائع ہوتے رہتے ہیں (جیسے اردو میں پاکستان کے ماہنامہ بینات، البلاغ، الحق، الفاروق وغیرہ)۔

۳۔ تخیلاتی مناظر اور فلموں کے ذریعہ فائدہ اٹھانا :

ثقافتی و تعلیمی ان مفید وسائل و اسباب میں سے جو بچے کے معیار کو بڑھاتے اور اس کی ثقافت کو مستحکم کرتے ہیں مری کا گھر میں تخیلاتی مناظر وغیرہ پر مشتمل ایسی فلمیں دکھانا شامل ہے جن میں علمی حقائق اور تاریخی کارناموں اور جغرافیائی مواقع اور تربیتی راہ نما اصول پیش کیے گئے ہوں۔

✽ پھر جب خود اپنی آنکھوں سے علمی و تاریخی حقائق کا حقیقی روپ میں متحرک اور واضح صورتوں کی شکل میں مشاہدہ کر لے تو اس وقت وہ کتنا خوش اور متنبہ و بیدار اور پراثر و نشاط ہوتا ہے۔

۴۔ یہ صاحبِ کتاب کی رائے ہے درمختصین سینما، تھیٹر، وی سی آر وغیرہ سب کو نماز و قراوت دیتے ہیں گناہ ہر صورت میں گناہ ہی رہتا ہے خواہ اس سے مقصد کچھ بھی ہو

❖ تعلیمی بحث بچے کے ذہن میں اس صورت میں کس قدر راسخ ہو جاتی ہے جب وہ مثلاً حج کے مناسک کو حقیقی روپ میں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتا ہے کہ اس عبادت کو شروع سے اخیر تک اس طرح سے ان ان مقامات پر ادا کیا جائیگا اور اس طرح ان مناسک حج میں سے ہر عبادت کو وہ اس طرح مشاہدہ کر لیتا ہے گویا کہ وہ وہیں موجود ہے اور یہ تصویر نہیں بلکہ ایک واقعی حقیقت ہے۔

❖ بچہ اس وقت کس قدر خوش ہوتا ہے جب وہ فلم کے ذریعہ اسلامی حکموں اور ممالک کا مشاہدہ کرتا ہے جس سے ان ممالک لیے اس کے ایمانی جذبات جوش میں آتے ہیں اور اس کا صاف ستھرا دل ان کی طرف مشتاق ہوتا ہے اس لیے کہ ان ممالک اور اس بچے کے درمیان عقیدہ کا اتحاد اور اسلامی اخوت کا رابطہ ہے۔

❖ بچہ جب علمی حقائق کو ٹیلی ویژن کی اسکرین پر اس طرح حقیقی روپ میں دیکھتا ہے گویا کہ وہ اس کے سامنے ہو رہا ہو تو اس وقت وہ اس کو کس قدر محفوظ کر لیتا ہے۔

اور میرا خیال ہے کہ یہ وسیلہ ان مفید و بڑے وسائل میں سے ایک ہے جو بچے کی تعلیمی و ثقافتی معیار کو بلند کرتا ہے اور ان کو بچے کے ذہن میں راسخ کر دیتا ہے اور اس کے دل میں ان کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

اس لیے مربی کو چاہیے کہ ان کی تیاری و حصول کی مستقل کوشش کرتا رہے خواہ ان کو خرید لے یا کرایہ پر لے لے یا عاریہ لے کر اس سے استفادہ کرے۔

ایک بات کی طرف توجہ دینا بہت ضروری ہے کہ جو لوگ اسلامی موضوعات پر کام کر رہے ہیں انہیں چاہیے کہ وہ اس بات کی پوری کوشش کریں کہ ایسا ایسی کہنی وجود میں آئے جو ایسی علمی و تاریخی و جغرافیائی و تربیتی فلمیں تیار کرے جو بچوں کی عمر و عقل کے مناسب ہوں، تاکہ وہ ہر گھر اور محلے و شہر میں پہنچیں اور ہاتھوں ہاتھ لی جائیں، اور یہ بات کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ ان فلموں کا بچے کی تعلیم اور خاندان کی ترقی و ثقافت اور معاشرے کی اصلاح میں بہت بڑا ہاتھ ہے۔

(مترجم کہتا ہے کہ ہمارے علماء و فقہاء کی اس بارے میں قطعی رائے یہ ہے کہ تصاویر دیکھنا اور بنانا دونوں ناجائز اور گناہ ہیں اس لیے ان کو خواہ کسی بھی مقصد کے لیے استعمال کیا جائے یہ گناہ گناہ ہی رہے گا) «وإشہا الکبر من نفعہا» ان کا نقصان فائدے سے زیادہ ہے، آج کسی بھی معاشرے میں چلے جائیے فلمیں، ڈرامے اور وی سی آر سولے سفلی جذبات کی تسکین، اور نوجوانوں کو بگاڑنے، اخلاق خراب کرنے کے اور کسی کام نہیں آتے، لوگ دن رات اس پر فلمی اور مخرب اخلاق مناظر سے اپنے شہوانی جذبات کی تسکین کا سامان بہم پہنچاتے ہیں، آج خاندان کے خاندان اور علاقے کے علاقے اس ناسور کی وجہ سے دم بلب ہیں، اس لیے الخیر فیما اختارہ اللہ، صاحب شریعت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس چیز کو حرام قرار دے دیا ہے وہ حرام ہی رہے گی، جیسا کہ مختلف مقالات پر اس موضوع پر صاحب کتاب خود لکھ چکے ہیں)۔



۴۔ وضاحت کرنے والے وسائل سے استفادہ کرنا:

بچے کی تعلیم و ترقی میں فائدہ بخش وسائل میں سے مرنی کا ان وضاحت کنندہ وسائل کا اختیار کرنا بھی شامل ہے جو بلا بعلم کے لیے ہر مشکل دقیق چیز کو واضح کر دیں اور مشکل کو آسان کر دیں اور اس کے سامنے ہر راستہ آسان ہو جائے۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ وسائل مندرجہ ذیل امور کے ساتھ خاص ہیں:

الف۔ جغرافیائی نقشے و گلوب وغیرہ جو بچے کے سامنے خصوصی طور سے عالم اسلامی کو اور عمومی طور سے پورے عالم کو واضح کر دیں۔

ب۔ اسلامی ممالک کے نقشہ جات جو بچے کے سامنے ان علاقوں کی آبادیاں، مساجد و کارخانیں اور دیگر عمومی چیزیں واضح کر سکیں۔

ج۔ ایسے نقشے جو سابقہ تاریخ اور گزشتہ صدیوں کی اسلامی ثقافت و ترقی کو بچے کے سامنے کھول کر رکھ دیں تاکہ وہ اپنی آنکھوں سے ترقی و تمدن و علوم کے میدان کے وہ کارنامے دیکھ لے جو اس کے عظیم آباء و اجداد نے انجام دیے تھے۔

د۔ ایسے نقشے جو بچے کے سامنے اس راستے کو ظاہر کر دیں جو ہر دور اور ہر زمانے میں اسلامی فتوحات اور سلام کی سر بلندی اور اس کی حکومت کی وسعت کا ذریعہ بنا ہے۔

۵۔ وہ نقشے جو بچے کے سامنے ان جنگی وسائل کو ظاہر کریں جو ان کے آباء و اجداد نے اپنی سابقہ فتوحات اور پے در پے جہاد اور جنگوں میں اختیار کیے تھے۔

و۔ دوسرے اور ایسے نقشے جو بچے کے سامنے علم و ادب اور تاریخ کی حقیقت کھول کر رکھ دیں۔ اور اس کے علاوہ دوسرے اور نقشے جو بچے کی تعلیم میں ممد و معاون ثابت ہوں اور اس کی ثقافت کو بلند کریں اور اس کے ذہن میں معلومات راسخ کر سکیں۔

اس لیے تربیت کرنے والوں کو چاہیے کہ وہ ان کے حاصل کرنے کی کوشش کریں اور ہمیشہ ان کی تلاش میں مصروف رہیں تاکہ وہ اپنی اولاد کو عقلی و علمی پختگی کے مرتبہ پر فائز دیکھیں اور اسلامی محیط ثقافت سے آراستہ پائیں۔

۵۔ وقتاً فوقتاً عجائب گھروں کا معائنہ:

وہ اہم امور جن کی ہم مریوں کو نصیحت کرتے اور ان پر ابھارتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ وہ آثارِ قدیمہ و یادگار مقامات کا مختلف پروگراموں کے تحت معائنہ جاری رکھیں، یہ معائنہ خواہ مرنی کے اپنے شہر میں ہو یا کسی اور اسلامی ملک

میں، اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان عجائب گھروں کی یہ زیارت بچے کے سامنے علم و معرفت اور حضارت و ترقی اور تاریخی ثقافت کے نئے آفاق کھول دے گی، اور ساتھ ہی بچے کا رابطہ حقیقی عظمت کے ان روابط سے بھی قائم ہو جائے گا جس کے ستونوں کو ان عظیم بہادروں نے مضبوط کیا تھا جن کا تاریخ میں زرین تروف میں تذکرہ ہے اور ہر طبقے و ہر دور میں ان کی عزت و احترام اور مکانت و منزلت ہے، جیسا کہ ان سے بچے میں اس بات کا عزم کرنے کے نفسیاتی و قلبی احساسات پیدا ہوں گے کہ وہ اسلامی رفعت و منزلت کی تعمیر اور اسلامی دولت و حکومت کے قیام اور ترقی کی بنیادوں کو راسخ کرنے کی اسی طرح کوشش کرے جس طرح اسلام کے گذشتہ روشن و شاندار ادوار میں ہمارے عظیم و بہادر آباء و اجداد نے کی تھی، اور یہ کام اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔

اس لیے اے مری محترم آپ کو چاہیے کہ آپ بچوں کو آثارِ قدیمہ و عجائب گھر دکھانے میں ہمت و عزم سے کام لیں اور اس کے لیے وقت نکالیں تاکہ ان میں سر بلندی و ترقی کرنے کی جرأت و خواہش پیدا ہو، اور ان میں عزت و وقوت اور ترقی کی حقیقت جاگزیں ہو، اللہ رحم کرے اس شاعر پر جس نے مندرجہ ذیل شعر کہا ہے :

تلك آثارنا تدل علينا

فانظروا بعدنا إلى الآثار

یہ ہمارے وہ آثار ہیں جو ہم پر دلالت کرتے ہیں

اس لیے ہمارے جانے کے بعد ان آثار کو دیکھ لینا

۶۔ جب بھی فرصت ملے عمومی کتب خانوں کا معائنہ کرنا :

وہ تعلیمی و ثقافتی وسائل جو مریزوں کے اہتمام کو چاہتے ہیں ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچوں کو عمومی کتب خانے دکھانے لے جانا چاہیے جب بھی فرصت اور موقع ملے اور حالات سازگار ہوں، چاہے یہ کتب خانے قدیم ہوں یا جدید، اور اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بچوں کو کتابوں کو عاریت لینے یا مستقل خریدنے کی کیفیت و طریقہ معلوم ہوگا۔ اور اس کا ثمرہ یہ بھی نکلے گا کہ بچے میں ادبی جرأت پیدا ہوگی اور وہ عمومی مقالات اور علم و ثقافت کے اداروں میں جانے کے اصول سے بھی واقف ہو جائے گا۔

یہ اس کے علاوہ ہے جو کتب خانوں کی زیارت سے علمی و ثقافتی فائدہ حاصل ہوتا ہے، اور امت اسلامیہ نے علمی و فکری میدان میں جو کارنامے چھوڑے ہیں ان پر انسان مطلع ہوتا ہے اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا کلی نقطہ نظر معلوم ہوتا ہے، اور تاریخ کے دفاتر اور گذشتہ ادوار میں امت اسلامیہ جس علمی و ثقافتی ترقی سے گزری ہے اس کے سلسلہ میں نئے نئے آفاق کھلتے ہیں۔

اس لیے اے مری محترم آپ اپنے بچوں کے ساتھ عمومی کتب خانوں کی زیارت کرتے رہا کریں تاکہ ان میں یہ اوصاف پیدا ہوں اور ان کی نفوس میں یہ قابلِ قدر کارنامے جاگزیں ہوں۔

لیکن اگر آپ کے اوقات میں ادھر ادھر کتب خانوں کی زیارت کے جانے کے لیے گنجائش نہ ہو یا حالات اس کے مناسب نہ ہوں تو آپ اپنے بچے کو یہ اجازت دے دیں کہ وہ اصحاب علم و فضل کے ساتھ رہیں تاکہ وہ ان سے ان مقلات میں جاننے کے اصول سیکھیں اور ان کے دیکھنے اور ان سے استفادہ کرنے کے فن سے واقف ہوں۔

مرتب محترم! بچے کی تعلیمی و ثقافتی شخصیت سازی اور اس کی علمی و فکری تیاری کے یہ فائدہ بخش اہم علمی و ثقافتی وسائل ہیں۔ اس لیے آپ ان کو مہیا کرنے کی کوشش کریں تاکہ یہ چیزیں ہمیشہ آپ کے بچوں اہل و عیال کی دسترس میں رہیں، اور آپ مستقبل قریب میں اپنے بچے کو شول کو پختہ عقل والا اور وسیع النظرف، اور ثقافت میں رو بترقی اور علوم و معارف میں پختہ پائیں۔ اور ساتھ ہی عقیدہ و افکار کے اعتبار سے ان کا رابطہ اسلام سے ہو اور جذبات و روح کے لحاظ سے اسلامی تاریخ سے اور رہنمائی اور شان و شوکت کے اعتبار سے اسلامی حضارت و ثقافت سے، اور معرفت و تہذیب کے اعتبار سے جدید نفع بخش علوم سے تعلق ہو۔



۸۔ بچے کو مطالعہ کرتے رہنے کا شوق دلانا | اسلام نے جس شعار کو بلند کیا ہے یعنی «وَقُلْتُ رَبِّ زِدْنِي عِلْمًا» اور کہہ دیجیے کہ اے میرے رب میرے علم کو بڑھا دیجیے اور (اَهْلُ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ) کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں وہ اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے برابر ہو سکتے ہیں، اس کی وجہ سے۔

اور والدین اور مربیوں کے ذمے اسلام نے فکری سوچ بوجھ اور پختگی پیدا کرنے کی جو امانت اور ذمہ داری لگائی ہے اس کو محسوس کرتے ہوئے ہر اس شخص پر جس کو بچے کا معاملہ فکری اور علمی و ثقافتی اعتبار سے اس کی شخصیت سازی کے بلے میں متفکر کرنا ہے۔ اس پر یہ واجب ہے کہ وہ بچے کو اس وقت سے ہی جب وہ ہوش اور سمجھ کی عمر کو پہنچ جائے یہ بتلا دے کہ اسلام ایک ایسا دین ہے جو دین و دنیا دونوں سے تعلق رکھتا ہے۔ اور یہ بتلا دے کہ قرآن عظیم ایک کامل و مکمل نظام اور قانون شریعت ہے، اور اسلامی تاریخ عزت و کرامت کا ذریعہ اور مقتدا درپنا ہے اور اسلامی ثقافت محیط اور متنوع اور کامل و مکمل ہے۔

اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک سوچ سمجھ اچھا خاصا ایسا مطالعہ نہ کیا جائے جو مندرجہ ذیل امور پر مشتمل و محیط ہو:

❖ فکرانجیز کتب کا مطالعہ کرنا جو بچے کے سامنے دین اسلام کے ابدی ہونے کو واضح کرے، اس لیے کہ یہ دین ایسے امور و قواعد پر مشتمل ہے جو محیط اور نوبنوا و ابدی ہیں۔

❖ تاریخی کتب کا مطالعہ جو بچے کے سامنے اسلام کی گذشتہ ادوار کی عزت و مکانت اور مسلمانوں کے سابقہ مقام و مرتبہ کو بیان کرے۔

❀ ایسی کتابوں کا مطالعہ جو فکری جنگ سے تعلق رکھتی ہوں، اور بچے کے سامنے ان سازشوں اور جالوں کو کھول کر بیان کر دیں جو اسلام کے دشمن اسلام کے خلاف تیار کرتے رہتے ہیں خواہ یہ منصوبے مکار یہودیت کی طرف سے ہوں یا ملحد شیوعیت کی جانب سے، یا کینہ پرور صلیبیت کی طرف سے ہوں۔

❀ ترقی سے متعلق کتابوں کا مطالعہ جو بچے کے سامنے اسلام کی اس زبردست ترقی سے پردہ ہٹا دے جو گذشتہ زمانے اور تاریخ کے سابقہ ادوار میں مسلمانوں کے آباء و اجداد نے حاصل کی تھی۔

اس لیے ہمارے سلف صالح اس بات کا بہت خیال رکھا کرتے تھے کہ اپنے بچوں کو فکری و تاریخی و ثقافتی اعتبار سے مضبوط و ٹھوس بنیاد فراہم کریں، اور اس سے قبل عقلی تربیت کی ذمہ داری کی بحث میں ہم وہ اقوال نقل کر چکے ہیں جو اسلامی تربیت کے ماہرین نے اس باب میں کہے ہیں کہ بچے کو قرآن کریم کی اور احادیث اور سیرت اور صالحین کی حکایات اور اچھے اشعار اور جنگوں اور جہاد کی تاریخ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غزوات کی تعلیم دینا نہایت ضروری ہے اور یہ صرف اس بات کی تاکید ہی ہے کہ اسلام نے نوعمری ہی سے بچوں کے والدین اور مربیوں سب پر تعلیم اور فکری ذہن سازی اور راسخ اسلامی عقیدے کے بیج بونے کی ذمہ داری ڈالی ہے، اور ان کو یہ حکم دیا ہے کہ بچوں کی زندگی کے ہر مرحلہ پر اس کا خیال رکھیں۔

لیکن اس تک پہنچنے اور اس کو حاصل کرنے کا طریقہ کیا ہے؟ اس کا طریقہ یہ ہے کہ رہنمائی و دیکھ بھال کے ساتھ ساتھ غور و فکر کے ساتھ مطالعہ جاری رکھا جائے۔

اور بچہ مطالعہ اس وقت تک نہیں کرے گا اور اس کی رغبت اس کو اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک ایسے اسباب اختیار نہ کیے جائیں جو مطالعہ کو بچہ کے نزدیک محبوب چیز نہ بنادیں، اور اس میں اس کا شوق نہ پیدا کر دیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ یہ شوق مندرجہ ذیل نقاط میں منحصر ہے:

❀ ہم اس کے سامنے علم اور جہل میں موازنہ کریں اور علماء اور جاہلوں میں جو فرق ہے وہ بیان کریں یہ موازنہ کرنا اور دونوں کے فضل و فرق کو بیان کرنا مطمئن کرنے اور دلیل و حجت قائم کرنے کے سلسلہ قرآن کریم کا طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں:

«قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ» الزمر - ۱

آپ کہیے کہ کیا علم والے اور بے علم کہیں برابر بھی ہوتے ہیں۔

آپ ہی سوچیں کہ جب بچے کے سامنے علماء کا عظیم مرتبہ اور اعزاز اور جاہلوں کی محدود و بد نصیبی کھل کر سامنے آجائے گی تو وہ کتنا مطمئن اور مطالعہ و پڑھنے پڑھانے کا کس قدر اہتمام کرے گا؟

اور جب وہ علم طلب کرنے والے کی بلند حیثیت اور مکانت اور اللہ کے یہاں اس کو جو عظیم اجر و ثواب ملے اور لوگوں کی نظر میں درجہ ملتا ہے اسے سنے گا تو اس کو علم حاصل کرنے کا کس قدر شوق پیدا ہوگا؟

✽ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علم دلوں کو جہالت سے نکال کر زندگی بخشتا ہے۔ اور تاریکی میں نگاہوں کے لیے چراغ ہے۔ اور ضعف سے بچانے کے لیے بدن کی قوت ہے، یہ علم انسان کو نیک صالح لوگوں کے درجہ پر پہنچا دیتا ہے، اور دنیا و آخرت میں درجات عالیہ کے حصول کا ذریعہ ہے، اور علم میں غور و فکر روزہ کے برابر اجر و ثواب دلاتا ہے، اور اس کا نذرہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے برابر ثواب دلاتا ہے۔ اسی علم کے ذریعہ صلہ رحمی کی جاتی ہے، اور اسی کے ذریعہ حلال و حرام کو پہچانا جاتا ہے، علم امام ہے اور عمل اس کا مقتدی ہے۔ علم نیک نیتوں ہی کو دیا جاتا ہے اور اس سے بد بخت محروم کر دیے جاتے ہیں۔

✽ اور علامہ نصیر الدین طوسی اپنے رسالہ "آداب المتعلمین" میں لکھتے ہیں کہ:

"علم کی شرافت و مکانت کسی شخص پر مخفی نہیں ہے۔ اس لیے کہ علم ہی انسانیت کا خصوصی طرہ امتیاز ہے، اس لیے کہ علم کے علاوہ دوسری تمام چیزوں میں انسان کے ساتھ دوسرے حیوان بھی شریک ہیں، مثلاً بہادری، طاقت و قوت اور شفقت و محبت وغیرہ، اسی علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں پر حضرت آدم کی فضیلت ظاہر فرمائی اور انہیں ان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا، اور اگر اس علم کے مقتضی پر عمل کیا جائے تو یہ علم ہی ابدی سعادت حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔"

✽ اور حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر علم دنیا میں کسی صورت میں مشکل ہوتا تو اس کی صورت سورج چاند اور ستاروں و آسمان سے زیادہ خوبصورت ہوتی۔

✽ بچوں میں مقابلے کرانا؛ بعض مقابلے جلدی پڑھنے سے متعلق ہوں اور بعض مقررہ وقت میں زیادہ سے زیادہ تعداد میں کتب کے مطالعہ سے، پھر اس میں ان کا امتحان لیا جائے اور جو پوزیشن حاصل کر لیں ان کی ہمت افزائی ہو اور سبقت کا شوق دلانے کے لیے انہیں گرانقدر اور خصوصی انعامات دیے جائیں، بچے کے اکرام اور اچھے کام اور عمدہ اخلاق کے اظہار پر اس کی ہمت افزائی ہی وہ طریقہ ہے جس پر امام غزالی نے بھی ابھارا ہے اور اس کی رغبت دلائی ہے چنانچہ وہ "احیاء العلوم کے تیسرے جز میں لکھتے ہیں کہ بچے سے جب کوئی اچھا کارنامہ یا عمدہ اخلاق ظاہر ہوں تو مناسب یہ ہے کہ اس پر اس کو شاباش دی جائے، اور اس کو ایسا انعام دیا جائے جس سے وہ خوش ہو جائے، اور اچھے اخلاق اور

اس کتاب میں بہت سے مواقع پر ہم علم اور علمدار کی فضیلت بیان کر چکے ہیں۔

اسے یتیموں اقوال محاسنی کی کتاب رسالہ المسترشدين سے لیے گئے ہیں جو اساتذہ شیعہ عبدالفتاح ابو غدہ کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوئی ہے۔

اسے حوالہ بالا۔

اسے مندرجہ بالا حوالہ۔

عمدہ افعال پر اس کو ابھارنے کے لیے لوگوں کے سامنے اس کی تعریف بھی کر دینا چاہیے۔
 بچے کا اکرام و انعام، ہدیہ یا اچھے الفاظ سے اسے نوازنا اور اس طرح سے اس کی ہمت افزائی کرنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان مبارک کے موافق ہے جس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

«تَلَامِدُوا تَحَابُّوا»۔ معجم طبرانی آپس میں ہدیہ دو اور محبت پیدا کرو۔

اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے درج ذیل فرمان کے بھی مطابق ہے جسے ابو داؤد و نسائی نے ان الفاظ میں روایت کیا ہے:
 «مَنْ أَسَدَى إِلَيْكُمْ مَعْرُوفًا فَكَا فِتْوَاهُ فَإِنْ لَمْ تَسْتَطِعُوا فَادْعُوا لَهُ»۔ اگر مکافاتہ ذکر کو تو اس کے لیے دعا ہی کر لیا کرو۔

اور اس کے ساتھ بھی موافق ہے جسے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھوڑوں کے درمیان ریس کرائی اور سبقت لے جانے والے کو انعام دیا (لاحظہ ہو مسند احمد)۔

✽ بچے کو یہ سمجھا دینا اور بار کرنا کہ وہ جو کچھ علم نافع پڑھ رہا اور مفید چیزیں سیکھ رہا ہے اگر یہ سب اچھی نیت اور نیک ارادے سے ہو تو اس کو عبادت گزاروں اور طویل نماز پڑھنے والوں کا سا اجر ملتا ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

«إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ، وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ

مَالُوهُ»۔ بخاری و مسلم ہے جو اس نے نیت کی ہو۔

اس حدیث سے فقہاء کرام نے حکم نکالا ہے کہ اچھی نیت کی وجہ سے عادت بھی عبادت بن جاتی ہے۔

اور اس میں ذرہ برابر بھی شک نہیں کہ جب بچے کو یہ معلوم ہوگا کہ اسے مطالعہ کرنے پر اجر ملے گا اور علم حاصل کرنے اور ثقافت و تہذیب سے آراستہ ہونے پر اللہ جل شانہ اس کو جزاء خیر عطا فرمائیں گے تو وہ بلا کسی سستی و کاہلی کے کئی طور پر پڑھنے پڑھانے میں مشغول رہے گا۔

✽ پرسکون، راحت بخش، صاف ستھری فضا، پیدا کرنا یعنی روشنی کافی ہو اور مناظر خوش کن ہوں اور سکون مکمل ہو اور سردیوں میں سردی سے بچانے کا مناسب بندوبست ہو اور گرمیوں میں گرمی سے بچانے کا مناسب انتظام ہو، یہ سب چیزیں مطالعہ پر متوجہ کرنے اور اس کا شوق دلانے اور اس کی محبت پیدا کرنے کا ذریعہ بنتی ہیں۔

✽ بچے کے لیے مختلف قسم کی کتابیں مہیا کرنا خواہ یہ کتابیں گھر کے کتب خانے میں موجود ہوں یا مدرسے یا مسجد کے کتب خانے میں یا عالم لائبریریوں میں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بچہ اپنے سامنے اپنی پسندیدہ مطلوب کتاب پائے گا خواہ وہ کتاب قصہ کہانی کی ہو یا شعر و شاعری کی یا تاریخ کی یا اخلاق کی، تو وہ شوق سے اس کا مطالعہ کرے گا اور اس کتب خانہ کی طرف خوشی خوشی جائے گا۔

❀ اور اخیر میں یہ بات بھی بچے کے ذہن نشین کر دینا کہ وقت تلوار کی طرح ہے اور فرائض و ذمہ داریاں وقت سے بہت زیادہ ہیں، اور انسان جو نہیں جانتا وہ اس سے زیادہ ہے جسے وہ جانتا ہے، اور دین اسلام مسلمان کو یہ حکم دیتا ہے کہ وہ اپنے فارغ وقت کو کام میں لگائے، اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ تم ایسی چیزوں کے خریدیں رہو جو تمہیں فائدہ پہنچائیں اور اللہ تعالیٰ سے مدد مانگو اور عاجز مت بنو (صحیح مسلم)۔

جیسا کہ آپ نے یہ بھی حکم دیا ہے کہ دنیا کی عزت اور آخرت کی کامیابی و نجات کو حاصل کرنے کے لیے فرصت کو غنیمت جانا جائے چنانچہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں: پانچ چیزوں کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو: اپنی زندگی کو موت سے پہلے، اور صحت کو بیماری سے پہلے، اور فراغت کو مشغول ہونے سے قبل، اور جوانی کو بڑھاپے سے پہلے، اور مالداری کو فقر سے پہلے (ملاحظہ ہو مستدرک حاکم بسند صحیح)۔

اور اخیر میں یہ یاد رکھنا چاہیے کہ مطالعے سے مطلوبہ فوائد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتے جب تک کہ درج ذیل طریقے اختیار نہ کیے جائیں:

- ۱۔ مطالعہ سے قبل نفسیاتی تیاری اور وہ اس طرح کہ نیت کا استحضار رہے کہ وہ مطالعہ اس لیے کر رہا ہے تاکہ ثقافتی و علمی طور پر کامل بن جائے، اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ ادا کر سکے، اور اسلام کا پیغام پہنچا سکے، اور اپنی امت و ملک کو فائدہ پہنچا سکے۔
- ۲۔ مطالعہ کے دوران ذہن کو مرکوز رکھا جائے اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ انسان جو کچھ بھی پڑھے اس وقت ذہن اور عقل و فہم کو حاضر رکھے تاکہ جو کچھ پڑھے اسے مکمل طور سے یاد رکھ سکے اور صحیح معنوں میں سمجھ بھی سکے۔
- ۳۔ اہم عبارات اور بنیادی باتوں کے نیچے پینسل سے لکیر کھینچ دینا چاہیے تاکہ جب اس بحث کو دوبارہ دیکھے تو یہ معانی اس کے ذہن میں راسخ ہو جائیں اور یہ بنیادی باتیں اس کے دل میں بیٹھ جائیں۔
- ۴۔ اسی و بنیادی عناصر کو پینسل سے صفحہ کے ایک کنارے پر لکھ دینا چاہیے تاکہ ان عناصر کو اچھی طرح سے یاد رکھا جاسکے۔

- ۵۔ موضوع کے اہم عنوانات یا پسندیدہ ابحاث کے افکار کو ڈائری یا الگ کاپی میں کتاب کے نام اور صفحہ کے ساتھ نوٹ کر لینا چاہیے تاکہ اگر دوبارہ ضرورت پڑے تو آسانی سے اصل مرجع کی طرف رجوع کر سکے۔
- ۶۔ نوٹس اور یادداشتوں کے لکھنے کے لیے ایک الگ کاپی یا بڑا رجسٹر رکھنا چاہیے تاکہ احادیث مبارکہ، ادبی لطائف

اور حکیمانہ اشعار، تاریخی واقعات، علمی حقائق، دینی مسائل و فتاویٰ میں سے جو چیز پڑھنے والے کو پہلی معلوم ہو وہ اس میں لکھ لے۔

بلاشبہ یہ کاپی اور مذکورہ مختلف اوقات اور مختلف زمانوں میں بہت سی کتابوں سے منتخب کردہ نچوڑ ہوگا جو آئندہ علمی یا عملی زندگی میں بہترین مددگار ثابت ہوگا۔

اس لیے اے مہربان محترم! آپ یہ کوشش کریں کہ آپ کے بچے اس کے عادی بنیں اور آپ ان کی رہنمائی اس جانب کرنے رہیں تاکہ آئندہ چل کر وہ عمل کرنے والے افراد اور تہذیب و تمدن سے آراستہ عناصر اور سمجھدار پختہ عقل قوم میں شمار ہوں جو اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔



۹۔ بچے کو اسلام کی ذمہ داریاں محسوس کرانا | جن چیزوں کا اہتمام کرنے کو ہم اہم اور لازمی سمجھتے ہیں اور تربیت کرنے والوں کی توجہ اس طرف مبذول کراتے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ بچے کو مندرجہ ذیل حقائق سکھانے و سمجھانے کی ہمیشہ کوشش جاری رکھنا چاہیے:

الف۔ (وہ مؤمن جماعت جس کی تربیت دارالرقم میں ہوئی تھی اور جس کے ذریعہ دین اسلام کو نصرت و فتح حاصل ہوئی وہ چند نوجوانوں کی جماعت تھی، چنانچہ بعثت کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چالیس سال تھی اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ سے تین سال چھوٹے تھے، اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عمر ستائیس سال تھی، اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چھوٹے تھے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے چھوٹے تھے، اور یہی حال حضرت عبداللہ ابن مسعود، عبدالرحمن بن عوف، الأرقم بن الأرقم، سعید بن زید، مصعب بن عمیر، بلال بن رباح اور عمار بن یاسر اور ان کے علاوہ دسیوں دوسروں تھا بلکہ ان کے علاوہ سینکڑوں دوسرے اور بھی تھے اور سب کے سب نوجوان تھے)۔

ب۔ یہ نوجوان ہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اس دعوت کے بوجھ کو اپنے کانڈھول پر اٹھایا تھا، اور یہی وہ لوگ تھے جنہیں اللہ کے راستے میں بہت دردناک سزائیں، تکالیف اور عذاب دیے گئے اور یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنی راتوں کو دن سے ملا دیا، حتیٰ کہ انہوں نے اپنی ان کوششوں سے اسلام کو پھیلنے پھولنے اور جگہ بنانے کا موقع فراہم کیا، اور اس دین کو فتح و نصرت سے ہمکنار کیا، اور مسلمانوں کی حکومت و سلطنت صرف ایک رات دن ہی میں قائم نہیں ہوئی تھی، اور ان کی قیادت و حکومت ذرا سی دیر میں مستحکم ہو گئی تھی اور ان کے سامنے دو بڑی عظیم حکومتوں میں فارس و روم نے فوراً گردن جھکا دی تھی، اور ان کا سایہ مشرق میں سندھ کے شہروں اور شمال میں بلادِ خزر و ارمنیہ و روس کے شہروں تک منٹوں میں پہنچا، اور ان کے عدل و انصاف میں شام، مصر، برقہ، طرابلس و باقی افریقہ آنا فانا داخل ہو گئے تھے، یہ سب کچھ ایک

دن و رات میں نہیں ہوا بلکہ یہ پینتیس سال کے عرصے میں ہوا تھا۔

بنو امیہ کے زمانے میں ان کی سلطنت اور پہیلی اور ان کا تسلط و عملداری سندھ کے علاقے اور ہند کے بڑے حصہ تک پہنچ گیا اور ترکستان بھی ان کے ماتحت آگیا، اور مشرق میں چین کی حدود تک اور مغرب میں انڈس تک پہنچ گئے اور پھر جب مسلمانوں کے ایک حکمران خلیفہ ہارون الرشید نے پوری دنیا کے لیے عالم اسلامی کی وسعت کی تصویر کشی کرنا چاہی تو سوائے اس کے اور کوئی جملہ نہیں پایا کہ انہوں نے بادل کے ایک ٹکڑے سے جو بغیر برے ان کے پاس سے گزر گیا تھا طہا ہو کر کہا، تم جہاں چاہو جا کر برس لو اس لیے کہ تمہارا ٹیکس ہمارے پاس ہی لایا جائے گا۔

ج۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی جماعت کا یہ پہلا قافلہ اور ان کے بعد آنے والے وہ حضرات تابعین جو ان کے نقش قدم پر چلے یہ سب کے سب عزت و عظمت اور بزرگی کی چوٹی پر دو عظیم باتوں کی وجہ سے پہنچے تھے :

۱۔ انہوں نے اسلام کو عقیدہ و افکار، قول و عمل اور تحقیق و تطبیق ہر اعتبار سے مضبوطی سے تھاما، اور اس کا بدلہ انہیں زبردست امداد، فتح بمیں اور دین اور خدا کے دشمنوں پر شاندار کامیابی کی شکل میں ملا اس کے بغیر نہ فتح و نصرت ممکن ہے اور نہ یہ کہ عزت و سیادت کی لگام کو اپنے ہاتھوں سے تھام لیں، تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے مصر کے فتح ہونے میں تاخیر محسوس کی تو حضرت عمرو بن العاص کو (جو اس لشکر کے قائد عمومی تھے) ایک خط لکھا جس میں تحریر فرمایا :

حمد و ثناء کے بعد، کہنا یہ ہے کہ آپ لوگوں کو مصروف کرنے میں جو دیر لگ رہی ہے اس سے مجھے بہت تعجب ہے آپ لوگ ان سے دو سال سے لڑ رہے ہیں۔ اس کی وجہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ تم لوگوں نے کچھ نئی چیزیں ایجاد کر لی ہیں۔ اور دنیا سے ویسی ہی محبت کرنا شروع کر دی ہے جیسی محبت تمہارے دشمن کرتے ہیں اور یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی مدد نہیں فرمائے مگر ان کی نیت کے سچے ہونے پر۔

اور اللہ تعالیٰ خلیفہ عادل پر رحم کرے فرمایا کرتے تھے کہ ہم تو وہ قوم ہیں جسے اللہ نے اسلام کی برکت سے عزت دی ہے لہذا ہم جب بھی اس چیز کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت دی تھی تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا (تاریخ عالم)۔

۲۔ ان حضرات نے اپنی قربانیوں، جدوجہد، بہادری و شجاعت اور صبر کی طاقت کے ذریعے اسلام کے پیغام کو ساری دنیا میں پہنچایا۔ حتیٰ کہ ان کی فتوحات کا دائرہ مغرب کے اخیر تک پہنچ گیا۔ اور حضرت عقبہ بن نافع محیطا طلسی (سیاہ سندھ) کے کنارے پر کھڑے ہوئے اور انہوں نے پانی میں گھس کر کہا : اے اللہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب اگر یہ سمندر نہ تھا تو آپ کے کلمہ کی سر بلندی کے لیے ساری دنیا فتح کر لیتا۔ اے اللہ آپ گواہ رہیے گا۔

ان کی فتوحات مشرق کے اخیر تک پہنچ گئیں، اور حضرت قتیبہ باہلی سرزمین چین میں داخل ہو گئے تو ان کے ایک ساتھی

نے ازراہ شفقت انہیں متنبہ کرتے ہوئے کہا : اے قتیبہ آپ تو ترکیوں کے شہر میں گھس گئے اور حادثاتِ زمانہ کے دوش پر آتے جلتے رہتے ہیں۔ تو حضرت قتیبہ نے ایمان سے سرشار ہو کر ان کو جواب دیا، اللہ کی مدد و نصرت پر کامل یقین کی وجہ سے آگے بڑھا ہوں، اور جب وقت آجائے گا تو تیاری و احتیاط کچھ فائدہ نہیں پہنچائے گی، جو صاحبِ ان کو ڈرا رہے اور متنبہ کر رہے تھے جب انہوں نے ان کے عزم اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے پختہ ارادے کو دیکھا تو انہوں نے ان سے کہا : اے قتیبہ تم جہاں جانا چاہتے ہو چلے جاؤ اس لیے کہ یہ ایسا ہر دست پختہ عزم ہے جسے اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں روک سکتا، اس قوتِ ایمانی اور عزمِ راسخ کے بغیر نہ روئے زمین کے ایک بالشت کا مالک بننا ممکن ہے اور نہ یہ ممکن ہے کہ عالم میں اللہ کے دین کی نشر و اشاعت ہو۔

د۔ آج کل کے ہم مسلمان اگر اپنے آباء اجداد کے اس نفاہ و طرز کو اختیار کر لیں جو انہوں نے اسلام کو مضبوطی سے تھامنے کے سلسلہ میں اختیار کیا تھا، اور قربانی و جہاد اور صبر و تحمل ثابت قدمی و جو انمردی کے سلسلہ میں اپنے سلف صالح کے نقش قدم پر چلیں تو ان شاء اللہ ہمارے ہاتھوں بھی اسلام کو عزت نصیب ہوگی، اور ہم اپنے دست و بازو سے مسلمان حکومت قائم کر لیں گے اور اللہ کی مدد و تائید سے عزت و عظمت اور دوام دوبارہ حاصل کر لیں گے، اور ہم پھر سے وہ بہترین امت بن جائیں گے جو لوگوں کے فائدہ کے لیے بھیجی گئی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم بھی انسان ہیں اور ہمارے سلف بھی انسان تھے اور اللہ تعالیٰ نے مردوں کے عزم کی تعریف کی ہے چنانچہ فرمایا :

«رَجَالٌ صَدَقُوا مَا عَاهَدُوا اللَّهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَّنْ قَضَىٰ نَحْبَهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَنْتَظِرُ وَمَا بَدَّلُوا تَبْدِيلًا»

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں کہ انہوں نے اللہ سے جو عہد کیا تھا اس میں سچے ارے سوان میں کچھ ایسے بھی ہیں جو اپنی نذر پوری کر چکے، اور کچھ ان میں کے راستہ دیکھ رہے ہیں

اور انہوں نے ذرا فرق نہیں آنے دیا۔

الاحزاب - ۲۳

اور فرمایا :

«رَجَالٌ لَا تُلْهِيمُهُمْ تِجَارَةً وَلَا بَيْعًا عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَلَا قِيَامِ الصَّلَاةِ وَلَا يَتَذَكَّرُوا الزَّكَاةَ لَا يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ»

ایسے لوگ نہیں نہ تجارت غفلت میں ڈال دیتی ہے نہ خرید و فروخت اللہ کی یاد سے اور نماز پڑھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے، وہ ڈرتے رہتے ہیں ایسے دن سے جس میں دل اور آنکھیں الٹ جائیں گی۔

النور - ۲۴

آج کے مسلم معاشرے کو اس سے کیا نقصان پہنچے گا کہ وہ ظاہری اعتبار سے مرد بن جائیں اور معنوی اعتبار سے پہاڑ، اللہ رحم کرے شاعر اسلام محمد اقبال پر کہتے ہیں :

فوق هامات النجوم مناراً
ستاروں کے سروں پر منارہ بنا کر بلند کردیں
ساروا علی موج البحار بحاراً
وہ سمندروں کی موجوں پر سمندر بن کر چلے

من ذا الذي رفع السيوف ليرفع اسمك
کون ہے وہ جس نے آپ کا نام بلند کرنے کے لیے تلواریں
کافوا جبلاً في الجبال وبرماً
وہ پہاڑوں میں پہاڑ بن جاتے تھے اور بیا اوقات

۸۔ آج تمام عالم سرکش مادیت کی تاریکی میں سرگردان ہے۔ اور آزادی دینے والے راہ رومی کی کچھڑ میں اسلئے سیدھے ہاتھ پاؤں مار رہا ہے۔ اور ظلم و استبداد کے شکنجے میں جکڑا ہوا ہے۔ اور افکار و آراء کی تاریکیوں میں پھپھڑا جا رہا ہے، اور یہ دیکھیے بڑی حکومتیں انسانی حضارت کو بچھاڑ کھانے کے لیے اپنے دشنی پنچے گاڑ رہی ہیں، اور اپنی بغاوت و سرکشی اور وحشی پن سے انسانی قدر و قیمت اور شاندار کارناموں اور انبیاء و رسل کے پیغاموں کا گلا گھونٹ رہی ہیں۔ اور انسان کو غلام بنانے اور اس کو اس کی سرزمین سے نکالنے اور اس کے ملک کے منافع و فوائد حاصل کرنے اور اس کو اس کے بیوی بچوں، جوانوں بوڑھوں کے ساتھ ملک بدر کرنے کے لیے حملہ کر رہی ہیں۔

ان حوادث و آفات اور پریشانیوں اور تباہیوں سے عالم اسلام کو کون بچائے گا؟ کون ہے جو انسانیت کو اس فکری انحطاط اور اخلاقی بے راہ روی سے بچائے؟ کون ہے جو ان پسندوں کو سرکش مہلک دشمن سے بچائے؟ یا اس سے زیادہ واضح الفاظ میں یہ کہیے کہ بچانے والی کشتی کون سی ہے؟ اور مصیبت سے امان کا کیا راستہ ہے؟

میری رائے میں اور اسی طرح بہت سے علماء و فلاسفہ و مفکرین کی رائے میں وہ روحانی اقدار اور معاشرتی و سیاسی نظام جو دین اسلام نے پیش کیا ہے یہی اس لائق ہے کہ تمام عالم کے لیے فکر و اصلاح اور بنیاد کی فراہمی میں امامت کا فریضہ انجام دے سکے تاکہ انسانیت زین و ضلال کی تباہی اور فساد و بے راہ روی کی ہلاکت آفرینیوں سے بچ سکے۔

ایاس ابو شیکہ اپنی کتاب "روابط الفكر والروح بين العرب والفرنجية" میں لکھتے ہیں کہ: عربی تمدن و حضارت کا زوال اسپانیا و یورپ کے لیے ایک نحوست تھا، اس لیے کہ اندلس نے سعادت و نیک بنی عربوں کے سایہ میں ہی حاصل کی تھی، اور پھر جب عرب چلے گئے تو وہاں بجائے مال و دولت، حسن و جمال اور تروتازگی کے تباہی و بربادی چھا گئی۔

انگریز فلسفی برنارڈ شا اپنا مشہور جملہ کہتے ہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مذہب بہت عزت و احترام کا مستحق تھا، اس لیے کہ اس میں حیران کن قوت پائی جاتی ہے۔ یہی ایک ایسا منفرد دین ہے جس میں زندگی کے مختلف اطوار کو ہضم کرنے کا ملکہ موجود ہے، میں یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو بشریت و انسانیت کا نجات دہندہ کا لقب دیا جائے۔ اور اگر ان جیسا کوئی آدمی آج کے موجودہ عالم کی قیادت کی ذمہ داری سنبھال لے تو وہ اس دور کی تمام مشکلات حل کرنے میں کامیاب ہو جائے گا۔

اور انگریز مؤرخ و وزیر اپنی کتاب "طرح تاریخ الانسانية" میں لکھتے ہیں کہ یورپ اپنے دفتری و تجارتی قوانین کے

بڑے حصے کے اعتبار سے ایک اسلامی شہر ہے۔

لہذا آج کے دور کے لوگ اس بات کے مسئول ہیں کہ بشریت و انسانیت کو سرکش مادیت کی تاریکی اور تاریک باہیت و آزادی کی موجوں اور تباہ کن جنگوں کی آندھیوں سے بچانے کے لیے اپنی ہم مسئولیت اور اپنا ترقی یافتہ کردار ادا کریں اور یہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ ساری دنیا میں از سر نو اسلام کا ابدی پیغام نہ پہنچایا جائے تاکہ خوشحالی، امن و استقرار تمام روئے زمین پر بھجوا جائے، اور انسانیت ایمان کے نور اور قرآن کریم کی شریعت سے منور ہو جائے۔

یہ شریعت اسلام ربانیت، عالیت، عام و سب کو شامل ہونا، جو دو عطا اور ابدی ہونے کے ساتھ متصف ہے۔ ربانیت سے اس لیے متصف ہے کہ یہ حکم و حمید ذات باری تعالیٰ کی نازل کردہ ہے۔

عالیت سے اس لیے متصف ہے کہ تمام افراد انسان کی شریعت و قانون ہے۔

سب کو عام و شامل اس لیے ہے کہ یہ زندگی کے تمام نظاموں کو پیش کرتی اور ان کے لیے محیط ہے۔

جو دو عطا سے اس لیے متصف ہے کہ یہ تمام انسانوں کی ضروریات ہر دور میں اور ہر جگہ پوری کرتی ہے۔

ابدی اس لیے ہے کہ اس کی اصل اور طبیعت میں نمو و ترقی ہے اور یہ قیامت تک باقی رہے گی۔

اور مسلمانوں کے فخر و شرف اور دوام کے لیے یہ بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں قرآن پاک میں

ارشاد فرماتے ہیں:

«كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ»

تم ہو سب امتوں سے جو بھی گئی عالم میں حکم کرتے

آل عمران

ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے۔

اس لیے اس امت کو اللہ کے حکم کے مطابق اپنی ذمہ داریاں پوری کرنے کے لیے اٹھ کھڑے ہونا چاہیے تاکہ یہ دنیا کے سامنے اپنے بہادر عظیم آباء و اجداد کے اخلاق، اور جو انفر دجری و بہادر قائدین کے عزم کے ساتھ باہر نکل کر آئے اور جنگ بدر، قادسیہ، یرموک اور حنین کی فتوحات اور اسلام کے پیغام اور قرآن کریم کے بنیادی اصولوں کو لے کر میدان میں آئے۔

لہذا مریضوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں اور طلبہ کی نفوس میں یہ حقائق جاگزیں کریں اور ان کو یہ حقائق و معانی ہر وقت

سمجھائیں تاکہ وہ مکمل طریقے سے اپنی ذمہ داری محسوس کریں اور مطلوبہ طریقے سے اپنے فریضے کو ادا کر سکیں۔

اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو عنقریب وہ اپنی اولاد کو ایسے سچے پکے داعی اور اسلام کے مخلص سپاہی پائیں گے جو اللہ کے

سوا کسی سے خوف و ڈر محسوس نہ کریں گے۔ اور اپنے رب کی دعوت کی تبلیغ کرتے ہوں گے، اور اس کے راستے میں ہر قسم کی تکلیف

لے ملاحظہ کیجیے ہماری کتاب "حتیٰ یعلم الشہاب" اور اس میں القرآن دستور نامی بحث پڑھ لیجیے جہاں آپ کو اسلامی شریعت کی خصوصیات و مزایا کے سلسلہ میں کافی دودنی بحث مل جائے گی۔

پریشانی اور مصیبت کو برداشت کریں گے، اور اللہ نے چاہا تو انجام کار میں عظیم فتح اور شاندار عزت اور مطلوبہ کرامت کو حاصل کر لیں گے اور یہ سب اللہ کے لیے کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔



۱۰۔ بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو جاگزیں کرنا | وہ عظیم مسائل اور اہم امور جن کا مرئی کو بہت اہتمام کرنا چاہیے اور ان کی طرف اپنی پوری توجہ مرکوز رکھنا چاہیے ان میں سے بچے کے نفس میں جہاد کی روح کو عمیق کرنا اور عزم و صبر کے معانی اس کی فکر و قلب اور احساسات میں راسخ کرنا بھی ہے اور خاص کر اس ہمارے دور میں جس میں اسلامی ممالک سے اسلام کا حکم ختم ہو گیا ہے، اور اسلامی عزت کا سورج اس دنیا سے غروب ہو گیا ہے، اور سرداری سرشوں کے قبضے میں آگئی ہے، اور اسلامی ممالک میں حکومت کی باگ ڈور ایسے لوگوں کے ہاتھ میں آگئی ہے جن کا اس کے سوا اور کوئی مقصد اور غرض نہیں ہے کہ وہ اسلام اور خدا کے دشمنوں کی سازشوں کو کامیاب بنائیں، چاہے یہ منصوبے کمیونسٹوں کے ہوں یا سوشلسٹوں کے، خواہ یہودیوں کے ہوں یا عیسائیوں کے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خلافت اسلامیہ کو ختم کر دیا گیا اور سرکش مادیت کی موجوں اور اباحت و آزادی و بے راہ روی کی آندھیلوں کے جھکڑوں اور گمراہ کن عقائد اور ملحدانہ فکری جنگ کی لہروں نے معاشرہ کے معاشرہ کو اکھاڑ پھینکا، اور اسلامی ممالک ہر شخص کے لیے لقمہ تر اور ہر کس و ناکس کے لیے مطمح نظر بن گئے ہیں۔

اس لیے مربیوں کو چاہیے کہ اپنے بچوں کو صبر و ہمت سے کام لینے کی تلقین کریں اور ان کی نفوس میں جہاد کی روح راسخ کر دیں، تاکہ وہ اپنی جد و جہاد اور جہاد کے ذریعے اسلام کی عزت اور مسلمان کی عظمت دوبارہ واپس لے سکیں۔ لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ جہاد کی وہ روح بچوں کی نفوس میں جاگزیں کرنے اور اس کے معانی ان کے جوارح و اعضاء اور ماحول میں راسخ کرنے کے وہ مراحل کیا ہیں جنہیں مربیوں کو اپنے بچوں کے ساتھ اختیار کرنا چاہیے؟

میرے خیال میں اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل نقاط مفید ہوں گے:

۱۔ بچے کو ہمیشہ یہ احساس دلانا کہ اسلامی شان و شوکت اور اسلامی عظمت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک جہاد اور اعلا کلمۃ اللہ کے لیے کوشش و محنت نہ ہو۔ ارشادِ ربانی ہے:

اے ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے
تو اللہ عنقریب لائے گا ایسی قوم کو اللہ ان کو چاہتا ہے
اور وہ اس کو چاہتے ہیں، نرم دل میں مسلمانوں پر بڑبڑتے
میں کافروں پر، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور ڈرتے

«يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَنْ يَرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ
دِينِهِ فَمَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِقَوْمٍ يُضِلُّهُمْ
وَيُحِبُّونَ مَا أَذِلُّوا عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِدَّ
عَلَى الْكَافِرِينَ يَوْمَ بَدْرٍ فِي سَبِيلِ

اللَّهُ وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۝۵۲ المائدہ ۵۲۔ نہیں کسی کے الزام سے۔

۲۔ بچے کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی مختلف قسمیں ہیں:

❀ مالی جہاد: جس کا طریقہ یہ ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کے لیے مال خرچ کیا جائے یہی وہ حساس رگ ہے ہر اس جہاد کے لیے جو امت مسلمہ زندگی میں کرتی ہے خواہ یہ جہاد تبلیغی ہو یا علمی، اور خواہ یہ سیاسی جہاد ہو یا جنگی۔ ارشاد ہے:

«إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ۖ» التوبہ - ۱۱۱

اللہ نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے۔

اور فرمایا:

«لَا تُقْرَبُوا حِفَاقًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ» التوبہ - ۴۱

نکلو جگہ اور بوجھ اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں۔

ترمذی و نسائی درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں:

«مَنْ أَنْفَقَ نَفَقَةً فِي سَبِيلِ اللَّهِ كَتَبَتْ لَهُ بِسَبْعِمِائَةِ ضِعْفٍ ۖ»

جو شخص اللہ کے راستے میں کوئی چیز خرچ کرتا ہے تو اس کو سات سو گنا ثواب ملتا ہے۔

اور بخاری و مسلم وغیرہ روایت کرتے ہیں:

«مَنْ جَاهَزَ غَازِيًا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَقَدْ غَزَا ۖ وَمَنْ خَلَفَ غَازِيًا فِي أَهْلِهِ فَقَدْ غَزَا ۖ»

جو شخص کسی غازی کو اللہ کے راستے کے لیے ساز و سامان سے تیار کرتا ہے تو گویا اس نے خود جنگ کی، اور جو شخص کسی غازی کے گھربار کی دیکھ بھال کرتا ہے تو گویا اس نے خود جنگ کی۔

❀ تبلیغی جہاد: اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ زبان سے اسلام کی تبلیغ کی جائے اور کافروں، منافقوں، المذول اور منخرف لوگوں پر یہ حجت و دلیل قائم کی جائے کہ دعوت اسلام حق ہے۔

«وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ مَّيْمُورُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ أُولَٰئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۖ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝» التوبہ - ۷۱

اور ایمان والے مرد و ایمان والی عورتیں ایک دوسرے کی مددگار ہیں کھلاستے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے۔ وہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا یہ شک اللہ نہایت ہے حکمت والا۔

اور فرمایا:

«الَّذِينَ يَبْتَغُونَ رَسُولَ اللَّهِ وَ يَخْشَوْنَ
وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ وَ كَفَىٰ بِاللَّهِ
حَسِيبًا»۔ (الاحزاب: ۳۹)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام ارشاد فرماتے ہیں :

«نَضْرُكُ اللَّهُ امْرَأً أَسْمَعَ مِنِّي شَيْئًا
فَلْيَغْفِرْهُ كَمَا سَمِعَهُ قَرِيبًا
مَبْلُغٌ أَوْ عَمَّا سَمِعَهُ»۔

ترمذی و مسند احمد و ابن ماجہ

اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«مَنْ دَعَا إِلَى هُدًى كَانَ لَهُ مِنَ الْاُجْرِ
مِثْلُ اُجْرِ مَنْ اتَّبَعَهُ لَا يَنْقُصُ ذَلِكَ مِنْ
اُجْرِ هِمٍّ شَيْئًا»۔ صحیح مسلم و صحیح ابن



تعلیمی جہاد : اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ دل کو علمی و ثقافتی و فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری کوشش

کی جائے، اور دنیا اور زندگی اور انسان سے متعلق اسلام کا صحیح کلی تصور پیش کیا جائے :

«وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَافَّةً ۚ فَلَوْلَا
نَقَرٌ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا
فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوا
اِلَيْهِمْ»۔ (التوبہ: ۱۲۲)

اور مسلمان ایسے تو نہیں کہ سارے کوچ کریں سو کیوں نہ
نکلنا ان کے ہر فرقے میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا
کریں دین میں اور تاکہ اپنی قوم کو خبر پہنچائیں جب لوٹ کر
آئیں ان کی طرف۔

اور طبرانی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

«تَنَا صَحْوًا فِي الْعِلْمِ فَإِنْ خِيَانَةً أَحَدُكُمْ
فِي عِلْمِهِ أَشَدَّ مِنْ خِيَانَتِهِ فِي مَالِهِ
وَ إِنْ اللَّهُ مَسَا تِلْكَ»۔

علم کے بارے میں خیر خواہی و نصیحت کرتے رہا کرو اس
لیے کہ تم میں سے کسی شخص کی اپنے علم میں خیانت کرنا مال میں
خیانت سے زیادہ بری چیز ہے۔ اور اللہ تعالیٰ تم سے سوال
کرے گا

اور ابو داؤد و ترمذی درج ذیل حدیث روایت کرتے ہیں :

«مَنْ سَأَلَ عَنْ عِلْمٍ فَلَمْ يَدْرِكْهُ لَجِمَ بِالْجَمَامِ

جس شخص سے کسی علم کے بارے میں پوچھا گیا اور اس نے

(یہ وہ لوگ ہیں) جو اللہ کے پیامات پہنچا کرتے تھے اور اس
سے ڈرتے تھے اور بحر اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتے تھے
اور اللہ حساب کے لیے کافی ہے۔

اللہ تعالیٰ اس شخص کو تروتازہ (خوش و خرم) رکھے جو مجھ سے کوئی
بات سنے اور اسے ویسے ہی پہنچا دے جیسے اس نے سنی اس
لیے کہ بہت سے وہ لوگ جن تک وہ بات پہنچائی جائے وہ
سننے والے سے زیادہ غفلت کرنے والے ہوتے ہیں۔

جو شخص کسی ہدایت (اچھی بات) کی طرف بلا تا ہے اسے اتنا ہی
اجر ملتا ہے جتنا ان لوگوں کو ملتا ہے جو اس کی پیروی و اتباع
کرتے ہیں اور اس سے ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔

تعلیمی جہاد : اور اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرہ دل کو علمی و ثقافتی و فکری اعتبار سے تیار کرنے کی پوری کوشش

من نار یوم القیامۃ))۔
اسے چھپایا تو اسے قیامت کے روز آگ کی لگاہ پہنائی
جائے گی۔

❖ سیاسی جہاد : اور وہ اس طرح کہ اسلام کے بنیادی اصولوں کی اساس اور عمومی محیط قواعد کے مطابق اسلامی حکومت قائم کرنے کی پوری کوشش کی جائے تاکہ نظام حکومت میں حاکمیت صرف اور صرف اللہ وحدہ لا شریک لہ کی ہو؛

((وَ اِنْ اَخْلَكُم بِیْنَهُمْ مِمَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ
اَهْوَاءَ هُمْ وَاَحْذَرُہُمْ اَنْ یَفْتِنُوْكَ عَنْ
بَعْضِ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَیْكَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا
فَاَعْلَمْنَا اَنْتَ اَبْرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّصِیْبَہُمْ
بِبَعْضِ ذُنُوْبِہُمْ ۚ وَاِنْ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ
لَفٰسِقُوْنَ اَفَحُکْمَ الْجَآہِلِیَّۃِ یَبْغُوْنَ ۚ وَمَنْ
اَحْسَنُ مِّنَ اللّٰهِ حُکْمًا لِّقَوْمٍ یُّؤْتِنُوْنَ))۔

المائدہ - ۴۹ و ۵۰

اور امام مسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ مجھ سے قبل اللہ نے کسی امت میں کسی نبی کو نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس کے کچھ ساتھی و حواری اس کی امت میں سے ہو کرتے تھے، جو اس کی سنت پر عمل کرتے تھے، اور اس کے حکم کی اقتدا کرتے تھے، پھر ان کے بعد ایسے ناخلف لوگ آجاتے تھے جو ایسی باتیں کہتے تھے جو خود نہیں کرتے اور ایسے کام کرتے تھے جن کا ان کو حکم نہیں دیا گیا لہذا جو شخص ان کے ساتھ ہاتھ سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ زبان سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے اور جو ان کے ساتھ دل سے جہاد کرے گا وہ بھی مؤمن ہے، اور اس کے بعد ایمان کرائی کے برابر بھی کوئی حصہ نہیں ہے۔

❖ جنگی جہاد : اور وہ اس طرح کہ ہر ان ایسے سرکش کے سامنے اپنی پوری جدوجہد صرف کرے جو اللہ جل شانہ کے کسی حکم اور اس کی دعوت و پیغام کے زمین میں پھیلانے کے درمیان دشوار گزار گھائی بن کر کھڑا ہو جائے۔ خواہ اس قسم کے طاغوت و سرکش دارالاسلام میں ہوں، یا دارالکفر و دارالحرب میں

((وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةً وَّ یَکُوْنَ
الدِّیْنُ کُلُّہٗ لِلّٰہِ))۔
الانفال - ۳۹

نیز ارشاد فرمایا :

((قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا

طروان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پروردگار آخرت

کے دن پر اور نہ حرام جانتے ہیں اس کو جس کو اللہ نے اور
اس کے رسول نے حرام کیا، اور نہ قبول کرتے ہیں دین سبھا
ان لوگوں میں سے جو کہ اہل کتاب ہیں یہاں تک کہ وہ جزیرہ
دی اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر۔

بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُخَيَّرُونَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَ
رَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ
أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ
وَهُمْ صَاحِبُونَ ۝۲۹

اسی بات کو حضرت ربی بن عامر رضی اللہ عنہ نے اس موقع پر ذکر کیا تھا جب سلمانوں کا اہل فارس سے مقابلہ تھا تو
انہوں نے فارس کے قائد رستم سے کہا: اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لیے بھیجا ہے، تاکہ ہم لوگوں کو بندوں کی عبادت سے اللہ
کی عبادت کی طرف، اور دنیا کی تنگی سے فراخی کی طرف، اور مذاہب وادیان کے ظلم سے اسلام کے عدل و انصاف
کی طرف نکالیں۔

مرہی جب بچے کو جہاد کا یہ مفہوم محسوس کرادے گا۔ اور اس کی اقسام و انواع اور اس سے متفرع ہونے والی اقسام
بتلا دے گا تو پھر بچہ مکمل عزم و قوت کے ساتھ جہاد کی طرف بڑھے گا، اس لیے کہ جہاد دعوت کے ہر عمل کو محیط ہے
بشرطیکہ نیت اللہ کے کلمہ کو بلند کرنا اور روئے زمین پر اس کے دین کو پھیلانا ہو۔

۳۔ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے بچوں کے بہادری کے کارنامے و مواقف بچوں کے سامنے ہمیشہ بیان کرتے رہنا، تاکہ
وہ ان کی اقتدا کریں اور ان کے طرز و طریقے کے مطابق چلیں اور لپیچے ان میں سے بعض آپ کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں؛
الف۔ جب سلمان جنگ احد کے لیے نکلے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے جسے چھوٹا سمجھا اسے واپس کر دیا، جن
حضرت کو واپس کیا گیا ان میں حضرت رافع بن خدیج و حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہما بھی تھے پھر آپ نے حضرت رافع
کو اس لیے اجازت دے دی کہ ان کے بارے میں آپ کو یہ بتلایا گیا کہ یہ اچھے تیر انداز ہیں، یہ دیکھ کر حضرت سمرہ رونے لگے
اور اپنے سوتیلے باپ سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت رافع کو تو اجازت دے دی ہے اور مجھے واپس کر دیا
ہے حالانکہ میں تو ان کو پھٹاڑ دیتا ہوں، یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے ان دونوں کو کشتی کرنے کا حکم دیا،
اور حضرت سمرہ رضی اللہ عنہ غالب آگئے تو آپ نے ان کو بھی اجازت دے دی۔

ب۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے مدینہ منورہ کی جانب ہجرت کرنا
چاہی تو دونوں حضرت غار ثور میں تین دن تک مقیم رہے۔ اور حضرت ابو بکر کی صاحبزادیوں حضرت عائشہ و حضرت اسماء رضی اللہ عنہما
نے دونوں حضرات کے لیے زادہ تیار کیا، اور حضرت اسماء نے اپنے ازار بند کے دو کچرے کر کے ایک سے کھانے کے تھیلے کے
منہ کو باندھ دیا، اسی لیے ان کا نام ”ذات النطاقین“ یعنی دو ازار بند والی پر لگیا، اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت
عبداللہ مکہ کی خبریں ان دونوں حضرات تک پہنچاتے تھے، چنانچہ وہ قریش کے جس منصوبے یا خطرناک پروگرام کو سنتے وہ
لے مرئی محترم! ہماری کتاب ”حتیٰ یعلم الشبَاب“ ملاحظہ فرمائیے، وہاں آپ کو جہاد کے مفہوم اور اس کی مختلف اقسام و انواع پر کافی شافی بحث ملے گی۔

یاد رکھ کر رات کو ان دونوں حضرات کو بتلادیا کرتے تھے۔ اور یہ رات کو ان حضرات کے ساتھ رہتے بھی تھے اور سحر کے وقت یہاں سے واپس ہو جاتے تھے۔ اور صبح مکے کے قریش کے ساتھ کرتے اور یہ ظاہر کرتے گویا کہ انہوں نے رات مکہ میں ہی گزاری ہے۔ اور یہ بات یاد رہے کہ حضرت عائشہ و حضرت عبداللہ اس وقت نابالغ تھے۔

ج۔ کتب تاریخ میں مذکور ہے کہ ایک مؤمن لڑکا اپنے والد سے یہ درخواست کرتا تھا کہ وہ اسے اطرافِ عالم میں جانے اور دور و صوب کی اجازت دے دیں تاکہ وہ عزت و کرامت کی چوٹی پر پہنچ جائے۔

اَقْذِفِ السَّرَجَ عَلَى الْمَدِينَةِ	ہر و قرطہ اللجاما
زَيْنَ الْغَوْدَةِ بِرُكْسٍ دِيْبِيَّةٍ	اور اس کو گامِ گ دیبے
ثُمَّ صَبَّ الدَّرْعَ فِي سَائِلِ الْمَدِينَةِ	سح و ناولنی الحما
پھر میرے سر پر زرہ ڈال دیبے	اور مجھے تنوار دے دیبے
فَمَتَى أَطْلُبُ ابْنَ لَمٍ	اُطْلُبِ الرِّفْقَ غَلَامَا
اگر میں نے آج نو عمری میں رزمی لکانے کی کوشش نہ کی تو پھر	میں کب کوشش کروں گا
سَاجِبُ الْأَرْضِ أَبْغِي	ہ حلالاً لا حراماً
میں زمین کو قلع کروں گا رزقِ حلال	کی تلاش میں نہ کہ حرام کے لیے
فَلْعَلَّ الظَّعْنُ يَنْفَعُ الْفُلَّ	سُتْرًا يَدْفِي الْحَمَامَا
مکن ہے سفر کرنا فقر و فاقہ کو دور کرنے	یا پھد موت کو قریب کر دے

اور اس قسم کی مزید اور مثالیں جو صاحب دیکھنا چاہیں انہیں چاہیے کہ اس کتاب کی قسم ثانی کی "خوف کی عادت" کی بحث ملاحظہ فرمائیں وہاں کافی شافی بحث مل جائے گی۔

۴۔ پہلے کو سورۃ انفال، سورۃ توبہ اور سورۃ احزاب یاد کرنا اور اس کے علاوہ جہاد کے متعلق قرآن کریم کی دوسری اور آیات اور ان کا شان نزول اور ان کے معانی کی شرح اور شجاعت کے ان مواقف کا بیان کرنا جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جنگ بدر و خندق و حنین وغیرہ میں اختیار کیے تھے، اس لیے کہ واقعہ یہ ایسے موقف ہیں جو احساسات و شعور حرکت میں لے آئیں گے اور اس کو ایسا جبری و سبآور آگے کی طرف بڑھنے والا انسان بنادیں گے جو علامہ کلمۃ اللہ کے سلسلہ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کرے گا بلکہ کیتہ جہاد کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور اللہ کے راستے میں شہادت کی اسی طرح تمنا کرے گا جس طرح اس کی تمنا اسکے آباء و اجداد اس سے قبل کر چکے ہیں۔ اور ان سے قبل اس کی تمنا اس اُمتِ محمدیہ کے پہلے قافلہ والے کر چکے ہیں جو مفصل طریقہ سے تاریخ کے صفحات میں مرقوم ہے۔

۵۔ مرنے کو میں یہ نصیحت کرتا ہوں کہ وہ اپنے بچوں کے سامنے مولانا یوسف کاندھلوی کی "حیاۃ الصحابہ" اور شاہ کی کتاب "شہداء الاسلام فی عصر النبوة" پڑھا کرے۔

۵۔ بچے میں تضاد و قدر کے عقیدہ کو راسخ کرنا تاکہ اس کو جو مصیبت پہنچے وہ یہ یقین کامل رکھے کہ وہ اس سے دور نہیں ہو سکتی تھی اور جو بیز اس کو نہ مل سکی وہ اسے قطعاً حاصل نہیں ہو سکتی تھی۔ اور اگر ساری اُمت بھی مل کر اس کو کچھ فائدہ پہنچانا چاہے تب بھی اتنا ہی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ جو اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے۔ اور اگر سب کے سب لوگ مل کر اس کو کچھ نقصان پہنچانا چاہیں تو اس کو صرف اتنا ہی نقصان پہنچا سکتے ہیں جو اللہ نے اس کے لیے لکھ رکھا ہے۔ اور بات یہ ہے کہ جب ان کا وقت مقررہ آجائے گا تو وہ نہ ایک گھڑی آگے ہو گا نہ پیچھے۔ اور صرف اللہ سبحانہ ہی زندہ کرنے اور مارنے والے اور عزت و ذلت دینے والے اور نفع و نقصان پہنچانے والے اور گرانے اور اُٹھانے والے ہیں۔ انہی کے دستِ قدرت میں ہر چیز کی کنجی ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہیں۔

ان معانی کے سلسلے میں سلف صالحین نے جو اشعار کہے ہیں ان سے استشہاد کرنے میں کوئی حرج نہیں معلوم ہوتا۔

یوم لا یقدر ام یوم قدر
اس دن سے جو مقرر نہیں کیا گیا اس دن سے جو مقرر کر دیا گیا
ومن المقدوس لا ینجو الخدر
اور جو دن مقرر ہے اس سے امتیاز کرنا بچا نہیں سکتا

ای یومئ من الموت افر
میں اپنی موت کے کون سے دو دنوں سے بھاگتا ہوں
یوم لا یقدر الا افسه
جس دن موت مقرر نہیں ہے اس سے میں ڈرتا نہیں ہوں



فلا تقنن بآدوت النجوم
تو پھر ستاروں سے کم پر اکتفا نہ کرنا
قطع الموت فی امر عظیم
ایسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ موت کا منہ عظیم امر میں

إذا غامرت فی شرف مرموم
جب تم مظلوم پر شرف حاصل کرنے کے لیے چلاؤ گے
قطع الموت فی امر حقیر
موت کا منہ حقیر و معمولی کام میں



من الابطال ویحک لن تراعی
کہتا ہوں تجھ پر افسوس ہے مت ڈر اور مت گھبرا
علی الأجل الذی لك لن تطاعی
زیادہ زندہ رہنے کا سوال کرے گا تو تیری بات نہیں مانی جائے گی
فما نیل الخلود بمستطاع
کیونکہ ہمیشہ کی زندگی کسی کے بس کی بات نہیں

أقول لها وقد طارت شعاعاً
میں اپنے نفس کو مہربان وہ بہادریوں کے خوف سے گھبرانے لگتا ہے
فإنك لو سألت بقا یوم
اس لیے کہ تو اگر اپنے مقررہ وقت سے ایک دن
فصبراً فی مجال الموت صبراً
لہذا موت کے میدان میں بار بار صبر سے کام لے



اسے مر بیان کرام! بچے میں جہاد کی روح راسخ و عمیق کرنے کے اہم نقاط و مراحل یہ تھے۔ اس لیے آپ ان کو اسیاد کریں اور اپنے بچوں کو ان کی تلقین کریں تاکہ وہ جب جوانی کی عمر کو پہنچیں اور جہاد کے لیے پکارنے والا پکارے تو وہ عزت و کرامت کے میدان میں بہادری و بے باکی سے مجاہد بن کر نکلیں ، اور اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈریں ، اور پھر وہ ہر وقت مسلح و تیار رہیں گے اور جہاد اور اعلام کلمۃ اللہ سے قطعاً پیچھے نہ رہیں گے، جب تک کہ وہ یہ نہ دیکھ لیں کہ اسلام کا جھنڈا مڑ بند ہو گیا ہے۔ اور فتح کا جھنڈا الہر آنے لگا ہے۔ اور اس روز مؤمن اللہ کی مدد و نصرت سے خوش ہوں گے۔ اللہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے اور وہ غالب اور رحم کرنے والا ہے۔



خاتمہ

اس کتاب "اسلام اور تربیتِ اولاد" میں اس سے قبل ہم نے جو تفصیلی بحث کی ہے، اس سے بلا کسی شک و شبہ کے آپ کے سامنے نہایت واضح طور سے یہ بات آگئی ہوگی کہ دین اسلام کا بچے کی ایمانی و اخلاقی تیاری اور نفسیاتی و عقلی تعمیر اور جسمانی و معاشرتی تربیت کے سلسلہ میں اپنا کامل و مکمل منہج و نظام اور ممتاز طریقہ اور منفرد اسلوب ہے تاکہ وہ بچہ مستقبل میں ایک متوازن قسم کا صحیح، نیک صالح انسان بنے، جو ایک عظیم عقیدہ، اخلاق و پیغام کا مالک ہو، اور ذمہ داریوں کو سنبھالے اور ان کا بوجھ اٹھائے، اور آخر کار اصل مقصد و غایت یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کی کامیابی اور دوزخ سے نجات کو حاصل کر لے۔

علماء اخلاق و اجتماع اور تربیت و تعلیم کے افراد کا اس پر تقریباً اجماع و اتفاق ہے کہ مرنے والے خواہ معلم ہو یا باپ یا ماں یا پیر مرشد جب وہ اپنی پوری کوشش صرف کرے گا اور اس ربانی نظام کو نافذ کرنے کا پورا اہتمام کرے گا جسے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے۔ اور اس نظام کی تطبیق کی کوشش کرے گا جس کے اصول و فروع شریعت اسلام سے لیے گئے ہیں، تو یہ یقینی بات ہے کہ بچہ ایمان و تقویٰ میں نشوونما پائے گا، اور فضیلت و اخلاق میں تدریجاً آگے بڑھتا رہے گا، اور معاشرے کے سامنے اس بہترین شکل و صورت میں آئے گا جس میں پختہ عقل، کامل اخلاق، و متوازن کردار اور اچھے معاملے والا اور بہترین سیرت اور اچھے رہن رہن کا مالک انسان ظاہر ہوتا ہو۔

لیکن بعض مرنے والے اپنے بچوں کے انحراف یا ان کی سرکشی و نافرمانی کی جو شکایت کرتے ہیں تو اس کا اصل سبب خود وہی ہیں۔

آپ بتلائیں کہ بچے کی حالت ایسی صورت میں کب درست ہو سکتی ہے جب باپ اس کو گندے اور برے ساتھیوں کے ساتھ بیٹھنے کی اجازت دیتا ہو؟

اور بچے کا ایمان کس طرح سالم رہ سکتا ہے جب باپ بچے کو کسی ملحد تنظیم یا لادینی جماعتوں کے ساتھ وابستہ دیکھ کر تسامح کر لیتا ہو؟

اور عمومی طور سے بچہ کیسے صحیح اور سیدھا ہو سکتا ہے جب کہ مرنے والے اسلام کے تربیتی اور شخصیت ساز نظام اور بچوں کی ذہن سازی کے نظام پر عمل نہ کیا ہو؟

اور حضرت عمرؓ نے اس وقت کتنا اچھا کیا جب انہیں یہ معلوم ہوا کہ ایک باپ نے اپنے بچے کے حق کو پورا نہیں کیا اس معنی کر کہ اس کی مال کا صحیح انتخاب نہیں کیا، نہ اس کا اچھا نام رکھا نہ اسے قرآن کریم کی تعلیم دی، تو حضرت عمرؓ نے ان صاحب سے فرمایا: تم میرے پاس اپنے بیٹے کے نافرمان ہونے کی شکایت لائے ہو، حالانکہ تم نے اس کی نافرمانی اس وقت کی تھی جب اس نے تمہاری نافرمانی نہیں کی تھی، اور تم نے اس کے ساتھ اس وقت برا سلوک کیا تھا جب اس نے تمہارے ساتھ برا سلوک نہیں کیا تھا۔

لہذا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے باپ کو ہی بچے کے انحراف و نافرمانی کا اصل ذمہ دار ٹھہرایا، اس لیے کہ اس نے اپنے بچے کی صحیح تربیت نہیں کی، لیکن بعض والدین جو یہ کہتے ہیں کہ انہوں نے بچوں کی تربیت و ادب سکھانے کی پوری کوشش کر لی، لیکن ان کی اولاد بھڑکھی نافرمان و خراب نکلی، یہ فضول و بے کار دعویٰ ہے، اس لیے کہ اگر ہم اس کا سبب تلاش کریں تو ہمیں معلوم ہو گا کہ اصل سبب والدین خود ہی ہیں، یا تو اس لیے کہ انہوں نے اپنے بچوں کو صحیح نمونہ فراہم نہیں کیا اور ان کو خراب و غلط نمونہ دیا، اور یا اس لیے کہ انہوں نے اسلام کا تربیتی نظام اختیار نہیں کیا، یا انہوں نے کوئی ایسا حق چھوڑ دیا جو اسلام نے ان پر لازم اور فرض کیا تھا۔

اسی طرز کا وہ واقعہ ہے جو ادب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک دیہاتی نے اپنے بچوں کی نافرمانی کی شکایت کی اور اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں پایا کہ ان کی مذمت درج ذیل اشعار سے کرے۔

اَبُوہُم اَوْلَادُہُم بِسَبِّی

ان میں سب سے فرمانبردار وہ ہے جو مجھے سب سے زیادہ کالی دیتا ہے

وَلَا اَتَسَاعٰی لَہُم وَرَحِمٰی

اور نہ ان کے ساتھ نرم برتاؤ اور وسعت ظرفی نے

اَوَّلِیَّتِنِی کُنْتُ عَقِیْمُ الصَّلْبِ

یا کاش میں بانجھ ہوتا

اِنْ بَخَّ کَلِمَہُم کَالکَلْبِ

میری اولاد سب کی سب کتے کی طرح ہے

لَمْ یَغْنِ عَنْہُم اَدَبِی وَضَرَبِی

میرے نہیں تعلیم اور ادب دینے اور مارنے نے کچھ فائدہ پہنچایا

فَلِیَّتْنِی مَتٌ بَغِیْرُ عَقَبِ

پس کاش کہ میں بغیر اولاد کے مرتا

اور کسی کو کیا معلوم ہے ہو سکتا ہے کہ وہ اعرابی خود اپنے والد کی نافرمانی کرتا ہو جس کا انتقام اللہ نے اس سے اس طرح لیا کہ اس کی اولاد نے اس کی نافرمانی کی؟ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

نِکَی پُرانی نہیں ہوتی اور گناہ بھلا یا، یہ جاتا اور بدل لینے

والی ذات مرے کی نہیں، لہذا تم مجھے چاہیے بن جاؤ

تم جیسا کرو گے تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا۔

((البس لا یبلی والذنب لا یشی والدیان

لا یموت، فکن کما شئت فکما تدین

تدان))۔ ابو نعیم درلمی وابن عدی

اور طبرانی و حاکم حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

«بروا آباءکم تبرکم آبناءکم، وعفوا
تعف نساؤکم»۔

تم اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو تمہاری اولاد تمہارے
ساتھ حسن سلوک کرے گی اور تم پاک دامن رہو تو تمہاری عورتیں
بھی پاک دامن رہیں گی۔

کبھی اس قاعدہ کے خلاف بھی ہو جاتا ہے اور مربی اپنی پوری کوشش صرف کرتا ہے اور اسلامی تربیت کے تمام طریقے
اختیار کرتا ہے لیکن پھر بھی اولاد بگڑ جاتی اور منحرف ہو جاتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے ہمیں حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے
کے بارے میں بتلایا ہے کہ اس نے ہدایت اور نبوی تربیت کے قبول کرنے سے انکار کیا، اور بڑا بنا تکبر کیا، اور کافروں
کا ساتھی بن گیا، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اسے بھی پکڑ کر غرق کر دیا اور سارے کے سارے کافر ڈبو دیے گئے۔
ایسی صورت میں مربی اللہ کے دربار میں منذور سمجھا جائے گا اس لیے کہ اس نے اپنی تمام ذمہ داری پوری کر دی اور اپنے
مفوضہ واجبات و فرائض ادا کر دیے۔

اور اخیر میں اسے مربی محترم آپ اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کیجیے کہ آپ اپنے بچوں کی تربیت کے سلسلہ میں اس
اسلامی طریقے اور نظام پر عمل پیرا ہوں گے، اور محبت سے کام لیجیے، اور ہر ہر مرحلہ اور ہر ہر پہلو میں اپنے فریضہ کو ہر
اعتبار سے نہایت چابکدستی سے ادا کیجیے، آپ نے اگر ایسا کر لیا تو آپ دیکھیں گے
_____ کہ آپ کی اولاد اصلاح کے سورج، اور ہدایت کے چاند، اور رستے زمین پر چلنے والے فرشتے ہوں گے
بلکہ ان کی نفوس کی صفائی اور دلوں کی طہارت اور اچھے اخلاق اور عمدہ معاملہ اور بردباری اور اچھی معاشرت کی وجہ سے
ان کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے گا۔

اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ قوم اسلام کو عقیدہ و عمل میں لازم پکڑ لے اور اس کی تعلیمات پر احکام و نظام کے اعتبار سے
عمل پیرا ہو جائے تو وہ پہلے زمانے کے لوگوں کی طرح عزت و بزرگی و بلندی کی راہ پر گامزن ہوگی۔ اور عالم میں ایک ایسی ٹھوس
اور مضبوط حکومت قائم کرے گی جو عزت و عظمت میں دوسری بڑی حکومتوں کا مقابلہ کرے گی بلکہ دوسری تمام قومیں اس کی ہیبت
اور عظیم سلطنت کی وجہ سے اس کے سامنے گردن جھکا دیں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے لیے کچھ بھی بعید نہیں ہے۔

اسے مربی محترم! بات یہ ہے کہ اس امت کے اخیر دور کے لوگ بھی اس چیز سے ٹھیک ہو سکتے ہیں جس سے
اس امت کے پہلے لوگ ٹھیک ہوئے تھے، چنانچہ اگر پہلے حضرات اسلامی نظام کو نافذ کر کے اور اس کی عملی تطبیق سے کام لیا
ہوئے تھے اور سیادت و فتح و نصرت کی چوٹی پر پہنچ گئے تھے تو اسی طرح اس امت کے اخیر کے لوگ بھی اس وقت تک
کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک اسلامی نظام کو نافذ نہ کریں اس کی عملی تطبیق نہ کریں، یہی ان کے لیے سیادت و قیادت و فتح
و نصرت کا راستہ ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم فرمائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر فرماتے ہیں :

ہم ایک ایسی قوم ہیں کہ جسے اللہ تعالیٰ نے اسلام کے ذریعہ عزت بخشی ہے ہم جب بھی اس کو چھوڑ کر عزت چاہیں گے
 جس کے ذریعہ اللہ نے ہمیں عزت بخشی ہے تو اللہ ہمیں ذلیل ہی کرے گا (مسند رک حاکم)۔
 اور بالکل سچ فرمایا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے :

((...)) وَلَا حُكْمَ أَمْرًا لَهُمْ بَغْيٍ مَا أَنْزَلَ
 اللَّهُ إِلَّا سُلْطَ عَلَيْهِمْ وَعَدُوَّهُمْ فَاسْتَنْفَدُوا
 بَعْضَ مَا فِي أَيْدِيهِمْ ، وَمَا عَطَلُوا كِتَابَ اللَّهِ
 وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ إِلَّا جَعَلَ اللَّهُ بَأْسَهُمْ
 بَيْنَهُمْ ۖ

اور فیصلہ نہیں کیا ان کے امراء نے اللہ کے نازل کردہ
 (قرآن و سنت) کو چھوڑ کر مگر یہ کہ اللہ نے ان پر ان کے
 دشمنوں کو مسلط کر دیا، اور انہوں نے ان کے پاس جو تھوڑا
 بہت تھا وہ چھین لیا، اور نہیں معطل کیا لوگوں نے اللہ کی
 کتاب اور اس کے نبی کی سنت کو مگر یہ کہ اللہ نے ان کو
 آپس میں لڑا دیا۔

بیہقی وحاکم

سیادت و نصرت تک پہنچنے کا ذریعہ یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح سے ابتدا کریں، پھر اپنے خاندان کی اصلاح کریں، اور خاندان
 کے افراد کی اصلاح اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک ہم اپنے بچوں اور بچیوں کی تربیت کے لیے اسلامی نظام و طریقے
 کو نہ اپنائیں، اس لیے کہ فرد کی اصلاح خاندان کی اصلاح کا ایک قدرتی و طبعی ذریعہ ہے، اور پھر اس کا اثر یہ ہوگا کہ معاشرے
 کی اصلاح ہو جائے گی اور پھر اسلامی معاشروں میں مسلمان مخلصین و مجاہدین کی ایک مضبوط جماعت تیار ہو جائے گی جن کے
 ذریعے اسلامی حکومت قائم ہوگی، اور ان کے مضبوط عزائم سے مسلمانوں کو عزت و شوکت نصیب ہوگی۔

اے والدین اور اے تربیت کرنے والو! یہ ہے بچوں کی تربیت کا اسلامی نظام اور ان کی اصلاح و ہدایت کا صحیح
 راستہ، لہذا آپ اپنی ذمہ داریاں پوری کیجیے، اور اپنے فرائض ادا کیجیے تاکہ مسلمان معاشرے میں آپ کی اولاد اور خاندانوں
 کی اصلاح متحقق ہو سکے، اور امت محمدیہ میں جہاد و فتح کے لشکر تیار ہوں، اور وہ پورے عالم کو گمراہی، جاہلیت اور مادیت سے
 بچانے اور حق کے نور اور اسلام کے پیغام کی جانب ہدایت دینے میں اپنا کردار ادا کر سکیں:

((وَقُلْ اْعْمَلُوا فَاَيُّكُمْ يَرْجُو عَذَابَ اللَّهِ وَرَسُولُهُ
 وَالْمُؤْمِنُونَ ، وَسُودُّونَ اِلَىٰ عَلِيمِ الْغَيْبِ
 وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ)) ۝۵۰

اور آپ کہہ دیجیے کہ کس کی توقع ہے اللہ و کیمہ کے عذاب
 کا اور اس کا رسول اور مسلمان، اور تم جلد لوٹا دیے جاؤ گے اس کے پاس
 جو تم بھی اور کھلی چیزوں سے ڈرتے ہو پھر وہ بتائے گا تم کو جو تم نے کیا۔



قرا کرام سے یہ درخواست ہے کہ مصنف و مترجم کو دعاؤں میں یاد رکھیں، شاید اللہ جس شاعر میں دعا ہی کا آجائے۔

اور اللہ تعالیٰ میرے والد حاجی سعید علوان (اور مترجم کے والد حکیم محمد مختار حسن رحمہ اللہ) پر رحم کرے جن ے علم اور دعوت تبلیغ کے میدان میں لگائے ہوئے پودوں میں سے ایک پودا ہیں ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے ڈھانپ لے، اور ان کو اپنی وسیع جنت میں جگہ عطا فرمائے، اور ہمیں ان کے ساتھ انبیاء و صدیقین و شہداء و صالحین کے جمع میں اپنے یہاں یکجا فرمائے، ان لوگوں کی رفاقت بہت ہی عمدہ و اچھی رفاقت ہے۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین والصلاة والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ أجمعین۔

فرغت من ترجمتہ صبیحة یوم الخميس ۷-۵-۱۴۰۷ھ الموافق ۸-۱-۱۹۸۷ء ساعة تسعة

لصف مدار التصفیف، والحمد لله أولاً و آخراً والصلاة والسلام علی جیبہ ونجیہ وصفیہ دائماً ابداً آمیناً۔



اہم مراجع و مصادر



مصنف

نام کتاب

- | | |
|--|---------------------------------|
| محمد فارس برکات | ۱۔ قرآن کریم |
| ابو عبد اللہ محمد القرطبی | ۲۔ المرشد لآیات القرآن الکریم |
| ابو الفداء اسماعیل بن کثیر | ۳۔ الجامع لأحكام القرآن الکریم |
| ستید قطب | ۴۔ تفسیر ابن کثیر |
| شیخ محمد علی الصابونی | ۵۔ فی ظلال القرآن الکریم |
| محمد علی السائیس | ۶۔ تفسیر آیات الأحکام |
| ابو بکر الجصاص | ۷۔ تفسیر آیات الأحکام |
| ابو بکر محمد المعروف بابن العربی | ۸۔ احکام القرآن الکریم |
| محمد حسنین مخلوف | ۹۔ احکام القرآن الکریم |
| عبد العظیم المنذری | ۱۰۔ صفوة البیان فی تفسیر القرآن |
| علامہ مناوی | ۱۱۔ الترغیب والترہیب |
| محمد شوکانی | ۱۲۔ فیض القدیر |
| صغانی | ۱۳۔ نیل الأوطار |
| حافظ ابن حجر العسقلانی | ۱۴۔ سبل السلام |
| مام نووی | ۱۵۔ فتح الباری فی |
| سماعیل عجلونی | ۱۶۔ ریاض الصالحین |
| محمد یوسف کاندھلوی تحقیق محمد علی دولہ | ۱۷۔ کشف الحفّاہ |
| ابن الجوزی تحقیق الدكتور قلعہ جی والفاخوری | ۱۸۔ حیاة الصحابة |
| | ۱۹۔ صفوة الصفوة |

نام کتاب

مصنف

- ٢٠ - محمد رسول الله (صلى الله عليه وسلم)
عبدالله سراج الدين
- ٢١ - فقه السيرة
دكتور محمد سعيد رمضان البوطي
- ٢٢ - السيرة النبوية
دكتور مصطفى سباعي
- ٢٣ - شرح فتح القدير
لمال الدين ابن الهمام الحنفى
- ٢٤ - دلائل الصانع
علامه الدين الكاساني
- ٢٥ - المغنى
ابن قدامة تحقيق محمود عبد الوهاب فايد
- ٢٦ - حاشية رد المحتار على الدر المختار
علامه ابن عابدين
- ٢٧ - الفقه على المذاهب الاربعه
عبد الرحمن الجزيري
- ٢٨ - فتح باب العناية
على القاري تحقيق الشيخ عبد الفتاح أبو غده
- ٢٩ - احياء علوم الدين
حجة الاسلام الغزالي
- ٣٠ - رسالة المسترشدين
مجاهدي تحقيق الشيخ أبو غده
- ٣١ - مختصر منباج القاصدين
حمد بن قدامة المقدسي
- ٣٢ - كتاب الزهد والرفاق
عبد الله بن مبارك
- ٣٣ - تحفة المودود بأحكام المولود
محمد بن قيم الجوزية
- ٣٤ - آداب المعلمين
احمد عبد الغفور العطار
- ٣٥ - التربية الاسلامية
قاسم دكتور احمد فؤاد الالهواني
- ٣٦ - التربية والتعليم في الإسلام
دكتور محمد اسعد طلس
- ٣٧ - التربية الإسلامية
محمد عطية الابراش
- ٣٨ - التربية الإسلامية وفلاسفتها
دكتور محمد امين المصري
- ٣٩ - وسائل التربية الإسلامية
عبد الرحمن النحلوي
- ٤٠ - أسس التربية الإسلامية
دكتور محمد عبدالله وراز
- ٤١ - مبادئ علم الأخلاق
دكتور يوسف القرضاوي
- ٤٢ - الحلال والمحرم
دكتور يوسف القرضاوي
- ٤٣ - الإيمان والحياة

مصنف

نام كتاب

- ٢٢ - دروس النكتة الثانية
 ٢٣ - المجمع المشكّل في الإسلام
 ٢٤ - عمل المسلم في اليوم والليلة
 ٢٥ - حديث الإسلام
 ٢٦ - العدالة الاجتماعية
 ٢٧ - الإسلام والسلام العالمي
 ٥٠ - أخلاقنا الاجتماعية
 ٥١ - عظماؤنا في التاريخ
 ٥٢ - هكذا علمتني الحياة
 ٥٣ - كيف تدعو إلى الإسلام
 ٥٤ - مشكلات الدعوة والداعية
 ٥٥ - محاضرة "الرسول المعلم"
 ٥٦ - الشيوعية والإسلام
 ٥٧ - المشكلات النفسية
 ٥٨ - مكاييد يهودية
 ٥٩ - خلق المسلم
 ٦٠ - الإسلام ٣ أجزاء
 ٦١ - الله
 ٦٢ - الرسول ٢ جزء
 ٦٣ - جند الله ثقافة
 ٦٤ - خطر التبرج والاختلاط
 ٦٥ - حكم الإسلام في النظر
 ٦٦ - تحفة العروس
 ٦٧ - ماذا عن المرأة ؟
- دكتور يوسف القرضاوي
 دكتور عبد العزيز النخاس
 محمد طارق محمد صالح
 محمد مصطفى أبي العلا
 مرحوم سيد قطب
 سيد قطب
 دكتور مصطفى سباعي
 " "
 فتحي مينا
 شيخ البوغده
 عقاد وعطار
 دكتور نبية الغيرة
 عبد الرحمن جبنك
 محمد الغزالي
 عيسوي
 عبد الباقى رمضان
 محمد اديب كلكل
 محمود مهيدي استانبولي
 دكتور نور الدين عمر

- | | |
|---------------------|----------------------------------|
| وہبی سلیمان الفادجی | ۶۸۔ المرأة المسلمة |
| ڈاکٹر یوسف القرضاوی | ۶۹۔ شریعة الإسلام |
| ستید قطب | ۷۰۔ دراسات اسلامية |
| عبد اللہ علوان | ۷۱۔ الشکافل الاجتماعی فی الإسلام |
| " " | ۷۲۔ تعدد الزوجات فی الإسلام |
| " " | ۷۳۔ شبهات وردود |
| " " | ۷۴۔ حتی یعلم الشباب |
| " " | ۷۵۔ حکم الإسلام فی وسائل الإعلام |
| " " | ۷۶۔ عقبات الزواج |
| " " | ۷۷۔ إلی کل أب غیر |
| " " | ۷۸۔ إلی ورثة الأنبياء |
- اور ان کے علاوہ اور دوسرے مراجع جو اس کتاب کے مختلف صفحات پر درج ہیں۔

